الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب

پیراہن یوسفی

ترجمہ دفتر دوم

مثنوی مولوی معنوی

از طبع معارف آگاہ
مولوی محمد یوسف علی شاہ چشتی نظامی گلشن آبادی ملک مالوہ
در مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ بحلیۂ طبع پوشید
[illegible]ھ

باہتمام بی - بی - کپور سپرنٹنڈنٹ

قیمت [illegible]



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دفتر دوم پیراہن یوسفی ترجمہ مثنوی مولوی معنوی

مثنوی معنوی		پیراہن یوسفی	
مدتے این مثنوی تاخیر شد	مہلتے بایست تا خون شیر شد	مثنوی کو دیر اک مدت ہوئی	تا کہ خون ہو شیر بس مہلت ہوئی
تا نزاید بخت تو فرزند نو	خون نگردد شیر شیرین خوش شنو	تا نہ تیری بخت سے فرزند ہو	خون نہ ہوئے شیر شیریں جان تو
چون ضیاء الحق حسام الدین عنان	باز گردانید ز اوج آسمان	جو ضیاء الحق حسام الدین نے	باگ پھیری فلک کی اوج سے
چون بمعراج حقائق رفتہ بود	بے بہارش غنچہا ناکفتہ بود	جو تھا معراج حقائق کو گیا	بے بہار اس کے نہیں غنچہ کھلا
چون ز دریا سوئے ساحل باز گشت	چنگ شعر مثنوی با ساز گشت	جبکہ دریا سے کنارے پر پھرا	چنگ شعر مثنوی بجنے لگا
مثنوی کہ صیقل ارواح بود	باز گشتنش روز استفتاح بود	مثنوی کہ صیقل روح تھی دلا	اس کا پھر روز استفتاح تھا
مطلع تاریخ این سودا و سود	سال ہجرت ششصد و شصت و دو بود	مطلع تاریخ اس کا جان لے	چھ سو باسٹھ سال و سن ہجری کے تھے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ مثنوی کو دیر اک مدت ہوئی الخ شعر واضح ہو کہ جو حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کو مقام عشق میں بسبب استیلاء جذب مشاہدہ تجلیات تکوین کے استغراق ہوا تھا کہ لازمہ عشق ہے راز گوئی مثنوی معطل رہی کیونکہ جذب عشق سے جان سالک کی انتہا کو سیر باللہ ہے کہ مقام تکوین ہے ۔ عروج کر کے سیر فی اللہ میں مستغرق ہوئی ہے اور جس مدت تک کہ خدا چاہتا ہے وہ جان سالک کی اس سیر میں محو رہتی ہے چنانچہ شیخ محی الدین مکی علیہ الرحمۃ کو دو برس تک یہ مقام محویت کا رہا تھا کہ اوصاف بشریت اس نے بدل کر استعداد انکشاف غوامض عرفان پیدا ہوا جبکہ جان محویت سیر فی اللہ سے نکل کر سیر فی اللہ میں کہ بقا باللہ اس کو کہتے ہیں آتی ہے تمکین حاصل ہوتی ہے اور عوارف کہتے ہیں جو کہ مولانا کو محویت عشق سے مقام معرفت کا آیا تو دفتر دوم میں عوارف بیان فرمائے اور اہل شرح لکھتے ہیں بحوالہ نفحات الانس کہ مولانا مثنوی بپاس خاطر مولانا حسام الدین چلپی علیہ الرحمۃ کے لکھتے تھے جو کہ اہلیہ حسام الدین صاحب کا انتقال ہوا اس واسطے مثنوی میں مقام معرفت کا سیر سلوک مولانا میں پایا جاتا ہے ۔ آیندہ واللہ اعلم بالصواب ۔ ادھر پر سر مطلب مثنوی کے بیان میں ایک مدت دیر ہوئی تا کہ اس مہلت میں خون شیر ہو لیکن جبتک تیرے بخت سے فرزند نہ پیدا ہو خون شیر شیریں نہ ہووے یعنی مثنوی کے بیان میں اس واسطے مہلت ایک مدت کی ہوئی کہ غذائے روحی ہو مگر جبکہ فرزند جان نفس سے اس عالم میں پیدا ہو یعنی بچہ رحم مادر میں خون کھاتا ہے جب کہ پیدا ہوتا ہے تو وہ خون پستان مادر میں شیر ہو جاتا ہے اسی طرح جان جان سالک کو مقام عشق میں بسبب شرکت نفس کے غذائے باطنی برائے تشبیہ لذائذ نفسانیہ میں پہونچتی ہے مثل سماع و حسن پرستی وغیرہ کے جبکہ جان اس نفس سے نکل کر عالم امر میں مشاہدہ جمالی الہٰی کرتی ہے تو وہ غذا براہ تنزیہ انکشاف عوارف میں جان کو ملتی ہے پس اس غذا کے حاصل کرنے کو جان عالم امر کو گئی اس واسطے بیان مثنوی میں تاخیر ہوئی چنانچہ اگلے شعر میں جان کے آنے و جانے کا حال بیان فرماتے ہیں فافہم ایضاً ضیاء الحق الخ شعر جو ضیاء الحق حسام الدین نے اوج فلک سے اس طرف باگ پھیری جو کہ معراج حقائق کو گیا تھا بغیر بہار اسکے غنچہ دل نہیں کھلا واضح ہو کہ مولانا نے ضیاء الحق حسام الدین نام حضرت رسول مقبول کا مثنوی میں رکھا ہے چونکہ مراد رسول اللہ ہیں پس یہاں ضیاء الحق سے مراد رسول اللہ ہے یعنی پیر المحبوب کہ معراج حقائق کو گیا تھا پھر اوج فلک سے واپس آیا جبکہ دریا کے کنارے پر پھرا چنگ شعر مثنوی بجنے لگا مثنوی کہ صیقل روح بھی واپس آنا جان کا روز استفتاح تھا یعنے روز کشادگی و بسط قلب کا تھا جو کہ جان دریائے حقائق میں غرق ہو گئی تھی اس کے واپس آنے سے پھر مثنوی کہنا جاری ہوا کیونکہ مثنوی سے جان کو صفائی حاصل ہوتی ہے مطلع تاریخ اس دفتر کا چھ سو باسٹھ ہجری تھا بلبل اس جا سے گیا تھا پھر پھر ا باز ہو کر شکار معنی کے لئے یعنی جان میری کہ بسبب عشق کے بلبل چہکتی تھی اب ادھر باز ہو کر واسطے شکار گریز موفقت کے ہوئی ہے یعنی ادھر سے عارف ہو کر گئی تھی اور ادھر سے عارف ہو کر لوٹی ہے آگے مناجات بیان کرتے ہیں فافہم ۔

بلبلے زینجا برفت و بازگشت / بہر صید این معانی بازگشت
ساعد شہ مسکن این باز باد / تا ابد بر خلق این در باز باد
آفت این در ہوا و شہوت است / ورنہ آنجا شربت اندر شربت است
این دہان بربند تا بینی عیان / چشم بند آنجہان حلق و دہان
اے دہان تو خود دہانۂ دوزخی / اے جہان تو بر مثال برزخی
نور باقی پہلوے دنیاے دون / شیر صافی پہلوے جوہاے خون
چون در و گامے زنی بے احتیاط / شیر تو خون می شود از اختلاط
یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس / شد فراق صدر جنت طوق نفس
ہمچو دیو از وے فرشتہ می گریخت / بہر نانے چند آب از چشم ریخت
گرچہ یک مو بد گنہ کو جستہ بود / لیک آن مو در دو دیدہ رستہ بود
بود آدم دیدۂ نور قدیم / موے در دیدہ بود کوہ عظیم
گر در آن حالت بکردی مشورت / در پشیمانی نکردی معذرت
زانکہ با عقلے چو عقلے جفت شد / مانع بد فعلی و بد گفت شد
نفس چون با نفس دیگر یار شد / عقل جزوی عاطل و بیکار شد
گر ز تنہائی تو ناہیدے شوی / زیر ظل یار خورشیدے شوی

بلبل اس جاسے گیا تھا پھر پھرا / صید معنی کے لئے باز اک ہوا
دست شہ اس باز کی جا ہو جیو / خلق پر دائم یہ در وا ہو جیو
آفت اس در کی ہے شہوت اور ہوا / ورنہ شربت این ہے شربت ہی بھرا
یہ دہان کر بند تا دیکھے عیان / ہے نظر بند اس جہان کا یہ دہان
اے دہان تو خود دوزخ کا ہے / اے جہان ہمرنگ تو برزخ کا ہے
نور باقی متصل دنیا کے ہے / شیر صافی متصل ہے خون کے
جو قدم اس میں رکھے بے احتیاط / شیر تیرا خون ہو از رہ اختلاط
رکھا آدم نے قدم با ذوق نفس / ہوگئی جنت کی فرقت طوق نفس
بھاگتے تھے دیوسان اس سے ملک / روئے روٹی کے سبب مدت تلک
بال سا اس سے گنہ گرچہ ہوا / پر وہ ہر بال اسکی آنکھوں کا بنا
تھا جو آدم دیدۂ نور قدیم / بال آنکھوں میں ہوا کوہ عظیم
گر وہ اس حالت میں کرتا مشورت / نے پشیمانی سے کرتا معذرت
عقل سے جو عقل اک باہم ملے / دور بد فعلی و بدگوئی کرے
نفس سے جو نفس باہم یار ہو / عقل جزوی عاجز و بیکار ہو
گر تو تنہائی سے جون ناہید ہو / زیر سایہ یار کے خورشید ہو

۱ دست شہ الخ یعنی شعر اس باز کی جا دست شاہ ہو جیو اور خلق پر یہ در کشادہ ہو جیو یعنی جان کو قرب الٰہی ہمیشہ حاصل ہو جیو اور مخلوق پر در معرفت مفتوح ہو جیو۔ ۲ اس معرفت کی آفت ہوا و شہوت ہے ورنہ یہاں شربت اندر شربت کے ہے یعنی معرفت کو شہوت اور ہوا آفت ہے ورنہ یہاں دنیا میں معرفت اندر معرفت کے ہے۔ ۳ اس دہن کو بند کر تا ظاہر دیکھے کہ اس جہان کی نظر بندی یہ دہن ہے یعنی دہن کو لقمہ لذیذ نفسانی یا بیان قال سے بند کر کسواسطے کہ دہن اس جہان کی نظر بندی ہے کہ حقائق اس جہان کے بسبب حظ نفسانی کے ظاہر نہیں ہوتا ہے آگے مخاطب دہن سے ہیں اے دہن تو خود دہانہ دوزخ کا ہے اور اے جہان تو ہمرنگ برزخ کا ہے یعنی یہ جہان درمیان جنت و دوزخ کے ہے اگر دہن بند لذائذ سے کیا جنت کو گیا اور اگر کھولا دوزخ میں گیا ۴ نور باقی متصل اس دنیا کے ہے جیسے شیر صافی متصل خون کے ہے یعنی اگر راستی ہے شل شیر صاف ہے ورنہ کجی سے خون ناپاک ہے اسی طرح راستی سے نور دنیا میں حاصل ہے ورنہ کجی سے حسرت دنیا ہے اگر قدم دنیا میں بغیر احتیاط تو رکھے شیر تیرا خون ہو بسبب اختلاط دنیا کے یعنی بسبب اختلاط امور دنیا کے حسنات تیرے سیئات ہو جاوینگے اس کی مثال فرماتے ہیں فافہم ۱۲

۵ رکھا آدم نے الخ شعر جیسے آدم نے ساتھ ذوق نفس کے قدم رکھا فرقت جنت سے ہوئی اور فرقت جنت کی طوق نفس کی ہو گئی یعنی بسبب خواہش نفسانی کے خارج جنت سے ہوئے اور فراق جنت نفس پر وبال ہوا فرشتے مثل دیو کے ان سے بھاگتے تھے اور مدت تک روٹی کے واسطے وہ روئے اگرچہ بال کے برابر ان سے گنہ سرزد ہوا لیکن ان کی آنکھ میں وہ پر بال بنا کیونکہ آدم دیدہ نور قدیم تھے بال ان کی آنکھ میں کوہ عظیم ہوا اگر اس حالت میں آدم مشورہ کرتے پشیمانی سے معذرت نہ کرتے آگے تعلیم فرماتے ہیں کہ عقل سے جو ایک عقل باہم ہے بدفعلی و بدگوئی دور کرے نفس سے جو ایک نفس یار ہووے یہ عقل جزوی عاجز و بیکار ہووے یعنی اگر اہل عقل سے کہ مرشد ہے اگر عقل مشورہ کرے برائی دور ہو اور نفس سے کہ غافل ہیں ملے ظاہر و بیکار رو عاجز ہوا اسی طرح آدم علیہ السلام نے مشورہ حق سے نہ کیا اور اہل نفس یعنی حوا کا کہنا کیا پشیمانی سے معذرت خواہ ہوئے چنانچہ اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

۶ گر ز تنہائی الخ شعر اگرچہ تو تنہائی سے مانند زہرہ کے ہووے لیکن یار کے زیر سایہ خورشید ہو یعنی اپنی رائے سے خلوت گیری کرکے اگر تو زہرہ کے مانند نور وار و بلند مرتبہ ہو لیکن مرشد کی حضوری سے مثل خورشید کے روشن ہو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

رو بجو یار خدا اے را تو زود | چون چنان کردی خدا یار تو بود
آنکہ در خلوت نظر بر دوخت ست | آخر آنرا ہم زیار آموخت است
خلوت از اغیار باید نے زیار | پوستین بہر دے آمد نے بہار
عقل با عقل دگر دوتا شود | نور افزون گشت و رہ پیدا شود
نفس با نفس دگر خندان شود | ظلمت افزون گشت و رہ پنہان شود
یار چشم تست اے مرد شکار | از خس و خاشاک او را پاک دار
ہین بجاروب زبان گردی مکن | چشم را از خس رہ آوردی مکن
چونکہ مومن آئینہ مومن بود | روے او ز آلودگی ایمن بود
یار آئینہ است جان را در حزن | بر رخ آئینہ اے جان دم مزن
تا نپوشد روے خود را از دمت | دم فرو بردن بباید از دمت
کم ز خاکی چونکہ خاکی یار یافت | از بہار صد ہزار انوار یافت
آن درختے کو شود با یار جفت | از ہواے خوش ز سر تا پا شگفت
در خزان چون دید او یار خلاف | در کشید او رو و سر زیر لحاف
گفت یار بد بلا آشفتن ست | چونکہ او آمد طریقم خفتن است
پس بخسپم باشم از اصحاب کہف | بہ ز دقیانوس باشد خواب کہف

جلد جا کر[1] ڈھونڈ حق کے دوست کو | جو کرے ایسا تو حق کا دوست ہو
جس نے خلوت میں نظر کو بند کی | یار سے سیکھا ہے آخر اس کو بھی
خلوت اغیار سے ہے نے یار سے | پوستین سردی میں نے گرمی میں ہے
عقل اک اور عقل سے جا کر ملے | ہو زیادہ نور اور رستہ کھلے
نفس اک اور نفس سے فرحت رکھے | ہو زیادہ ظلمت اور رستہ چھپے
اے شکاری[2] آنکھ تیری یار ہے | پاک رکھ اس کو خس و خاشاک سے
گرد جاروب زبان سے مت اڑا | اور خس رہ سے تو آنکھوں کو بچا
کیونکہ مومن آئینہ مومن کا ہے | اس کا رو آلودگی کو کب رکھے
یار آئینہ ہے غم میں جان کا | آئینہ پر دم نہ مار اے جان ذرا
تا چھپائے رو نہ دم سے وہ ترے | روکنا بس چاہیئے دم کو تجھے
خاک سے کیا کم ہے تو کہ پائے یار | خاک اور غنچے کھلائے سو بہار
جو شجر کہ یار سے اپنے ملے | بس ہوائے خوش سے سر تا پا کھلے
جو خزان[3] میں پائے وہ یار خلاف | تو چھپائے منہ کو وہ زیر لحاف
بولا یار بد سے ملنا رنج ہے | جو وہ آئے سونا مجکو گنج ہے
سو رہوں تو ہوں میں پھر اصحاب کہف | اچھا دقیانوس سے ہے خواب کہف

[1] جلد جا کر الخ ۵ شعر یعنی جلد جا کر تو دوست حق کو تلاش کر کہ اس کام کے کرنے سے تو دوست حق کا ہو جس نے خلوت میں نظر بند کی آخر اس کو بھی یار ہی سے سیکھا ہے خلوت اغیار سے ہے نہ یار سے پوستین سردی میں ہوتا ہے نہ گرمی میں یعنی اگرچہ خلوت میں نظر بند کرنا اس نے یار سے سیکھا ہے مگر خلوت اغیار سے کرتے ہیں از راہ دید کے یار سے نہیں کرتے ہیں۔ اگر ایک عقل دوسری عقل سے ملے تو زیادہ ہو اور راستہ کھلے اور اگر ایک نفس دوسرے نفس سے راحت پذیر ہو ظلمت زیادہ ہو اور راستہ پوشیدہ ہو یعنی دید میں دوئی یار ہے تامل کر کہ روشنی حاصل ہو اور راہ سلوک پائے اور پوست نفس سے مت مل کہ ظلمت دل میں بڑھے چنانچہ اس دید کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] اے شکاری الخ ۷ شعر اے شکاری تیری آنکھ یار ہے اس کو خس و خاشاک سے پاک رکھ یعنی اے عارف تیری چشم از راہ دید کے تیری یار ہے کہ اسی سے تو شکار معرفت کو پکڑتا ہے خس و خاشاک غیرت کو مت آنے دے کہ دید میں نقصان نہ ہو جاروب زبان سے گرد مت اڑا اور خس راہ سے آنکھ کو بچا یعنی قال بیہودہ نہ کر کہ چشم دید خیال بیہودہ تیرے لیئے تیرہ ہو جائے کیونکہ مومن آئینہ مومن کا ہے بموجب حدیث المومن مراۃ المومن یعنی ذات حق کہ معشوق ہے آئینہ عارف کی تمام عالم کو دیکھتی ہے جیسے آئینہ میں صورت اس مشاہدہ میں مشہود ہوتا ہے کہ تمام عالم حق ہے اور وہ آئینہ روئے معشوق ہو اور آلودگی نہیں رکھتا ہے تو اس آئینہ پر اے جان دم نہ مار کہ مکدر ہونے سے یار منہ نہ چھپائے یعنے براہ شہوت غیر حق اس روئے حق معشوق کو مت دیکھ کہ ذات حق منہ نہ چھپائے بحر العلوم۔ آگے مثال ہے تو کیا خاک سے کم ہے یار کو خاک پائے اور سو غنچے بہار کھلائے جو شجر اپنے یار سے ملے ہوائے خوش سے سر تا پا کھلے یعنی تیرا مرتبہ خاک سے تو کم نہیں ہے دیکھ خاک اپنے یار بہار سے ملتی ہے تو کیا کیا گل و بوٹا کھلاتی ہے اگر تو اپنے یار ذات حق سے ملے گا تو کیا کچھ مرتبہ پائے گا اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲۔
[3] جو خزان میں الخ ۲ شعر جو شجر خزاں میں باد خلاف پائے تو منہ کو چھپائے زیر لحاف شجر نے کہا کہ یار بد سے ملنا باعث رنج ہے اگر وہ آئے تو مجھ کو سو رہنا گنج ہے۔ یعنے خزان یار یار بد ہے اس سے شجریت جھڑ ہو کر پوشیدہ ہو جاتا ہے ایسے ہی نفس یار بد ہے اس سے دور ہونا چاہیے . . . . سو رہوں تو اصحاب کہف ہو جاؤں کہ دقیانوس سے خواب کہف بہتر ہے باقی حال آگے ہے۔ فافہم ۱۲۔

یقظ شان معروف دقیانوس بود — خواب شان سرمایهٔ ناموس بود
خواب بیدارےست چون با دانش ست — وائے بیداری کہ با نادان نشست
چونکہ زاغان خیمہ بر گلشن زدند — بلبلان پنہان شدند و تن زدند
زانکہ بے گلزار بلبل خامش ست — غیبت خورشید بیداری کش ست
آفتابا ترک این گلشن کنی — تا کہ تحت الارض را روشن کنی
آفتاب معرفت را نقل نیست — مشرق او غیر جان و عقل نیست
خاصہ خورشید کمالی کان سریست — روز و شب کردار او روشن گریست
مطلع شمس آ اگر اسکندری — بعد ازان ہر جا روی نیکو فری
بعد ازان ہر جا روے مشرق بود — شرقہا بر مغربت عاشق شود
حس خفاشت سوئے مغرب دوان — حس درپاشت سوئے مشرق روان
راہ حس راہ خران ہست اے سوار — اے خران را تو مزاحم شرم دار
پنج حسے ہست جز این پنج حس — آن چو زر سرخ و این حسہا چو مس
اندران بازار کایشان ماہر اند — حس مس را چون حس زر کے خرند
حس ابدان قوت ظلمت میخورد — حس جان از آفتابے می چرد
اے ببردہ رخت حسہا سوئے غیب — دست چون موسیٰ برون آور ز جیب
اے صفاتت آفتاب معرفت — و آفتاب چرخ بند یک صفت

انکا[1] جگنا حرف دقیاس تھا — سونا ان کا مایهٔ ناموس تھا
سونا جگنا ہی جو ہے دانش کیساتھ — جیف وہ جگنا کہ نادان کے ہو ساتھ
خیمہ گلشن میں جو زاغون نے کیا — بلبلیں سب جا بسیں اک اک جدا
بلبلیں خاموش ہیں بے گلزار کے — غیبت خور کھوتی بیداری کو ہے
آفتابا[2] ترک یہ گلشن کرے — تو زمین کا تحت کو روشن کرے
آفتاب معرفت کو نقل نے — مشرق اس کا غیر جان و عقل نے
خاص اس سوسے جو ہے شمس کمال — رات دن روشن کرے ہے اس کا حال
آتو مطلع خور مین گر طالب ہو تو — بعدہ جائے جہان صاحب ہے تو
بعدہ جائے جہان مشرق بنے — مشرقین عاشق ہوں مغرب پہ ترے
حس خفاشی تری مغرب کو آئے — حس انواری تری مشرق کو جائے
راہ حس[3] ہے گدھوں کی اے بشر — تو گدھوں کا ہو وے راغب شرم کر
پانچ حس کے اور سوا ہیں پانچ حس — وہ مثال زر ہیں اور یہ مثل مس
جو کہ ہیں آگاہ اس بازار مین — حس مس کو مثل حس زر نہ لین
حس تن ظلمت کی کھاتا ہو غذا — حس جان خورشید سے لے ہو ضیا
اے حسون کو غیب میں تو لے گیا — دست موسیٰ سا دکھا دے معجزا
اے تری صفتیں ہیں شمس معرفت — آفتاب چرخ رکھے اک صفت

[1] انکا جگنا الخ ۱۰ شعر کیونکہ انکا بیدار رہنا معروف دقیانوس اور سونا باعث ننگ و ناموس تھا وہ سونا جاگنا ہے کہ جو عقل کے ساتھ ہو افسوس اس جاگنے سے کہ نادانی کے ساتھ ہو یعنی اگر باخبری کے ساتھ سونا ہے وہ بیداری ہے اس سونے سے کہ بے خبری سے سوئے جیسے اصحاب کہف کا کہ انکا سونا اور دن کی بیداری سے بہتر ہے زاغون نے خیمہ گلشن میں کیا اور بلبلیں گلشن سے چلی گئیں بلبلیں خاموش ہیں بغیر گلزار کے غیبت خورشید کی بیداری کو کھوتی ہے یعنی ظل پیر کہ خورشید ہے اگر عارف کے دل سے اٹھ گیا زاغ نفس کو غلبہ ہوا اور بلبل جان خاموش کیونکہ بیداری دل ظل پیر سے ہو چنانچہ اس آفتاب کے حقائق آگے ہیں فافہم ۱۲ [2] آفتابا الخ ۸ شعر اے آفتاب تو اس گلشن کو ترک کرتا تاکہ تحت زمین کا تو روشن کرے آفتاب معرفت کو نقل نہیں ہے اسکا مشرق سوا جان عقل کے نہیں خاصکر اس طرف سے کہ آفتاب کمال ہے رات دن روشن کرے اس کا حال ہے یعنی آفتاب معرفت کہ حق کی طرف سے ہو وہ کب مثل اس آفتاب کے غروب ہوتا ہے بلکہ ہمیشہ روشن رہتا ہے نہیں تو اس مطلع خورشید میں پھر تو جہاں چاہے جا صاحب ہو تو یعنی مطلع خورشید معرفت کہ دل مرشد ہے اس کے زیر سایہ آ کہ پھر تجکو کچھ نقصان نہ ہوگا بعدہ تو جہاں جائے مشرق ہے اور تیرے مغرب پر مشرقین عاشق ہووین یعنی پھر تو مرشد ہو جائے گا اور دلکے دل پر تیرے وجود پر عاشق ہووین گے حس خفاشی تیرے مغرب کی طرف اور حس انواری تیری مشرق کی طرف آئے یعنی تیرا جسم مغرب و جان مشرق شمس معرفت ہو تو حس تیرا دلون کی تیری جان کی جانب اور حس بیداریوں کی تیری جان کی جانب رجوع کرین گے باقی حال حس کا آگے ہے فافہم ۱۲ [3] راہ حس الخ ۶ شعر راہ حس راہ گدھوں کی ہے تو گدھوں کا راغب ہو وے شرم کر انش پانچ حس کے سوا اور پانچ حس ہیں کہ وہ مثال حس کے ہیں یعنی حس جان ان حسون تن سے علیحدہ ہے جو لوگ کہ آگاہ ہیں اسی بازار میں حس مس کو مانند حس زر کے نہیں لیتے ہیں حس تن ظلمت کی غذا کھاتا ہے اور حس جان خورشید سے ضیا لیتے ہیں کہ اس سے ظلمت آتی ہے اے تو حسون کو غیب میں لے گیا دست موسیٰ کا معجزہ دکھا دے یعنی اے مرشد تیرے حس تن کی بسبب جاننے غیب کے ہم صفت جان کے ہوئے ہیں تو مثل دست موسیٰ کے صفت جان کو ہاتھ سے ظاہر کر کیونکہ دست موسیٰ سے اثر جان کا ظاہر ہوتا تھا نہ اثر دست کا اے مرشد تیری صفتیں شمس معرفت ہیں اور آفتاب چرخ ایک صفت رکھتا ہے یعنی اے مرشد تو جامع جمیع صفات ہے اور آفتاب فلک میں ایک صفت روشنی کی ہے چنانچہ ان صفتوں کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گاہ خورشید و گہے دریا شوی — گاہ کوہ قاف و گہ عنقا شوی
تو نہ این باشی نہ آن در ذات خویش — اے فزون از وہمہا و زبیش بیش
روح با علم است و با عقل است یار — روح را با تازی و ترکی چہ کار
از تو اے بے نقش با چندین صور — ہم مشبہ ہم موحد خیرہ سر
گہ مشبہ را موحد می کند — گہ موحد را صور رہ می زند
گہ ترا گوید ز مستی بو الحسن — یا صغیر السن یا رطب البدن
گاہ نقش خویش ویران می کند — آن پے تنزیہ جانان می کند
چشم حس را ہست مذہب اعتزال — دیدۂ عقل ست سنی در وصال
سخرۂ حس اند اہل اعتزال — خویش را سنی نماید از ضلال
ہر کہ در حس ماند او معتزلی است — گرچہ گوید سنیم از جاہلی است
ہر کہ بیرون شد ز حس او سنی است — اہل بینش چشم حس خوش پیست است
ہر کہ از حس خدا دید آیتے — در بر حق ہست بہر طاعتے
گر بدیدی حس حیوان شاہ را — پس بدیدی گاؤ خر اللہ را
گر نبودی حس دیگر مر ترا — جز حس حیوان ز بیرون ہوا
پس بنی آدم مکرم کے بدے — کے بحس مشترک محرم شدے

گاہ خورشید اور گہ دریا ہو تو — گاہ کوہ قاف وگہ عنقا ہو تو
تو نہ یہ نے وہ ہے اپنی ذات میں — تجھکو افزون وہم سے جانون ہوں میں
روح علم و عقل سے یاری رکھے — تازی و ترکی سے بے غرضی رکھے
تجھ سے اے بے نقش با چندیں صور — ہیں مشبہ اور موحد خیرہ سر
گہ مشبہ کو موحد تو کرے — گر موحد کو دوئی میں تو رکھے
گہ تجھے مستی سے کہوے بو الحسن — یا تجھے امرد کہے یا گلبدن
گاہ نقش اپنے کو وہ ویران کرے — ظاہرا تنزیہ جانان کے لئے
چشم حس رکھتی ہے مذہب اعتزال — سنی چشم عقل ہے اندر وصال
حس کے ہیں پابند اہل اعتزال — سنی خود کہلاتے ہیں از رہ ضلال
جو رہا حس میں وہ ہے معتزلی — خود کو سنی جانے از رہ جاہلی
جو کہ چھوٹا حس سے بس سنی ہے وہ — اہل بینش باندھے حس کی چشم کو
جس نے حس حق سے پایا ہے پتا — اس کی طاعت بس ہے مقبول خدا
دیکھتی گر حس حیوان شاہ کو — دیکھتے بس گاؤ خر اللہ کو
دوسری حسیں نہوتیں گر تجھے — حس حیوان سے سوا اور حرص سے
پس بنی آدم مکرم ہوتے کب — حق کو حس مشترک سے پاتے کب

۱؎ گاہ خورشید الخ ۔ شعر کبھی خورشید اور کبھی دریا ہو کبھی کوہ قاف کبھی عنقا ہو تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے اپنی ذات میں قائم ہے تجکو وہم سے افزون جانتا ہوں میں علم و عقل سے روح یاری رکھتی ہے ترکی و تازی سے کچھ غرض نہیں رکھتی ہے تجھ سے اے بے نقش کہ تو اتنی صورتیں رکھتا ہے۔ مشبہ اور موحد حیران ہیں یعنی اے ذات مرشد یہ سب صفات تیری ہیں مگر تو اپنی ذات میں مستقل ہے اور باوجود بے صورتی کے سب صورتیں تیری ہیں۔ اہل تشبیہ اور اہل تنزیہ تجھ سے حیران ہیں کیونکہ مشبہ کو تو موحد کرے اور کبھی موحد کو تو دوئی میں رکھے تجھے مستی کے سبب کامل کہیں اور کبھی تجھے امرد یا گلبدن کہیں کبھی نفس اپنے کو وہ ویران کر دے تنزیہ جانان کے لیے یعنے ذات مرشد بسبب فنائیت ذات حق کے یہ سب صفتیں رکھتی ہے اور حسن کی پابند نہیں رہتی ہے چنانچہ اس کا حال فرماتے ہیں فافہم ۱۲

۲؎ چشم حس الخ ۔ شعر چشم حس مذہب اعتزال رکھتی ہے اور چشم عقل اندر وصال یار کے سنی ہے واضح ہو کہ مذہب معتزلہ رویت حق کو محال جانتے ہیں دنیا و ہم آخرت میں اور سنی رویت حق کے قائل ہیں دنیا و ہم آخرت میں جو کہ رویت حق چشم حس سے نہیں ہوتی ہے اس واسطے مولانا چشم حس کو معتزلہ چشم عقل کو سنی کہتے ہیں از بحر العلوم الخ واسطے حس کے پابند ہیں اہل اعتزال اور خود کو سنی کہلاتے ہیں از گمراہی کے پس جو شخص حس میں رہا وہ معتزلی ہے اور خود کو سنی جانتا ہے از راہ جاہلی کے جو حس سے چھوٹا وہ سنی ہے اور اہل بینش چشم حس کو بند کرتے ہیں۔ جس نے حق کی حس کا پتا پایا اس کی اطاعت مقبول خدا ہے یعنے جس نے از راہ دید کے حس حق کو دیکھا ہے اس کی اطاعت مقبول ہے اگر حس حیوان شاہ کو دیکھتی تو گاؤ خر خدا کو دیکھے۔ اگر تجھ کو حسیں حیوان و حرص کے سوا دوسری حس نہ ہوتی پس بنی آدم مکرم کب ہوتے اور حق کو حس مشترک سے کب پاتے یعنے وہ حس کہ خدا و بندہ میں مشترک ہے وہ نظر دید ہے کہ بندہ اس دید سے خدا کو دیکھتا ہے نہ یہ حس مشترک کہ جو حواس خمسۂ باطنی میں ہے چنانچہ اس کا بیان آگے ہے۔ فافہم ۱۲

نامصور یا مصور گفتنت	باطل آمد بے زصورت رفتنت	نامصور یا مصور تو کہے	ہو نہ باطل تو نہ صورت سے چھٹے
نامصور یا مصور پیش اوست	کو ہمہ مغزست و بیرون شد زپوست	نامصور یا مصور اس کو ہے	جو ہے مغز اور پوست سے بالکل چھٹے
گر تو کوری نیست بر اعمیٰ حرج	ورنہ رو الصبر مفتاح الفرج	گر تو اندھا ہے تو تجھکو کیا حرج	ورنہ جا الصبر مفتاح الفرج
پردہ ہائے دیدہ را داروے صبر	ہم بسوزد ہم بسازد شرح صدر	آنکھ کے پردوں کی ہے دارو ئے صبر	بھی جلائے بھی بنائے شرح صدر
آئینۂ دل چون شود صافی و پاک	نقشہا بینی برون از آب و خاک	آئینہ دل کا جو صاف و پاک ہے	نقش دیکھے تو سوائے آب و خاک
ہم ببینی نقش و ہم نقاش را	فرش دولت را و ہم فراش را	نقش گر دیکھے تو اور نقاش کو	فرش کو دیکھے تو اور فراش کو
چون خلیل آمد خیال یار من	صورتش بت معنی او بت شکن	جون خلیل آیا خیال اب یار کا	بت شکن معنی و صورت بت ہوا
شکر یزدان را کہ چون او شد پدید	در خیالش جان خیال خود ندید	شکر حق کو جبکہ وہ آئے خیال	بس خیال اسکے میں جان ہو بے خیال
خاک درگاہت دلم را می فریفت	خاک بر وے کو ز خاکت می شکیفت	خاک در تیری لبھائے دل مرا	خاک اس پر خاک سے تیری پھرا
گفتم ار خوبم پذیرم این ازو	ورنہ خود خندید بر من زشت رو	سوچا اگر ہوں خوب بر کرلے قبول	ورنہ مجھ پر خود ہنسے زشت و فضول
چارہ آن باشد کہ خود را بنگریم	درخورانیم یا نادرخوریم	ہے علاج اب یہ ہو نمیں خویش بین	لائق اسکے ہوں دیا لائق نہیں
او جمیلست و یحب للجمال	کے جوان نو گزیند پیر زال	ہے جمیل اور وہ یحب للجمال	کب پسند آئے جوان کو پیر زال
طیبات از بہر کہ للطیبین	خوب خوبی را کند جذب از یقین	طیبات اب کسلئے للطیبین	خوب خوبی کو ہی لیتا بالیقین
خوب خوبی را کند جذب این بدان	طیبات و طیبین بر وے بخوان	خوب خوبی کو ہے لیتا جان تو	طیبات و طیبین اس پر پڑھو

ا نامصور الخ ۵ شعر نامصور یا مصور تو کہے یہ باطل نہ ہووے اگر تو صورت سے نہیں چھٹتا ہے اور نامصور یا مصور اس کو کہنا لائق ہے جو کہ مغز ہے اور بالکل پوست سے چھوٹا ہے یعنی نامصور تنزیہ دمصور تشبیہ کو کہتے ہیں پس جو شخص پابند صورت کا ہے اور تشبیہ و تنزیہ کو بیان کرتا ہے اس کا کہنا باطل ہے کہ وہ سیر دید کو تشبیہ تنزیہ میں کیا جانتا ہے اگر تو اندھا ہے تو تجھ کو کیا حرج ہے اور اگر اندھا نہیں ہے تو جا صبر کر صبر کی کنجی کشادگی کی ہے یعنی صبر کرنے سے کشود کار ہوتا ہے کیونکہ آنکھ کے پردوں کی دارو صبر ہے کہ جلاتی و بناتی شرح صدر کو ہے یعنی جیسے طب میں معالجہ چشم میں صبر آتا ہے اسی طرح کشود چشم میں صبر آتا ہے اسی طرح کشود چشم صدر میں صبر آتا ہے کہ کثافت کو جلا کر صدر کو صاف کرتا ہے آئینہ دل جو صاف پاک ہووے سوائے آب و خاک کے تو نقش دیکھے یعنے نقوش باطن آئینہ دل میں دکھائی دیویں چنانچہ اسکا حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ نقش گر الخ ۹ شعر تو نقش کو دیکھے اور نقاش کو اور تو فرش کو دیکھے اور فراش کو خیال یار کا اب مانند خلیل اللہ کے آیا صورت میں بت شکن ہوا یعنی ہیبت مرشد مانند خلیل کے آئینہ دل صافی میں آئی کہ بظاہر بت ہے دمعنی بت شکن کیونکہ بظاہر وہ ہیبت اپنے ساتھ مشغول کرتی ہے مانند بت کے دباطن میں بت نفس کو کہ حجاب حق ہے توڑتی ہے مثل خلیل اللہ کے شکر اللہ کا کہ جب خیال مرشد آئے تو جان خود بینی کا بھول جائے اے مرشد تیری خاک درگاہ میرے دل کو لبھائے ہے اور اس شخص پر خاک ہو جو کہ تیری خاک سے برگشتہ ہو سوچا میں کہ اگر میں خوب ہوں یہ قبول کرلے ورنہ خود زشت رو مجھ پر ہنسے اب یہ صلاح ہے کہ میں خود کو دیکھوں کیوں کہ لائق اس کے ہوں نہیں ترجمہ وہ خوبصورت ہے اور دوست رکھتا ہے خوبصورت کو کب پیر زال پسند آئے جوان کو ترجمہ پاک عورتیں اب کس لئے واسطے پاک مردوں کے خوب صورت خوبی کو لیتا ہے یقین کر خوبصورت خوبی کو لیتا ہے۔ جان لے آیۃ طیبات و طیبین کو اس پر پڑھو یعنے پاک دل واسطے پاک مردوں کے ہیں اسی طرح پاک دل واسطے ہیبت پاک مرشد کے ہیں کہ جنسیت اس میں اثر کرتی ہے و منزل مقصود کو پہونچ جاتی ہے چنانچہ اس جنسیت کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

درکان چیزے کہ تو ناظر شوی — میکند باجنس سیر اے معنوی
درجہان ہر چیز چیزے جذب کرد — گرم گرمی را کشیده سرد سرد
قسم باطل باطلان را می کشند — باقیاں از باقیان ہم سرخوشند
ناریان مر ناریاں را جاذبند — نوریان مر نوریان را طالبند
صافیان ہم صافیان راغب شوند — در دراہم تیرگان جاذب بوند
زنگ راہم زنگیان باشند یار — روم را با رومیان افتاد کار
چشم چون بستی ترا جانکندنی است — چشم را از نور روزن صبر نیست
چشم چون بستی ترا تاسہ گرفت — نور چشم از نور روزن می شگفت
تاسۂ تو جذب نور چشم بود — تا بہ پیوندد بنور روز زود
چشم باز ار تاسہ گیرد مر ترا — دانکہ چشم دل بہ بستی بر کشا
این تقاضائے دو چشم دل شناس — کو ہمی جوید ضیائے بے قیاس
چون فراق آن دو نور بے ثبات — تاسہ آورد کشادی چشمہات
پس فراق آن دو نور پائدار — تاسہ چون آرد مرا آنرا پاسدار
او چو میخواند مرا من بنگرم — لایق جذبم و یا بد پیکرم
گر لطیفے زشت را در پے کند — تسخری باشد کہ او بروے کند

جب[۱] نظر جس چیز پر تیری پڑے — جنس کی کرتا ہے سیر اے معنوی
کھینچے ہے ہر شئے کو عالم میں جو — گرم گرمی کو و سردی سرد کو
قسم باطل کھینچتے باطل کو ہیں — اور عاقل کھینچتے عاقل کو ہیں
ناریونکو ہے کشش ناری کیساتھ — نوریون کو ہے کشش نوری کیساتھ
صاف کی خواہش رکھے ہیں صافیان — اور کدورت چنتے ہیں تیرہ دلان
زنگ کے زنگیان ہوتے ہیں یار — روم سے ہے رومیوں کو بسکہ کار
جانکنی[۲] ہو آنکھ جو باندھے تو اب — آنکھ کو بے نور روزن صبر کب
چشم جو باندھے تو ہوئے بیقرار — نور روزن سے ہیں آنکھیں نور دار
جذب نور چشم سے بیکل تھا تو — تاکہ مل جائے وہ نور روز کو
گر کھلی آنکھوں سے تو بیتاب ہو — جان چشم دل بندھی ہیں کھولدے
یہ تقاضے دو نون آنکھیں دلکو جان — کہ ضیا کو ڈھونڈھتی ہیں وہ عیان
جو فراق ان دونوں نور نیست کا — کردے بیتابی سے تیری چشم وا
پس فراق ان دونوں نور ہست کا — کرتا ہی بیتاب جان اسکو دلا
وہ[۳] بلائے مجکو دیکھوں آپ کو — جذب کے لائق ہوں یا ہوں زشت رو
گر شکیل اک زشت کو در پے رکھے — سب ہنسیں کہ یار ہی اس سے رکھے

[۱] جب نظر الخ ۶ شعر جبکہ نظر تیری جس چیز پر پڑی سیر جنس کی کرتا ہے اے معنوی یعنی جب ہیبت مرشد کی دل میں قائم ہوئی تو اس وقت نظر ارزانی دید کی جس شی پر پڑے گی سیر جنس کی اس شے میں کرے گی کیونکہ ہیبت مرشد معنی ہے پس سیر معنی کی معنی کرتا ہے از راہ جنسیت کے بموجب قول معروف الجنس مع الجنس انیس یعنی جنس محبت رکھتی ہے جنس سے کیونکہ شے ہر شے کو عالم میں کھینچتی ہے گرم گرمی و سرد سردی کو قسم باطل کھینچتی ہیں باطل کو اور عاقل کھینچتے ہیں عاقل کو ناریونکو کشش ناری کے ساتھ ہے نوریونکو کشش نوری کے ساتھ ہے یعنی ناری صورت پرست و نوری اہل معنی صاف کی خواہش رکھتے ہیں صافی اور کدورت چاہیئے تیرہ حال زنگ زنگی یار ہوتے ہیں روم سے رومی کام رکھتے ہیں یعنی اسی طرح چشم باطن ہر شئی میں اپنی جنس کو مشاہدہ کرتی ہے چنانچہ اس چشم باطنی کا حال آگے فرماتے ہیں بمثال چشم ظاہر فافہم [۲] جانکنی ہو الخ ۷ شعر جو تو آنکھ بند کرے جانکندنی ہو کیونکہ آنکھ کو بے نور روزن کب صبر ہے جو تو چشم کو بند کر لے تو بے قرار ہووے کہ نور روزن سے چشم نور رکھتی ہے تو بیقرار تھا کشش نور سے کہ تا نور روزن سے نکل جاوے اگر کھلی آنکھوں سے تو بیقرار ہے تو جان لے کہ چشم دل کی بند ہے اس کو کھول دے پس جان لے کہ یہ دونوں تقاضے دل کی آنکھوں کے ہیں کہ روشنی کو وہ ظاہر ڈھونڈھتی ہیں یعنی بند چشم کو کھلی چشم سے جو بیقراری ہے جان لے کہ یہ دونوں چشم دل کے تقاضے ہیں جو فراق ان دونوں نور نیست تیرے کا چشم ظاہر کو بے قراری سے کھول دے یعنے نور روزان چشم ظاہر و نور روزن باطن کے فراق سے تو آنکھیں کھولتا ہے کہ تسکین ہو ایسے ہی فراق ان دونوں نور کا بہت مجکو بے قرار کرتا ہے نور چشم [illegible] ل نور باطن کے فراق سے تیرا دل گھبراتا ہے پس تو ہیبت مرشد کو حاصل کر کے چشم دل کو کھول کہ تا تسکین تجھ کو ہووے چنانچہ اے اس دید کا بیان ہے فافہم ۱۲ — [۳] وہ بلائے الخ ۲ شعر وہ یار مجکو بلائے دل میں دیکھوں آپ کو کہ اس کی کشش کے میں لائق ہوں یا زشت راہ ہوں مثال فرماتے ہیں کہ اگر ایک شکیل بدصورت کو اپنے پیچھے پھرائے سب لوگ ہنسیں کہ ایسے سے دوستی رکھتا ہے پس میں دیکھوں اپنی شکل کو کہ کس رنگ کا ہوں میرا گورا رنگ ہے باقی جان کا نقشہ ڈھونڈھتا ہوں لیکن کسی میں وہ نقشہ نہیں ملا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ —

که به بینم نقش خود را ای عجب — تا چه رنگم همچو روزم یا چو شب
نقش جان خویش می جستم بسے — هیچ می ننمود نقشم از کسے
گفتم آخر آئینه از بهر چیست — تا به بیند هر کسے کو چیست کیست
آئینه آهن برائے توبهاست — آئینه سیمائے سنگین بهاست
آئینه جان نیست الا روے یار — روے آن یاری که باشد زان دیار
گفتم اے دل آئینه کل را بجو — رو بدریا کار بر ناید ز جو
زین طلب بنده بکوے تو رسید — درد مریم را بخرما بن کشید
دیده تو چون دلم را دیده شد — صد دل نادیده غرق دیده شد
آئینه کلی ترا دیدم ابد — دیدم اندر چشم تو من نقش خود
گفتم آخر خویش را من یافتم — در دو چشمش راه روشن یافتم
گفت وہمم کان خیال تست هان — ذات خود را از خیال خود بدان
نقش من از چشم تو آواز داد — که منم تو تو منے در اتحاد
اندرین چشم منیر بے زوال — از حقائق راه کے یابد خیال
در دو چشم غیر من تو نقش خود — گر بہ بینی آن خیالی دان ورد
آنکه سرمه نیستی در می کشد — باده از تصویر شیطان می چشد
چشم او خانه خیال ست و عدم — نیستها را هست بیند لاجرم

دیکھوں اپنی شکل میں کس رنگ کا — رنگ گورا ہے وہ یا کالا مرا
ڈھونڈھتا ہوں نقش اپنی جان کا — پر کسی میں وہ نہیں نقشہ ملا
سوچتا ہیں کہ آئینہ ہی کس لئے — تاکہ دیکھے ہر کوئی وہ کون ہے
آئینہ آہن ہے رنگوں کیلئے — آئینہ سیمائے جان قیمت رکھے
آئینہ جان نے ہے الا روے یار — یار وہ کہ ہووے جس کا وہ دیار
سوچا کل کا آئینہ ڈھونڈھئے لا — بحر میں جا نہر سے ہو کام کیا
اس طلب سے بندہ ہو پہنچا تیرے پاس — درد سے مریم گئی خرما کے پاس
میرے دل کو دیکھا تیری چشم نے — سو دل نادیدہ غرق چشم ہے
آئینہ کل کا تو اک دیکھا تجھے — اپنا نقشہ آنکھ میں دیکھا ترے
پایا آخر آپ کو سوچا یہ میں — راہ روشن پائی دونوں آنکھ میں
وہم بولا ہے وہ سب تیرا گمان — ذات اپنی کو خیال اپنے سے جان
بولا نقشہ میرا تیری آنکھ سے — کہ میں تو اور تو ہی میں سب ایک ہے
چشم روشن میں کہ جو بے زوال — راہ کب پائے حقائق سے خیال
میری آنکھوں کے سوا گر نقش خود — دیکھ لے تو وہ خیال اک جان بد
نیستی کا سرمہ جو کوئی رکھے — بادہ وہ تصویر شیطان سے چکھے
بس خیالوں کا گھر اسکی آنکھ ہے — نیستوں کو ہست دیکھے اس لئے

لے سوچا میں الخ ۸ شعر دل میں سوچا کہ آئینہ کس لئے ہے تاکہ ہر کوئی دیکھے وہ کون ہے آئینہ آہن واسطے رنگ دیکھنے کے ہے سیمائے جان بیش قیمت ہے یعنی چہرہ آئینہ ہے جان کا کہ اہل دید جان پوشیدہ تن کو اس میں مشاہدہ کرتے ہیں اسواسطے وہ آئینہ بیش قیمت ہے چنانچہ آگے اسی آئینہ رو کا بیان ہے وہ آئینہ جان نہیں ہے روئے یار ہے اور یار وہ ہے کہ اس دریا سے ہو یعنی وہ آئینہ مرشد کا روئے پاک ہے کہ یار اس میں دکھائی دیتا ہے پھر میں سوچا کہ اے دل آئینہ کل کا ڈھونڈھ دریا میں جا نہر سے کیا کام ہوتا ہے اے مرشد اس طلب سے میں ہوپہنچا تیرے پاس جیسے درد سے مریم خرما کے پاس گئیں تیری چشم نے میرے دل کو دیکھا کہ سو دل نا دیدہ غرق چشم ہیں یعنی سینکڑوں دل تیری چشم پر مرتے ہیں پس تجکو ایک آئینہ کل کا پایا اور اپنا نقشہ تیری آنکھوں میں دیکھا آخر کو آپ پایا اور میں یہ سوچا کہ دونوں آنکھوں میں راہ روشن آئی یعنی مقام دید کا راستہ چشم مرشد میں کھلا چنانچہ دھوکے نفس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ؎ وہم بولا الخ ۸ شعر وہم نے کہا کہ تیرا یہ خیال گمان ہے اپنی ذات کو اپنے خیال سے دیکھا ہے پس میرا نقشہ تیری آنکھ ہے میں نے کہا کہ میں تو اور تو میں سب ایک ہیں چشم روشن میں جو بے زوال ہے از راہ خیال کے حقائق میں کب راہ پائے یعنی خیال حقائق کو چشم زدن میں کب پاسکتا ہے کیونکہ محل خیال قوت دماغی ہے نہ بصیرت قلبی اگر نقشہ اپنا میری آنکھوں کے سوا تو دیکھے اس کو خیال بد جان یعنی چشم مرشد کے سوا اور چشموں میں اگر راز کھلے وہ خیال بد ہے کیونکہ خیال سے ذوائق نہیں معلوم ہوئے ہاں مرشد میں جو راز کھلتا ہے وہ عین حقائق ہے خیال نہیں ہے یہ دھوکا وہم نقش کا ہے عارف کو اس جا پر ہوشیار رہنا چاہیے کیونکہ نیستی کا سرمہ جو کوئی رکھتا ہے وہ صورت شیطان سے شراب پیتا ہے اس کی آنکھ خیالوں کا گھر ہے اس واسطے کہ نیستوں کو ہست دیکھتا ہے یعنے اس کی آنکھ صورت پرست ہے اس میں حقائق کب دکھائی دیتے ہیں اور جو کچھ اس میں دیکھا ہے خیال ہے۔ چنانچہ آگے قول مرشد ہے فافہم ۱۲۔

چشم من چون سرمہ دید از ذوالجلال　　خانۂ ہستی ست نے خانۂ خیال
تا یکے مو باشد از تو پیش چشم　　در خیالت گوہری باشد چو یشم
یشم را انکہ شناسی از گہر　　گر خیال خود کنی کلے گزر
یک حکایت بشنو اے گوہر شناس　　تا بدانی تو عیان را از قیاس

آنکھ[۱] میری رکھے سرمہ ذوالجلال　　خانہ ہستی ہے نے خانہ خیال
تا ترے اک بال ہووے پیش چشم　　ہو خیال اندر گہر مانند یشم
سنگ و گوہر کو تو اُس دم جانے　　کہ خیال اپنے سے تو بالکل چھٹے
اک حکایت سن تو اے گوہر شناس　　تا کہ جانے تو عیان از رہ قیاس

ہلال پنداشتن آن شخص خیال را در عہد عمر رضی اللہ عنہ و تنبیہ نمودن او را

ہلال جاننا ایک شخص کا خیال کو عہد میں عمر رضی اللہ عنہ کے اور تنبیہ کرنا اُس پر

ماہ روزہ گشت در عہد عمرؓ　　بر سر کوہے دویدند آن نفر
تا ہلال روزہ را گیرند فال　　آن یکی گفت اے عمرؓ اینک ہلال
چون عمرؓ بر آسمان مہ را ندید　　گفت کین مہ از خیال تو دمید
ورنہ من بیناترم افلاک را　　چون نمی بینم ہلال پاک را
گفت تر کن دست و بر ابرو بمال　　آنگہان تو بر نگر سوئے ہلال
چونکہ او تر کرد ابرو مہ ندید　　گفت اے شہ نیست مہ شد ناپدید
گفت آرے موئے ابرو شد کمان　　سوئے تو افگند تیرے از گمان
چون یکے مو کژ شد از ابروی او　　شکل ماہ نو نمود آن موے او
موئے کژ چون پردۂ گردون شود　　چون ہمہ اجزات کژ شد چون بود

ماہ[۳] رمضان آیا در عہد عمرؓ　　اک پہاڑی پر گئے وہ سب نفر
تا ہلال روزہ سے وہ لیوین فال　　ایک بولا اے عمر یہ ہے ہلال
آسمان پر نے عمر کو مہ ملا　　بولے مہ تیرے خیال اندر اُگا
ورنہ دیکھوں میں فزون افلاک کو　　کیون نہ دیکھوں میں ہلال پاک کو
بولے پانی ہاتھ سے ابرو پہ ڈال　　بعدہ تو کر نظر سوئے ہلال
تر جو ابرو اس نے کی پھر مہ نہ تھا　　بولے اے سلطان دین اب مہ چھپا
بولے ابرو کا ترے ٹیڑھا تھا بال　　پس تجھے دکھاتا وہ شکل ہلال
جو کہ بال ابرو کا اُسکے خم ہوا　　شکل ماہ نو وہ بال اُسکو ہوا
بال اک خم پردہ جو گردون کا ہو　　جو کہ سب اجزا ہوں ٹیڑھے کیا کہو

ا آنکھ میری الخ یہ شعر اور میری آنکھ رکھتی ہے سرمہ ذوالجلال کا خانہ ہستی ہے خانہ خیال نہیں ہے یعنی مرشد کی آنکھ میں بسبب نور حق کے حقائق دیکھتا ہے اور غیر کی آنکھوں میں خیال رکھتا ہے چنانچہ اس کی مثال آگے فرماتے ہیں کہ تا ترے پیش چشم ایک بال ہووے خیال میں گوہر مانند سنگ یشم کے ہو سنگ و گوہر کو تو اس دم جانے کہ اپنے خیال سے تو بالکل چھپے یعنی نظر عنایت مرشد کی اس کے چشم باطن کو از راہ ہیبت قائم کرنے کرنے کے بینا کر دے تا خیال دوئی اس کی چشم سے دور ہو جاوے اس دم معلوم ہو کہ یہ سنگ یہ گوہر یعنی حق و باطل ہے چنانچہ اس خیال دوئی کے دور ہونے میں ایک حکایت آگے بیان فرماتے ہیں ایک حکایت تو سن اے گوہر شناس تا کہ وہ جانے عیان کو قیاس سے فافہم ۱۲ ۲ حکایت دوم فرق عیان و قیاس میں تا کہ تجکو فرق دوئی معلوم ہو کہ یہ شے عیان ہے وہ قیاس ہے ۱۲ ۳ ماہ رمضان الخ یہ شعر عہد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماہ رمضان آیا اب لوگ دیکھنے پہاڑ پر گئے تا کہ ہلال رمضان سے سب فال لیں ایک نے کہا اے عمرؓ ہلال ہے اور عمرؓ کو آسمان پر ماہ نہ دکھائی دیا فرمایا کہ یہ تیرا خیال ہے ورنہ میں آسمان کو سب سے سوا دیکھتا ہوں پھر کیون نہ میں ہلال کو دیکھوں پھر فرمایا کہ ابرو پانی سے دھو پھر ہلال کو دیکھ ابرو تر کرنے سے ماہ نہ دیکھا عرض کی کہ اے سلطان ماہ چھپ گیا فرمایا کہ ایک بال تیرے ابرو کا ٹیڑھا تھا وہ تجکو مثل ہلال نظر آتا تھا جو ایک بال اس کے ابرو کا ٹیڑھا ہوا بصورت ہلال وہ بال اسکو معلوم ہوا آگے حقائق اس کے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۴ بال اک خم الخ یہ شعر جبکہ ایک بال ٹیڑھا حجاب آسمان کا ہوا جو سب اجزا ٹیڑھے ہوں تو اس کا کیا کہنا ایک بال ٹیڑھا پردہ راہ کا ہوا اور ماہ دیکھنے کا دعوی جھوٹا کیا پس تو اجزا کو سیدھا کر آگے مثال بیان فرماتے ہیں ترازو کو ترازو سچا بھی کرتی ہے اور ترازو کو ترازو ہی جھوٹا کرتی ہے یعنی صحبت نیکوں سے عقل سیدھی ہوتی ہے و صحبت بد دل سے عقل ٹیڑھی ہوتی ہے آگے صحبت پیران ریاکار کا بیان ہے فافہم ۱۲

شوان سیدھوں سے اکو ر دیگر وان نہ ہوان کجوں سے یعنی حضوری کا مرشد سے کہ یہ سیدھے ہیں د[illegible] ہو اور اپنی بھی اجزا کو انکے پر تو سے سیدھا کر۔ آگے

چون یکے ہم گر شد اورا راہ زد
راست کن اجزات را از راستان
ہم ترازو را ترازو راست کرد
ہر کہ با ناراستان ہم سنگ شد
رو اشداء علی الکفار باش
بر سر اغیار چون شمشیر باش
تا ز غیرت از تو یاران نگسلند
آتش اندر زن بگرگان چون سپند
جان بابا گویدت ابلیس ہین
این چنین تلبیس با بابات کرد
بر سر شطرنج چست است این غراب
زانکہ فرزین بندہا داند بسے
در گلو ماند خسے او سالہا
مال خس باشد چو ہست او بے ثبات
گر برد مالت عدوے پر فنے

تا بدعوی لاف دید ماہ زد
سر مکش ای راست رو زان آستان
ہم ترازو را ترازو کاست کرد
در کمی افتادہ عقلش دنگ شد
خاک بر دلداری اغیار پاش
ہین مکن روباہ بازی شیر باش
زانکہ آن خاران عدوے آن گلند
زانکہ این گرگان عدوے گوسفند
تا بدم بفریبدت دیو لعین
آدمی را آن سیہ دل مات کرد
تو مبین بازی بچشم نیم خواب
کو بگیرد در گلویت چون خسے
چیست آن خس مہر جاہ و مالہا
در گلویت مانع از آب حیات
رہزنے را بردہ باشد رہزنے

ہاں اک ہم راہ کا پردہ ہوا
گر جزون کو سیدھا ان سیدھوں سے تو
بھی ترازو کو ترازو سچ کرے
جو کوئی نالائقوں کے ساتھ ہو
جا اشداء علے الکفار سا ہو
سر پہ غیروں کے تو جون شمشیر رہ
تا نہ ہووین یار غیرت سے جدا
آگ اُن گرگوں کی جانمیں تو لگا
جان بابا یوں تجھے شیطان کہے
مکر ایسا تیرے بابا سے کیا
چست بیٹھا زاغ یہ شطرنج پے
کیونکہ فرزین بند آتا ہے اُسے
اس کا تنکا حلق میں برسوں رہے
مال تنکا ہی ہے جو ہو وہ بے ثبات
گر چرائے مال کو دشمن ترا

دعوی جھوٹا دیکھنے مہ کا کیا
پھیر مت سر اپنا ان سچوں سے تو
بھی ترازو کو ترازو کج رکھے
آبرو کھوئے گمائے عقل کو
ڈال یاری پر عدو کی خاک کو
روبہ بازی مت کرے تو شیر رہ
کہ عدو ہیں خار اس گل کے سدا
ہیں عدو یہ گرگ یوسف کے سدا
تا فریب اپنے میں وہ دم دے تجھے
مات آدم کو سیہ دل نے دیا
دیکھ مت بازی تو چشم نیم سے
وہ گلو میں مثل تنکے کے پھنسے
کیا ہی تنکا حب جاہ و مال ہے
حلق میں رو کے تری آب حیات
راہزن اک راہزن کو لے گیا

دزدیدن شخصے مارے را از مار گیرے وگزیدن مار دزد را و کشتن او

چُرالیجانا ایک شخص کا سانپ کو سانپ والے کے پاس سے اور مرجانا چور کا سانپ کے کاٹنے سے

لے جو کوئی الخ یہ شعر جو کوئی نالائقوں کی محبت میں ہو آبرو کھوئے اور عقل گنوائے ترجمہ جانوں پر کافروں کے شدت کرنے والا ہو اور دشمن کی دوستی پر خاک ڈال غیروں کے سر پر مانند شمشیر کے رہ مکر مت کر اور شیر رہ تاکہ یار بسبب غیرت کے تجھ سے جدا نہ ہووین کہ ہمیشہ دشمن ہین خار گل کے یعنی ریاکار دشمن اولیا ہین بھیڑ گرگوں کی جان میں آگ لگا کیونکہ یہ گرگ دشمن یوسف کے ہیں جو تجھے شیطان بابا جان کہے تا راہ فریب تجھ کو دم دے جب کہ ایسا مکر تیرے بابا سے کیا اور آدم کو اس سیہ دل نے مات دیا یہ زاغ چست بیٹھا ہے شطرنج پر تو بازی کو سُست ہو کر نہ دیکھ یعنی بازی شطرنج دنیا پر شیطان چالاک بیٹھا ہے تو غافل نہ ہو کر مات اس کا نہ کھا جائے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ے کیونکہ الخ یہ شعر کیونکہ اس کے فرزین بند آتا ہے وہ مثل تنکے کے گلے میں نہ پھنسے اس کا تنکا برسوں حلق میں ہے اور وہ تنکا کیا ہے حب جاہ و مال ہے وہ مال تنکا ہے کہ جو بے ثبات ہے اور تیرے حلق میں وہ آب حیات کو روکے یعنی حب مال و جاہ دنیا معرفت کو دل میں نہیں آنے دیتا ہے اگر کوئی دشمن تیرے مال کو چرائے تو گویا ایک راہزن راہزن کو لے گیا یعنی یہ مال دنیا تیرا دشمن ہے اگر کوئی اس کو چرا دے تو گویا ایک دشمن دشمن کو لے گیا چنانچہ اس کی شان میں قصہ سانپ والے کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲
عسہ شدید اوپر کافروں کے ۱۲

دزدکے از مار گیرے مار برد	ز ابلہی آنرا غنیمت می شمرد	سانپ والے سے چرایا سانپ کو	اور غنیمت جانتے ابلہ پن سے وہ
وارہید آن مارگیر از زخم مار	مار کشت آن دزدرا اش زار زار	سانپ والا بچ گیا اس سانپ سے	چور کو کشتہ کیا اس سانپ نے
مارگیرش دید پس بشناختش	گفت از جان مار من پرداختش	سانپ والے نے اُسے پہچان کے	سوچا میرے سانپ نے مارا اُسے
در دعا می خواستی جانم ازو	کش بیابم مار بستانم ازو	مانگتا تھا میں دعا تو اس لئے	کہ میں چھینوں سانپ کو اس شخص سے
شکر حق را کان دعا مردود شد	من زیان پنداشتم آن سود شد	شکر حق میری دعا وہ رد ہوئی	جانتا تھا نقصان وہ بہبود تھی
بس دعاہا کان زیانست و ہلاک	وز کرم می نشنود یزدان پاک	وہ دعا جس میں زیان ہو خلق کا	نے کرم سے اسکو سنتا ہے خدا
مصلح است و مصلحت داند او	کان دعا را باز میگرداند او	ہے وہ مصلح مصلحت جانے ہے وہ	اس دعا کو مسترد کردے ہے وہ
وان دعا گوینده نشناکی میشود	می برد ظن بد او آن بد بود	وہ دعا گو اس لئے شکوہ کرے	اور گمان بد اسکی نسبت وہ کرے
می نداند کو بلائے خویش خواست	وز کرم حق آن بد او ناور د است	پر بچانا چاہتا تھا وہ بلا	اور کرم سے نے رکھا حق نے روا

التماس کردن ہمراہی عیسیٰ زندہ کردن استخوان را

عرض کرنا ہمراہی کا عیسیٰ علیہ السلام سے واسطے زندہ کرنے ہڈیوں کے

گشت با عیسیٰ یکے ابلہ رفیق	استخوانہا دید در گورے عمیق	ساتھ عیسیٰ کے جو اک نادان ہوا	اک گڑھے میں دیکھی ہڈی تو کہا
گفت اے روح اللہ آن نام سنی	کہ بدان تو مردہ زندہ میکنی	بولا اے روح اللہ نام اس پاک کا	جس سے تو زندہ کرے مردہ سدا
مر مرا آموز تا احسان کنم	استخوانہا را بدان باجان کنم	وہ بتادے مجکو تا احسان ہو	ہڈیوں میں ڈالون اس سے جان کو
گفت خامش کن کہ آن کار تو نیست	لائق انفاس و گفتار تو نیست	بولے چپ رہ وہ نہ تیرا کام ہے	وہ نہ دم کہنے کے لائق ہی ترے

ل سانپ والا الخ شعر کسی چور نے سانپ والے کے پاس سے سانپ کو چرایا اور احمق پن سے غنیمت جانا چرانے والے کو اس سانپ نے کشتہ کیا اس کو سانپ والے نے پہچان کر دل میں سوچا کہ میرے سانپ نے اس کو مارا ہے میں تو دعا اس لئے مانگتا تھا کہ میں سانپ کو چھینوں اس شخص سے خدا کا شکر ہے کہ وہ میری دعا رد ہوئی میں نقصان جانتا تھا اور اس میں میرا نفع تھا آگے حقائق کا بیان ہے وہ دعا کہ جس میں مخلوق کا زیاں ہو اس کو کرم سے خدا نہیں سنتا ہے وہ صلاحیت دیتا ہے اور مصلحت جانتا ہے اور اس دعا کو مسترد کردیتا ہے اس لئے وہ دعا گو شکوہ کرتا ہے اور گمان بد اس کی نسبت کرتا ہے نہیں جانتا کہ وہ خود بلا چاہتا تھا اور کرم سے حق نے اسے روا نہ رکھا یعنے انسان اپنے نفع و نقصان کو نہیں جانتا ہے ایک شے ہے کہ وہ اس کے واسطے نقصان ہے مگر وہ اس کو نفع جان کر چاہتا ہے اور دعا مانگتا ہے مگر خداوند عالم اس دعا کو قبول نہیں کرتا ہے اور اگر اس کے در پے ہونے سے قبول کرتا ہے تو انجام کار اس سے نقصان پہونچتا ہے چنانچہ اس کی مثال میں قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ ساتھ عیسیٰ کے الخ اشعر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک آدمی تھا اس نے ایک گڑھے میں ہڈی کو دیکھا تو کہا اے میرے ہمراہی اس اسم اعظم کو کہ جس سے تو مردہ ہمیشہ زندہ کرتا ہے وہ مجھ کو بتادے تا احسان ہو اور ہڈیوں میں ڈالوں اس سے جان کو فرمایا چپ رہ وہ تیرا کام نہیں ہے اور وہ تیرے کہنے کے لائق نہیں ہے وہ دم زبان پاک کو چاہتا ہے کہ فرشتے سے چالاک تر چلے۔ ایک عمر چاہیے کہ تا دم پاک ہو تا خزانہ افلاک پائے مثال آگے بیان فرماتے ہیں ہاتھ میں اپنے یہاں عصا پکڑا پھر ہاتھ کو ہاتھ موسیٰ علیہ السلام کا کہا ہے عرض کی اگر میں لائق اس بھید کے نہیں ہوں تو ہڈیوں پر اسی نام کو پھر پڑھ دے حضرت عیسیٰ نے درگاہ حق میں عرض کی کہ یارب اس میں کیا بھید ہے اور اس نادان کی خواہش اس کہنے سے کیا ہے اس بیمار کو اپنا غم کیوں نہیں ہے اور اس مردار کو اپنی جان کا غم کیون نہیں ہے باقی حال آگے سے فافہم ۱۲۔

کان نفس خواہد زبان پاک تر — وز فرشتہ در روش چالاک تر
عمرہا بایست تا دم پاک شد — تا امین مخزن افلاک شد
خود گرفتی این عصا در دست راست — دست را دستان موسیٰ از کجاست
گفت اگر من نیستم اسرار خوان — ہم تو برخوان نام را بر استخوان
گفت عیسیٰ یارب این اسرار چیست — میل این ابلہ درین گفتار چیست
چون غم خود نیست این بیمار را — چون غم جان نیست این مردار را
مردۂ خود را رہا کردست او — مردۂ بیگانہ را جوید رفو
گفت حق ادبار ہم ادبار جوست — خار روئیدن جزائے کشت اوست
آنکہ تخم خار کارد در جہان — ہان وہان او را مجو در گلستان
گر گلے گیرد بکف خارے شود — ور سوے یاری رود ماری شود
کیمیائے زہر مارست آن شقی — برخلاف کیمیائے متقی
ہین مکن بر قول و فعلش اعتمید — کو ندارد میوہ مانند بید

دم وہ چہتا ہے زبان کو پاک تر — اور فرشتہ سے چلے چالاک تر
چاہیئے اک عمر تا دم پاک ہو — تا کہ پائے مخزن افلاک کو
ہاتھ میں اپنے عصا پکڑا یہان — ہاتھ کو پھر ہاتھ موسیٰ کا کہان
بولا گر لائق نہیں اس بھید کے — ہڈیون پر پڑھ دے تو اس نام سے
بولے عیسیٰ یارب اسمیں بھید کیا — خواہش اس نادان کی اس کہنے سے کیا
کیون نہ غم اپنا ہے اس بیمار کو — کیون نہ غم جانکاہ ہے اس مردار کو
اپنے مردے کی نہ رکھی جستجو — دوسرے مُردونکا ڈھونڈھے ہے رفو
بولا حق بدبخت گر ڈھونڈھے برا — خار اگنا اس کی کھیتی کی جزا
جو کوئی بوئے جہان میں تخم خار — ڈھونڈھ گلشن میں نہ اسکو زینہار
ہاتھ میں گر گل کو لیوے خار ہو — یار سے جاکر ملے تو مار ہو
وہ شقی ہے کیمیائے زہر مار — عکس ہے وہ کیمیائے نیک کار
قول و فعل اسکے پہ تو مت کر اعتمید — کہ تجھے میوہ نہ دے مانند بید

اندرز کردن صوفی خادم را در تیمار بہیمۂ او
نصیحت کرنا صوفی کا اپنے خادم کو واسطے نگہبانی جانور اپنے کے

صوفئی می گشت در دور افق — تا شبے در خانقاہی شد قنق
یک بہیمہ داشت در آخر ببست — او بصدر صفہ با یاران نشست
پس مراقب گشت با یاران خویش — دفترے باشد حضور یار پیش
زاد دانشمند آثار قلم — زاد صوفی چیست انوار قدم

ایک صوفی تھا جو سیاح زمان — تھا وہ اک شب خانقہ میں میہمان
جانور اپنا طویلہ میں رکھا — اور صفہ پر وہ خود جا کر رہا
ساتھ یارون کے مراقب وہ ہوا — بس حضور یار کا دفتر کھلا
توشہ دانشمند کا نقش قلم — توشہ صوفی کا ہے کیا نور قدم

ل اپنے مردہ کی الخ یعنی شعر اپنے مردہ تن کی جستجو نہیں کرتا ہے دوسرے مردہ کا رفو ڈھونڈھتا ہے حق نے کہا اگر بدبخت برائی ڈھونڈھتا ہے خار اگنا اس کی کھیتی کی جزا ہے کوئی جہان میں تخم خار بوے اس کو گلشن میں ہرگز نہ ڈھونڈھا کر وہ گل کو ہاتھ میں لے تو خار ہووے یار سے جاکر ملے تو مار ہووے وہ شقی کیمیائے زہر مار ہے اور برعکس ہے متقی اس کا اس کے قول و فعل پر اعتماد مت کر کہ وہ میوہ مانند بید کے نہیں رکھتا ہے یعنی جو شخص از راہ ریاکاری کے قول و فعل کرتا ہے تو اس کے قول پر اعتماد مت کر کہ اس سے نفع حاصل نہ ہوگا چنانچہ اس اعتماد کی مثال میں قصہ صوفی کا مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ـ ۲ ایک صوفی الخ یعنی شعر ایک صوفی سیاح زمانہ کا تھا ایک شب خانقاہ میں آکر مہمان ہوا اپنا جانور اصطبل میں باندھا اور خود چبوترہ پر رہا یارون کے ساتھ وہ مراقب ہوا اور حضوری یار کا دفتر کھلا یعنی دل میں ہنگام مراقبہ کے مکاشفہ ہوا آگے اس مکاشفہ کا بیان ہے دفتر صوفی میں سیاہی و حروف نہیں سفیدی ان کے دل میں ہے مثل برف کے یعنی نور سفید دل میں معرفت کا ہوا کرتا ہے توشۂ راہ عالم کا نقش قلم ہے اور توشۂ راہ صوفی کا نور قدم ہے یعنی علما زاہد قیل و قال سے راہ حق کی ڈھونڈھتے ہیں اور صوفی عارف نور دل سے راہ حق کی چلتے ہیں چنانچہ اس راہ چلنے کی بیان میں مثال آگے فرماتے ہیں جیسے شکاری پیچھے شکار کے پہرے نقش قدم آہو کا کھوج لے کر تھوڑی دور نقش قدم آہو پر چلے پھر بادِ نافۂ آہو رہبری کرے یعنی عارف ہنگام مراقبہ کے تلاش آہوئے یار کی اول نقش قدم یعنی خیال سے کرتا ہے بعدہٗ بوئے نافہ یعنی مشرق انوار سے تجسس یاری کا کرتا ہے چنانچہ اس مکاشفہ کا حال آگے ہے فافہم ۱۲

ہمچو صیادے سوے اشکار شد	گام آہو دید و بر آثار شد	جون شکاری صید کے پیچھے چلے	نقش پا آہو کا پہنچ وہ کھوج لے
چندگاہش گام آہو درخورست	بعد ازان خود ناف آہو رہبرست	تھوڑی دور اس نقش آہو پر چلے	رہبری پھر ناف آہو کی کرے
دفتر صوفی سواد و حرف نیست	جز دل اسپید ہمچون برف نیست	دفتر صوفی مین نے ظلمات حرف	ہے سفیدی دل کی انکے مثل برف
چونکہ شکر گردوہ برید	لاجرم زان گام در کامے رسید	کھوج کا مشکور ہو رستہ چلا	کھوج سے آخر کو بس مقصد ملا
رفتن یک منزلے بر بوئے ناف	بہتر از صد منزل گام و طواف	ایک منزل جانا بوئے ناف پے	کھوج کی سو منزلون سے بیس ہے
سیر زاہد ہر مہے تا پیش گاہ	سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ	سیر زاہد ہر مہینے تا نگاہ	سیر عارف ہر گھڑی تا تخت شاہ
آن دلے کو مطلع مہتابہا ست	بہر عارف فتحت ابوابہا ست	مطلع مہتاب جو کہ دل ہوا	بہر عارف فتحت ابوابہا
با تو دیوارست و با ایشان درست	با تو سنگ و با عزیزان گوہرست	تجکو ہی دیوار اوران کو ہی در	تجکو سنگ اور ہے عزیزون کو گہر
آنچہ تو در آئینہ بینی عیان	پیر اندر خشت بیند بیش ازان	آئینہ میں جو عیان تجکو ہوا	پیر دیکھے خشت میں اس سے سوا
پیر ایشانند کین عالم نبود	جان ایشان بود در دریاے جود	پیر وہ جبکہ یہ عالم نہ تھا	ان کی جان اس بحر میں تھی آشنا
پیش ازین تن عمرہا بگذاشتند	پیشتر از کشت بر برداشتند	عمر کی تھی پہلے اس تن سے بسر	اور لیا کھیتی سے تھا پہلے ثمر
پیشتر از نقش جان پذرفتہ اند	پیشتر از بحر در یا سفتہ اند	پہلے اس صورت سے جان کو پا لیا	پہلے دریا سے گہر کو چن لیا

مشورہ کردن خداوند تعالےٰ با فرشتگان در ایجاد خلق — مشورہ کرنا خداوند عالم کا فرشتون سے پیدائش خلق میں

مشورہ میرفت در ایجاد خلق	جان شان در بحر قدرت تا بحلق	مشورہ کرتا تھا با ایجاد خلق	تھے وہ غرق بحر قدرت تا بحلق
چون ملائک مانع آن می شدند	بر ملائک خفیہ خنبک می زدند	جو ملائک اُن کے مانع ہوتے تھے	بس ملائک پر وہ خفیہ ہنستے تھے
مطلع بر نقش ہر کہ ہست شد	پیش ازان کین نقش گل پابست شد	مطلع سے صورت پر وہ ہستی کے تھے	اس سے پہلے کہ وہ نقش گل بنے

لے کھوج کا اے ہاتشو کھوج کا شکر کرے کہ رستہ چلا آخر کو کھوج سے رستہ ملا ایک نافہ پر جاؤ کھوج کی سو منزلون سے زیادہ ہے یعنی ایک منزل راہ سلوک نور عرفان سے چلنا خیال کی سو منزل سے بہتر ہے سیر زاہد کی ایک مہینے مین تا مد نظر ہے اور سیر عارف کی ہر دم تخت شاہ تک ہے کیونکہ زاہد از راہ خیال کے جاتا ہے اور عارف از راہ شرق انوار کے جاتا ہے جو دل کہ جائے طلوع مہتاب عرفان کا ہوتا ہے واسطے عارف کے فتحت الوابہا یعنی دروازے کھلیں گے تجھکو دیوار اوران کو در ہے تجھکو سنگ اور عزیزونکو گوہر ہے جو تجھکو آئینہ میں عیان ہوا پیر خشت میں اس سے سوا دیکھتا ہے یعنی مشاہدہ یار کا پیر عارف کو ہر شے میں مثل آئینہ کے ہوتا ہے پیر وہ میں کہ جب عالم نہ تھا انکی جان اس بحر میں آشنا تھی اس تن سے پہلے عمر بسر کی تھی اور کھیتی سے پہلے ثمر لیا تھا اس صورت سے پہلے جان کو لیا تھا یعنی پیدائش سے پہلے امر حق انکی جان کو حاصل تھا جیسے جان آدم کو سب اسماء کا علم تھا وقت مباحثہ فرشتونکے پیش حق تعالیٰ چنانچہ مشورہ حق کا فرشتون سے مثال میں آگے فرماتے ہیں فافہم ۲ے ملکہ مشورہ الخ ۲ شعر حق تعالیٰ فرشتون سے مشورہ کرتا تھا ایجاد خلق میں اور جانیں اولیا اللہ کی غرق تھیں بحر قدرت میں حلق تک جو ملائکہ ان کے مانع ہوتے تھے وہ پوشیدہ ملائک پر ہنستے تھے باقی حال آگے ہو ۲ے مطلع الخ ۲ شعر مطلع اس صورت پر تھے کہ جو پیدا ہوئی اُس سے پہلے گویا وہ نقش گل بنے جو شخ سے پہلے دیکھا گیہون کو اور اور احساس سے پہلے دیکھا ان کو بغیر دماغ و دل کے وہ فکر رکھتے تھے اور بغیر سپاہ و فوج کے نصرت رکھتے تھے وہ ان کو عیان اور تجھکو فکر ہے ورنہ رویت ہے بہ نسبت دور کے یعنی جان اولیا کو وہ مقام عیان تھا اور تجھکو فکر ہے ورنہ رویت بہ نسبت دور کے ہے یعنی رویت از راہ فکر کے اس مقام میں تجھکو اے زاہد ہوتی ہے اور ان جانونکو وہ مقام عیان تھا کیونکہ فکر ماضی و مستقبل میں ہوتی ہے جو اس سے دور ہے مشکل حل رکھتا ہے یعنی رویت حق پاتا ہے باچگون کو مثل بے چگون دیکھا اور پہلے کان سے دیکھا اور نیکہ نہ جاد کو یعنی ذات حق بے چگون و خلق باچگون بس جان اولیا نے خلق کو مثل ذات حق کے دیکھا جیسے زر کو پہلے کان سے دیکھا پہلے پیدائش سے انگور کی شراب پی اور مستی و گرمی شدت گرمی میں سردی دیکھتے تھے دھوپ میں سایہ کو دیکھتے تھے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۰

پیشتر زافلاک کیوان دیدہ اند
بے دماغ و دل پراز فکرت بدند
آن عیان نسبت بایشان فکرتست
فکرت از ماضی و مستقبل بود
دیدن بے کیف ہر با کیف را
بیشتر از خلقت انگور ہا
در تموز گرم می بینند دے
در دل انگور مے را دیدہ اند
آسمان در دور ایشان جرعہ نوش
چون از ایشان مجتمع بینی دو یار
بر مثال موجہا اعداد شان
مفترق شد آفتاب جانہا
چون نظر بر قرص داری خود یکیست
تفرقہ در روح حیوانی بود
گفت حق رش علیهم نورہ
روح انسانی کنفس واحدہ است
عقل جز از رمز این آگاہ نیست

پیشتر از دانہا نان دیدہ اند
بے سپاہ و جنگ بر نصرت زدند
ورنہ خود نسبت بدوران رویت است
چون ازین ورست مشکل حل شود
دیدہ بیش از کان صحیح و زیف را
خورد میہا و نمودہ شورہا
در شعاع شمس می بینند فے
در فنائے محض شے را دیدہ اند
آفتاب از جود شان زربفت پوش
ہم یکے باشند وہم شش صد ہزار
در عدد آوردہ باشد بادشان
در درون روزن ابدانہا
آنکہ شد محجوب ابدان در شکیست
نفس واحد روح انسانی بود
مفترق ہرگز نگردد نور او
روح حیوانی سفال جامد است
واقف این سر بجز اللہ نیست

پہلے دیکھا چرخ سے کیوان کو
بے دماغ و دل وہ باافکار تھے
جو عیاں انکو وہ تجکو فکر ہے
ماضی و مستقبل میں ہوتی فکر ہے
با چگون کو دیکھا مثل بے چگون
پہلے پیدائش سے کل انگور کے
شدت گرمی میں سردی دیکھتے
دل[1] میں انگوروں کی وہ مے دیکھتے
دور میں انکے فلک زلہ ربا
جو ہم دیکھے تو انمیں سے دو یار
مثل موجوں کے عدد انکے ہوئے
مفترق جو کہ ہوا ہے شمس جان
قرص جو دیکھے تو خود اک ہے
تفرقہ[2] یہ روح حیوانی میں ہے
حق کہے رش[3] علیهم روح کو
روح انسانی کنفس[4] واحدہ
عقل جز اس رمز سے آگہ نہیں

پہلے دیکھا ناج سے ہر نان کو
بے سپاہ و فوج نصرت دار تھے
ورنہ رویت ہے یہ نسبت دور کے
جو ہے اس سے دور مشکل حل رکھے
دیکھا پہلے کان سے نیک و زبون
پیتے تھے مے اور مستی کرتے تھے
دھوپ میں وہ سائے کو بھی دیکھتے
اور فنائے محض میں شے دیکھتے
شمس ان کے جود سے زرین قبا
بھی وہ اک ہوں بھی وہ ہوں چھ سو ہزار
بس عدد انکے لئے ہیں باد نے
روزنوں کے جسم سے یاں پر عیاں
جو ہے محجوب ان وہ شک رکھے
نفس واحد روح انسانی میں ہے
نور متفرق نہ ہووے بعدہ
روح حیوانی ہے خست جامدہ
واقف اس سر کا بجز اللہ نہیں

[1] دل میں الخ ۱۲ شعر ۱۵ دل میں انگوروں کے شراب دیکھتے تھے اور فنائے محض میں شے کو دیکھتے تھے فلک اُن کے دور میں زلہ ربا تھا اور شمس ان کی بخشش سے زرین قبا بنا چنانچہ اس کی مثال آگے فرماتے ہیں جو ان میں سے دو یار کو باہم دیکھے بھی وہ ایک ہوں بھی وہ چھ سو ہزار ہوں یعنی ان جان اولیا میں تو دو کو باہم دیکھے وہ بھی ایک ہوں وہ لاکھ ہوں مثل موجوں کے وہ متعدد ہوئے اور باد نے ان کے عدد کئے جو کہ شمس جان متفرق ہوا اتنے روزنوں میں جسم کے یہاں پر عیاں جو ہو تو قرص کو دیکھے تو ایک ہے جو محجوب تن میں ہیں وہ شک رکھتے ہیں یعنی وہ جانیں اولیاء کے آپس میں ایک ہی ہیں وہ متحد بھی ہیں جیسے موجیں دریا کی صورت میں ہوا سے متعدد ہیں مگر باعتبار آب دریا کے ایک ہیں یا پر تو آفتاب کہ اصل میں ایک نور بسیط ہے مگر بسبب روزنوں کے مکان کے متعدد دکھائی دیتا ہے اسی کو توحید کہتے ہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ [2] تفرقہ الخ ۱۵ شعر یہ تفرقہ روح حیوانی میں ہے اور روح انسانی نفس واحد ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ برسایا اوپر ان کے نور اپنا بعدہ اسکا نور متفرق نہ ہووے روح انسانی کنفس واحدۃ یعنی مثل نفس واحد کے ہے و روح حیوانی متعدد ہے اور روح انسانی کل ایک ہے اور روح اولیا کی گلاف ہے روح انسانی کی اور اشارہ ہے طرف اس آیہ کے الذی خلقها من نفس واحدۃ و خلق منها زوجها و بث منهما رجالا کثیرا۔ یعنی اللہ وہ ہے کہ پیدا کیا تم کو نفس واحد سے زوجہ اسکی اور پیدا کیا ان دونوں کو بہت دعورت متکلمین آدم و حوا سے مراد لیتے ہیں اور صوفیہ کرام نفس واحد سے عقل کل و روح سے نفس کل مراد لیتے ہیں کہ عقل کل و نفس کل کے جوڑے سے تمام عالم پیدا ہوا و عقل کل و نفس کل جوڑے کئے گئے ہیں روح انسانی میں بقول بحر العلوم پس روح انسانی کا کہ روز میثاق پیدا ہوا اور مولانا نے اس کو باسم جان اس مثنوی میں تعبیر کیا ہے یہ عقل جزوی اس رمز سے آگاہ نہیں ہے اور واقف اس اسرار کے بجز اللہ کے کوئی نہیں عقل کو کیا کام اس راز سے ہے جیسے بہرے کو کام کیا آواز سے آگے رجوع طرف قصہ کے ہے فافہم ۱۲ [3] برسایا اوپر انکے نور اپنا [4] مثل نفس واحد کے ہے۔

عقل را اندر چنین سودا چہ کار یک زمان بگذار اے ہمرہ ملال	گر مادر زاد را سر ناچہ کار تا بگویم وصف خال زان جمال	عقل کو کیا کام ہو اس راز سے چھوڑ[1] اے ہمراہ دم بھر تو ملال	بہرے مادر زاد کو آواز سے تا کہوں اوصاف میں خال جمال
در بیان نا ید جمال خال او	ہر دو عالم چیست عکس خال او	کب بیان ہووے جمال اس خال کا	ہیں دو عالم عکس خال با صفا
چونکہ من از خال خویش دم زنم ہمچو مورے اندرین خرمن خوشم کے گزارد آنکہ رشک روشنی ست بحر کف پیش آرد و سدی کند	نطق میخواہد کہ بشگافد تنم تا فزون از خویش باری می کشم تا بگویم آنچہ فرض و گفتنی است جز کند و زبعد جز مدے کند	گر میں از اس خال کا ظاہر کروں مثل چیونٹی خوش ہیں اس خرمن میں ہم چھوڑتا کب ہے وہ رشک روشنی بحر کف لائے وہ کا سد کرے	نطق کہتا ہے بدن کو پھاڑ دوں بار میں خود سے زیادہ تا رکھوں تا کہوں میں جو ہے فرض و گفتنی جزر کرے و در بعد جزر کے مد کرے
بستہ شدن تقریر معنی حکایت بسبب میل مستمعان باستماع صورت ظاہر حکایت وغیر آن		موقوف کرنا بیان معانی حکایت بسبب راغب ہونے سننے والوں کی طرف صورت ظاہری حکایت وغیرہ کے	
این زمان بشنو چہ مانع شد مگر خاطرش شد سوے صوفی قنق لازم آید باز رفتن زین مقال صوفی صورت مپندار اے عزیز جسم باجوز و مویز است اے پسر	مستمع را رفت دل جائے دگر اندران سودا فرو شد تا عنق سوے آن افسانہ بہر وصف حال ہمچو طفلان تا کے از جوز و مویز گر تو مردی زین دو چیز اندر گزر	تم سنو[2] اس دم کہ کیا مانع ہوا دل گیا صوفی کی جانب اُن کا اب لازم آیا پھرنا پھر اس قول سے صوفی صورت کو نہ جان اے نیک پے جسم خاکی اپنا ہے جوز و مویز	سننے والوں کا گیا دل اور جا تا بگردن ڈوبے اس خواہش میں سب جانب اُس قصے کے کہنے کے لئے مثل طفلان کب تلک بازی کرے مرد گر ہے چھوڑ دے یہ دونوں چیز

[1] چھوڑ الخ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اے ہمراہی ایک دم تو ملال کو چھوڑ دے تا کہ میں کہوں اوصاف خال جمال کا کب بیان اس کے جمال و خال ہو سکے کہ دونوں عالم عکس ہیں خال با صفا خال کا بیان کروں تو نطق چاہتا ہے کہ بدن کو پھاڑ دوں یعنی جمال سے مراد جمال الہٰی و خال سے مراد اسمائے الہٰی ہے کہ اس کے بیان راز سے جان قالب میں نہ ٹھہرے میں مثل چیونٹی کے اس خرمن دنیا میں خوش ہوں اور خود سے بوجھ زیادہ اٹھاتا ہوں وہ رشک روشنی کب چھوڑتا ہے تا کہوں میں جو کہ زمن پہ ہے دلائق کہنے کے ہے یعنی مراد روشنی ظہور سے اسرار و رشک روشنی سے غیرت الہٰی ہے کہ وہ اسرار کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی ہے دریا کف لائے و سد راہ کرے جاری کرے و بعد جاری کے بند کرے یعنی وہ دریائے ذات نطق راز گوئی کا پاس دیتا ہے بسبب رشک کے چنانچہ اس کا حال مثالاً آگے اس حکایت میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

[2] تم سنو الخ اس شعر اس دم سنو تم کہ کیا مانع ہوا سننے والے کا دل اور جگہ گیا ان کا دل صوفی کی جانب گیا اور وہ گردن تک اس خواہش میں ڈوبے تو پھر پھرنا لازم آیا اس قول سے اس قصے کی طرف کہنے کے لئے یعنی میں تو چاہتا تھا اس قصے کا معنی بیان کرنا مگر سننے والے کا ذہن صورت قصہ کی طرف گیا اس واسطے صورت قصہ بیان کرتا ہوں پس اے شخص صورت کو نہ جان مثل لڑکوں کے کب تک تو جوز و مویز سے کھیلے گا جسم خاکی جوز و مویز کی مانند ہے اگر تو مرد ہے دونوں چیزوں کو چھوڑ دے اگر تو اندر نہ جاسکے فضل حق تجھکو نہ طبق آسمان میں پہنچا دے فارغ ہو کہ اس حکایت میں صوفی سے مراد روح انسانی و خر سے مراد جسم عنصری و خانقاہ سے مراد دنیا و خادم سے مراد نفس امارہ و خواب شب سے مراد مرگ و بیداری سے مراد بعث و نشر ہے پس صورت قصہ کو ان مرادوں سے جان کر راز معلوم کرنا چاہیئے کہ فضل حق تعالے تجھے معنی میں رسائی دے گا چنانچہ اس قصے کا بیان آگے ہے فافہم ۱۲۔

در تو اندر نگذری اکرام حق ‌ ‌ بگذرم اندر ترا از نہ طبق

گر نہ اندر جا سکے تو فضل حق ‌ ‌ بس تجھے پہونچا دے اندر نہ طبق

التزام کردن خادم تیمار بہیمہ را و تخلف نمودن

بشنو اکنون صورت افسانہ را ‌ ‌ لیک ہین از کہ جدا کن دانہ را

حلقہ آن صوفیان مستفید ‌ ‌ چونکہ در وجد و طرب آخر رسید

خوان بیاوردند بہر میہمان ‌ ‌ از بہیمہ یاد آورد آن زمان

گفت خادم را کہ در آخر برو ‌ ‌ راست کن بہر بہیمہ کاہ و جو

گفت لاحول این چہ افزون گفتن است ‌ ‌ از قدیم این کارہا کار من است

گفت تر کن آن جو را از نخست ‌ ‌ کان خرک پیر است و دندانہا سست

گفت لاحول این چہ می گوئی مہا ‌ ‌ از من آموزند این ترتیبہا

گفت پالانش فرونہ پیش پیش ‌ ‌ دارو ے منبل بنہ بر پشت ریش

گفت لاحول آخر این حکمت گزار ‌ ‌ جنس تو مہمانم آید صد ہزار

جملہ راضی رفتہ اند از پیش ما ‌ ‌ ہست مہمان جان ما و خویش ما

گفت آبش دہ و لیکن شیر گرم ‌ ‌ گفت لاحول از توام بگرفت شرم

اختیار کرنا خادم کا خدمتگزاری جانور کو اور خلاف کرنا اس کا

صورت قصہ سنو تم اب ذرا ‌ ‌ لیک دانہ سے جدا کر تو گیا

حلقہ جو اُن صوفیوں پر فیض کا ‌ ‌ وجد اور حالت سے آخر ہو چکا

کھانا لائے واسطے مہمان کے ‌ ‌ جانور کی یاد جب آئی اُسے

بولا خادم سے طویلہ میں تو جا ‌ ‌ گھانس دانہ جانور کو میرے لا

بولا لاحول آپ کیا فرماتے ہیں ‌ ‌ میں ہمیشہ رہتا ہوں اس کام میں

بولا دانہ اُسکا کر پہلے سے تر ‌ ‌ دانت ہیں کمزور کہ بوڑھا ہے خر

بولا لاحول یہ کیا کہنے کی بات ‌ ‌ مجھ سے کوئی سیکھ لے یہ سب صفات

بولا تو خوگیر علیحدہ اس سے کر ‌ ‌ نیب رکھدے اُسکے زخم پشت پر

بولا لاحول اب تو چھوڑ دے فکر کار ‌ ‌ مجھسے مہمان یہاں آئے ہیں ہزار

سب گئے راضی ہیں مجھ سے اب یہاں ‌ ‌ ہیں مرے مہمان جان اور مہربان

بولا پانی اسکو دے پر شیر گرم ‌ ‌ بولا لاحول اب مجھے آتی ہے شرم

اے صورت قصہ الخ ۵ شعر اب ذرا تم صورت قصہ کو سنو لیکن دانہ کو گھانس سے جدا تم کر دو واضح ہو کہ یہاں مولانا قصہ موسیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جب موسیٰؑ نے بدرگاہ حق تعالیٰ عرض کی کہ اے رب تو انسانوں کو پیدا کر کے کیوں مارتا ہے حکم ہوا کہ تم کھیتی کرو اس کا حال معلوم ہو جائے گا چنانچہ موسیٰؑ نے گندم بوئے بعد تیار ہونے کے کاٹ کر خرمن میں جمع کئے حکم ہوا اے موسیٰ تم نے اس کھیتی کو کیوں کاٹ کر خراب کیا عرض کی کہ دانہ اس میں تیار ہوا ہے اب میں دانہ کو گھانس سے پاک کرتا ہوں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ اسی طرح انسانوں کی جان کو پوست تن سے ہم پاک کرتے ہیں کہ تاسف نہ ہو پس مولانا سننے والوں سے کہتے ہیں کہ معنی قصہ کو صورت قصہ سے ایسے ہی حاصل کرو جب کہ ان صوفیوں کا حلقہ حال و قال سے آخر کو پہونچا کھانا واسطے مہمان کے لائے جب اس کو جانور کی اپنے یاد آئی خادم سے کہا کہ طویلہ میں جا اور گھانس و دانہ میرے جانور کو دے خادم نے کہا لاحول آپ کیا فرماتے ہیں میں ہمیشہ اسی حال میں اسی کام میں رہتا ہوں باقی حال اس بیان کا آگے اس کے لکھا گیا ہے دیکھنے میں آوے گا ۱۲ ؎ بولا دانہ الخ ۶ شعر صوفی نے کہا کہ پہلے سے اس کا دانہ تر کر دے کہ خر بوڑھا ہے دانت اس کے کمزور ہیں بولا لاحول یہ کیا کہنے کی بات ہے مجھ سے کوئی سیکھ لے یہ سب صفتیں کہا تو خوگیر اس سے علٰحدہ کر اور نیب کو کوٹ کر اس کے زخم پشت پر رکھدے بولا لاحول یہ فکر کام کی تو چھوڑ دے کہ تجھ سے یہاں مہمان ہزاروں آتے ہیں سب مجھ سے راضی ہیں میرے مہمان جان و مہربان ہیں کہا پانی اسکو شیر گرم دے بولا لاحول اب مجھے شرم آتی ہے کہا جو میں بھس کم تر ملا بولا لاحول یہ بات چھوڑ کہا اب اسی کا تھان صاف کر اگر جائے تر ہو اس پر خاک ڈال کر خشک کر دے بولا لاحول اے پدر تو لاحول کر دبندہ اہل پر تاکید نہ کر کہا خر پر تو جا کر کھریرہ کر بولا لاحول اے پدر تو حیا کر کہا اس کی پچھاڑی کو تنگ کر کہ لوٹنے کے وقت وہ نہ الجھے بولا لاحول اتنا اگر یہ نہ کر اور خر کے واسطے گون میں نہ بھس کہا اس پر جھول کو اوڑھا دے کیونکہ شب کو سردی ہوا ہوتی ہے بولا لاحول اس قدر تم مت کہو جانو کہ ہڈی دودھ میں کب ہوتی ہے یقین مجھ سے اس کام میں استاد ہوں اچھے بڑے یہاں آتے ہیں مہمان کے لائق میں خدمت کرتا ہوں اور مثل گل و سوسن کے ہوا ہوں یعنی نفس امارہ ایسے حیلے کر کے روح انسانی کو غافل کرتا ہے اور جسم کو راہ سفر آخرت میں بسبب دینے غذا ریاضت وغیرہ کے عاجز رکھتا ہے چنانچہ باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

گفت اندر جو تو کمتر کاہ کن ۔ گفت لاحول این سخن کوتاہ کن
بولا اندر جو کے کمتر کاہ کر ۔ بولا لاحول اب سخن کوتاہ کر

گفت جایش را بروب از سنگ و پشک ۔ در بود تر ریز بروے خاک خشک
بولا اب تو تھان اُسکا صاف کر ۔ خاک ڈال او ر خشک کر گر جا ہو تر

گفت لاحول اے پدر لاحول کن ۔ با رسول اہل کمتر گو سخن
بولا لاحول اے پدر لاحول کر ۔ مت کرو تاکید بندہ اہل پر

گفت بستان شانہ پشت خر بخار ۔ گفت لاحول اے پدر شرمی بدار
بولا خر کو تو کھریرہ جا کے کر ۔ بولا لاحول اب حیا کر اے پدر

گفت دم افسار را کوتہ ببند ۔ تا ز غلطیدن نیفتند او بہ بند
بولا تو اسکی پچھاڑی تنگ کر ۔ تا نہ اُچھلے جو کہ وہ ٹوٹے مگر

گفت لاحول اے پدر چندین مَنال ۔ ہر خر چندین مرو اندر جوال
بولا لاحول اس قدر گریہ نہ کر ۔ گون کے اندر نہ پھنس تو بہر خر

گفت بر پشتش فگن جُل زود تر ۔ زانکہ شب سرماست اے کان ہنر
بولا اس پر جھول کو دے تو اڑھا ۔ کیونکہ شب کو سردی ہوتی ہے سوا

گفت لاحول اے پدر چندین مگو ۔ استخوان در شیر نبود تو مجو
بولا لاحول اس قدر تم مت کہو ۔ استخوان کب شیر میں ہے جان لو

من تو اُستادم در فن خود ۔ میہمان آید مرا از نیک و بد
تجھ سے میں استاد ہوں اس کام میں ۔ نیک و بد آتے یہاں مہمان ہیں

لائق ہر میہمان خدمت کنم ۔ من ز خدمت چون گل و چون سوسنم
حسب مہمان کی کروں میں خدمتیں ۔ چون گل و سوسن ہوا خدمت سے میں

خادم این گفت و میان بر بست حیست ۔ گفت رفتم کاہ و جو آرم نخست
یہ کہا خادم نے اور باندھی کمر ۔ بولا گھانس اور جو کو لاؤں پیشتر

رفت واز آخور نکرد اد ہیچ یاد ۔ خواب خر گوشی بدان صوفی فتاد
وہ گیا اصطبل سے غافل ہوا ۔ خواب خرگوشی میں وہ صوفی پڑا

رفت خادم جانب او باش چند ۔ کرد بر اندرز صوفی ریشخند
چند اوباشوں میں جا خادم ملا ۔ اور صوفی کی نصیحت پر ہنسا

صوفی از رہ ماندہ بود و شب دراز ۔ خوابہا میدید با چشم فراز
جو تھکا صوفی تھا اور شب بھی بڑی ۔ دیکھتا یہ خواب تھا وہ اے اخی

کان خرش در چنگ گرگے ماندہ بود ۔ پارہا از پشت و رانش میر بود
کر وہ خر کو پھاڑتے ہیں بھیڑیئے ۔ اور لے جاتے ہیں ٹکڑے گوشت کے

گفت لاحول این چہ مالیخولیا ست ۔ اے عجب آن خادم مشفق کجاست
بولا لاحول اب یہ کیسا ہے جنون ۔ کر وہ خادم ہے کہاں اس سے کہوں

باز میدید آن خرش در راہ رو ۔ گہ بچاہے میفتاد و گہ بہ گو
دیکھا پھر خر کو چلا جاتا ہے راہ ۔ کہ گڑھے میں گرتا ہے اور گہ بچاہ

گونا گون میدید ناخوش واقعہ ۔ فاتحہ می خواند با القارعہ
ہر طرح کا دیکھتا تھا واقعہ ۔ فاتحہ پڑھتا تھا اور القارعہ

۱؎ یہ کہا الخ ۔ ۸ شعر یہ کہا خادم نے اور کمر باندھی اور کہا کہ گھانس دانہ پہلے لاؤں وہ خادم اصطبل سے گیا اور غافل ہوا اور صوفی خواب خرگوشی میں پڑا چند اوباشوں میں وہ خادم جا کر ملا اور صوفی کی نصیحت کرنے پر ہنسا جو کہ صوفی تھک گیا تھا اور شب بڑی تھی تو یہ خواب میں دیکھتا تھا یعنی خواب مرگ میں اپنے جسم کا یہ حال دیکھتا تھا کہ میرے خر کو بھیڑیئے پھاڑتے ہیں اور اس کے گوشت کو ٹکڑے لیے جاتے ہیں صوفی نے کہا لاحول یہ کیسا جنون ہے وہ خادم کہاں ہے کہ اس سے کہوں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۔ ۲؎ دیکھا پھر الخ ۶ شعر پھر خر کو دیکھا کہ راہ چلا جاتا ہے کبھی گڑھے میں اور کبھی چاہ میں گرتا تھا ہر طرح کا وہ واقعہ دیکھتا تھا سورۂ فاتحہ وہ پڑھتا تھا اور القارعہ یعنی یہ سورتیں واسطے دفع خواب بد کے ہیں دل میں کہا کہ اس کا کیا علاج کہ یار اب تھک گئے اور سب گئے اور بند دروازے کئے اور یعنی حال و قال کے سبب سب تھک کر یاران دنیا سو گئے گویا خواب بد کو چلے گئے پھر وہ صوفی کہتا تھا وہ خادم ہے کہ نہیں اس نے زلہ ربائی کی ہے میں نے اس پر لطف و کرم کیا ہے کس لیے وہ النامجہ کو رشیدیہ ہر عداوت کے واسطے ایک سبب چاہیے ورنہ جنسیت تو وفا پیدا کرتی ہے یعنی عداوت ایک سبب سے ہوتی ہے پس کوئی سبب ایسا نہیں پیدا ہوا کہ جس سے وہ خادم عداوت کرتا بلکہ اس سے میری جنسیت ہے چاہیے وفاداری کرتا نہ کہ عداوت اس نے کی پس ثابت ہوا کہ روح کو نفس کے ساتھ ایک جنسیت ہے اس واسطے حق تعالی نے روح کو نفس کے ساتھ شریک دنیا میں کیا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

گفت چارہ چیست یاران خستہ اند / رفتہ اند وجملہ درہا بستہ اند
باز میگفت ای عجب آن خادمک / نے کہ با ما گشت ہم نان ونمک
من نکردم با وے الا لطف ولین / او چرا با من کند بر عکس کین
ہر عداوت را سبب باید سند / ورنہ جنسیت وفا تلقین کند
باز میگفت آدم با لطف وجود / کے بران ابلیس جورے کردہ بود
آدمی مر مار وکژدم را چہ کرد / کہ ہمی خواہند او را مرگ ودرد
گرگ را خود خاصیت بدریدن است / این حسد در خلق آخر روشن است
باز میگفت این گمان بد خطاست / بر برادر این چنین ظنم چراست
صوفی اندر وسوسہ وان خر چنان / کہ چنین بادا جزاے دشمنان
آن خر مسکین میان خاک وسنگ / کژ شدہ پالان دریدہ پالہنگ
کشتہ از رہ جملہ شب بے علف / گاہ در جان کندن وگہ در تلف
خر ہمہ شب ذکر کردہ اے الٰہ / جو رہا کردم کم از یک مشت کاہ
با زبان حال میگفت اے شیوخ / رحمتے کہ سوختم زین خام شوخ
آنچہ آن خر دید از رنج وعذاب / مرغ خاکی بیند اندر سیل آب
پس بپہلو گشت آن شب تا سحر / آن خر بیچارہ از جوع البقر
نالہ میکرد از فراق کاہ وجو / مستمند از اشتیاق کاہ وجو
ہمچنین در محنت ودرد وسوز / نالہا میکرد از شب تا بروز

بولا کیا چارہ کہ یار اب تھک گئے / سب گئے اور بند دروازے کیے
پھر وہ کہتا تھا عجب خادم بنا / نے کہ وہ میرا ہوا زلہ ربا
میں نے اسپر تو کیا لطف وکرم / کس لئے الٹا وہ دے مجھکو الم
ہر عداوت کو سبب اک چاہیئے / ورنہ جنسیت وفا پیدا کرے
پھر وہ کہتا آدم باجود نے / کب کیا تھا ظلم اس ابلیس پے
کیا کیا انسان نے بچھو سانپ سے / مرگ ودرد انکے لئے ہیں چاہیئے
پھاڑنے کی گرگ بس عادت رکھے / خلق پر ظاہر حسد یہ ان کا ہے
پھر وہ کہتا یہ گمان میرا خطا / بھائی پر ایسا گمان کب ہو روا
وسوسہ مین صوفی اور خر کا یہ حال / جیسے دشمن کی جزا ہووے مآل
خاک و پتھر مین خر مسکین کا / پس اگاڑی ٹوٹی کج خوگیر تھا
رہ کا مارا رات بھر بے کاہ تھا / جانکنی مین گاہ وگہ اندر بلا
رات بھر یہ ذکر خر تھا اے الٰہ / جو کو چھوڑا بہر یہ پائی مشت کاہ
با زبان حال کہتا اے شیوخ / ہو رحمت مجھکو مارے خام شوخ
خر نے وہ تکلیف ورنج ات پائے ہیں / مرغ خاکی دیکھے جو سیلاب میں
پس زمین پر پڑا رہا خر رات بھر / بھوک کے مارے ہوئی تھی جوع البقر
نالہ کرتا کاہ وجو کے واسطے / شوق رکھتا کاہ وجو کے واسطے
بس وہ محنت اور درد وسوز سے / نالہ کرتا رات بھر تھا اس لئے

لہ پھر وہ الخ ۴ شعر پھر وہ صوفی کہتا کہ آدم علیہ السلام نے کب ظلم کیا تھا ابلیس سے انسان نے کیا کیا بچھو سانپ کے ساتھ کہ وہ ان کے لئے مرگ ودرد چاہتے ہیں گرگ پھاڑنے کی عادت رکھتا ہے اور یہ حسد اسکا خلق پر ظاہر ہے یعنی بے سبب عداوت ہوا کرتی ہے کچھ سبب پر منحصر نہیں ہے پھر صوفی کہتا یہ گمان میرا غلط ہے بھائی پر ایسا گمان کب روا ہے پھر صوفی کہتا ہوشیاری بدگمانی ہے تیری جو بدظن نہ ہو ملا ہے کب نیچے صوفی وسوسہ میں اور خر کا یہ حال جیسے دشمن کی جزا آخر میں ہووے یعنی صوفی خواب مین یہ خیالات دیکھتا تھا اور خر اس کا شدت گرسنگی میں بیقرار تھا اسی طرح بعد مرگ روح عالم برزخ میں عذاب قبر سے بیقرار ہوتی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

لہ خاک وپتھر میں الخ ۵ خر مسکین خاک وپتھر مین خوگیر کج اور اگاڑی شکستہ رکھتا تھا راہ کا مارا ہوا رات بھر بے گھانس تھا کبھی جانکنی میں اور کبھی بلا میں تھا اور رات بھر خر کا یہ ذکر تھا کہ اے اللہ جو کو چھوڑا مٹھی بھر گھانس بھی نہ پائی اور زبان حال سے کہتا تھا اے شیخ رحمت ہووے مجکو مارا خام شوخ نے خر نے وہ تکلیف ورنج پائے ہیں کہ جیسے مرغ خاکی رنج دیکھے سیلاب میں یعنی نفس خاک سے پیدا ہے اور اس عالم میں کیوں نہ تکلیف پائے ہاں جب تک کہ صحبت روح سے پاک مثل روح کے نہ ہو جائے جب اس کو رنج وتکلیف نہ ہوگی باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ لہ پس زمین الخ ۵ شعر پس زمین پر وہ خر رات بھر لوٹا بھوک کے مارے کہ جو اسکو جوع البقر تھی نالہ رکھتا تھا کاہ اور جو کے واسطے پس وہ محنت درد وسوز سے نالے کرتا تھا رات بھر جب دن ہوا تو خادم نے آکر جلد خوگیر اس پر کسا اور خر فروشوں کی طرح آرین چبھا کر جو سگ سے کرتے ہیں وہ خر سے کیا یعنی چست وچالاک کر دیا خر ہوا چالاک ودتیز اس کے زبان نہ تھی کہ اپنا حال کہتا یعنی بروز محشر جسم اسی طرح پیدا کر کے روح کو دیا جائیگا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

روز شد خادم بیامد بامداد	زود پالان جست بر پشتش نہاد	دن ہوا تو صبح سے خادم نے آ	جلد خو گیر اس کے اوپر بس کسا
خر فروشانہ دو سہ زخمش یزد	کرد با خر آنچہ با سنگ می سزد	خر فروشوں کی طرح آرین چبھا	سنگ سے جو کرتے ہیں وہ خر سے کیا
خر جہندہ گشت از تیزی نیش	کو زبان تا خر بگوید حال خویش	خر ہوا چالاک و تیز اس نیش سے	نے زبان تھی حال کہتا خویش سے

گمان بردن کاروانیان کہ مگر بہیمۂ صوفی رنجور است

گمان ہونا اہل قافلہ کو کہ شاید جانور صوفی کا بیمار ہے

چونکہ صوفی بر نشست و شد روان	رو در افتادن گرفت او ہر زمان	جب سوار اس پر وہ صوفی چلا[1]	ٹھوکرین ہر دم وہ کھا گرنے لگا
ہر زمانش خلق می برداشتند	جملہ رنجورش ہمی پنداشتند	ہر گھڑی اسکو اٹھاتے لوگ تھے	اور اُسے بیمار سب تھے جانتے
آن یکی گوشش ہمی پیچید سخت	وان دگر در زیر گامش جست لخت	ایک کان اُسکے مروڑے تھا کھڑا	دوسرا سُم ٹوٹا اس کا دیکھتا
وان دگر در نعل او می جست سنگ	وان دگر در چشم او میدید رنگ	تیسرا نعلوں میں اُسکے دیکھے سنگ	چوتھا اس کی آنکھ کا دیکھے تھا رنگ
باز گفتی حزم سوء الظن تست	ہر کہ بد ظن نیست کے ماند درست	پھر وہ کہتا حزم سوء الظن ترا	جو نہ ہو بد ظن بلا سے کب بچا
باز میگفتند اے شیخ این ز چیست	دے ہمی گفتے کہ شکر این خر قوی است	کہتے وہ اے شیخ یہ ہے کس لیے	وہ یہ کہتا ہے قوی خر شکر ہے
گفت آن خر کو بشب لاحول خورد	جز بدین شیوہ نتاند راہ برد	بولا لاحول اس نے کھائی رات کو	اس لیے بس چل نہیں سکتا ہے وہ
چونکہ قوت خر بشب لاحول بود	شب مسبح بود روز اندر سجود	شب کو جو خر کی خورش لاحول تھی	شب کو تسبیح دن کو ہے سجدہ گری
چون ندارد کس غم تو ممتحن	خویش کار خویش باید ساختن	جو نہیں ہے کوئی تیرا غمگسار[2]	خود ہی کرنا چاہیے کام اپنا یار
آدمی خوارند اغلب مردمان	از سلام علیک شان کم جو امان	ہر جو مردم خوار اغلب مردمان	کب سلام انکے سے پاؤ تم امان
خانۂ دیو است دلہائے ہمہ	کم پذیر از دیو مردم دمدمہ	ان کا دل تو خانۂ شیطان ہے	دھوکا مت کھا مردم ابلیس سے
از دم دیو آنکہ او لاحول خورد	ہمچو آن خر در سر آید در نبرد	مگر شیطان سے جو ہیں لاحول خوار	بس گرینگے مثل خر روز شمار
ہر کہ در دنیا خورد تلبیس دیو	و ز عدوے دوست رو تعظیم ریو	جسنے دھوکا یاں پہ کھایا دیو سے	اور دشمن دوست رو کے ریو سے
در رہ اسلام و بر پول صراط	در سر آید ہمچو آن خر از خباط	پل صراط اور رستۂ اسلام پے	لغزش پا سے وہ مثل خر گرے

[1] جب سوار اس پر ہوا الخ ۸ شعر جب وہ صوفی اس پر سوار ہو کر چلا ٹھوکرین کھا کر ہر دم گرنے لگا ہر دم لوگ اس کو اٹھاتے تھے اور سب اس کو بیمار جانتے تھے ایک کان اس کا مروڑتا تھا دوسرا اس کا سم ٹوٹا دیکھتا تھا تیسرا نعل میں اس کے سنگ دیکھتا تھا چوتھا اس کی آنکھ کا رنگ دیکھتا وہ کہتے اے شیخ یہ کس لئے ہے وہ یہ کہتا قوی ہے خر شکر ہے صوفی نے کہا لاحول اس نے رات کو کھائی ہے اس لئے چل نہیں سکتا ہے شب کو جو خورش خر کی لاحول تھی گویا شب کی تسبیح و دن کو سجدہ گری رکھتا ہے یعنی خادم نے بجائے کاہ و دانہ کے اس کو شب لاحول کھلائی ہے اسواسطے یہ سجدہ کو سر کے بل گرتا ہے چنانچہ حال بیوفائی مردم کا آگے فرماتے ہیں [2] جو نہیں الخ ۶ شعر جو تیرا کوئی غمگسار نہیں ہے تو خود ہی اپنا کام کرنا چاہیئے یہ مردم اکثر مردم خوار ہیں ان کے سلام سے کب تم امن پاؤ ان کا دل خانۂ شیطان ہے تو دھوکا مت کھا مردم شیطان سے مگر شیطان سے جو لاحول کھاتے ہیں بروز حشر مثل خر کے منہ کے بل گرین گے جس نے دھوکا یہاں پر دیو سے کھایا اور دشمن دوست صورت کے مکر سے وہ راہ اسلام پل صراط پر لغزش پا سے مثل خر کے گرے یعنی دنیا میں جو شیطان کا بندہ رہا بروز حشر وہ مثل اس خر کے پل صراط پر لغزش کھا کر گرے گا پل صراط کی ایک راہ باریک مثل بال کے دوزخ پر ہے کہ جنتی اس پر سے جنت کو جاوینگے جو راہ طریقت میں یہاں ثابت قدم نہیں رہا اور شیطان کی راہ پر چلا ہے وہ پل صراط سے گرے گا عیاذاً باللہ منہ

گفت چاره چیست یاران خفته اند   درفته اند جمله درها بسته اند
بازمیگفت ای عجب آن خادمک   نی که با ما گشت هم نان و نمک
من نکردم با وی الا لطف ولین   او چرا با من کند بر عکس کین
هر عداوت را سبب باید سند   ورنه جنسیت وفا تلقین کند
بازمیگفت آدم با لطف وجود   کے بران ابلیس جورے کرده بود
آدمی مر مار و کژدم را چه کرد   که همی خواهند او را مرگ و درد
گرگ را خود خاصیت بدریدن است   کین حسد در خلق آخر روشن است
راز میگفت این گمان بد خطاست   بر برادر این چنین ظنم چراست
صوفی اندر وسوسه وان خر چنان   که چنین بادا جزاے دشمنان
آن خر مسکین میان خاک و سنگ   کژ شده پالان دریده پالهنگ
کشته زره جمله شب بے علف   گاه در جان کندن و گه در تلف
خر همه شب ذکر کرده اے اله   جورها کردم کم از یک مشت کاه
با زبان حال میگفت اے شیوخ   رحمتے که سوختم زین خام شوخ
آنچه آن خر دید از رنج و عذاب   مرغ خاکی بیند اندر سیل آب
پس بپهلو گشت آن شب تا سحر   آن خر بیچاره از جوع البقر
ناله میکرد از فراق کاه و جو   مستمند از اشتیاق کاه و جو
همچنین در محنت و درد و سوز   نالها میکرد از شب تا بروز

بولا کیا چاره کہ یار اب تھک گئے   سب گئے اور بند دروازے کئے
پھر وه کہتا تھا عجب خادم بنا   نے کہ وه میرا ہوا زلہ ربا
میں نے اُسپر تو کیا لطف و کرم   کسلئے اُلٹا وه دے مجکو الم
ہر عداوت کو سبب اک چاہیئے   ورنہ جنسیت وفا پیدا کرے
پھر وه کہتا آدم با جود نے [1]   کب کیا تھا ظلم اس ابلیس پے
کیا کیا انسان نے بچھو سانپ سے   مرگ و درد انکے لئے ہیں چاہیئے
پھاڑنے کی گرگ بس عادت رکھے   خلق پر ظاہر حسد یہ ان کا ہے
پھر وه کہتا یہ گمان میرا خطا   بھائی پر ایسا گمان کب ہے روا
وسوسہ مین صوفی اور خر کا یہ حال   جیسے دشمن کی جزا ہووے مآل
خاک و پتھر [2] مین خر مسکین کا   پس اگاڑی ٹوٹی کج خوگیر تھا
ره کا مارا رات بھر بے کاه تھا   جانکنی مین گاه و گہ اندر بلا
رات بھر یہ ذکر خر تھا اے الٰہ   جو کو چھوڑا پر نہ پائی مشت کاه
بازبان حالی کہتا اے شیوخ   ہووے رحمت مجکو مارے خام شوخ
خر نے وه تکلیف و رنج اب پائے ہین   مرغ خاکی دیکھے جو سیلاب میں
[3] پس زمین پر پڑ رہا خر رات بھر   بھوک کے مارے جو تھی جوع البقر
نالہ کرتا کاه و جو کے واسطے   شوق رکھتا کاه و جو کے واسطے
بس وه محنت اور درد و سوز سے   نالہ کرتا رات بھر تھا اس لئے

[1] پھر وه الخ ۶ شعر پھر وه صوفی کہتا کہ آدم علیہ السلام نے کب ظلم کیا تھا ابلیس سے انسان نے کیا کیا بچھو سانپ کے ساتھ کہ وه ان کے لئے مرگ و درد چاہتے ہیں گرگ پھاڑنے کی عادت رکھتا ہے اور یہ حسد اسکا خلق پر ظاہر ہے یعنی بے سبب عداوت ہوا کرتی ہے کچھ سبب پر منحصر نہیں ہے پھر صوفی کہتا یہ گمان میرا غلط ہے بھائی پر ایسا گمان کب روا ہے پھر صوفی کہتا ہوشیاری بدگمانی ہے تری جو بدظن نہ ہو ملا ہے کب نیچے صوفی وسوسہ میں اور خر کا یہ حال جیسے دشمن کی جزا آخر مین ہووے یعنی صوفی خواب مین یہ خیالات دیکھتا تھا اور خر اس کا شدت گرسنگی میں بیقرار تھا اسی طرح بعد مرگ روح عالم برزخ میں عذاب قبر سے بیقرار ہوتی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

[2] خاک و پتھر میں الخ ۵ خر مسکین خاک و پتھر مین خوگیر کج اور اگاڑی شکستہ رکھتا تھا راه کا مارا ہوا رات بھر بے گھانس تھا کبھی جانکنی میں اور کبھی بلا میں تھا اور رات بھر خر کا یہ ذکر تھا کہ اے الله جو کو چھوڑا مٹھی بھر گھانس بھی نہ پائی اور زبان حال سے کہتا تھا اے شیخ رحمت ہووے مجکو مارا خام شوخ نے خر نے وه تکلیف و رنج پائے ہیں کہ جیسے مرغ خاکی رنج دیکھے سیلاب میں یعنی نفس خاک سے پیدا ہے اور اس عالم میں گو وه بحر ہے کیون نہ تکلیف پائے ہان جب تک کہ صحبت روح سے پاک مثل روح کے نہ ہو جائے جب اس محیں اس کو رنج و تکلیف نہ ہوگی باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ [3] پس زمین الخ ۲ شعر پس زمین پر وه خر رات بھر لوٹتا بھوک کے مارے کہ جو اسکو جوع البقر تھی نالہ رکھتا تھا کاه اور جو کے واسطے پس وه محنت درد و سوز سے نالے کرتا تھا رات بھر جب دن ہوا تو خادم نے آکر جلد خوگیر اس پر کسا اور خر فروشوں کی طرح آرین چبھا کر جو سگ سے کرتے ہیں وه خر سے کیا یعنی چست و چالاک کر دیا خر ہوا چالاک و تیز اس آردن سے زبان نہ تھی کہ اپنا حال کہتا یعنی بروز محشر جسم اسی طرح پیدا کر کے روح کو دیا جائیگا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

روز شد خادم بیامد بامداد زود پالان جست بر پشتش نہاد
خر فروشانہ دو سہ زخمش یزد کرد با خر آنچہ با سگ می سزد
خر جہندہ گشت از تیزی نیش کو زبان تا خر بگوید حال خویش

دن ہوا تو صبح سے خادم نے آ خر فروشو کی طرح آرین چبھا
خر ہوا چالاک وہ تیز اس نیش سے جلد خوگیر اس کے اوپر بس کسا
سنگ سے جو کرتے ہیں وہ خر سے کیا نے زبان تھی حال کہتا خویش سے

گمان بردن کاروانیان کہ مگر بہیمہ صوفی رنجور است

گمان ہونا اہل قافلہ کو کہ شاید جانور صوفی کا بیمار ہے

چونکہ صوفی بر نشست و شد روان رو در افتادن گرفت او ہر زمان
ہر زمانش خلق می برداشتند جملہ رنجورش ہمی پنداشتند
آن یکی گوشش ہمی پیچید سخت وان دگر در زیر کامش جست لخت
وان دگر در نعل او می جست سنگ وان دگر در چشم او میدید رنگ
باز گفتی حزم سوء الظن قست ہر کہ بد ظن نیست کے ماند درست
باز میگفتند اے شیخ این ز چیست دے ہمی گفتے کہ شکر این خر قوی است
گفت آن خر کو بشب لاحول خورد جز بدین شیوہ نہ تاند راہ برد
چونکہ قوت خر بشب لاحول بود شب مسبح بود روز اندر سجود
ہیچون ندارد کس غم تو ممتحن خویش کار خویش باید ساختن
آدمی خوارند اغلب مردمان از سلام علیک شان کم جو امان
خانۂ دیو است دلہاے ہمہ کم پذیر از دیو مردم دمدمہ
از دم دیو آنکہ او لاحول خورد ہمچو آن خر در سر آید در نبرد
ہر کہ در دنیا خورد تلبیس دیو وز عدوے دوست رو تعظیم ریو
در رہ اسلام و بر پول صراط در سر آید ہمچو آن خر از خباط

[1] جب سوار اس پر وہ صوفی چلا ٹھوکرین ہر دم وہ کھا گرنے لگا
ہر گھڑی اسکو اٹھاتے لوگ تھے اور اُسے بیمار سب تھے جانتے
ایک کان اُسکے مروڑے تھا کھڑا دوسرا اُسم ٹوٹا اس کا دیکھتا
تیسرا نعلوں مین اُسکے دیکھے سنگ چوتھا اس کی آنکھ کا دیکھے تھا رنگ
پھر وہ کہتا جزم سوء الظن ترا جو نہ ہو بد ظن بلا سے کب بچا
کہتے وہ اے شیخ یہ ہے کس لئے وہ یہ کہتا ہے قوی خر شکر ہے
بولا لاحول اس نے کھائی رات کو اس لیے بس چل نہیں سکتا ہی وہ
شب کو جو خر کی خورش لاحول تھی شب کو تسبیح دن کو ہے سجدہ گری
[2] جو نہیں ہے کوئی تیرا غمگسار خود ہی کرنا چاہیے کام اپنا یار
ہر جو مردم خوار اغلب مردمان کب سلام اُنکے سے پاؤ تم امان
ان کا دل تو خانہ شیطان ہے دھوکا مت کھا دم ابلیس سے
مکر شیطان سے جو ہیں لاحول خوار بس گرین گے مثل خر روز شمار
جسنے دھوکا یان پہ کھایا دیو سے اور دشمن دوست رو کے ریو سے
پل صراط اور رہ اسلام پے لغزش پا سے وہ مثل خر گرے

[1] جب سوار اس پر ہوا الخ ۸ شعر جب وہ صوفی اس پر سوار ہو کر چلا ٹھوکرین کھا کر ہر دم گرنے لگا ہر دم لوگ اس کو اٹھاتے تھے اور سب اس کو بیمار جانتے تھے ایک کان اس کا مروڑ تا تھا دوسرا اس کا سم ٹوٹا دیکھتا تھا تیسرا نعل میں اس کے سنگ دیکھتا تھا چوتھا اس کی آنکھ کا رنگ دیکھتا وہ کہتے اے شیخ یہ کس لئے ہے وہ یہ کہتا قوی ہے خر شکر ہے صوفی نے کہا لاحول اس نے رات کو کھائی ہے اس لئے چل نہیں سکتا ہے شب کو جو خورش خر کی لاحول تھی گویا شب کی تسبیح و دن کو سجدہ گری رکھتا ہے یعنی خادم نے بجائے کاہ و دانہ کے اس کو شب لاحول کھلائی ہے اسواسطے یہ سجدہ کو سر کے بل گرتا ہے چنانچہ حال بیوفائی مردم کا آگے فرماتے ہیں [2] جو نہیں الخ ۶ شعر جو تیرا کوئی غمگسار نہیں ہے تو خود ہی اپنا کام کرنا چاہیئے یہ مردم اکثر مردم خوار ہیں ان کے سلام سے کب تم امن پاؤ ان کا دل خانہ شیطان ہے تو دھوکا مت کھا مردم شیطان سے مکر شیطان سے جو لاحول کھاتے ہیں بروز محشر مثل خر کے منہ کے بل گرین گے جس نے دھوکا یہاں پر دیو سے کھایا اور دشمن دوست صورت کے مکر سے وہ راہ اسلام پل صراط پر لغزش پا سے مثل خر کے گرے یعنی دنیا میں جو شیطان کا بندہ رہا بروز حشر وہ مثل اس خر کے پل صراط پر لغزش کھا کر گرے گا پل صراط کی ایک راہ باریک مثل بال کے دوزخ پر ہے کہ جنتی اس پر سے جنت کو جاوینگے جو راہ طریقت میں یہاں ثابت قدم نہیں رہا اور شیطان کی راہ پر چلا ہے وہ پل صراط سے گرے گا عیاذاً باللہ منہ

عشوہ‌ہای یار بد منیوش ہین | دام بین ایمن مرو تو بر زمین
صد ہزار ابلیس لاحول آر بین | آدما ابلیس را در مار بین
دم دہد گوید ترا ای جان و دوست | تا چو قصابی کشد از دوست پوست
دم دہد تا پوستت بیرون کشد | وای آن کز دشمنان افیون چشد
سر نہد بر پای تو قصاب وار | دم دہد تا خونت ریزد زار زار
ہمچو شیری صید خود را خویش کن | ترک عشوہ اجنبی و خویش کن
ہمچو خادم دان مراعات خسان | بیکسی بہتر ز عشوۂ ناکسان
در زمین مردمان خانہ مکن | کار خود کن کار بیگانہ مکن
کیست بیگانہ تن خاکی تو | کز برای اوست غمناکی تو
تا تو تن را چرب و شیرین می‌دہی | جوہر جان را نہ بینی فربہی
گر میان مشک تن را جا شود | روز مردن گند او پیدا شود
مشک را بر تن مزن بر دل بمال | مشک چہ بود نام پاک ذوالجلال
آن منافق مشک بر تن می‌نہد | روح را در قعر گلخن می‌نہد
بر زبان نام حق و بر جان او | گندہا از کفر بے ایمان او

یار بد کے مکر کی تو چال دیکھ | مت چلے بے غم زمین پر چال دیکھ
دیکھ لاکھ ابلیس ہیں لاحول خوان | دیکھ آدم مار ہیں شیطان یہان
تجکو دم دیتا ہی اور کہتا ہی دوست | مثل قصابون کے کھینچے تیرا پوست
تجکو دم دیکے ہے کھینچے پوست وہ | حیف ہے دشمن سے لے افیون جو
رکھے سر پا پر ترے قصاب وار | اور دم دیکر کرے تجکو شکار
خود کو کر مانند شیر اپنا شکار | چھوڑ عشوہ غیر اور اپنے کا یار
جانیے جون خادم خسون کی آشتی | عشوۂ ناکس سے بہتر بیکسی
مت بنا تو دوسرون کی جا مین گھر | کام اپنا کر تو غیرون کا نہ کر
غیر کیا ہے تیرا خاکی جسم ہے | واسطے اُسکے جو تو غمناک ہے
چرب و شیرین تن کو جبتک دے اخی | جوہر جان کی نہ دیکھے فربہی
مشک مین گر تن کو اپنے تو رکھے | بعد مرنے کے وہ بیشک بس سڑے
مشک تو تن پر نہ ڈال اور دل پہ ڈال | مشک کیا ہی نام پاک ذوالجلال
وہ منافق مشک جو تن پر ملے | روح کو گلخن کے اندر ہے رکھے
ہے زبان پر نام حق اور جان پے | اُنکی بدبو کفر و بے ایمان سے

۱ے یار بد کے الخ یعنی شعر تو یار بد کے مکر کی چال دیکھ اور بے غم زمین پر مت چل اور دام دیکھ تو دیکھ لاکھ ابلیس ہیں لاحول پڑھنے والے اور دیکھ اے آدم یہان شیطانون کو مار مین یعنی دنیا مین ہزارون شیطان ہیں مردم صورت لاحول پڑھنے والے اے شخص مثل آدم کے مار مین شیطان کو دیکھ جیسے شیطان جنت مین مار مین بیٹھ کر گیا تھا یہ جسم انسان مین شیطان ہے تجکو وہ دم دیتا ہے اور دوست رکھتا ہے تا کہ مثل قصابون کے تیرا پوست کھینچے تیرا دم دیکر پوست کھینچے افسوس ہے کہ تو دشمن سے افیون لیوے کہ تا وہ تجکو ضرر پہونچاوے یعنی نفع دنیا شیطان کا دنیا مین ایسا ہے جیسے افیون دشمن سے لیتا ہے کہ بظاہر افیون بسبب نشہ کے بہتر ہوتی ہے مگر آخر کو ہلاک کرتی ہے تیرے پاؤن پر مثل قصاب کے سر رکھے اور دم دے کر تجھے شکار کرے تو چھوڑ عشوہ اپنے و بیگانہ کا یعنی تو خود کو راہ مولا مین فنا کر اور اپنے اور بیگانہ کا فریب نہ کہا کہ کوئی تیرا دوست نہیں ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۱۷۵ جان جون الخ یعنی شعر مثل خادم کے تو بدون کی دوستی کو جان عشوہ نااہل سے بیکسی بہتر ہے تو دوسرون کی جگہ مین گھر مت بناو کام اپنا کر غیرون کا نہ کر اور وہ غیر کیا ہے تیرا جسم خاکی ہے تو اس کے واسطے غمگساری کرتا ہے چرب و شیرین جبتک تو تن کو غذا دے گا جوہر جان کی فربہی نہیں دیکھے گا تو اپنے جسم کو اگر مشک بین رکھے بعد مرنے کے وہ بیشک سڑے گا تو مشک تن پر مت ڈال دل پر ڈال اور مشک کیا ہے نام پاک ذوالجلال کا ہے یعنی ذکر زبانی نہ کر ذکر قلبی کر کہ باقی رہے کیونکہ زبان فنا ہونے والی ہے وہ ذکر زبانی بھی فنا ہوگا بر خلاف باقی نہ رہے گا باقی حال آگے ہے ۱۲ ۱۷۶ وہ منافق الخ یعنی شعر وہ منافق جو مشک تن پر ملتا ہے روح کو گلخن مین رکھتا ہے ان زبان پر نام حق ہی اور جان پر بدبو کفر اور بے ایمانی سے ہے ذکران کا جیسے سبزہ گلخن پر پیدا ہووے پر گل سوسن اگا ہے وہ سبزہ اس جا پر یقینی درجہ عاریت رکھتا ہے و لیکن اس گل کی جا محفل مین ہے یعنی پیران ریاکار ظاہرا ذکر خدا کا بیان کر کے مخلوق کو فریب دیتے ہیں اور دل مین صاحب دنیا کفر و بے ایمانی طریقت سے رکھتے ہیں پس وہ ذکر ان کا گویا سبزہ گھورے پر عارضی ہے کہ بعد مردن کچھ باقی نہ رہے گا پس طیبات طیبین کے واسطے اور خبیثات ہے خبیثین کے لئے یعنی کلمہ طیب واسطے پاکون کے ہے اور کلمہ خبیث واسطے خبیثون کے ہے [illegible] بیان کرنا واسطے پاکون کے ہے کہ اثر کرے نہ واسطے ریاکارون کے پس کینہ نہ رکھو اس سے جو کینہ رکھتا ہے کیونکہ انکی [illegible] پاس ہے اصل کینہ کی دوزخ ہے اور کینہ خود اس کل کا دشمن دین کا ہے تو جزو دوزخ کا ہے ہوشیار ہو کیونکہ جزو کو اپنے کل سے [illegible] ہے یعنی تو کینہ نہ رکھ ورنہ یہ جزو دوزخ کا ہے پس تو کو اپنے کل کے [illegible] جائیگا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

ذکر با او ہمچو سبزہ گلخن است / بر سر مبرز گل ست و سوسن است
ذکر اُنکا سبزہ جون گلخن پہ ہے / اور گھورے پے گل سوسن اُگے

آن نبات آنجا یقین عاریت ست / جائے آن گل مجلس و عشرت ست
عاریت وہ سبزہ اس جا پر رکھے / لیکن اس گل کی جگہ مجلس مین ہے

طیبات آید بسوے طیبین / للخبیثین الخبیثات است ہین
طیبات اب طیبین کے واسطے / اور خبیثات اب خبیثین کے لئے

کین مدار آنہا کہ از کین گمرہند / گورشان پہلوے کین داران نہند
کینہ مت رکھ اس سے جو کینہ رکھے / گور انکی پاس اہل کین کے ہے

اصل کینہ دوزخ ست و کین تو / جزو آن کل است خصم دین تو
اصل کینہ کی ہے دوزخ کین ترا / جزو اس کل کا ہے دشمن دین کا

چون تو جزو دوزخی ہان ہوشدار / جزو سوے کل خود گیرد قرار
جزو دوزخ کا ہی تو ہو ہوشیار / جزو کو اپنے کل میں ہوتا ہے قرار

ور تو جزو جنتی اے نامدار / عیش تو باشد چو جنت پایدار
گر تو جنت کا ہے جزو اے نامدار / عیش تیرا جون جنان ہو پائدار

تلخ با تلخان یقین ملحق شود / کے دم باطل قرین حق شود
تلخ پس تلخون کے شامل رہتا ہے / کب دم باطل قرین حق رہے

اے برادر تو ہمین اندیشۂ / ما بقی تو استخوان و ریشۂ
اے برادر یونہی اندیشہ ہے تو / اور باقی استخوان ریشہ ہے تو

گر گل ست اندیشۂ تو گلشنے / ور بود خارے تو ہیمہ گلخنے
گل ہے اندیشہ ترا گلشن ہے تو / خار ہے گر ہیزم گلخن ہے تو

گر گلابے بر سر جیبت نہند / ور تو چون بولی برونت افگنند
گر گلاب ہے سر و پا پر ملین / گر تو ہی پیشاب باہر پھینک دین

طبلہا در پیش عطاران ببین / جنس را با جنس خود کردہ قرین
دیکھ تو صندوق عطار ونکے پاس / جنس کو جنس اپنی کے رکھتا ہی پاس

تو رہائی جوز ناجنسان بجد / صحبت ناجنس گورست و لحد
پس رہائی ڈھونڈھ ناجنسون سے تو / صحبت ناجنس آفت جان کو

جنسہا با جنسہا آمیختہ / زین تجانس زینتے انگیختہ
جنس کو ہوتی ہے رغبت جنس سے / جنسیت سے کیونکہ زینت بڑھتی ہے

گر در آمیزند عود و شکرش / بر گزیند یک یک از ہم دیگرش
گر کرین عود و شکر باہم شمول / ایک کو بس دوسرا کر لے قبول

طبلہا بشکست و جانہا ریختند / نیک و بد از ہم دیگر آمیختند
ٹوٹی سب صندوق جان پیدا ہوئین / نیک و بد آپس مین سب باہم ملیں

حق فرستاد انبیا را بہر این / تا جدا گردد ز ایشان کفر و دین
حق نے بھیجا انبیاء کو اس لئے / تا جدا ہون اہل دین کفار سے

حق فرستاد انبیاء را با ورق / تا گزید این دانہا را بر طبق
حق نے بھیجا انبیاء کو با ورق / تا کہ دانہ چن لین یہ اندر طبق

مومن و کافر مسلمان و جہود / پیش ازیشان جملہ یکسان مینمود
مومن و گبر و مسلمان کافران / اس سے پہلے دیکھنے سب ایکسان

ا۔ گر تو الخ ۹ شعر اگر تو جزو جنت ہے عیش تیرا مانند جنت کے پائدار رہیگا شال آگے ہے جیسے تلخ پاس تلخون کے رہتا ہے کب دم باطل نزدیک حق کے ہوتا ہے اے برادر تو یہی اندیشہ ہے اور باقی استخوان و ریشہ ہے یعنی انسان نام اسی اندیشہ کا ہے اور باقی چرم و پوست ہے اگر تیرا اندیشہ گل ہے اور اگر خار ہے تو ہیزم گلخن یعنی قابل جلنے نار دوزخ کے ہے اگر تو گلاب ہے تو سر و دہر ملیں اگر تو پیشاب ہے باہر پھینکدین آگے مثال فرماتے ہین تو صندوق عطار ونکے پاس دیکھ کہ ہر جنس کا عطر جنس کے پاس رکھتے ہیں تو رہائی ناجنسون سے ڈھونڈھ کہ صحبت ناجنس جان کو آفت ہے کیونکہ جنس کو رغبت ہوتی ہی جنس سے کیونکہ جنسیت سے زینت بڑھتی ہے اگر عود کو شکر کے ساتھ شامل کرین ایک کو دوسرا قبول کر لے باقی حال آگے ہے فانہم ۱۲۔
۲۔ ٹوٹی سب صندوق الخ ۴ شعر صندوق ٹوٹے و جان پیدا ہوئین نیک و بد آپس مین سب باہم ملیں یعنی صندوق عدم کی یا رحم مادر کی ٹوٹے و جانیں اس جہان مین پیدا ہوئین حق نے انبیاء کو اسلئے بھیجا کہ اہل دین کفار سے جدا ہون حق نے انبیاء کو بھیجا مع کتاب کے تاکہ دانہ کے مانند چن لیں طبق زمین پر نیک و بد سے باقی حال آگے ہے فانہم ۱۲۔ ۳۔ مومن الخ ۸ شعر مومن و گبر و مسلمان و کفار اس سے پہلے سب ایکسان معلوم ہوتے تھے اس سے پہلے ایکسان ہم سب تھے اور خود کو نیک و بد کوئی نہیں جانتا تھا سب کھرے کھوٹے عالم میں جاری تھے مثل شب کے عالم تھا اور ہم مانند شبروان کے تھے جبکہ آفتاب انبیاء کا چمکا کہا کہ اے کھوٹے جا اور کھرے تو آنکھ جانتی ہے رنگ کے فرق کرنیکو اور آنکھ جانتی ہے لعل کو اور سنگ کو آنکھ گوہر و خاشاک سے واقف ہے اسواسطے خاشاک آنکھ میں کھٹکتا ہے انسے یہ کھوٹے دشمنی رکھتے ہیں اور کھرے انسے دوستی رکھتے ہیں کیونکہ دن انکے حال کا آئینہ ہے تاکہ کھوٹا کھرے کو پرکھے یعنی روشنی میں اچھا برا معلوم ہوتا ہے اسیطرح نور دل جب عارف کے پیدا ہوتا ہے جب وہ اپنے عیب میں دو مرونکے عیب دیکھتا ہے اور ترک عیب کرتا ہے باقی حال اسکا آگے ہے فانہم ۱۲۔

پیش ازانکہ شان ماہمہ یکسان بدیم ۔ کس ندانستی کہ ما نیک و بدیم
بود نقد و قلب در عالم روان ۔ چون جہان شب بود ما چون شب روان
تا برآمد آفتاب انبیا ۔ گفت ای غش دور شو صافی بیا
چشم داند فرق کردن رنگ را ۔ چشم داند لعل را و سنگ را
چشم داند گوہر و خاشاک را ۔ چشم را زان می خلد خاشاکہا
دشمن روزند این قلابگان ۔ عاشق روزند این زرہای کان
زانکہ روز است آینہ تعریف او ۔ تا ببیند اشرفی تشریف او
حق قیامت را لقب زان روز کرد ۔ روز بنماید جمال سرخ و زرد
پس حقیقت روز سرا ولیا است ۔ روز پیش ماہ شان چون سایہ است
عکس اوئے مرد حق دانید روز ۔ عکس ستاریش شام چشم دوز
زان سبب فرمود حق در والضحیٰ ۔ والضحیٰ نور ضمیر مصطفیٰ
قول دیگر کین ضحیٰ را خواست دوست ۔ ازبرای آنکہ این ہم عکس اوست
ورنہ بر فانی قسم خوردن خطاست ۔ خود فنا چہ لائق گفت خداست
از خلیلے لا احب الآفلین ۔ پس فنا چون خواست رب العالمین
لا احب الآفلین گفت آن خلیل ۔ کے فنا خواہد ازین رب جلیل
باز واللیل ست ستاری او ۔ وین تن خاکی زنگاری او
آفتابش چون برآمد زان فلک ۔ با شب تن گفت ہین ما ودعک

اس سے پہلے ایکسان تھے ہم سبھی ۔ نیک و بد خود کو نہ جانے تھا کوئی
سب کھرے کھوٹے تھے عالم مین رواں ۔ مثل شب عالم تھا ہم چون شب روان
جب کہ نکلا آفتاب انبیاء ۔ بولے کھوٹے جا کھرے تو یان پہ آ
آنکھ جانے فرق کرنا رنگ کو ۔ آنکھ جانے لعل کو اور سنگ کو
آنکھ واقف گوہر و خاشاک سے ۔ آنکھ میں خاشاک کھٹکے اس لئے
دن سے یہ کھوٹے رکھے ہین دشمنی ۔ اور کھرے دن سے رکھے ہین دوستی
کیونکہ دن آئینہ اُنکے حال کا ۔ تاکہ پرکھے کوئی وہ کھوٹا کھرا
حق نے محشر کو لقب دن کا دیا ۔ دن دکھائی رنگ سرخ و زرد کا
درحقیقت دن ہے سرا ولیا ۔ انکے یہ آگے ہے دن سایہ سا
عکس سرا ولیا دن جان لے ۔ رات انکی عکس ستاری کا ہے
اس لئے فرمایا حق نے والضحیٰ ۔ والضحیٰ نور ضمیر مصطفیٰ
پھر کہا ہی اس ضحیٰ کو یار نے ۔ اس لئے کہ یہ بھی اسکا عکس ہے
ورنہ فانی کی قسم کھانا خطا ۔ کب ہو فانی لائق قول خدا
لا احب الآفلین جانے خلیل ۔ چاہے کیون فانی کو پھر رب جلیل
لا احب الآفلین کہوے خلیل ۔ اس فنا کو چاہے کب رب جلیل
اس کی ستاری کی پھر واللیل ہی ۔ یہ تن خاکی ہی اُن کا جان لے
شمس اُسکا نکلا از راہ فلک ۔ اور شب تن سے کہا ما ودعک

لے حق نے الخ ۵ شعر حق نے محشر کا نام دن رکھا ہے کیونکہ دن سرخ و زرد کا رنگ دکھاتا ہے پس حقیقت مین دن سرا ولیا ہے اور ان کے لئے ماہ کے روبرو یہ دن سایہ کے مانند ہے عکس سرا ولیا کو دن جان لے اور رات ان ستاری کی عکس ہے۔ یعنی وہ دن نور دل و رات وجود عنصری عارف کا ہے اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا والضحیٰ نور دل مصطفیٰ ہے پھر اسے والضحیٰ کس واسطے فرمایا کہ یہ بھی اس کا عکس ہے باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ کے ورنہ فانی کی الخ ۵ شعر ورنہ فانی کی قسم کھانا خطا ہے کب فانی لائق قول خدا ہے یعنی خدا کب فانی کی قسم کھاتا ہے لا احب الآفلین خلیل اللہ جانتے ہیں پھر فانی کو کیون چاہے خدائے عزوجل ترجمہ نہیں دوست رکھتا ہوں چھپنے والے کو خلیل اللہ فرمائیں پس اس فنا کو کب چاہے خدا یعنی ماہ و دہر کو خلیل اللہ فانی جانتے ہیں پس خدا فانی کی قسم کیون کھائے ثابت ہوا کہ وہ نسخہ روشنی باطن حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہے نہ روشنی اور دنیا اس کے ستارے کی پھر واللیل یعنی قسم ہے رات کی ان کے تن خاکی کو تو رات جان لے یعنی لیل سے مراد وجود عنصری جناب رسول مقبول صلعم سے ہے ان کا شمس نکلا فلک سے اور شب تن سے کہا ما ودعک یعنی نہیں رخصت کیا تجھکو واضح ہو کہ نور دل حضرت رسول مقبول کو ضحیٰ و وجود اطہر کو لیل حق نے فرمایا یعنی دن و رات قلب و قالب حضور کو کہا چونکہ آفتاب نکلتا ہے شب نہیں رہتی ہے مگر حق یہ نسبت حضور کے فرماتا ہے کہ شمس نور محمدی تمہارا افلاک سے زمین پر چمکا مگر تمہاری شب وجود اطہر کو نہیں رخصت کیا یعنی قائم رکھا چنانچہ حقائق اس کے آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ -

وصل پیدا گشت از عین بلا — زان حلاوت شد عبارت ماقلا
ہر عبارت کو نشان حالتیست — حال چون دست و عبارت آلتیست
آلت زرگر بدست کفش گر — ہمچو دانۂ کشت کردہ ریگ در
آلت اسکاف پیش برزگر — پیش سگ کہ استخوان در پیش خر
بود انا الحق در لب منصور نور — بود انا اللہ در لب فرعون زور
شد عصا اندر کف موسیٰ گوا — شد عصا اندر کف ساحر ہبا
زین سبب عیسیٰ بدان ہمراہ خود — در نیاموزید آن اسم احد
کو نداند نقص بر آلت نہد — سنگ بر گل زن تو آتش کے جہد
دست و آلت ہمچو سنگ و آہن است — جفت باید جفت شرط زادن است
آنکہ بے جفت است و بے آلت یکیست — در عدد شک است و آن یک بے شکیست
آنکہ دو گفت و سہ گفت و بیش ازین — متفق باشند در واحد یقین
احولی چون دفع شد یکسان شوند — آن دو و سہ گویان یکی گویان شوند
گر یکی گوئی تو در میدان او — گرد بر میگردد از چوگان او
گوی آنگہ راست بے نقصان شود — کو ز دست زخم شہ رقصان شود
گوش داری احول این را ہوش دار — داروئے دیدہ بکش از راہ گوش
پس کلام پاک در دلہای کور — می نپاید می رود تا اصل نور

وصل کے باعث ہوئی عین بلا — اس مزے سے ہے عبارت ماقلا
ہر عبارت ہے نشان اک حال کا — حال ہے دست اور عبارت آلہ سا
آلہ زرگر کا بدست کفش گر — جیسے کہ اک تخم ریزی ریگ پر
کفش گر کا آلہ پیش قلبہ ران — کاہ سگ کے پیش اور خر کے استخوان
تھا انا الحق بالب منصور نور — تھا انا اللہ بالب فرعون زور
دست موسیٰ میں عصا تھا بس گوا — دست ساحر میں عصا ناچیز تھا
اس سبب عیسیٰ نے اس ہمراہ کو — نے سکھایا پاک اسم اللہ کو
کہ نجانے نقص آلہ پر رکھے — سنگ گل پر مارے کب آتش جھڑے
دست آلہ مثل سنگ آہن کے ہے — زوجہ شوہر سے ملے بچہ جنے
جو کہ بے جفت اور آلہ وہ ہے ایک — شک عدد میں ہے نہ شک کو سمجھے ایک
جو کوئی دو تین یا زیادہ کہیں — کر یقین وہ متفق واحد میں ہیں
احولی ہو دور تو ہوں ایکسان — کہنے جو دو تین ہیں ہوں یک بیان
گر موحد ہے تو اس کی گیند ہو — اسکی چوگان سے تو پھر ہر سمت کو
گیند اس دم سیدھی بے نقصان ہو — ضرب دست شہ سے وہ رقصان ہو
کان رکھ اے احول اسیر ہوش سے — آنکھ کی اب دوا تو گوش سے
تیرہ دل میں یہ کلام پاک ہو — بے سمائے جائیں اصل نور کو

لہ وصل کی الخ یہ شعر عین بلا باعث وصل کی ہوئی اس مزے سے عبارت ہے ماقلا یعنی دشمن تیرا نہیں ہے بدن جسم کہ باعث فراق روح کا ہے اصل اسکی ہے مگر جسم عارف کا باعث وصال حق ہوا ہر عبارت ایک نشان حال کا ہے مثل دست اور عبارت آلہ ہے زرگر کا آلہ کفش گر کے ہاتھ میں اس طرح ہے جیسے ریگ پر تخم ریزی کی کفش گر کا آلہ آگے کاشتکار کے اسطرح ہے جیسے سگ کے آگے استخوان ہے انا الحق لب منصور پر نور تھا اور انا اللہ لب فرعون پر مکر تھا دست موسیٰ میں عصا گواہ تھا اور دست ساحر میں عصا ذلیل و ناچیز تھا اس لیے عیسیٰ نے اپنے ہمراہی کو وہ اسم خدا کا نہیں سکھایا کہ وہ اس بات کو نجانے اور نقصان آلہ پر رکھے کیونکہ سنگ گل پر مارنے سے آتش نہیں جھڑتی ہے یعنی راز الٰہی پر ہر ایک کو آگاہی نہیں ہوتی ہے اور وہ اپنی برائی کو نہیں دیکھتا ہے اور مرشد کے بے محل ہونے پر نظر ڈالتا ہے پس مرشد کو چاہیے کہ جبتک مرید قابل نہیں خرد اور درویشی سے اس کو خبردار نہ کرے ورنہ وہ تخم زمین شور میں ضائع ہوجاوے گا چنانچہ اس کا حالی آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ دست آلہ الخ یہ شعر دست آلہ مثل سنگ و آہن کے ہے زوجہ شوہر سے ملتی ہے بچہ پیدا ہوتا ہے جو کوئی بے جفت والا ہے وہ ایک ہے شک تو عدد میں ہے ایک میں نہیں ہے جو کوئی دو یا تین یا زیادہ کہے تو یقین کر کہ وہ ایک میں متفق ہے اگر احولی دور ہو تو وہ ایکسان ہو جو کہ دو تین کہتے ہیں وہ ایک بیان ہوں یعنی یہودی دو خدا یزدان و اہرمن کو کہتے ہیں اور نصرانی تین خدا حضرت عیسیٰ و بی بی مریم و حق کو مانتے ہیں پس واحد میں وہ متفق ہیں پس اے سالک دوئی کو چھوڑ دے کہ وحدت حاصل ہو اور اگر تو موحد ہے اسکی گیند ہو اور اسکی چوگان سے تو ہر طرف پھر یعنی ذات حق میں تو خود کو فنا کر اور مردہ بدست زندہ ہو گیند اس دم سیدھی اور بے نقصان ہو کہ ضرب دست شہ سے رقصان ہوئے کان رکھ اے احول اسیر اور ہوشیار ہو آنکھ کی دوا تو نے کان سے یعنی اکسیر قول گوش شنوا سے تو سن اور اس پر عمل کر کہ مشاہدہ وحدت تجھکو حاصل ہو اتی حال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ تیرہ دل الخ یہ شعر تیرہ دل میں یہ کلام پاک نہیں سماتی در اصل نور کو جاتی کیونکہ دل کج میں افسون شیطان کے ہیں جیسے کفش کج پائے کج میں کج ہے اگرچہ تو دارو ئے حکمت کو لائے جو کہ تو نااہل ہے وہ تجھ سے جاتی رہے اگرچہ تو اسے لکھے اور نشان اس پر کرے اور اگرچہ شیخی سے اسپر بیان کرے وہ تجھ سے منہ چھپائیں اور رسیاں تو ڑ کر بھاگ جائیں تو اسکو چاہے اور وہ تیرا سر زد دیکھے تیرا علم حکمت مرغ دست آموز ہو کہ نااہل کے پاس ایک زبان ہے جیسے شہ کا باز دہقانی کے یہان یعنی اے تیرہ دل یہ باز حکمت کہ تیرے دل میں کسب آئیں اور اگر آئیں تو تنگے دل سے ٹھہر سکیں اور اگر تیرے دل میں سوز عشق پیدا ہو تو بے خواہش تیرے اندر بس پڑا و مرغ کے آئیں چنانچہ اس کا حال باز شاہی کی مثال میں ہے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

دان فسون دیو در دلها ے کژ — میبرد چون کفش کژ در پاے کژ
بس دلِ کج مین فسون شیطان کے — مثل پاے کج کفش کج میں بس رہے

گرچه حکمت را به تکرار آوری — چون تو نااهلی شود از تو بری
گرچہ تکرارون سے تو حکمت کو لائے — جو کہ تو نااہل ہے وہ تجھ سے جائے

گرچه بنویسی نشانش می کنی — ور چه لافی بیانش می کنی
گرچہ تو لکھے نشان اس پر کرے — گرچہ شیخی سے بیان اسپر کرے

او ز تو رو در کشد اے پر ستیز — بندها را بگسلد بهر گریز
منہ چھپائین تجھ سے وہ اے پر زیان — اور ترا ئین بھاگنے کو رسیان

ور نه خوانی و بہ بیند سوز تو — علم باشد مرغ دست آموز تو
گر نہ چاہے تو وہ دیکھے سوز کو — مرغ دست آموز تیرا علم ہو

او نه پاید پیش هر نا اوستا — همچو باز شه بخانهٔ روستا
کب رہے نا اہل کے پاس اک زبان — جیسے شہ کا باز دہقانی کے ہان

یافتن شاه باز خویش را در خانهٔ کمپیر و مبتلا شدن

پانا بادشاہ کا اپنے باز کو پیر زال کے یہاں اور مبتلا ہونا اسکا

علم آن باز ست کو از شه گریخت — سوے آن کمپیر کو می آرد بیخت
علم[۱] ہے وہ باز بھاگا شاہ سے — پیرزن کی سو کہ آٹا چھانے ہے

تا که تتماجی پزد اولاد را — دید آن باز خوش خوش زاد را
تا پکائے آش بچون کے لئے — دیکھا وہ خوش کہ خوش رنگ ہے

پایکش بست و پرش کوتاه کرد — ناخنش ببرید و قوتش کاه کرد
پاؤن اسکے باندھے اسنے کترے پر — کاٹے ناخن گھانس دے کھانیکو پر

گفت نا اهلان نکردند بساز — پر فزود از حد و ناخن شد دراز
بولا تیری کچھ نہ کی بس غور ہے — پر و ناخن تیرے جو حد سے بڑھے

دست هر نا اهل بیمارت کند — سوے مادر آ که تیمارت کند
دست ناکس کر دے بیمار اب تجھے — ماں کے پاس آ غور تا تیری کرے

مهر جاهل را چنین دان اے رفیق — کژ رود جاهل همیشه در طریق
مہر[۲] جاہل کی تو ایسی جان لے — راہ پر جاہل سدا ٹیڑھا چلے

جاهل ار با تو نماید همدلی — عاقبت زخمت زند از جاهلی
گر ترا جاہل سدا ہمدم رہے — جاہلی سے تجھکو آخر رنج دے

روز شه در جستجو بیگاه شد — سوے آن کمپیر و آن خرگاه شد
جستجو مین شہ کو دن آخر ہوا — پیرزن کے گھر کی جانب وہ گیا

دید ناگه باز را در دود و گرد — شه برو بگریست زار و نوحه کرد
دیکھا گرد آلود ناگہ باز کو — شاہ رویا اسپہ بس پُر درد ہو

گفت هر چند این جزاے کار تست — که نباشی در وفاے ما درست
بولا یہ تیری جزاے کار ہے — جو وفا سے میری تو بیزار ہے

چون کنی از خلد در دوزخ قرار — غافل از لا یستوی اصحاب نار
تو کرے جنت سے دوزخ مین قرار — نے پڑھا لا یستوی اصحاب نار

۱ علم ہے الخ وہ شعر یعنے علوم ہے وہ باز شاہ سے بھاگا پیرزن کی طرف کہ وہ آٹا چھانتی تھی تاکہ بچون کے واسطے آش پکائے دیکھا اس باز کو کہ خوش رنگ ہے اس کے پاؤں باندھے اور پر کترے اور ناخن کاٹے گھانس دی کھانے کو اور بولی کہ تیری کچھ غور نہ کی پر اور ناخن جو حد سے بڑھ گئے دست ناکس تجھ کو بیمار کر دے ان کے پاس آکر تا تیری غور کرے آگے دقائق فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ مہر جاہل کی تو جان لے کہ راہ پر ہمیشہ جاہل ٹیڑھا چلتا ہے اگر ترا جاہل ہمیشہ ہمدم رہے آخر جاہلی تجھ کو رنج دے شاہ کو جستجو مین دن آخر ہوا وہ پیرزن کے گھر کی جانب گیا تاکہ دیکھا باز کو گرد آلودہ پس شاہ رویا اس پر پُر درد ہو کر اور کہا یہ تیری جزائے کار ہے جو میری وفا سے تو بیزار ہے جو کوئی جنت سے دوزخ میں قرار پکڑے کیا نہیں پڑھا لا یستوی اصحٰب النار و اصحٰب الجنۃ۔ یعنی ایکسان نہیں ہیں اصحاب دوزخ و اصحاب جنت کے یعنی اس عارف کی سزا ہے جو یار سے غافل ہو کر طرف مشاغل دنیوی کے راجع ہوا علم معرفت اس سے مثل باز کے بھاگے اور جب بتوفیق ازلی وہ پھر راہ پر آئے اور عذر معذرت سے سوز و گداز اس کے دل میں پیدا ہو تو وہ علوم معرفت بے طلب اس کو نصیب ہوں چنانچہ اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

این سزای آنکه از شاه خبیر — خیره بگریزد بخانهٔ گنده پیر
گنده پیر جاهل این دنیاے دنیست — هر که مائل شد بدو خوار و غبیست
هست دنیا جاهل و جاهل پرست — عاقل آن باشد کزین جاهل برست
هر که با جاهل بود همراز باز — آن رسد با او که با آن شاهباز
باز می مالید پر بر دست شاه — بی زبان میگفت من کردم گناه
پس کجا زارد کجا نالد لئیم — گر تو نپذیری بجز نیک اے کریم
لطف شه جان را جنایت جو کند — زانکه شه هر زشت را نیکو کند
رو مکن زشتی که نیکیهاے ما — زشت آید پیش آن زیباے ما
سر کجا بنهد ظلوم شرمسار — جز بدرگاه تو اے آمرزگار
خدمت خود را سزا پنداشتی — تو لواے جرم زان افراشتی
چون ترا ذکر و دعا دستور شد — زان دعا کردن دلت مغرور شد
هم سخن دیدی تو خود را با خدا — اے بسا کس زین گمان گردد جدا
گرچه با تو شه نشیند بر زمین — خویشتن بشناس نیکوتر نشین
باز گفت اے شه پشیمان می شوم — توبه کردم نو مسلمان می شوم
آنکه تو مستش کنی و شیرگیر — گر ز مستی کژ رود عذرش پذیر
گرچه ناخن رفت چون باشی مرا — بر کنم من پرچم خورشید را
ورچه پرم رفت چون بنوازیم — چرخ بازی گم کند در بازیم

یہ سزا اسکی ہے جو کہ شاہ سے — پیرزن کے یہاں پہ جاے بھاگ کے
ہے وہ جاہل پیرزن دنیاے دون — اسکا راغب جو ہو وہ بس ہے زبون
بس ہے دنیا جاہل و جاہل پرست — وہ ہے عاقل جو نہ ہو جاہل سے پست
جو کہ اس جاہل سے ہے ہمراز ہو — پہونچے اسکو وہ جو پہونچا باز کو
باز پر ملتا تھا دست شاہ پے — بے زبان کہتا گنہ مجھ سے ہوئے
بدگمان جا نالہ و زاری کرے — گر نہیں بخشے سوا تو نیک کے
جان گنہ شہ کی عنایت پر کرے — کیونکہ بد کو شاہ کرتا نیک ہے
کر نہ بد ہرگز کہ اپنی نیکیاں — ہیں بدی آگے خدا کے اے میاں
سر کہاں رکھے یہ شرمندہ بھلا — تیرے در کے ماسوا میرے خدا
اپنی خدمت کو اچھا جان کے — جرم کا اس سے علم برپا کرے
جو تری ذکر و دعا عادت ہوئی — اس دعا سے تجھکو بس نخوت ہوئی
ہمکلام اپنے کو جانے با خدا — اس گمان سے ہو گئے اکثر جدا
شہ زمین پر بیٹھے تیرے پاس گر — قدر اپنی جان و بیٹھ اس سے بتر
باز بولا میں پشیمان ہوتا ہوں — توبہ کی اور نو مسلمان ہوتا ہوں
شیرگیر اور مست تو جس کو کرے — گر کجی مستی میں ہو معذور ہے
گر گئے ناخن مگر تو پاس ہو — نوچ ڈالوں پرچم خورشید کو
پر ہیں گرتے گر کرے مجھ پر کرم — بازی چرخ ہو مری بازی سے کم

ف یہ سزا الخ شعر یہ سزا اس کی ہے کہ جو شاہ سے پیرزن کے یہاں بھاگ کے جاوے وہ جاہل پیرزن دنیائے دون ہے جو اس کا راغب ہو وہ خوار ہے بس دنیا جاہل ہے اور جاہل سے مغلوب نہ ہو جو کوئی اس جاہل کے ہمراز ہووے اسکو وہ پہونچے جو پہونچا باز کو یعنی پیرزال سے جو اس کے موافق ہوا ور بادشاہ حقیقی سے بھاگا اس کا بھی وہی حال ہو جو کہ اس باز کا ہوا باز اپنے پر ملتا تھا دست شاہ پر اور کہتا تھا کہ مجھ سے گناہ ہوا بدگمان جا کر نالہ و زاری کرے اگر تو سوائے نیک کے نہیں بخشے یہ شرمندہ سر کہاں جا کر رکھے پس سوا درگاہ تیری کے اے خدا بادشاہ کی عنایت پر جان گناہ کرے کیونکہ بادشاہ بد کو نیک کرتا ہے یعنی اے رب اگرچہ میں برا ہوں مگر تیرے سوا کس سے نالہ و فریاد کروں کیونکہ بد کو تو نیک کرتا ہے اس واسطے مجھ سے یہ گناہ ہوا تو عفو کر باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ف کر نہ بد ہرگز الخ ۵ شعر جا تو برائی نہ کر کہ ہماری نیکیاں حق کے روبرو برائی ہیں یعنی تو نیت کر کہ ہماری نیکیاں بسبب غرور کرنے طاعت کے پیش حق برائی ہے پس تو اپنی خدمت سے لائق جان کر اس سے جرم کا علم برپا کرتا ہے جو کہ تیرے ذکر و دعا کی عادت ہوتی ہے ہمکلام خود کو جانتا ہے ساتھ خدا کے اکثر اس گمان سے مردود ہو گئے ہیں اگر بادشاہ زمین پر تیرے پاس بیٹھے تو اپنی قدر و منزلت جان اور اس سے نیچے بیٹھ یعنی تو عنایت بادشاہ پر مغرور نہ ہو اور خود کو ذلیل اس کے روبرو جان آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ ف باز بولا الخ ۹ شعر باز نے کہا میں پشیمان ہوتا ہوں میں نے توبہ کی اور مسلمان ہوتا ہوں تو جسکو شیرگیر اور مست کرے اگر مستی سے کجی ہو تو معذور رکھے اگرچہ میرے ناخن کٹے ولیکن تو پاس ہو کہ نوچ ڈالوں پرچم خورشید دور کرتے ہیں اگر تو مجھ پر کرم کرے بازی چرخ میری بازی سے کمتر ہو میں تیری مدد سے کوہ کو خم کر دوں اور ادنیٰ تکلک سے علم کو توڑ دوں مجھ سے کم نہیں ہوں ملک نمرودی پر سے فنا کر دوں تو مجھکو ابابیل کہ ضعیف میں اور میرے دشمن کو صاحب فیل گر بقدر بیضہ اگر میں لشکر ماروں سو گوہن کے مثل اثر رکھے اگرچہ بقدر نخود کے ہے لیکن مقابل میں نہ سر کو چھوڑے نہ خود کو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

گر نگر بخشیم کہ ما بر کشیم — دردہی کلکے علمہا بشکنم
آخر از پشہ نہ کم باشد تنم — ملک نمرودی بپر برہم زنم
در ضعیفی تو مرا بابیل گیر — ہر یکے خصم مرا چون پیل گیر
قدر فندق افگنم بندق حریق — بندقم در فعل صد چون منجنیق
گرچہ سنگم ہست مقدار نخود — لیک در ہیجا نہ سر ماند نہ خود
موسی آمد در وغا با یک عصاش — زد بران فرعون و بر شمشیرہاش
ہر رسولے یک تنہ کان در زدہ است — بر ہمہ آفاق تنہا بر زدہ است
نوح چون شمشیر در خواہید زو — موج طوفان گرد حق شمشیر او
احمدا خود کیست اسپاہ زمین — ماہ بین بر چرخ و بشگافش جبین
تا بداند سعد و نحس بے خبر — دور تست این دور نے دور قمر
دور تست این در موسیٰ کلیم — آرزو می برد زین دورت مقیم
چونکہ موسیٰ رونق دور تو دید — کاندرو صبح تجلی می دمید
گفت یا رب این چہ دور رحمت ست — آن گزشت از رحمت اینجا رویت ست
غوطہ دہ موسیٰ خود را در بحار — از میان دورۂ احمد برار
گفت یا موسیٰ بدان بنمودمت — راہ آن خلوت بدان بکشودمت

مین مدد سے تیری گردون کوہ خم — اور ادنیٰ کلک سے توڑون علم
کم نہ پشہ سے ہے آخر تن مرا — ملک نمرودی کردون پر سے فنا
تو ضعیفی مین مجھے بابیل کر — میرے دشمن کو تو صاحب فیل کر
قدر پستہ ماردون ہیں کنکرا گر — مثل سو گوپھن کے وہ رکھے اثر
گرچہ کنکر ہے بمقدار نخود — پر لڑائی مین وہ چھوڑے سر نہ خود
موسیٰ آئے جنگ مین لے کر عصا — توڑی تیغ اور پھوڑا سر فرعون کا
ہر نبی پیدا ہوا ہے ایک تن — سارے عالم مین ہی تنہا صف شکن
نوح نے جو تیغ حق سے کی طلب — موج طوفان بھی دی اسکو تیغ تب
اے محمد کیا زمین پر ہے سپاہ — چرخ پر تو نے کیا ہی شق ماہ
تاکہ جانے سعد و نحس بے خبر — دور یہ تیرا ہی نے دور قمر
یہ زادہ ہے دور کہ موسیٰ کلیم — آرزو رکھتے ہیں ہوون مقیم
دیکھی موسیٰ نے جو رونق دور کی — کہ تجلی کی سحر اس میں کھلی
بولا یا رب دور یہ رحمت رکھے — اس نے رحمت دیکھی یا رویت ہمکو ہی
بحر میں موسیٰ کو اپنے تو ڈوبا — دور احمدؐ میں نکال اس کو خدا
بولا اے موسیٰ دکھایا اس لئے — اس در خلوت کو کھولا اس لئے

۵ موسیٰ آئے الخ یہ شعر موسیٰ جنگ مین عصا لیکر آئے تیغ توڑی اور سر فرعون کا پھوڑا ہر ایک ہی ایک تن پیدا ہوا اگر تمام عالم کی صف کو توڑا نوح نے جو حق سے تیغ طلب کی موج طوفان کی اسکو تیغ دی اے محمدؐ زمین پر سپاہ کیا چیز ہے چرخ پر تو نے قمر کو شق کیا ہے یعنی تو جسکو اے خدا مقبول کرے تمام عالم کو دم بھر مین زیر و زبر کر دے پس کرم کر اور قصور گمراہی میری کا عفو کر پس جو سالک کہ تعلقات دنیا سے رجعت میں پڑے چاہیئے اسطرح معذرت کرکے عفو تقصیرات اپنے کرے کہ تار راہ سلوک پھر جاری ہو چنانچہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال اس پیرایہ میں آگے فرماتے ہین فافہم ۶ تاکہ جانے الخ یہ شعر تاکہ سعد و نحس بیخبر جانے کہ یہ دور تیرا ہے دور قمر کا نہیں ہے تیرا وہ دور ہے کہ موسیٰ کلیم اللہ آرزو رکھتے تھے اسمین رہنے کی جو کہ موسیٰ نے رونق اس دور کی دیکھی کہ صبح تجلی کی اسمیں کھلی یعنی تجلیات الٰہی عہد رسول مقبول میں ہین کہ طالبان حق دیکھتے ہیں اور انبیاء کے زمانے میں بجز نبی کے ہر ایک کو کشف تجلیات نہ تھا تو موسیٰ نے آرزو اس عہد کی کی تھی موسیٰ نے کہا اے خدا یہ دور رحمت رکھتا ہے اس نے رحمت دیکھی اور رویت ہمکو ہے یعنی موسیٰ نے رحمت حق رسول کی دیکھی تھی اور ہم اہلبیت کو رویت حق کی حاصل ہے موسیٰ بدرگاہ حق تعالیٰ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا تو اپنے دریا میں مجھ موسیٰ کو ڈوبا اور دور احمدؐ مین نکال یعنی عہد احمدؐ مین مجھکو پیدا کر آگے قول احق کا ہے فافہم ۱۲ ۸ بولا اے موسیٰ الخ ۸ شعر حق نے فرمایا اے موسیٰ دور احمد کو اس لئے دکھایا اور اس در خلوت کو اسلئے کھولا کہ اے کلیم تیرا دور بھی دور احمدی ہے پاؤں مت کھینچ یہ کلیم بڑی ہے یعنی دور موسیٰ دور احمدی مین ہے کیونکہ دور احمدی بہت بڑا ہے کہ سب دور انبیاء کے اسمین داخل ہیں کسواسطے کہ مجھ اسوقت مین نبی تھے کہ نہیں پیدا ہوئے تھے اور مخلوق قبل آنے اس عالم دنیا کے امت دعوت محمدیہ مین داخل ہے کیونکہ حضرت موسیٰ کا حشر بھی بسبب خواہش پیدا ہونے امت احمدی کے ہمراہ امت محمدی کے ہوگا اور ہمراہ انبیاء کے بھی ہوگا اس سبب سے موسیٰ کی فضیلت اور انبیاء پر ہوگی از شرح بحر العلوم میں کریم ہوں اور نان دکھاتا ہوں کہ طمع سے بندہ زیادہ روے آگے اس کی مثال ہے جیسے ماں بچہ کی ناک اس لئے ملتی ہے تاکہ وہ بیدار ہو اور دودھ اسکا پیئے کیونکہ وہ بھوکا سویا ہے وہ بیہوش ہے اور پستان اس کی دودھ سے پھٹی جاتی ہیں ترجمہ: تھا میں ایک خزانہ رحمت کا پوشیدہ پس اٹھایا میں نے مخلوق کو ہدایت کی کہ جس کرامت کو تو جان سے ڈھونڈھتا ہے حق نے دکھلائی ہے جب تو طمع کرتا ہے یعنی حق مخلوق کے لئے ایسا ہے جیسے مادر مشفقہ بچے کو دودھ پلانے کے لئے بیدار کرتی ہے بسبب محبت کے پس بہت بہت احمدؐ نے یہان توڑے تب امت نے کہا یا رب آگے اس کا بیان ہے فافہم ۱۲۔

که تو آن نوری درین دور اے کلیم / بالحن نیر او راست این کلیم
من کریم نان نمایم بنده را / تا بگریاند طمع آن زنده را
بینی طفلے بزاید مادرے / تا شود بیدار و او جوید خورے
کو گرسنه خفته باشد بے خبر / وان دو پستان میخلد از مهر در
کنت کنزا رحمة مخفیه / فانبعث امة مهدیه
هر کرامت را که می جوئی بجان / او نمودت تا طمع کردی دران
چند بت بشکست احمدؐ در جهان / تا که یارب گوئے گشتند امتان
گر نبودی کوشش احمدؐ تو هم / می پرستیدے چو اجدادت صنم
این سرت وارست از سجده صنم / تا بدانی حق او را بر امم
گر بگوئی شکر این رستن بگو / کز بت باطن همت برهاند او
مر سرت را چون رهانید از بتان / هم بدان قوت تو دل را وارهان
سر ز شکر دین ازان برتافتے / کز پدر میراث مفتش یافتے
مرد میراثی چه داند قدر مال / رستمے جان کند مجان یافت زال
چون بگریانم بجوشد رحمتم / آن خروشنده بنوشد نعمتم
گر نخواهم داد خود ننمایمش / چونش کردم بسته دل بگشایمش
رحمتم موقوف آن خوش گریه هاست / چون گریست از بحر رحمت موج خاست
تا نگرید ابر کے خندد چمن / تا نگرید طفل کے جوشد لبن

دور تیرا دور وہ ہی ہے کلیم / پانہ پہنچا تو بڑا ہے یہ کلیم
ہوں کریم اور میں دکھاتا نان جن / تا طمع سے روئے بندہ بس فزون
تاکہ بچے کی ملے ماں اس لئے / تا جگے اور دودھ وہ اسکا پیے
کہ وہ بھوکا سویا اور بیہوش ہے / چھاتیاں اسکی پھٹی ہیں دودھ سے
کنت کنزا رحمة مخفیة / فانبعثت امة مهدیة
(قال تعالیٰ ایک رحمت کا خزانہ پوشیدہ تھا) / (پس نکالا میں نے مخلوق کو ہدایت کی)
جس کرامت کو تو ڈھونڈھے ہے بجان / اسنے دکھلائی طمع تو جب کرے
بت بہت سے توڑے احمدؐ نے یہاں / تب کہا امت نے یارب بس عیاں
گر نہ ہوتی کوشش احمدؐ اتم / پوجتے جوں باپ دادا تم صنم
بت کے سجدے سے تمہارا سر چھٹا / جانو تا امت پہ حق اسکا ہے کیا
گر کرے شکر اس رہائی کا تو کر / تو بت باطن سے چھوٹا اے بشر
سر کو تونے جو چھڑایا بت سے ہے / دل کو بھی اپنے چھڑا اس طور سے
شکر دین سے سر کو پھیرے اس لئے / باپ سے میراث پائی مفت ہے
مرد میراثی کو ہو کب قدر مال / جان رستم کھوئے پائے مفت زال
میں رلاتا ہوں کہ رحمت کا ہو جوش / پائیں نعمت کو مری اہل خروش
چاہوں گر دنیا دکھا دوں آپکو / کھولدوں اسکا اگر دل بند ہو
میری رحمت گریہ پر موقوف ہے / موج زن رحمت ہو گر گریہ کرے
تا نہ روئے ابر کب گلشن کھلے / تا نہ روئے طفل کب شیر اسکو دے

حلوا خریدن شیخ احمد خضرویه بجهت غریمان با الهام حق تعالیٰ

حلوا خریدنا شیخ احمد خضرویہ کا واسطے قرضخواہوں کے بموجب الہام حق

بود شیخے دائما او وام دار / از جوانمردی که بود او نامدار
ده هزاران وام کردی از مهان / خرج کردی بر فقیران جهان

دائما اک شیخ رہتا قرضدار / پر سخاوت سے تھا بس نامدار
قرض آسودوں سے لیتا دس ہزار / اور فقیروں پر وہ کرتا تھا نثار

ا گر نہ ہوتی الخ۔ اشعر اگر احمد صلعم کی کوشش نہ ہوتی تم مثل باپ دادا کے بت پوجتے ہوتے بتوں کے سجدوں سے تمہارا سر چھوٹا پس امت پر ان کا حق جانو کس قدر ہے اگر تو اس رہائی کا شکر کرے تو اے بشر بت باطنی سے تو چھوٹا ہے جیسے تونے سر کو چھڑایا ہے بت سے ویسے ہی دل کو اپنے بھی چھڑا تو اس لئے دین کے شکر سے سر کو پھیرتا ہے کہ باپ سے میراث مفت پائی ہے مرد میراثی کو کب قدر مال کی ہوتی ہے کہ جان رستم نے کھوئی اور میراث مفت پائی زال نے میں اسواسطے رلاتا ہوں کہ تا رحمت جوش میں آئے اور اہل خروش میری رحمت پائیں اور اگر میں چاہوں دنیا تو آپ کو دکھا دوں اور کھول دوں اگر اس کا دل بند ہو میری رحمت رونے پر موقوف ہے دریائے رحمت موجزن ہو اگر گریہ کرے جبتک ابر نہ روئے گلشن کم کھلے اور جبتک طفل نہ روئے کب ماں اسکو دودھ پلائے یعنی رحمت حق کی گریہ پر موقوف ہے اگر کوئی رحمت چاہے تو بہت روئے مستحق اس پر رحمت نازل کرے گا جیسے طفل حلوائی رویا اور رحمت جوش میں آئی چنانچہ اس کا قصہ مثال میں آگے فرماتے ہیں فافہم
ـه دائما الخ ۱۲ اشعر ایک شیخ ہمیشہ قرضدار رہتا تھا لیکن سخاوت سے نامدار تھا آسودوں سے دس ہزار قرض لیتا اور فقرا کو بخشش کرتا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

فارسی	فارسی	اردو	اردو
هم بدام او خانقاہے ساختہ	خان و مان و خانقہ در باختہ	بھی بناتا قرض لے کر خانقہ	خان و مان و خانقہ کرتا تبہ
احمد خضرویہ بودے نام او	خدمت عشاق بودے کام او	احمد خضرویہ اس کا نام تھا	خدمت عشاق اسکا کام تھا
وام او را حق ز ہر جاے گزارد	کرد بہر حق خلیل از ریگ آرد	ہر طرح قرض اسکا حق کرتا ادا	ریگ ابراہیم کو آٹا کیا
گفت پیغمبر کہ در بازارہا	دو فرشتہ می کنند دائم ندا	حکم پیغمبر ہے بس بازار میں	دو فرشتے یہ ندا دائم کرین
کاے خدا تو منفقان را دہ خلف	اے خدا تو ممسکان را دہ تلف	کہ خدا تو منفقوں کو دے پسر	اے خدا تو ممسکوں کو دے ضرر
خاصہ آن منفق کہ جان انفاق کرد	حلق خود قربانی خلاق کرد	خاص وہ منفق کہ جان قربان کرے	راہ حق میں وہ گلا اپنا رکھے
حلق پیش آورد اسمٰعیل وار	کارد بر حلقش نیارد کردگار	حلق رکھے آگے اسمٰعیل وار	پر بچاتا ہے چھری سے کردگار
پس شہیدان زندہ زان رو خوش	تو بدان قالب بمنگر گبر وش	پس شہید اسواسطے زندہ ہوا	تو نہ اس قالب سے جان انکو مرا
چون خلف دادست شان جان بقا	جان ایمن از غم و رنج و شقا	جو پسر اُن کو دیا جانِ سعید	رنج سے ایمن ہوئی جانِ شہید
شیخ وامے سالہا این کار کرد	می ستد می داد ہمچو پاے مرد	شیخ بھی بس برسوں سے لیتا قرض تھا	اور لے کر دیتا جون اہل سخا
تخمہا می کاشت تا روز اجل	تا بود روز اجل میر اجل	بیج بوتا تھا اجل تک کا جو وہ	تا اجل کے روز وہ سردار ہو
چونکہ عمر شیخ در آخر رسید	در وجود خود نشان مرگ دید	شیخ کی جو عمر بس آخر ہوئی	اور علامت مرگ کی ظاہر ہوئی
وام داران گرد او بنشستہ جمع	شیخ در خود خوش گدازان مثل شمع	قرضخواہ آکر ہوئے گرد اسکے جمع	شیخ خوش گھلتا تھا خود میں مثل شمع
وام خواہان گشتہ نومید و ترش	درد دلہا یار شد با درد شش	قرضخواہ نومید اسکے ہو گئے	درد دل درد جگر اسکے ہوئے
شیخ گفت این بدگمانان را نگر	نیست حق را چار صد دینار زر	شیخ بولا بدگمان کو دیکھ تو	حق نہیں دینار رکھتا چار سو
کودکے حلوا ز بیرون بانگ زد	لاف حلوا بر امید دانگ زد	طفل حلوائی نے ایک آواز دی	مول لے حلوا کوئی ہے مشتری
شیخ اشارت کرد خادم را بسر	کہ برو آن جملہ حلوا را بخر	شیخ نے اپنے یہ خادم سے کہا	جا کے سب حلوے کو تو اب مول لا

ف۱ے بھی بناتا الخ ۹ شعر بھی قرض لے کر خانقاہ بناتا تھا اور گھر و خانقاہ کو برباد کرتا احمد خضرویہ اس کا نام تھا عاشقوں کی خدمت کرنا اس کا کام تھا ہر طرح قرض اسکا حق ادا کرتا تھا جیسے ریگ ابراہیم علیہ السلام کو آٹا کیا حضرت رسول مقبول صلعم نے فرمایا کہ بازار میں دو فرشتے یہ ندا کرتے ہیں کہ اے خدا نفقہ دینے والے کو پسر دے والے خدا بخیلوں کو ضرر دے خاصکر وہ نفقہ دینے والا کہ جان قربان کرے وہ راہ حق میں اپنا گلا رکھے اسمٰعیل کے مانند ولیکن حق چھری سے بچاتا ہے اسواسطے شہید زندہ ہووے تو اس قالب میں انکو مرا مت جانے پس انکو پسر دیا جان کا رنج سے ایمن ہوئی جان شہید کی یعنی شہید کہ راہ خدا میں جان دیتے ہیں مثل اسمٰعیل کے حق اس عالم میں انکو جان دیتا ہے کہ ہمیشہ وہ زندہ اس سے رہتے ہیں گویا یہ جان اُن کو پسر دیتا ہے آگے رجوع یہ قصہ ہے فافہم ۱۲ ف۲ے شیخ الخ ۸ شعر شیخ برسوں سے قرض لیتا تھا اور مثل اہل سخا کے دیتا تھا جو کہ وہ تخم اجل تک بوتا تھا تاکہ بروز اجل سردار ہو جب کہ شیخ کی عمر آخر ہوئی اور علامتیں مرگ کی ظاہر ہوئیں قرضخواہ اس کے گرد آکر جمع ہوئے اور شیخ مثل شمع کے خوش مرض سے گلتا تھا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ف۳ے قرضخواہ الخ ۹ شعر اس کے قرضخواہ ناامید ہو گئے درد دل ان درد جگر ہو گئے شیخ نے بدگمان ان کو دیکھ کر کہا کہ کیا چار سو دینار حق نہیں رکھتا ہے ایک طفل حلوائی نے آواز دی کہ کوئی خریدار ہے حلوا مول لے شیخ نے اپنے خادم سے کہا کہ جا سب حلوے کو مول لا اور قرضخواہوں کو یہ حلوا کھلا تاکہ مجھ پر اب کڑوے نہ ہووین اسی گھڑی خادم گھر سے باہر گیا تا حلوا خریدے اس طفل سے جا کر پوچھا کیا قیمت ہے حلوے کی اے پسر بولا نصف دینار سے زیادہ ہے خادم نے کہا زیادہ صوفی سے نہ لے نصف دینار میں تجھکو دیتا ہوں شیخ کے آگے اس نے طباق رکھا۔ شیخ کی اب کرامات دیکھ کیا ہے باقی حال آگے ہے۔ فافہم ۱۲ –

تا غریمان چونکه حلوا را خورند / یک زمانے تلخ در من ننگرند
در زمان خادم برون آمد ز در / تا خرد آن جمله حلوه زان پسر
گفت او را کین همه حلوا به چند / گفت کودک نیم دینار است اند
گفت نے از صوفیان افزون مجو / نیم دینارت دهم دیگر مگو
او طبق بنهاد اندر پیش شیخ / تو ببین اسرار سر اندیش شیخ
کرد اشارت با غریمان کین نوال / نک تبرک خوش خورید این را حلال
بهر فرمان جملگی حلقه زدند / خوش همی خوردند حلوا همچو قند
چون طبق خالی شد آن کودک ستد / گفت دینارم بده اے با خرد
شیخ گفتا از کجا آرم درم / دام دارم میروم سوے عدم
کودک از غم زد طبق را بر زمین / ناله و گریه بر آورده چنین
ناله میکرد و فغان وائے ہائے / کاشکے بشکسته بودے هر دو پاے
کاشکے من گرد گلخن گشتمے / بر در این خانقه نگذشتمے
صوفیان طبل خوار و لقمه جو / سگ دلان و همچو گربه روے شو
از غریو کودک آنجا خیر و شر / گرد آمد گشت بر کودک حشر
پیش شیخ آمد که اے شیخ درشت / تو یقین دان که مرا استاد کشت
گر روم من پیش او دست تهی / او مرا بکشد اجازت می دهی
وان غریمان هم بانکار و جحود / رو بشیخ آورد کاین بازی چه بود
مال ما خوردی مظالم می بری / از چه بود این ظلم دیگر بر سری
تا نماز دیگر آن کودک گریست / شیخ دیده بست و در وے ننگریست

قرضخواہوں کو تو یہ حلوا کھلا / تاکہ اب کڑوے نہوں مجھ پر ذرا
گھر سے باہر اُس گھڑی خادم گیا / تا خریدے حلوا اس لڑکے سے جا
پوچھا کیا قیمت ہی حلوے کی پسر / بولا زیادہ نصف سے دینار زر
بولا زیادہ صوفیوں سے تو نہ لے / نصف دینار اب میں دیتا ہوں تجھے
شیخ کے آگے طباق اُسنے رکھا / شیخ کی دیکھو کرامت اب ہے کیا
قرضخواہوں سے کہا بے قیل و قال / یہ تبرک کھاؤ تم اب ہے حلال
گرد ہو سب نے بموجب حکم کے / کھایا حلوے کو جو مثل قند ہے
جو طبق خالی ہوا لڑکے نے لے / بولا دینار اسکی قیمت مجھکو دے
شیخ بولا میں کہاں سے دوں درم / قرضدار اب جاتا ہوں سوئے عدم
طفل نے پھینکا طبق کو بر زمیں / شور و غل کرنے لگا از بس وہیں
نالہ و فریاد کرتا ہائے ہائے / کہ یہ ٹوٹے ہوتے دونوں پاؤں وائے
کاش جاکر بھاڑ میں گرجاتا میں / اور نہ در پر خانقہ کے آتا میں
صوفیاں پیٹ بھر دنیا طلب / سنگ دل اور بچوں گربہ چھوئیں منھ کو سب
شور سے لڑکے کے واں اچھے برے / جمع گرد اسکے ہوئے جوں حشر کے
آگے آکے کہنے لگا وہ شیخ سے / کہ یقیں استاد مارے گا مجھے
ہاتھ خالی دیکھ مارے گا مجھے / تو اجازت دیتا ہے اس بات کے
قرضخواہوں نے کہا بھی شیخ سے / کہیے تو یہ آپ کا کیا کھیل ہے
مال کھاکر تو ستم ہم پر کرے / کس لئے یہ ظلم اور اس پر رکھے
تا نماز ظہر وہ رویا کیا / شیخ آنکھیں بند کر سویا کیا

۱۵ قرضخواہوں سے الخ یہ شعر قرضخواہوں سے کہا بے قیل و قال کھاؤ تم یہ تبرک حلال ہے سب نے بموجب حکم کے گرد ہو کر کھایا حلوے کو جو مثل قند کے تھا جب طباق خالی ہوا تو طفل نے لے کر کہا کہ دینار اس کی قیمت کے مجھ کو دو شیخ نے کہا کہ میں درم کہاں سے دوں میں قرضدار جاتا ہوں طرف عدم کے میرے پاس بھلا اس وقت دام کہاں ہیں جو تجھکو دوں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۱۵ طفل نے الخ یہ شعر طفل نے طباق کو زمین پر پھینکا اور زبس شور و غل کرنے لگا نالہ و فریاد کرتا اور ہائے ہائے کہ یہ دونوں پاؤں ٹوٹے ہوتے افسوس ہے کہ کاشکے میں گلخن میں پڑ جاتا اور خانقاہ کے دروازے پر نہ آتا صوفی پیٹ بھرے اور روٹی چاہنے والے سنگدل اور مثل گربہ کے منھ کو دھوئے طفل کے غل کرنے سے سب برے بھلے گرد اسکے جمع ہوئے مانند حشر کے آگے آکر وہ کہنے لگا شیخ سے کہ یقین کر استاد مجھ مارے گا مجھے خالی ہاتھ دیکھ کر مارے گا تو اجازت دیتا ہے اس بات سے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۱۵ قرضخواہوں نے الخ یہ شعر قرضخواہوں نے کہا شیخ سے از راہ انکار کے یہ کیا کھیل ہے تو مال کھا کر ہم پر ستم کرتا ہے کس لیے یہ ظلم تو دوسرے پر رکھتا ہے تا نماز ظہر تک وہ لڑکا روتا رہا اور شیخ آنکھ بند کر کے سوتا رہا شیخ بے غم تھا جفا و درد سے اور منھ چھپائے چادر میں تھا مانند ماہ کے ازل سے خوش تھا اور دل سے شاد کام تھا اور طعنہ مردم سے بے خوف تھا بالکل جس کی جان بامزہ ہو مانند قند کے کب ترش روئی عالم سے وہ ڈرے یعنی جو کہ وہ نفس الہی سے باذوق ہے اس کو برا بھلا کہنے مردم سے کیا غم ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

شیخ فارغ از جفا و از خلاف
با اجل خوش دل خوش شادکام
آنکہ جان در روئے او خندد چو قند
آنکہ جان بوسہ دہد بر چشم او
در شب مہتاب مہ را بر سماک
سگ وظیفہ خود بجامی آورد
کارک خود می گزارد ہر کسے
خس خسانہ می رود بر روئے آب
مصطفیٰ مہ می شگافد نیم شب
آں مسیحا مُردہ زندہ می کند
بانگ سگ ہرگز رسد در گوش ماہ
می خورد شہ بر لب جو تا سحر
ہم شدے توزیع کودک دانگ چند
تا کسے ندہد بہ کودک دانگ چند
شد نماز دیگر آمد خادمے
صاحب مالی و حالی پیش پیر
چارصد دینار بر گوشہ طبق
خادم آمد شیخ را اکرام کرد

در کشیدہ روئے چون مہ در لحاف
فارغ از تشنیع و گفت خلق و عام
از ترش روئے خلقش چہ گزند
کے خورد غم از فلک وز خشم او
از سگان و عو عو ایشان چہ باک
مہ وظیفہ خود برخ می گسترد
آب نگزارد صفا بہر خسے
آب صافی می رود بے اضطراب
ژاژ می خاید زکینہ بولہب
وان جہود از خشم سبلت می کند
خاصہ ماہے کہ بود خاص اللہ
در سماع از بانگ چغزان بے خبر
ہمت شیخ آن سخا را کرد بند
قوت پیران ازان بیش است نیز
یک طبق بر سر بہ پیش حاتمے
ہدیہ بفرستاد کز وے بُد خبیر
نیم دینار دگر اندر ورق
آن طبق بنہاد پیش شیخ فرد

شیخ فارغ تھا جفا و درد سے
تھا اجل سے خوش وہ دل شاد و کام
با مزہ جان جسکی ہو جون قند کے
جس کی بوسہ دے اسکی آنکھ پے
آسمان پر چاندنی میں ماہ کو
سگ وظیفہ اپنا کرتا ہے ادا
چھوڑتا ہے کون اپنے کام کو
خس حقیرانہ روان پانی پے ہو
مصطفےٰ تو کرتے ہیں شق القمر
وہ مسیحا زندہ مُردون کو کرے
بھونکنا کتے کا کب سنتا ہے ماہ
نہر پر پیتا ہے مے شہ رات بھر
دام حلوا دیتے وہ تقسیم کر
تا نہ دیوے کوئی کچھ اس طفل کو
ظہر کے بعد ایک حاتم کا غلام
اہل مال و حال تھا وہ باخبر
اس طبق مین چارسو دینار تھا
پیشکش خادم نے وہ لاکر کیا

منہ چھپا چادر مین تھا جون ماہ کے
طعنہ مردم سے فارغ تھا تمام
کب ترش روئی سے عالم کی ڈرے
غصۂ افلاک سے کیا ڈر اُسے
شور و غوغا سے سگون کے ڈر نہ ہو
مہ وظیفہ اپنا رکھتا ہے روا
کب صفائی آب و خس سے دور ہو
اضطرابی ہو نہ آب صاف کو
بولہب کینہ سے بکتا بیشتر
وہ جہودی داڑھی نوچے رنج سے
خاص وہ مہ جو کہ ہو خاص اللہ
راگ مین بینڈک کے غل سے بے خبر
ہمت شیخ انکی مانع جود پر
قوت پیران ہے زیادہ اس سے تو
ایک طبق سر پر رکھے لایا تمام
تحفہ بھیجا پیر کو اس نے مگر
نصف دینار ایک کاغذ مین جدا
شیخ کے آگے طبق لاکر رکھا

[1] جسکی جان الخ یعنی شعر جس کی جان چشم یار پر بوسہ دے غصۂ افلاک سے کیا خوف ہے آگے مثال بیان فرماتے ہین کہ آسمان پر ماہ کو شور و غوغائے سگون سے کیا خوف ہو سگ اپنا وظیفہ ادا کرتا ہے اور ماہ اپنا وظیفہ روا رکھتا ہے اپنے کام کو کون چھوڑتا ہے کب صفائی آب کی خس سے دور ہو خس حقیرانہ پانی پر روان ہے آب صاف کو اضطرابی نہ ہو مصطفےٰ تو شق القمر کرتے ہیں بولہب کینہ سے بیہودہ بکتا ہے وہ مسیحا مردون کو زندہ کرتا ہے جہودی داڑھی نوچتا ہے رنج سے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

[2] بھونکنا الخ یعنی شعر ماہ کتون کا بھونکنا کب سنتا ہے خاص کر وہ ماہ جو خاصان خدا سے ہے شاہ رات بھر نہر پر مے نوشی کرتا اور راگ سنتا ہے مگر مینڈک کے غل سے بے خبر ہے یعنی عارفین مشاہدہ تجلیات مین مدہوش اور شور مردمان دنیا سے بیخبر ہین آگے رجوع بقصہ ہے لوگ حلوے کے دام خود تقسیم کرکے دیتے مگر ہمت شیخ ان کی بخشش کی مانع تھی تا کہ کوئی شخص اس طفل کو خود نہ دیوے کیونکہ قوت پیرون کی اس سے زیادہ ہے بعد ظہر کے ایک حاتم کا غلام ایک طباق سر پر رکھ کر لایا وہ اہل مال و حال و باخبر تھا اس واسطے اس پیر کو کچھ تحفہ بھیجا تھا اس کے طباق مین چارسو دینار تھے اور نصف دینار کاغذ مین جدا لپٹا تھا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

[3] پیشکش الخ یعنی شعر خادم نے لاکر وہ پیشکش کیا اور شیخ کے آگے وہ طباق لاکر رکھا جبکہ خوان سے سرپوش اٹھایا خلق نے وہ کرامات شیخ کی دیکھی سب لوگ آہ و زاری کرنے لگے کہ یہ کیا ہے اے بادشاہ شیخون زمانے کے یہ کیا بھید ہے اور کیا سلطانی ہے اے مالک ذوی الحفا کہ ہم تم کو نہ سمجھتے تھے معاف کر اور ہم نے بالکل بیہودہ بکا تھا لاٹھی اندھون کی طرح بے اٹکل ہم مارتے ہین اس لئے قندیلین توڑتے ہین مثل بہرون کے ہم نے ایک خطاب نہیں سنا اور بے ہودہ ہم نے جواب دیا یعنی ہم نے تمہارا مرتبہ نہ جانا اور تمہاری نسبت برا بھلا کہا گویا عارفین اسی طرح خود کو پیش مخلوق طعون کرکے چھپتے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

چون طبق پوش از طبق برداشت او / خلق دیدند آن کرامت را ازو
آه و افغان از همه برخاست زود / کای سر شیخان و شاهان این چه بود
این چه سرست این چه سلطانی ست باز / ای خداوند خداوندان راز
ما ندانستیم ما را عفو کن / بس پراگنده که رفت از ما سخن
ما که کورانه عصاها می زنیم / لاجرم قندیلها را بشکنیم
ما چو کران ناشنیده یک خطاب / هرزه گویان از قیاس خود جواب
ما ز موسیٰ پند نگرفتیم کو / گشت از انکار خضر او زرد رو
با چنان چشمے که بالا می شتافت / نور چشمش آسمان را می شگافت
کرده با چشمت تعصب موسیا / از حماقت چشم موش آسیا
شیخ فرمود آن همه گفتار و قال / من بحل کردم شما را آن جدال
سر آن این بود کز حق خواستم / لاجرم بنمود راه راستم
گفت این دینار اگر چه اندک ست / لیک موقوف غریو کودک ست
تا نه گرید کودک حلوا فروش / بحر بخشایش نمی آید بجوش
ای برادر طفل طفل چشم تست / کام خود موقوف زاری دان نخست
کام خود موقوف زاری دل ست / بے تضرع کامیابی مشکل ست
گر همی خواهی که آن مشکل حل شود / خار محرومی بگل مبدل شود
گر همی خواهی که آن خلعت رسید / پس بگریان طفل دیده بر جسد

جب اٹھایا خوان سے سرپوش کو / خلق نے دیکھی کرامت اس کی دو
آہ و زاری سب لگے کرنے وہاں / کیا ہے یہ اے شاہ شیخان زمان
کیا ہی یہ بھید اور سلطانی ہے کیا / اے خداوند دل اہل جفا
یہ نہ سمجھے تھے ہم کو عفو کر / بس بکا بیہودہ ہم نے سر بسر
لاٹھی اندھوں کی طرح مارے ہیں ہم / اس لئے قندیلیں توڑی ہیں بہم
مثل بہروں کے سنا نے اک خطاب / اور بیہودہ دیئے ہم نے جواب
ہم تھے موسیٰ سے نصیحت نے سنی / اس کو ہوئی جو خضر سے شرمندگی
چشم ایسی سے کہ اعلیٰ پر چڑھے / آسمان کو نور اس کا پھاڑ دے
چشم تیری سے تعصب جو کیا / ہے حماقت چشم موش آسیا
شیخ بولا ہیں بحے وہ سب قیل و قال / تم کو بخشا اور وہ جنگ و جدال
بھید اس کا یہ تھا چاہی حق سے تھی / راہ سیدھی سے دے مجھکو آگہی
بولا یہ دینار گرچہ کچھ نہ تھے / پر یہ تھے موقوف گریہ طفل پے
تا نہ روتا طفل یہ حلوا فروش / بحر بخشش کا نہیں ہوتا بجوش
اے برادر طفل تیری آنکھ ہے / منحصر ہیں کام گریہ پر ترے
زاری دل پر ہیں جو موقوف کام / ہو بجز زاری کے کب مشکل تمام
گر تو یہ چاہے کہ مشکل ہووے حل / اور گل ہو خار حرمان کا بدل
گر تو یہ چاہے کہ وہ خلعت ملے / طفل چشم اپنا رولائے جسم پے

ترسانیدن شخصے زاہدے را کہ کم گری کہ کور نشوی

ڈرانا ایک شخص کا زاہد کو کہ تو کم روتا تیری آنکھیں نہ جاتی رہیں

زاہدے را گفت یاری در عمل / کم گری تا چشم را ناید خلل
ایک نے زاہد کو کہا ایک یار نے / تو نہ روتا آنکھ نے جاتی رہے

ن ہم نے موسیٰ سے الخ ۵ شعر ہمنے موسیٰ سے نصیحت نہیں سنی کہ اس کو خضر سے شرمندگی ہوئی ایسی چشم کہ اعلیٰ پر چڑھے اور آسمان کو اس کا نور پھاڑ دے تیری چشم سے جو تعصب کیا حماقت ہے چشم موش آسیا کی یعنی ہم نے اس شیخ سے کہ موسیٰ سے نصیحت نہیں سنی اور اس موسیٰ کو خضر سے شرمندگی ہے اس بڑی چشم سے کہ آسمان کو نور اسکا پھاڑے ہے چشم موش آسیا کہ غافلوں کی ہے تعصب کرے بجائے تعجب ہے شیخ نے کہا وہ سب قیل و قال میں نے تم کو بخشا و جنگ و جدال اور اس فعل میں یہ بھید تھا کہ حق سے میں نے سیدھی راہ چاہی کہ مجھکو آگہی دے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۷ بولا یہ الخ ۱۰ شعر شیخ نے کہا کہ اگرچہ یہ دینار کچھ نہ تھے لیکن یہ موقوف تھے گریہ طفل پر جبتک یہ طفل حلوا فروش نہ روتا بحر بخشش حق کا کب مشکل حل ہوتا اور خار محرومی کا بدل کر گل ہوے اور اگر تو چاہتا ہے کہ وہ خلعت ملے تو طفل چشم اپنے کو جسم پر رُلا یعنی رونے سے مشکل حل ہوتی ہے کہ دریائے بخشش الٰہی رونے سے جوش میں آتا ہے کہ مشکل بندہ کی حل کرتا ہے چنانچہ قصہ زاہد کا اس کی مثالی میں مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵ ایک نے زاہد الخ ۳ شعر ایک زاہد کو ایک یار نے کہا مت رو کہ آنکھ جاتی رہے زاہد نے کہا کہ دو طرح پر اس کا حال ہے کہ یا وہ جمال چشم دیکھے یا نہ دیکھے اگر یہ دیکھے نور حق تو کیا غم ہے اور مقابل وصل حق کے چشم ادنیٰ و کم ہے اور اگر نہ دیکھے حق کو تو کہہ دو جا بے ... چشم عشق ... جان ... امر کن سے اے پیر چلا کہ تا تجھکو ... ہمت چاہ کہ ترا دشمن جان کا مدت سے ہے اس ہڈی کے سر پہ خاک ... جا ... ہوتی تو لگتا نہیں ہے کیوں ہڈی پر مرتا ہے اور جونک کے مانند عشق خون کا رکھتا ہے یہاں ہڈی سے مراد جو وجود اور رنگ سے مراد نفس امارہ شکار سے مراد جان ہے پس اس وجود پر خاک ہو جو کہ نفس کو وصول جان سے باز رکھے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

شیخ فارغ از جفا و از خلاف ... در کشیده روئے چون مه در لحاف
با اجل خوش دل خوش شاد کام ... فارغ از تشنیع و گفت خاص و عام
آنکه جان در روی او خندد چو قند ... از ترش روئے خلقش چه گزند
آنکه جان بوسه دهد بر چشم او ... کے خورد غم از فلک و ز خشم او
در شب مهتاب مه را بر سماک ... از سگان و عو عو ایشان چه باک
سگ وظیفه خود بجا می آورد ... مه وظیفه خود برخ می گسترد
کارک خود می گزارد هر کسے ... آب نگزارد صفا بهر خسے
خس خسانه می رود بر روے آب ... آب صافی میرود بے اضطراب
مصطفی مه می شگافد نیم شب ... ژاژ می خاید ز کینه بولهب
آن مسیحا مرده زنده می کند ... وان جهود از خشم سبلت می کند
بانگ سگ هرگز رسد در گوش ماه ... خاصه ماهے که بود خاص اله
می خورد شه بر لب جو تا سحر ... در سماع از بانگ چغزان بے خبر
هم شدے توزیع کودک دانگ چند ... همت شیخ آن سخا را کرد بند
تا کسے ندهد به کودک دانگ چند ... قوت پیران از آن بیش است نیز
شد نماز دیگر آمد خادمے ... یک طبق بر سر ز پیش حاتمے
صاحب مالی و حالی پیش پیر ... هدیه بفرستاد کز وے بد خبیر
چارصد دینار بر گوشه طبق ... نیم دینار دگر اندر ورق
خادم آمد شیخ را اکرام کرد ... آن طبق بنهاد پیش شیخ فرد

شیخ فارغ تھا جفا و درد سے ... منھ چھپا چادر مین تھا جون ماہ کے
تھا اجل سے خوش وہ دل سے شاد کام ... طعنۂ مردم سے فارغ تھا تمام
بامزہ جان جسکی ہو جون قند کے ... کب ترش روئی سے عالم کی ڈرے
جس کی بوسہ دے اسکی آنکھ پے ... غصۂ افلاک سے کیا ڈر اسے
آسمان پر چاندنی مین ماہ کو ... شور و غوغا سے سگون کے ڈر نہ ہو
سگ وظیفہ اپنا کرتا ہے ادا ... مہ وظیفہ اپنا رکھتا ہے روا
چھوڑتا ہے کون اپنے کام کو ... کب صفائی آب کی خس سے دور ہو
خس حقیرانہ روان پانی پے ہو ... اضطرابی ہو نہ آب صاف کو
مصطفی تو کرتے ہیں شق القمر ... بولہب کینہ سے بکتا بیشتر
وہ مسیحا زندہ مُردون کو کرے ... وہ جہودی داڑھی نوچے رنج سے
بھونکنا کتے کا کب سنتا ہے ماہ ... خاص وہ مہ جو کہ ہو خاص الٰہ
نہر پر پیتا ہے مے شہ رات بھر ... راگ مین مینڈک کے غل سے بے خبر
دام حلوا دیتے وہ تقسیم کر ... ہمت شیخ انکی مانع جود پر
تا نہ دیوے کوئی کچھ اس طفل کو ... قوت پیران ہے زیادہ اس سے تو
ظہر کے بعد ایک حاتم کا غلام ... ایک طبق سر پر رکھے لایا تمام
اہل مال و حال تھا وہ باخبر ... تحفہ بھیجا پیر کو اس نے مگر
اس طبق مین چار سو دینار تھا ... نصف دینار ایک کاغذ مین جدا
پیشکش خادم نے وہ لاکر کیا ... شیخ کے آگے طبق لاکر رکھا

ل؎ جسکی جان الخ یے شعر جس کی جان چشم یار پر بوسہ دے غصۂ افلاک سے کیا خوف ہے آگے مثال بیان فرماتے ہین کہ آسمان پر ماہ کو شور و غوغائے سگون سے کیا خوف ہو سگ اپنا وظیفہ ادا کرتا ہے اور ماہ اپنا وظیفہ روا رکھتا ہے اپنے کام کو کون چھوڑتا ہے کب صفائی آب کی خس سے دور ہو خس حقیرانہ پانی پر روان ہے آب صاف کو اضطرابی نہ ہو ۔ مصطفی تو شق القمر کرتے ہیں بولہب کینہ سے بیہودہ بکتا ہے وہ مسیحا مردون کو زندہ کرتا ہے جہودی داڑھی نوچتا ہے رنج سے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

ئے؎ بھونکنا الخ یے شعر ماہ کتون کا بھونکنا کب سنتا ہے خاص کر وہ ماہ جو خاصان خدا سے ہے شاہ رات بھر نہر پر مے نوشی کرتا اور راگ سنتا ہے مگر مینڈکون کے غل سے بے خبر ہے یعنی عارفین مشاہدہ تجلیات مین مدہوش اور شور مردمان دنیا سے بیخبر ہین آگے رجوع بقصہ ہے لوگ حلوے کے دام خود تقسیم کرکے دیتے مگر ہمت شیخ ان کی بخشش کی مانع تھی تاکہ کوئی شخص اس طفل کو خود نہ دیوے کیونکہ قوت پیرون کی اس سے زیادہ ہے بعد ظہر کے ایک حاتم کا غلام ایک طباق سر پر رکھ کر لایا وہ اہل مال و حال و باخبر تھا اس واسطے اس پیر کو کچھ تحفہ بھیجا تھا اس کے طباق مین چار سو دینار تھے اور نصف دینار کاغذ مین جدا لپٹا تھا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

سے؎ پیشکش الخ یے شعر خادم نے لاکر وہ پیشکش کیا اور شیخ کے آگے وہ طباق لاکر رکھا جبکہ خوان سے سرپوش اٹھایا خلق نے وہ کرامات شیخ کی دیکھی سب لوگ آہ و زاری کرنے لگے کہ یہ کیا ہے اے بادشاہ شیخون زمانے کے یہ کیا بھید ہے اور کیا سلطانی ہے اے مالک ونون اہل جفا کے یہ ہم تم کو نہ سمجھتے تھے معاف کر اور ہم نے بالکل بیہودہ بکا تھا لاٹھی اندھون کی طرح بے اٹکل ہم مارتے ہیں اس لیے قندیلین توڑتے ہیں مثل بہرون کے ہم نے ایک خطاب نہیں سنا اور بے ہودہ ہم نے جواب دیا یعنی ہم نے تمھارا مرتبہ نہ جانا اور تمہاری نسبت برا بھلا کہا گویا عارفین اسی طرح خود کو پیش مخلوق مطعون کرکے چھپتے ہین باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

چون طبق پوش از طبق برداشت او — خلق دیدند آن کرامت را ازو
آہ و افغان از ہمہ برخاست زود — کاے سر شیخان و شاہان این چہ بود
این چہ سرست این چہ سلطانی ست باز — اے خداوند خداوندان راز
ماندانستیم مارا عفو کن — بس پراگندہ کہ رفت از ما سخن
ما کورانہ عصا ہا می زنیم — لاجرم قندیلہا را بشکنیم
ما چو کران ناشنیدہ یک خطاب — ہرزہ گویان از قیاس خود جواب
ما ز موسیٰ پند نگرفتیم کو — گشت از انکار خضرے زرد رو
با چنان چشمے کہ بالا می شتافت — نور چشمش آسمان را می شگافت
کرد چشمت تعصب موسیا — از حماقت چشم موش آسیا
شیخ فرمود آن ہمہ گفتار و قال — من بحل کردم شما را آن جدال
سر آن این بود کز حق خواستم — لاجرم بنمود راہ راستم
گفت این دینار اگرچہ اندک ست — لیک موقوف غریو کودک ست
تانہ گرید کودک حلوا فروش — بحر بخشایش نمی آید بجوش
اے برادر طفل طفل چشم تست — کام خود موقوف زاری دان نخست
کام خود موقوف زاری دل ست — بے تضرع کامیابی مشکل ست
گر ہمی خواہی کہ مشکل حل شود — خار محرومی بگل مبدل شود
گر ہمی خواہی ز آن خلعت رسید — پس بگریان طفل دیدہ بر جسد

جب اٹھایا خوان سے سرپوش کو — خلق نے دیکھی کرامت اس کی دو
آہ و زاری سب لگے کرنے وہاں — کیا ہے یہ اے شاہ شیخان زمان
کیا ہی یہ بھید اور سلطانی ہے کیا — اے خداوند دل اہل جفا
یہ نہ سمجھے ہم تجھے ہم کو عفو کر — بس بکا بیہودہ ہم نے سربسر
لاٹھی اندھوں کی طرح مارین ہیں ہم — اس لئے قندیلیں توڑی ہیں ہم
مثل بہروں کے سنانے اک خطاب — اور بیہودہ دیئے ہم نے جواب
ہم نے موسیٰ سے نصیحت نے سنی — اس کو ہوئی جو خضر سے شرمندگی
چشم ایسی ہے کہ اعلیٰ پر چڑھے — آسمان کو نور اس کا پھاڑ دے
چشم تیری ہے تعصب جو کیا — ہے حماقت چشم موش آسیا
شیخ بولا ہیں بخشے وہ سب قیل و قال — تم کو بخشا اور وہ جنگ و جدال
بھید اس کا یہ تھا چاہی حق سے تھی — راہ سیدھی سے دے مجکو آگہی
بولا یہ دینار گرچہ کچھ نہ تھے — پر یہ تھے موقوف گریہ طفل پے
تا نہ روتا طفل یہ حلوا فروش — بحر بخشش کا نہیں ہوتا بجوش
اے برادر طفل تیری آنکھ ہے — منحصر ہیں کام گریہ پر ترے
زاری دل پر ہیں جو موقوف کام — ہو بجز زاری کے کب مشکل تمام
گر تو یہ چاہے کہ مشکل ہووے حل — اور گل ہو خار حرمان کا بدل
گر تو یہ چاہے کہ وہ خلعت ملے — طفل چشم اپنا رولائے جسم پے

ترسانیدن شخصے زاہدے را کہ کم گرے تا کور نشوے

ڈرانا ایک شخص کا زاہد کو کہ تو کم رو تا تیری آنکھیں نہ جاتی رہیں

زاہدے را گفت یارے در عمل — کم گری تا چشم را ناید خلل
ایک زاہد کو کہا ایک یار نے — تو نہ رو تا آنکھ نے جاتی رہے

ف ہم نے موسیٰ سے الخ ۵ شعر یعنے موسیٰ سے نصیحت نہیں سنی کہ اس کو خضر سے شرمندگی ہوئی ایسی چشم کہ اعلیٰ پر چڑھے اور آسمان کو اس کا نور پھاڑ دے تیری چشم سے جو تعصب کیا حماقت ہے چشم موش آسیا کی یعنی ہم نے اس شیخ سے کہ موسیٰ سے نصیحت نہیں سنی اور اس موسیٰ کو خضر سے شرمندگی ہے اس بڑی چشم سے کہ آسمان کو نور اسکا پھاڑے چشم موش آسیا کہ غافلوں کی ہے تعصب کرے جاے تعجب ہے شیخ نے کہا وہ سب قیل و قال میں نے تم کو بخشا وہ جنگ و جدال اور اس فعل میں یہ بھید تھا کہ حق سے میں نے سیدھی راہ چاہی کہ مجکو آگہی دے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ف بولا یہ الخ ۱۰ شعر شیخ نے کہا کہ اگرچہ یہ دینار کچھ نہ تھے لیکن یہ موقوف تھے گریہ طفل پر جبتک یہ طفل حلوا فروش نہ روتا بحر بخشش حق کا کب مشکل حل ہووے اور خار محرومی کا بدل گل ہووے اور اگر تو چاہتا ہے کہ وہ خلعت ملے تو طفل چشم اپنے کو جسم پر رولا یعنی رونے سے مشکل حل ہوتی ہے کہ دریائے بخشش الہی رونے سے جوش میں آتا ہے کہ مشکل بندہ کی حل کرتا ہے چنانچہ قصہ زاہد کا اس کی مثال میں مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف ایک زاہد الخ ۱۲ شعر ایک زاہد کو ایک یار نے کہا مت رو کہ آنکھ جاتی رہے زاہد نے کہا کہ دو طرح پر اس کا حال ہے کہ یا وہ جمال چشم دیکھے یا نہ دیکھے اگر یہ دیکھے نور حق تو کیا غم ہے اور مقابل وصل حق کے چشم ادنیٰ و کم ہے اور اگر نہ دیکھے حق کو تو کہہ دو وہ چلی جائے ایسی چشم شقی اندھی ہوا آنکھ ہے مت ڈر کہ وہ عیسیٰ تیرا موجود ہے ہر حاجت چاہئے کہ تاجکو آنکھ سیدھی دے یعنی عیسیٰ ہے کہ تجھ میں حاضر ہے اس فتح داہنی کہ وہ مجمدی ہے یعنی آنکھوں کے جانے سے تو مت ڈر کہ عیسیٰ نسخ تیری موجود ہے وہ چشم دل تجھ کو دے گی باقی

گفت احمد از دو بیرون نیست حال
گر ببیند نور حق خود چہ غم ست
در نخواہد دید حق را گو برو
غم مخور از دیدہ کان عیسیٰ ترست
عیسیٰ روح تو با تو حاضرست
لیک بیگار تن پر استخوان
ہمچو آن ابلہ کہ اندر داستان
زندگی تن مجو از عیسیت
بر دل خود کم نہ اندیشہ معاش
این بدن خرگاہ آمد روح را
ترک چون باشد بیاید خرگہے

چشم ببیند یا نہ بیند آن جمال
در دو حال حق دیدہ کم ست
این چنین چشم شقی گو کور شو
چپ مرو تا بخشدت دو چشم راست
نصرت از وی خواہ کو خوش ناصرست
بر دل عیسیٰ منہ تو ہر زمان
ذکر او کردیم بہر راستان
کار فرعونی مخواہ از موسیت
عیش کم ناید تو بر درگاہ باش
یا مثال کشتیٔ مر نوح را
خاصہ چون باشند عزیز درگہے

بولا زاہد دو طرح ہے اسکا حال
گر یہ دیکھے نور حق پھر کیا ہے غم
گر نہ دیکھے حق کو کہدو جائے دو
آنکھ سے مت ڈر کہ عیسیٰ تیرا ہے
روح عیسیٰ ہی کہ حاضر [illegible] ہی
پر یہ بیگار اس تنِ پر خاک کی
مثل اس ابلہ کے جو پہلے کیا
زندگی تن کی نہ لے عیسیٰ سے تو
فکر روزی دل میں اب تو مت کرے
یہ بدن خرگہ ہوا ہی روح کو
ترک جون سردار نے خرگاہ کو

چشم دیکھے یا نہ دیکھے وہ جمال
وصل حق مین آنکھ ہے ادنیٰ د کم
ایسی یہ چشم شقی پس کور ہو
ہر طرح مت چل سیدھی تجکو آنکھ دے
فتح اس سے لے فتحمندی رکھے
مت دل عیسیٰ پر رکھو تو ہر گھڑی
داستان میں ذکر اس کا بر ملا
کام فرعونی نہ لے موسیٰ سے تو
عیش دائم ہو جو در پر رہے
مثل کشتی کے ہے یا یہ نوح کو
خاص جو درگاہ کا مقبول ہو

تمامی قصہ زندہ شدن استخوان بدعای عیسیٰ ع آخر قصہ زندہ ہونا ہڈیونکا عیسیٰ ع کی دعا سے

چونکہ عیسیٰ دید کان ابلہ رفیق
می نگیرد پند را از ابلہی
خواند عیسیٰ نام حق بر استخوان
حکم یزدان از پے آن خام مرد
از میان بر جست یک شیر سیاہ
کلہ اش برکند و مغزش ریخت زود

جز کہ استیزہ نمی داند طریق
نخل می پندارد او از گمرہی
از برای التماس آن جوان
صورت آن استخوان را زندہ کرد
پنجہ بر زد کرد نقشش را تباہ
ہمچو جوزی کاندرو مغزی نبود

دیکھا عیسیٰ نے کہ ابلہ ہی وہ یار
ابلہی سے کچھ نصیحت نہ سنی
نام حق عیسیٰ نے ہڈی پر پڑھا
حکم حق نے واسطے اسکے اخی
جلد اک پیدا ہوا شیر سیاہ
سر کو پھوڑا اسکے پھینکا مغز کو

اور سوا لڑنے کے اسکا ہے نہ کار
گمرہی سے نخل سمجھا وہ شقی
بس موافق کہنے اس کے بر ملا
صورت اک اُن ہڈیوں سے زندہ کی
مار کر پنجہ کیا اس کو تباہ
جسطرح اخروٹ کہ بے مغز ہو

لے پر یہ بیگار الخ ۱ شعر لیکن یہ بیگار اس تن خاکی کی مت دل عیسیٰ پر رکھ تو ہر گھڑی مثل اس ہمراہی احمق کے کہ جو پہلے کیا داستان میں ذکر اس کا زندگی تن کی تو عیسیٰ سے مت چاہ کام فرعون کا تو موسیٰ سے مت چاہ فکر روزی کی تو دل میں مت کر ہمیشہ عیش ہو کہ جو درگاہ حق میں تو رہے یہ بدن روح کا خرگاہ ہوا ہے یا مثل کشتی کے نوح کو ہے اگر تو سردار ہو خرگاہ کا جو کہ خاص درگاہ کا مقبول ہو یعنی یہ جسم روح کا خیمہ ہے اگر تو عارف ہے اس کو قبول کر ورنہ وہ جسم غافل کو ہلاک کریگا جیسے ہڈیوں نے شیر کی دم عیسیٰ سے شیر بن گراہی ہمراہی کو ہلاک کیا چنانچہ اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

ٹے دیکھا عیسیٰ نے الخ ۱ شعر عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یار احمق ہے اور سوائے لڑنے کے اس کا کام نہیں ہے اس نے بسبب احمقی کے کچھ نصیحت نہیں سنی اور بسبب گمراہی کے نخل سمجھا آخر عیسیٰ نے نام حق ہڈیوں پر پڑھا اس کے کہنے کے موافق حکم خدا سے اس کے لئے ایک صورت ان ہڈیوں سے زندہ کی جلدی ایک شیر سیاہ پیدا ہوا اور پنجہ مار کر اس کو تباہ کیا اس کے سر کو پھوڑا اور پھینکا مغز کو جیسے اخروٹ بے مغز ہوتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

گر ورا مغزے بدے زاشکستنش | خود نبودے نقص الا بر تنش
گفت عیسیٰ چوں شتابش کوفتی | گفت زاں رو کہ تو زو واشوفتی
گفت عیسیٰ چوں نخوردی خون مرد | گفت در قسمت نبودم رزق خورد
اے بسا کس ہمچو آں شیر ژیان | صید خود نا خوردہ رفتہ از جہاں
قسمتش کاہے نہ و حرصش چو کوہ | ناموجہ کرد تحصیل وجوہ
جمع کردہ مال و رفتہ سوے گور | دشمناں در ماتم او کردہ سور
اے میسر کردہ بر ما در جہاں | سخرہ و بیگار از ما وا رہان
طعمہ بنمودہ بما واں بودہ شست | آنچناں بنما بما آنرا کہ ہست
گفت آں شیر اے مسیحا ایں شکار | بود خالص از برائے اعتبار
گر مرا روزی بدی اندر جہاں | خود چہ کارستے مرا با مردمان
ایں سزائے آنکہ یابد آب صاف | ہمچو خر در جو بشاشد از گزاف
گر بداند قیمت آں جوے خر | او بجائے پا نہد در جوے سر
او بیابد آنچناں پیغمبرے | میر آب زندگانی پرورے
چوں نہ میرد پیش او کز امر کن | اے امیر آب ما را زندہ کن
ہیں سگ ایں نفس را زندہ مخواہ | کو عدوے جان تست از دیرگاہ
خاک بر سر استخوانے را کہ آں | مانع ایں سگ بود از صید جان

[1] ہوتا گر با مغز وہ اس ضرب سے | جز بدن نقصان نہ ہوتا کچھ اسے
بولا عیسیٰ جلد کیوں مارا اسے | شیر بولا رنج تھا اس سے تجھے
بولے اسکا خون کیوں کھایا نہیں | بولا بس قسمت میں رزق اب تھا نہیں
اے بہت سے مرد مثل اس شیر کے | صید بے کھائے یہاں سے وہ گئے
مثل کہ حرص اور وکہ قسمت میں ہی | بے وجہ تحصیل کے اسباب سے
جمع کرکے مال اپنی جان دی | دشمنوں نے ان کے غم میں کی خوشی
[2] اے خدا یہ ہم نے جو بوجھا رکھا | اب تو اس بیگار سے ہم کو چھڑا
طعمہ ہم نے جانا اور وہ شست بھی | جیسا وہ ہے ہم کو وہ دکھلا سبھی
بولا وہ شیر اے مسیحا یہ شکار | واسطے عبرت کے تھا بس زینہار
ہوتی گر روزی مری اندر جہان | بس مجھے کیا کام تھا مردوں سے یاں
یہ سزا انکی کہ آب صاف میں | لاف سے جو خر کریں پیشاب میں
جانتا گر قدر آب جو کی خر | پاؤں کی جا رکھتا اس پانی میں سر
ایسے پیغمبر کو پائے جو کوئی | کہ امیر آب ہووے زندگی
[3] کیوں نہ آگے اسکے اپنی جان دے | امر کن سے میر زندہ کر مجھے
زندگی اس نفس کتے کی نہ چاہ | دشمن جان ہے ترا مدت سے آہ
خاک اس ہڈی کی سر پہ ہو کہ وہ | مانع اس سگ کی شکار جان ہے آہ

[1] ہوتا الخ، شعر اگر ہوتا با مغز وہ اس ضرب سے سوائے تن کے کچھ نقصان اسے نہ ہوتا عیسیٰ نے شیر سے کہا کہ اسے کیوں مارا شیر نے کہا کہ اس سے رنج تھا تجھ کو کہا اسکا خون تو نے کیوں نہیں کھایا شیر بولا میری قسمت میں رزق نہیں تھا آگے حقائق بیان فرماتے ہیں اے شخص بہت سے آدمی ہیں مثل اس شیر کے بغیر کھائے شکار کے یہاں سے وہ گئے انکی حرص مانند کوہ کے اور کوہ قسمت میں نہیں ہے کیونکہ بے وجہ تحصیل کے اسباب سے مال جمع کرکے اپنی جان دی دشمن نے انکے غم کی یعنی اہل دنیا بسبب حرص و ہوا کے مال جمع کرتے ہیں اور بغیر نفع حاصل کیے مر جاتے ہیں اور بعد انکے دشمن اس مال سے عیش و عشرت پاتے ہیں پس ایسے مال جمع کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے آگے اسکے مناجات کرتے ہیں فافہم ۱۲ [2] اے خدا الخ، شعر اے خدا یہ بوجھا جو ہم پر رکھا اب اس بیگار سے ہم کو چھڑا ہم نے طعمہ جانا اور وہ شست تھی وہ جیسا ہے ہم کو دکھا دے یعنی حقیقت اشیائے دنیا کی ہم پر کھول دے بموجب حدیث شریف کے اللہم ارنا الاشیاء کما ہی یعنی اے خدا حقائق اشیا کے مجھ کو بتا دے جیسے کہ ہیں آگے رجوع بقصہ ہے شیر نے کہا اے مسیحا یہ شکار واسطے عبرت کے تھا کہ زور کر اگر روزی میری ہوتی جہاں میں مجھے کیا کام تھا مردوں سے یہاں انکی سزا ہے کہ آب صاف میں مثل خر کے پیشاب کریں لاف سے یہاں آب صاف سے مراد انبیاء و اولیا ہیں یعنے جو کہ انبیاء سے سرکش ہوا خرابی میں پڑا اگر قدر آب جو خر جانتا قدم کی جا اس آب پر سر رکھتا جو کوئی ایسے پیغمبر کو پاوے آب حیوٰۃ زندگی بخش ہو یعنے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کہ امیر انبیاء و اولیا کے ہیں اور حیات ابدی در دست ہیں جو کوئی ایسے امیر کو پائے اور تعمیل حکم نہ کرے بدبخت ہے باقی اسکا حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] کیوں نہ آگے الخ، شعر کیوں نہ اس کے آگے جان دے امر کن سے اے میر مجھ کو زندہ کر آگے تعلیم ریاکاروں کو ہے اے شخص زندگی اس نفس کی کتے کی مت چاہ کہ ترا دشمن جان کا مدت سے ہے اس ہڈی کے سر پر خاک ہو جو کہ وہ مانع اس کتے کی شکار جان کی ہوئی تو کتا نہیں ہے کیوں ہڈی پر مرتا ہے اور جونک کے مانند عشق خون کا رکھتا ہے یہاں ہڈی سے مراد جسم وجود اور سگ سے مراد نفس امارہ شکار سے مراد جان ہے پس اس وجود پر خاک ہو جو کہ نفس کو وصول جان سے باز رکھے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

سگ برا استخواں چوں عاشقی
آں چہ چشم است آنکہ بینائیش نیست
سہو باشد ظنہا را گاہ گاہ
کردہ بر دیگراں نوحہ گری بہ
زابر گریاں شاخ سبز و تر شود
ہر کجا نوحہ کنند آنجا نشیں
زانکہ ایشاں در فراق فانی اند
زانکہ بر دل نقش تقلید ست بند
زانکہ تقلید آفت ہر نیکوی است
گر ضریری لمترست و تیز خشم
گر سخن گوید ز مو باریک تر
مستی دارد ز گفت خود و لیک
ہمچو جو نیست او نہ آبے میخورد
آب در جو زاں نمی گیرد قرار
ہمچو نائے نالہ زاری کند
نوحہ گر باشد مقلد در حدیث
نوحہ گر گوید حدیث سوزناک

دیو چہ دارا زچہ بر خون عاشقی
ز امتحانہا جز کہ رسوائیش نیست
ایں چہ ظن است آنکہ کور آمد ز راہ
مدتے بنشیں و بر خود میگری
زانکہ شمع از گریہ روشن میشود
زانکہ تو داورے تری اندر حنین
غافل از لعل بقاے کافی اند
رو بآب چشم بندش را بر ند
کہ بود تقلید اگر کوہ قوی است
گوشت پارہ داں چو او را نیست چشم
آں سرش را زاں سخن نبود خبر
از بروے تا بمی راہے است نیک
آب از و بر آب خواراں بگزرد
زانکہ آں جو نیست تشنہ آب خوار
لیک بیگاری خریداری کند
جز طمع نبود مراد آں خبیث
لیک کو سوز دل و داماں چاک

سگ نہیں ہڈی پہ پھر کیوں تو مرے
آنکھ وہ کیا ہے کہ جو بینا نہیں
گر بگرا آنا گمان کو سہو ہے
دوسروں کے واسطے روتا ہے تو
شاخ گریہ ابر سے ہو سبز تر
جس جگہ روتے ہیں اس جا بیٹھ تو
کیونکہ فانی کا وہ رکھتے ہیں فراق
کیونکہ دل پر نقش ہے تقلید کا
ہے بلا تقلید نیکی کے لئے
گر ہے اندھا کوئی موٹا تیز خشم
گرچہ کرتا ہے نکات از بس بیاں
گفتگو سے اپنی گر مستی رکھے
نہر کے مانند نے پانی پیے
نہر میں پانی نہ ٹھہرے اسلئے
شکل نے کے نالہ وزاری کرے
نوحہ گر ہے بس مقلد قال کا
نوحہ گر کرتا ہے باتیں سوزناک

جونک کے مانند کیوں خون کھے
امتحاں کے وقت وہ رسوا نہیں
یہ گماں کیسا کہ اندھا راہ سے
اپنے اوپر بیٹھ کر تو رو کبھو
شمع ہو گریہ سے روشن بیشتر
کیونکہ تو رونے میں ہے سب سے نکھو
اور نہیں لعل بقا کا اشتیاق
کر تو آب چشم سے اس کو صفا
کاہ ہو تقلید گرچہ کوہ ہے
گوشت کا ٹکڑا ہے نہ رکھتا ہے چشم
بھید نکتوں کا ہے پر اس سے نہاں
مستی بادہ سے لیکن دور ہے
تشنگان آب کو وہ آب دے
کیونکہ پانی کی نہ تشنہ نہر ہے
پر خریداروں کی بیگاری کرے
جز طمع اس کو نہیں ہے فائدہ
پر نہیں ہے سوز سے دل اسکا چاک

سلہ آنکہ وہ الخ ۵ شعر وہ آنکھ کیا ہے کہ جو بینا نہیں ہے اور امتحان کے وقت وہ رسوا نہیں ہے کبھی کبھی گمان کو سہو آتا ہے یہ کیا گمان کہ اندھا راہ سے آوے تو وہ دوسروں کے واسطے روتا ہے اپنے اوپر تو بیٹھ کر کبھی رو شاخ ابر کے گریہ سے سبز تر ہو شمع گریہ سے روشن بیشتر ہو جس جا روتے ہیں تو اس جا بیٹھ کیونکہ تو رونے میں سب سے سوا ہے باقی حال آگے ہے فافہم سلہ کیونکہ الخ ۴ شعر کیونکہ وہ دنیائے فانی کا فراق رکھتے ہیں اور لعل بقاء روح کا اشتیاق نہیں رکھتے کیونکہ انکے دل پر نقش ہے تقلید کا تو آب چشم سے اسکو صاف کر واسواسطے نیکی کے تقلید بلا ہے کاہ ہو وے تقلید اگرچہ کوہ ہو اندھا و فربہ و تیز خشم گوشت کا ٹکڑا ہے وہ چشم نہیں رکھتا ہے یعنی اگر تجھ کو خواہشات دنیا ہے تو عاقلانہ دنیا میں جاکر شریک ہو کہ تو دل پر تقلید کا نقش رکھتا ہے اور طالبان دنیا کا پیرو ہے چنانچہ پیروں کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ اگرچہ کرتا ہے الخ ۷ شعر اگرچہ نکات از بسکہ یہاں بیان کرتا ولیکن راز نکتوں کا اس سے پوشیدہ ہے اگرچہ وہ گفتگو سے مستی رکھے ولیکن مستی بادہ عرفان سے دور ہے آگے مثال ہے نہر کے مانند پانی نہیں پیتا ہے اور تشنگان آب کو وہ پانی دیتا ہے نہر میں پانی اس لئے نہیں ٹھہرتا ہے وہ نہر پانی کی تشنہ نہیں ہے یعنی پیران ریا نکات عرفان کے بیان کرکے تشنگان معرفت کو نفع پہونچے ہیں اور خود مثل نہر کے آب معرفت سے بے بہرہ ہیں آگے مثال دوسری فرماتے ہیں مثل نے کے خود نالہ وزاری کرکے لیکن خریداروں کے لئے بیگاری ہے نوحہ مقلد کا قال ہے بجز طمع کے اس کو فائدہ نہیں ہے نوحہ گر باتیں سوزکی کرتا ہے لیکن سوز سے دل اسکا چاک نہیں ہے یعنی پیران ریاکار مثل نوحہ گروں کے عوارف بیان کرکے اوروں کو رلاتے ہیں اور خود دل میں اثر معرفت کا متعلق نہیں رکھتے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

از مقلد تا محقق فرقہاست
کین چو داود است آن دیگر صداست

منبع گفتار این سوزے بود
وان مقلد کہنہ آموزے بود

ہین مشو غرہ بدان گفت حزین
بار بر گاو است بر گردون حنین

ہم مقلد نیست محروم از ثواب
نوحہ گر را مزد باشد در حساب

کافر و مومن خدا گویند لیک
درمیان ہر دو فرقے ہست نیک

آن گدا گوید خدا از بہر نان
متقی گوید خدا از عین جان

اللہ اللہ میزنی از بہر نان
بے طمع بشنو اللہ را بخوان

گر بدانستی گدا از گفت خویش
پیش چشم او نہ کم ماندی نہ بیش

سالہا گوید خدا آن نان خواہ
ہمچو خر مصحف کشد از بہر کاہ

گر بدل در تافتی گفت لبش
ذرہ ذرہ گشتہ بودی قالبش

نام دیوے رہ برد در ساحری
تو بنام حق پشیزے می بری

ہیں مقلد سے محقق ہے جدا
لحن داودی ہے یہ وہ ہے صدا

چشمہ گفتار اس کا سوز ہے
اور مقلد پچھلی باتوں کو کہے

مت کرے غرہ تو غم کی بات پے
بیل بوجھا کھینچے گاڑی چیخنے ہے

پر مقلد کو بھی ملتا اجر ہے
نوحہ گر کو مزد ہو جیسی طور سے

کافر و مومن خدا کہتے ہیں پر
فرق ہے دونوں کے اندر بیشتر

وہ گدا کہوے خدا نان کیلئے
متقی کہوے خدا جان کیلیے

اللہ اللہ کہتا ہے نان کیلئے
بے طمع اللہ لہہ اپنے لئے

گفتگو گر جانتا اپنی گدا
بیش و کم اسکو نہ رہتا پھر سدا

وہ گدا برسوں تلک کہوے اگہ
مثل خر قرآن لادے بہر کاہ

دل میں ہوتا قال کا گر کچھ اثر
ریزہ ریزہ ہوتا اسکا جسم و سر

نام اثر دیو نکا جادو میں کرے
تو خدا کے نام سے کوڑی کوے

خاریدن روستائی در تاریکی شیر را بظن آنکہ گاو است — مالش کرنا دہقانی کا اندھیرے میں شیر کو بگمان گاو

روستائی گاو در آخر ببست
شیر گاوش خورد و بر جایش نشست

روستائی شد در آخر سوے گاو
گاو را بجست شب آن کنج کاو

گاو دہقان تھا طویلہ میں بندھا
شیر کھا کر اسکو بیٹھا اسکی جا

رات کو دہقان گیا بس اس جگہ
اور ڈھونڈھا گاو کو نادان نے

لے یس مقلد الخ ۰ شعر مقلد محقق سے جدا ہے یہ لحن داودی ہے اور وہ صدا ہے اسکا چشمہ گفتگو باسوز ہے اور مقلد حال گزشتہ کو بیان کرتا ہے یعنی محقق درد و سوز کی باتیں بیان کرتا ہے اور مقلد حال گزشتہ کو کہتا ہے بطور قصوں کے تو غم کی باتوں پر غرور نہ کر بیل بوجھا کھینچے اور گاڑی روتی ہے لیکن مقلد کو بھی اجر ملتا ہے جیسے نوحہ گر کو مزدوری ملتی ہے حالانکہ اسکے آگے ہیں کافر و مومن خدا کہتے ہیں لیکن فرق دونوں میں بڑا ہے گدا خدا کہتا ہے نان کیلئے اور متقی خدا کہتا ہے جان کیلئے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ؎ اللہ اللہ الخ ۰ شعر گدا اللہ اللہ نان کے واسطے کہتا ہے بغیر طمع کے اللہ لہہ اپنے لئے اگر گفتگو اپنی گدا جانتا اور فی داخلی کا خیال اسکو ہمیشہ نہ رہتا وہ گدا برسوں تلک اللہ کہوے اور مثل خر کے قرآن لادے گھاس کے لئے یعنی دنیا کیلئے جس کے علم پڑھا ہے گویا قرآن لادا ہے گدھے پر گھاس کیلئے بموجب آیۂ کریمہ کے مثل الذین حملوا التورٰیۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا ان لوگوں کا کہ دیئے گئے توریت پھر نہیں اٹھایا انہوں نے توریت کو یعنی عمل اسپر نہیں کیا کرتے ہیں مثال خر کے ہیں کہ بوجھا اٹھاتے ہیں کتابوں کا دل میں اثر اسکا قال کا ہوتا ہے اسکا جسم ریزہ ریزہ نہیں ہوتا جادو میں دیو کا نام اثر کرتا ہے تو خدا کے نام سے کوڑی پیدا لیتا ہے یعنی وہ ریاکار قال معرفت کا کرتا ہے اگر اسکے دل میں اسکا قال ہوتا جسم ریزہ ریزہ ہو جاتا دیکھو جادو میں دیووں کا نام اثر کرتا ہے اور وہ گدا خدا کے نام پر بھیک مانگتا ہے اس واسطے نام حق اثر نہیں کرتا ہے کیونکہ گمان اسکا اور ہے اگر گمان اسکا سیدھا ہوتا ضرور نام حق کا اثر کرتا جیسا کہ اس گمان کی مثال میں قصہ دہقان کا آگے فرماتے ہیں ۳ ؎ گاو دہقان طویلہ میں بندھا تھا شیر نے اسکو کھا کر اسکی جا بیٹھا تب کو دہقان اس جگہ گیا اور گاو ڈھونڈھے لگے وہ اندھیرا ہاتھ پھیرنے لگا شیر کے پہلو و پشت پر مجھ کو گاو سمجھتا ہے آگے حالانکہ حق اسلئے کہتا ہے کہ اے مغرور اندھے میرے نام سے کوہ طور ٹکڑے ہوا ہے اشارہ آیۂ کریمہ اگر نازل کرتا ہم قرآن کو اوپر پہاڑوں کے ضرور کہ نہ ٹھہرتا ٹکڑے ہوتا خوف سے ہوتا اسکا دل واضح ہو کہ اس کا گمان پر ہوا کرتا ہے جیسے دہقان کو اثر شیر کا بسبب گمان گاو کے نہ ہوا اسی طرح اثر کلام الٰہی کا بسبب بدگمانی کے نہیں ہوتا ہے چاہئے کہ اپنا گمان حق کے ساتھ سیدھا کرے کہ اثر مرتب ہو کہ رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲

دست میمالید بر اعضائے شیر پشت و پہلوگاہ بالا گاہ زیر
بس لگا وہ ہاتھ اسد پر پھیرنے شیر کے پہلو پہ گاہے پشت پے

گفت شیر ار روشنی افزود بدی زہرہ اش بدریدی و دل خون شدی
شیر بولا روشنی ہوتی اگر زہرہ اسکا پھٹتا خون ہوتا جگر

اینچنیں گستاخ زاں میخاردم کو دریں شب گاؤ می پنداردم
اسلئے گستاخ ملتا مجکو ہے تیرہ شب میں گاؤ سمجھا ہے مجھے

حق ہمی گوید کہ اے مغرور کور نے زنامم پارہ پارہ گشت طور
اسلئے حق کہوے اے مغرور کور نام سے ٹکڑے ہوا ہے میرے طور

کر لَوْ اَنْزَلْنَا کِتَابًا لِلْجَبَلْ لَانْصَدَعْ ثُمَّ انْقَطَعْ ثُمَّ ارْتَحَلْ
کر لَوْ اَنْزَلْنَا کِتَابًا لِلْجَبَلْ لانصدع ثم انقطع ثم ارتحل

از من ار کوہ احد واقف بدے پارہ گشتی و دلش پر خون شدے
مجسے واقف ہوتا گر کوہ احد ٹکڑے اور خون ہوتا دل اسکا اشد

از پدر وز مادر ایں بشنیدہ لاجرم غافل دریں پیچیدہ
ماں و باپ[1] اپنے سے یہ تونے سنا اسلئے غافل تو اس سے ہو گیا

گر تو بے تقلید ازو واقف شوی بے نشاں بجائے چوں ہاتف شوی
گر تو واقف ہوتا بے تقلید کے مثل ہاتف کے تو ہوتا بے پتے

بشنو ایں قصہ پئے تہدید را تا بدانی آفت تقلید را
سن یہ قصہ واسطے تہدید کے تاکہ نقصان جانئے تو تقلید سے

فروختن صوفیان بہیمہ صوفی مسافر را جہت سفرہ و سماع

بیچنا صوفیوں کا خر صوفی کو واسطے کھانے اور گانے کے

صوفی در خانقہ از رہ رسید مرکب خود برد و در آخر کشید
صوفی آیا[2] خانقہ میں دور سے خر کو اپنے باندھا اس جگہ سے

آبکش داد و علف از دست خویش نے چناں صوفی کہ ما گفتیم پیش
گھانس دی پانی پلایا آپ جا وہ نہ تھا صوفی کہ جو پہلے کہا

احتیاطش کرد از سہو و خباط چوں قضا آید چہ سود است احتیاط
سہو سے اسنے کری جو احتیاط جب قضا آئے تو کب ہو احتیاط

صوفیاں درویش بودند و فقیر کاد فقر ان یکن کفرا کبیر
صوفی تھے درویش اور بیکس فقیر کاد فقر ان یکن کفرا کبیر

اے تو نگر تو کہ سیری ہیں مخند بر کژی آں فقیر دردمند
اے تونگر سیر تو ہے مت ہنسے دردمند فقر کے بیکس حال پے

از رہ تقصیر آں صوفی رمہ خر فروشی در گرفتند آں ہمہ
اس گروہ صوفیوں نے اسکا خر از رہ تقصیر بیجا بے خطر

کز ضرورت ہست مردارے مباح بس فسادے کز ضرورت شد صلاح
گر ضرورت ہو تو مردار اب مباح بس فساد آیا ضرورت سے صلاح

ہم در آندم آں خرک بفروختند لوت آوردند و شمع افروختند
بیچا اس خر کو انہوں نے اس گھڑی اور پکا کر کھانا بس محفل سجی کی

[1] ماں و باپ الخ ۳ شعر یہ تو نے اپنے ماں باپ سے سنا ہے اسلئے تو حقیقت سے غافل ہو گیا ہے اگر تو واقف ہوتا بغیر تقلید کے مثل ہاتف کے تو بے پتے ہوتا تو سن یہ مقدمہ واسطے ہدایت کے ہے تاکہ تو تقلید سے نقصان جانے یعنی تقلید آبا واجداد کی دوئی میں کرنا وحدت سے باز رہنا چاہئے کہ عارفوں سے حقیقت عالم کی دریافت کرے اور اپنے آبا واجداد کی خالق و مخلوق کے دور ہونے میں پیروی نہ کرے کہ گمراہی میں پڑے چنانچہ تقلید کا حال آگے قصہ صوفی میں مثالاً فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] صوفی آیا الخ ۸ شعر ایک صوفی خانقہ میں دور سے آیا اس نے اپنے خر کو اس جگہ باندھا آپ جا کر اسنے گھانس دی پانی پلایا نہ مثل اس صوفی کے کہ جو پہلے قصہ اسکا کہا اس نے سہو سے جو احتیاط کی جب قضا آئی احتیاط کیا ہو وہ سب صوفی از [illegible] فقیر اور محتاج تھے ترجمہ حدیث اکثر فقر و فاقہ کھینچتا ہے طرف کفر کے اے تونگر پیٹ بھرے قست ہنسے فقیر دردمند کے حال پر پس گروہ صوفیوں نے اسکا خر از راہ قصور کے بے خوف فروخت کیا آگے حقائق ہیں کہ اگر ضرورت ہو تو مردار مباح ہے اکثر فساد حالت ضرورت میں صلاحیت اختیار کرتے ہیں انہوں نے اس گھڑی اس خر کو بیچا اور کھانا پکا کر محفل کری باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

ولولہ افتاد اندر خانقہ　　کامشبان لوت وسماعت وولہ
چند ازین صبر وازسہ روز چند　　چند ازین زنبیل این دریوزہ چند
ما ہم از خلقیم وجان داریم ما　　دولت امشب حمان داریم ما
تخم باطل را ازان میکاشتند　　کانکہ آن جان نیست جان پنداشتند
وان مسافر نیز از راہ دراز　　خستہ بود ودید آن اقبال وناز
صوفیانش یک بیک بنواختند　　نرد خدمتہاش خوش میباختند
آن یکے پالیش ہمی مالید دست　　وان یکے پرسیدش از جائے نشست
وان یکے افشاند گرد از رخت او　　وان یکے بوسید دستش را ورد
گفت چون میدید میلان شان بوے　　گر طرب امشب نخواہم کرد کے
لوت خوردند وسماع آغاز کرد　　خانقہ تا سقف شد پر دود گرد
دود مطبخ گرد آن پا کوفتن　　زاشتیاق وجد جان آشوفتن
گاہ دست افشان قدم میکوفتند　　گہ بسجدہ صفہ را می روفتند
دیر یابد صوفی آز از روزگار　　زان سبب صوفی بود بسیار خوار
جز مگر آن صوفی کز نور حق　　سیر خورد او فارغ ست تنگ دق
از ہزار آن اندکے زین صوفیند　　باقیان در دولت او میزیند
چون سماع آمد ز اول تا کران　　مطرب آغازید یک ضرب گران
خر برفت وخر برفت آغاز کرد　　زین حرارت جملہ را انباز کرد
زین حرارت پاے کوبان تا سحر　　کف زنان خر رفت خر رفت ای پسر
از رہ تقلید آن صوفی ہمین　　خر برفت آغاز کرد اندر حنین

خانقہ میں ذوق وشوق انکو ہوا　　آج شب کو کھانا گانا جو ہوا
کب تلک یہ صبر سہ روزہ رکھیں　　کب تلک زنبیل ودریوزہ رکھیں
ہم ہیں مخلوق اور جان رکھتے ہیں ہم　　آج دولت حمان رکھتے ہیں ہم
تخم باطل اسلیے بوتے تھے وہ　　جان نہیں جو جان اسے سمجھے تھے وہ
وہ مسافر دور سے آیا تھا جو　　تھک گیا تھا دیکھا نازو حال کو
کہ وہ صوفی اس پہ کرتے تھے کرم　　اور خدمت انکی کرتے تھے بہم
ایک اسکے پاؤں کو تھا دابتا　　ایک جا رہنے کی اس سے پوچھتا
ایک اسکی گرد ساماں جھاڑتا　　ایک اسکے ہاتھ منھ کو چومتا
رغبت ان کی دیکھ کر اس نے کہا　　کیوں نہوں میں شریک اس حال کا
کھانا کھایا اور شروع گانا کیا　　بھر گئی دھول اور دھوئیں سے خانقہ
کودنے کی دھول کھانے کا دھواں　　اشتیاق وجد سے تھا اس زماں
ہاتھ پھیلا کے کبھی تھے کودتے　　اور کبھی تھے فرش پہ وہ لوٹتے
آز رد صوفی کی مدت میں ملے　　پیٹ بھر کے کھائے صوفی اسلیے
اس سوا صوفی کے نور حق سے جو　　سیر ہووے چھوڑے وہ ناموس کو
سیکڑوں میں ایسے صوفی کم ہیں اب　　باقی انکے نام سے جیتے ہیں سب
جبکہ گانا ہونچا آخر کو مطرب　　مطربوں نے کی شروع ایک ضرب
خر گیا اور خر گیا جاری کیا　　سب کو اس گرمی سے بس کیف آگیا
رقص اس گرمی سے کرتے تا سحر　　خر گیا کہتے تھے وہ سب سربسر
از رہ تقلید وہ صوفی یہی　　خر گیا کہتا تھا با درد خفی

سلہ خانقہ میں الخ یہ شعر خانقہ میں انکو ذوق وشوق ہوا کہ کبتک یہ صبر تین دن کا ہم رکھیں کب تلک زنبیل وگدا گری کریں ہم مخلوق ہیں وجان رکھتے ہیں آج دولت کو ہم حمان رکھتے ہیں تخم باطل اسلیے وہ بوتے تھے جان نہیں تھی جو اسے وہ جانتے یعنی معنی نہیں رکھتے تھے اسواسطے اس بات کو جائز جانتے تھے جبکہ وہ مسافر دور سے آیا تھا وہ تھک گیا تھا اس نے دیکھا وہ حال کہ صوفی اس پر کرم کرتے تھے اور خدمت انکی کرتے تھے باہم ایک اسکے پاؤں کو دابتا تھا ایک جگہ رہنے کی اس سے پوچھتا تھا ایک اسکے سامان کی گرد جھاڑتا تھا ایک اسکے ہاتھ منھ کو چومتا تھا یا حال آگے ہے سلہ رغبت انکی الخ یہ شعر انکی رغبت اس نے دیکھ کر کہا کہ کیوں میں شریک انکے حال کا کھانا کھایا اور شروع گانا کیا خانقہ دھول دھوئیں سے بھر گیا کودنے کی دھول اور کھانے کا دھواں اشتیاق وجد سے اسوقت زیادہ تھا ہاتھ پھیلا کر کبھی کودتے تھے اور کبھی فرش پر لوٹتے تھے آز رد صوفی کی جو کہ مدت میں ملتی ہے اسلیے صوفی پیٹ بھر کے کھاتے ہیں باقی حال آگے ہے سلہ اس سوا الخ یہ شعر سوا اس صوفی کے جو راز حق سے سیر ہووے چھوڑدے ننگ وناموس کو باقی سب اللہ کے نام سے جیتے ہیں یعنی صوفی بمعنی کم ہیں اور یہ صوفی بے معنی ان کے نام سے دنیا حاصل کرتے ہیں جبکہ گانا آخر کو ساتھ بیقراری کے ہونچا مطربوں نے ایک اور ضرب شروع کی خر گیا اور خر گیا جاری کیا سب کو اس گرمی سے از بس کیف ہوا صبح تک اس گرمی سے رقص کرتے خر گیا خر گیا سب کہتے تھے از راہ تقلید کے وہ صوفی بھی یہی خر گیا کہتا تھا با درد باطنی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

چوں گزشت آں نوش جوش آں سماع | روز گشت و جملہ گفتند الوداع
خانقہ خالی شد و صوفی بماند | گرد از رخت سفر مے نشاند
رخت از حجرہ بروں آورد او | تا بخر بر بندد آں ہمراہ جو
تا رسد در ہمرہاں او می شتافت | رفت در آخر خر خود را نیافت
گفت آں خادم بآبش بردہ است | زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
خادم آمد گفت صوفی خر کجا است | گفت خادم ریش بیں جنگی بخاست
گفت خر را من بتو بسپردہ ام | من ترا بر خر موکل کردہ ام
بحث با توجیہ کن حجت میار | آنچہ من بسپردہ ام واپس سپار
از تو خواہم آنچہ من دادم بتو | بازدہ آنچہ کہ بسپردم بتو
گفت پیغمبر کہ دستت آنچہ برد | بایدش در عاقبت واپس سپرد
ور نہ از سرکشی راضی بایں | نک من و تو خانہ قاضی دین
گفت من مغلوب بودم صوفیاں | حملہ آوردند بودم بیم جان
تو جگر بندی میان گربگان | اندر اندازی و جوئی زاں نشان
درمیان صد گرسنہ یک گردہ | پیش صد سگ گربہ پژمردہ
گفت گیرم کز تو ظلماً بستہ اند | قاصد جان من مسکین شدہ اند
تو نیائی و نگوئی مر مرا - | کان خرت را می برند اے بینوا
تا خر از ہر کہ برد من واخرم | ورنہ توزیعے کنند ایشان زرم
صد تدارک بود چوں حاضر بودند | ایں زماں ہر یک باقلیمے شدند
من کرا گیرم کرا قاضی برم | ایں قضا خود از تو آمد بر سرم

جبکہ گزرا جوش نوش وہ سماع | دن ہوا اور سب ہوئے باہم وداع
خانقہ خالی ہوئی صوفی رہا | گرد سامان کی مسافر جھاڑتا
لایا اس حجرے سے وہ سامان کو | خر پہ تا لادے وہ اور ہمراہ ہو
جلد ہمراہوں کے ہو پہنچے ساتھ | خر طویلہ میں نہ پایا اس نے جو
بولا خادم لے گیا پانی کو ہو | کر پیا کل اس نے کمتر آب کو
خادم آیا بولا صوفی خر بتا | بولا داڑھی دیکھ اور لڑنے لگا
بولا میں نے خر کو سونپا تجھ کو تھا | اور نگہبان اسکا بس تجھ کو کیا
بحث کر توجیہ سے حجت نہ کر | جو دیا تجھ کو تھا واپس کر بشر
تجھ سے ہی لونگا جو سونپا تجھ کو ہی | پھیر دے جو کچھ دیا میں نے تجھے
بولے پیغمبر کو جو تو نے لیا | چاہیے واپس اسے کرنا بھلا
سرکشی سے گر نہ راضی اس پہ ہے | میں اور تو قاضی کے گھر چل تا نئے
بولا میں مغلوب تھا اور صوفیاں | لائے حملہ اور میں تھا بیم جان
بلیوں میں تو کلیجا ڈال کر | ڈھونڈھتا ہے پھر تو اسکو اے پسر
ایک روٹی آگے سو بھوکوں کے جو | گربہ عاجز آگے سو کتوں کے ہو
بولا مانا ظلم کر تجھ سے لیا | قصد میری جان مسکین کا کیا
کیوں نہ مجھ سے آکے پر تو نے کہا | خر کو لے جاتے ہیں وہ اے بینوا
مول لیتا تھا جس نے خر کو لیلیا | ورنہ قیمت سب سے لیتا میں بھلا
کرتا سو تدبیر جو حاضر تھے وہ | ہو سکے کیا اب گئے ہر ملک وہ
کسکو قاضی پاس میں لیجاؤں اب | مجھ پہ آئی یہ بلا تیرے سبب

سلہ جبکہ گزرا الخ یہ شعر جبکہ ختم ہوا جوش و نوش و سماع ہو چکا دن روشن ہوا اور باہم رخصت ہوئے وہ خانقہ خالی ہوئی اور فقط صوفی رہا گرد سامان کی سفر جھاڑتا تھا اور لایا حجرے سے سامان کو تا خر پہ لادے ہمراہ ہو تا کہ ہمراہیوں کے ساتھ جلد پہنچے خر طویلہ میں اپنے جو نہ پایا واپس ہو کر خادم پانی کو لے گیا کل سے کم پیا تھا جبکہ خادم آیا صوفی نے کہا کہ خر کہاں ہے بولا خادم نے کہا کہ تو نے داڑھی دیکھ اور لڑنے لگا صوفی نے کہا کہ میں نے تجھکو سونپا تھا اور نگہبان تجھکو کیا تھا باقی حال آگے ہے سلہ بحث الخ یہ شعر بحث توجیہ سے کر اور حجت مت کر جو تجھکو دیا تھا واپس کر یعنی اے خادم تو جو گفتگو کرتا ہے دلیل کے ساتھ اور جھگڑا مت کر میں تجھ سے وہ لونگا جو تجھکو دیا ہے تو پھیر دے جو میں نے تجھکو دیا ہے پیغمبر نے فرمایا جو تو نے لیا ہے چاہیے واپس کرنا یعنی حدیث میں آیا ہے کہ امانت کو واپس کرنا چاہیے اور اگر تو سرکشی کرتا ہے اور اس بات پر راضی نہیں ہے میں اور تو قاضی کے یہاں چلیں خادم نے کہا میں اسوقت مغلوب تھا اور صوفیوں نے مجھ پر حملہ کیا اور میں اپنی جان سے ڈرا آگے مثال فرماتے ہیں تو بلیوں میں جگر کو رکھ کر پھر اسکا ڈھونڈھتا ہے جیسے ایک روٹی سو بھوکوں کے آگے ہو یا گربہ عاجز آگے سو کتوں کے ہو یہ وہ خر ان صوفیوں کے رو برو اسکے مثال تھا باقی حال آگے ہے سلہ بولا مانا الخ یہ شعر صوفی نے کہا کہ میں نے مانا کہ انہوں نے ظلم کر کے تجھ سے لیا اور قصد میری جان مسکین کا کیا مگر تو نے کیا مجھ سے آکر کہا کہ خر کو لیجاتے ہیں وہ اے بینوا اس سے خر کو مول لیتا جسنے لیا ہے ورنہ قیمت جو کچھ ہے ان سب سے لیتا میں سو تدبیر کرتا وہ حاضر تھے اب کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ملک کو گئے کس کو قاضی کے پاس میں لیجاؤں یہ بلا تیرے سبب مجھ پر آئی تو نے مجھ پر جو اگر نہ کہا اسلئے یہ ظلم مجھ پر ہوا باقی حال آگے

چون نیائی و نہ گوئی ای غریب ‏— پیش آمد این چنین ظلم حبیب

گفت واللہ آمدم من بارہا ‏— تا ترا واقف کنم زین کارہا

تو ہمی گفتی کہ خر رفت ای پسر ‏— از ہمہ گویندگان با ذوق تر

باز می گشتم کہ او خود واقف است ‏— زین قضا راضی ست مرد عارف است

گفت آن را جملہ می گفتند خوش ‏— مر مرا ہم ذوق آمد گفتنش

مر مرا تقلید شان بر باد داد ‏— کہ دو صد لعنت بر این تقلید باد

خاصہ تقلید چنین بے حاصلان ‏— کابروی ما ریختند از بہر نان

عکس ذوق آن جماعت میزدی ‏— وین دلم زان عکس ذوقے میشدی

عکس چندان باید از یاران خوش ‏— کہ شوی از بحر بے عکسی آب کش

عکس کاول زد تو آن تقلید دان ‏— چون پیاپے شد شود تحقیق آن

تا نشد تحقیق از یاران مبر ‏— از صدف مگسل نگشتہ قطرہ در

صاف خواہی چشم عقل و سمع را ‏— بر دران تو پردہائے طمع را

زانکہ آن تقلید صوفی از طمع ‏— عقل او بر بست از نور و لمع

زانکہ صوفی را طمع بر دش ز راہ ‏— ماند در خسران و شد کارش تباہ

طمع لوت و طمع آن ذوق سماع ‏— مانع آمد عقل او را از اطلاع

تو نے جو آگر نہ یہ مجھ سے کہا ‏— اس لئے یہ ظلم مجھ پہ ہو گیا

بولا[1] میں واللہ آیا چند بار ‏— تا کروں یہ راز تجھ پر آشکار

خر گیا کہتا تھا تو بھی بار بار ‏— کہنے والوں سے تو زیادہ ذوق دار

پھر گیا میں شاید اب واقف ہے تو ‏— ہے قضا سے راضی جو عارف ہے تو

بولا سب کہتے تھے اسکو شوق سے ‏— میں بھی کہتا تھا یہ سنکر ذوق سے

مجھ کو بد تر کر دیا تقلید نے ‏— لعنت اللہ ہو اس تقلید پے

خاص بے معنوں کے اس تقلید پے ‏— آبرو کھوتے ہیں جو نان کے لئے

عکس[2] ان کے ذوق کا مجھ پر پڑا ‏— اس سے دل پر ذوق اک پیدا ہوا

عکس یاروں کا بس اتنا چاہئے ‏— بحر بے عکسی سے تا پانی ملے

عکس اول کو تو بس تقلید جان ‏— جو پیاپے ہوا سے تحقیق مان

مت جدا یاروں سے تا تحقیق ہو ‏— تا نہ قطرہ در ہو مت دے سیپ کو

صاف چاہے گوش چشم اور عقل کو ‏— پھاڑ دے تو پردہائے طمع کو

کہ وہ بھی تقلید صوفی طمع سے ‏— بندھ گئی عقل اسکی نور لمع سے

طمع نے صوفی کو بس گمراہ کیا ‏— وہ رہا بد بخت و کام ابتر ہوا

طمع[3] کھانے اور ذوق اس راگ کا ‏— اطلاع عقل سے مانع ہوا

[1] بولا واللہ الخ — شعر خادم نے کہا واللہ میں چند بار آیا تا یہ راز تجھ پر ظاہر کروں لیکن تو خر گیا کہتا تھا بار بار اور کہنے والوں سے زیادہ ذوق رکھتا تھا میں واپس پھرا کہ شاید تو واقف ہے اور قضا سے راضی ہے کیونکہ تو عارف ہے صوفی نے کہا کہ سب کہتے تھے شوق سے اسواسطے میں بھی کہتا تھا سنکر ذوق سے مجھکو بد تر کر دیا تقلید نے لعنت اللہ کی ہو اس تقلید سے حقایق فرماتے ہیں خاصکر لعنت ہو جیو ان بے معنوں کی تقلید پر کہ آبرو کھوتے ہیں روٹی کیلئے آگے قول صوفی کا ہے [2] عکس انکے اپنے شعر انکے ذوق کا عکس مجھ پر پڑا اس سے ایک ذوق دل پر پیدا ہوا آگے حقائق ہیں پس عکس یاروں کا اسقدر چاہئے کہ دریائے بے عکسی سے پانی ملے یعنی فیضان انکے عکس دلمیں پیدا ہو یہ بے ریا معنی کی شناخت ہے عکس اول کو تو تقلید جان جو کہ پے در پے ہو اسکو تحقیق جان یعنی فیضان صحیح و غلط کی شناخت بتاتے ہیں کہ اگر عکس اول سے ایک بات دل میں پیدا ہو ہنگام سماع کے اور پھر نہ آئے وہ فیضان الٰہی نہیں ہے وہ خواہش انسانی ہے اہل سماع کو یہ دھوکا ہوتا ہے اور اگر دم بدم پیدا ہو وہ فیضان ہے کیونکہ فیض حق واسطے تسکین عارف کے ایک دوسرے کی نسبت سے آہستہ آتا ہے پس تو یاران طریقت سے تا تحقیق جدا نہ ہو تا قطرہ گوہر نہ ہو تو صدف مت چھوڑ یعنی جبتک تجکو پر نسبت متعدی نہو خدمت مرشد سے علیحدہ بہت ہو تو چاہے کہ صاف گوش و چشم عقل ہو تو پھاڑ دے پردہ طمع کو کیونکہ وہ تقلید صوفی کی طمع سے تھی اور بندگی اسکی عقل کو نور روشن صوفی کو طمع نے گمراہ کیا اور وہ بد بخت رہا اور کام اسکا ابتر ہوا باقی حال آگے ہے فافہم [3] طمع کھانے اور ذوق راگ کی طمع مانع ہوگی عقل کو اطلاع ہونے خر سے یعنی دھوکا بسبب طمع کھانے دگانے کے اپنے خر سے غافل ہوا اگر آئینہ میں طمع ظہور نہ کرے تو نفاق آئینہ سے دور ہوتا یعنی آئینہ بسبب نفاق جیسی صورت ہوتی ہے وہی بتاتا ہے اگر اسمیں طمع ہوتی یہ صفت نفاق کی آئینہ میں نہ رہتی اور طمع امر واقع نہ بتاتا اگر ترازو طمع مال کی رکھتی تو کبھی راستی ہرگز نہ رکھتی آگے حقائق ہیں ہر ایک نبی اپنی قوم سے کہتا تھا کہ میں مزدوری رسالت کی تم سے نہیں چاہتا ہوں کیونکہ میں ہادی ہوں اور حق تعالیٰ مشتری ہے حق نے دلالی میں مجکو دونوں جہاں دیتے ہیں مزدوری لینا کام دلال کا مزدوری دے تا کہ وہ اچھا کہے یعنی حق نے مجکو اسواسطے مزدوری میں دونوں جہاں دئے ہیں تا کہ رسالت میں کوشش کروں اب میری مزدوری کیا ہے دیدار یار ہے اگرچہ ابوبکر نے ۴۰ ہزار مزدوری کب گوہر کی پوت برابری کر سکتی ہے واضح ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حسب الحکم جناب رسول مقبول کے ۴۰ ہزار درہم کل سامان گھر کا فروخت کرکے نذر حضور کئے

گر طمع در آئینہ بر خاستے	در نفاق آن آئینہ چون ماستے	آئینہ میں گر طمع کرتی ظہور	بس نفاق آئینہ سے ہو جاتا دور
گر ترازو را طمع بودی بمال	راست کے گفتی ترازو وصف حال	گر طمع رکھتی ترازو مال کی	راستی ہرگز نہ رکھتی وہ کبھی
ہر نبی میگفت با قوم از صفا	من نخواہم مزد پیغام از شما	ہر نبی کہتا تھا اپنی قوم سے	مزد پیغام اب نہ مجکو چاہیے
من دلیلم حق شمارا مشتری	داد حق دلالیم ہر دو سری	میں ہوں ہادی حق تمہارا مشتری	حق نے دلالی میں دی ہر دو سری
ہست مزد کار مر دلال را	مزد باید داد تا گوید سزا	مزد لینا کام ہے دلال کا	مزد دے تا وہ کہے اچھا بھلا
چیست مزد کار من دیدار یار	گرچہ خود بوبکر بخشد چل ہزار	مزد میری کیا ہے اب دیدار یار	گرچہ خود بوبکر بخشے چل ہزار
چل ہزار او نباشد مزد من	کے بود شبہ شبہ در عدن	چل ہزار اسکی نہ میری مزد ہے	ہمسری در کی ہو کیونکر پوت سے
یک حکایت گویمت بشنو بہوش	تا بدانی کہ طمع شد بند گوش	اک حکایت[1] کہتا ہوں اب تم سنو	قید سمجھو گوش کی تا طمع کو
ہر کرا باشد طمع الکن شود	با طمع کے چشم دل روشن شود	جس کو ہووے طمع وہ گونگا ہوا	طمع نے بس دل کو کب روشن کیا
پیش چشم او خیال جاہ و زر	ہمچنان باشد کہ مو اندر بصر	پیش چشم اسکے خیال جاہ و زر	جیسے پیدا بال ہو اندر بصر
جز نگر مستی کہ از حق پر بود	گرچہ بدہی گنجہا او خر بود	پر سوا اس مست کے کہ حق سے پر	گنج گر دیوے اسے ہووے وہ خر
ہر کہ از دیدار برخوردار شد	این جہان در چشم او مردار شد	جو کہ برخوردار ہے دیدار سے	اسکی نظروں میں جہاں مردار ہے
لیک آن صوفی ز مستی دور بود	لاجرم از حرص او بے نور بود	لیک[2] وہ صوفی تھا بس مستی سے دور	حرص کی باعث نہیں رکھتا تھا نور
صد حکایت بشنود مدہوش حرص	در نیابد نکتہ در گوش حرص	سو حکایت گر سنے مدہوش حرص	ایک نکتہ بھی نہ جانے گوش حرص

قصہ آن مفلس کہ در زندان بُد و زندانیان ازو در فغان

قصہ اس مفلس کا کہ قیدخانہ میں تھا اور قیدی اس سے فغاں میں

بود شخصے مفلسے بے خانمان	ماند در زندان و بند بے امان	مرد مفلس ایک تھا بے خانمان	قیدخانہ میں تھا با قید گراں

[1] ایک حکایت الخ ۵ شعر ایک حکایت میں کہتا ہوں تم سنو تا کان کو طمع سے بند جانو جس کو طمع ہو وہ گونگا ہو الیس طمع نے کیسا دل کو روشن کیا اسکی آنکھ کے آگے خیال مال و جاہ کا ہو جیسے آنکھ میں پر بال پیدا ہو لیکن سوا اس مست کے کہ جو حق سے پر ہے اگر گنج اسکو دیوے وہ مزد دے یعنی کچھ طمع عارف کو نہ ہووے کیونکہ جو دیدار یار سے سرفراز ہو وہ دنیا کی طمع ہرگز نہیں رکھتا باقی حال آگے ہے [2] لیک وہ صوفی الخ ۲ شعر و لیکن وہ صوفی مستی حق سے دور تھا اور بسبب حرص کے نور باطن نہیں رکھتا اگرچہ سو حکایت حرص کی مدہوش سنی ایک نکتہ بھی گوش حرص تک نجائے یعنی وہ صوفی بسبب طمع دنیا کے حرص میں مبتلا تھا اسی طرح جو شخص طمع دنیا سے حرص میں گرفتار ہوا ہے معرفت الٰہی و نور باطن حاصل نہیں ہوا اور نہ بادہ عرفان سے اسکو خبر ہے پس حرص و طمع دنیا واسطے عارف کے رہزن ہے چنانچہ اسکا قصہ مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم [3] قصہ سوم خرابی طمع و حرص دنیا میں ۱۲ [4] مرد مفلس الخ ۱۹ شعر ایک مرد مفلس تھا بے خانماں اور قیدخانہ میں مقید تھا با قید گراں قیدیوں سے کھانا چھین کر کھاتا وہ خلق کے دل پر تھا طمع سے مانند کوہ قاف کے کس کو طاقت تھی کہ سوا اسکے کھانا کھاتا کیونکہ وہ جلدی لقمہ چھینتا تھا جو کہ دعوت سے خدا کے دور ہو وہ گدا ہے اگرچہ بادشاہ ہو یعنی تو قناعت نہیں رکھتا ہے اگر بادشاہ ہو گدا ہے اپنے مروت کو پامال کیا وہ قیدخانہ اس قیدی سے دوزخ ہوا آگے حقائق ہیں اگر راحت کی امید پر کوئی بھاگے اس طرف سے آفت زیادہ آئے بغیر درندوں کے کوئی جگہ نہیں ہے مگر حق کی خلوتگاہ میں آرام جہاں کے قیدخانہ میں ہر جگہ سوائے شفقت اور محنت کے نہیں ہے مگر حق کی خلوتگاہ میں آرام جہاں کے قیدخانہ میں ہر جگہ سوائے شفقت و محنت کی نہیں ہے اگر آرام ہے تو خلوتگاہ حق میں ہے پس دنیا ترک کر کے خلوتگاہ میں جا اگر تو آرام چاہتا ہے آدمی فربہ خیالوں سے ہوتا ہے اگر خیال جمیل کا اسکو ہو اور اگر ناخوشی خیالوں سے اسکو ہووے آگ سے مثل موم کے گلنے لگے یعنی انسان کا دبلا ہونا پن خیالوں سے ہے کہ خیال خوش سے موٹا ہوتا ہے و خیال ناخوش سے دبلا اسواسطے

لقمۂ زندانیان خوردی گزاف / بر دل خلق از طمع چون کوہ قاف
قیدیون سے کھانا کھاتا چھین کے / خلق کے دل پہ تقاضون کی طمع سے

زہرہ نے کس را کہ لقمۂ نان خورد / زانکہ آن لقمہ ربا چابک برد
کسی کو طاقت نہ کہ کھالے اس سوا / کیونکہ وہ جاتا لقمہ چھینتا

ہر کہ دور از دعوت رحمان بود / او گدا چشم ست گر سلطان بود
جو کہ دعوت سے خدا کے دور ہو / بس گدا ہے گرچہ وہ فغفور ہو

مر مروت را نہادہ زیر پا / گشتہ زندان دوزخی زان نان ربا
پائمال اس نے مروت کو کیا / دوزخ اس قیدی کے زندان ہوا

گر گریزی بر امید راحتے / زان طرف ہم پیشت آید آفتے
بھاگے گر راحت کی امیدون پر اگر / اس طرف سے آفت آئے پیشتر

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست / جز بخلوتگاہ حق آرام نیست
بے درندون کے ہے کوئی کنج / خلوت حق میں نہیں البتہ رنج

کنج زندان جہان ناگزیر / نیست بے پامزد و بے دق الحصیر
قیدخانہ میں جہان کے ہر کہیں / جز مشقت اور محنت کے نہیں

واللہ از سوراخ موشے در روے / مبتلائے گربہ چنگالی شوی
موش کے سوراخ میں گر تو چھپے / پنجۂ گربہ سے تو کیونکر بچے

آدمی را فربہی ہست از خیال / گر خیالاتش بود صاحب جمال
آدمی فربہ خیالون سے بنے / گر خیالات جمیل اب ہوا ہے

ور خیالاتش نماید ناخوشی / می گدازد ہمچو موم از آتشی
ناخوشی گر ہو خیالون سے اسے / آگ سے جون موم وہ گلنے لگے

مار و کژدم مر ترا مونس بود / کان خیالت کیمیائے مس بود
سانپ بچھو انسیت تجھ سے کرے / وہ خیال اک کیمیا تیری بنے

در میان مار و کژدم گر ترا / با خیالات خوشان دارد خدا
سانپ بچھو کے تجھے گر درمیان / با خیال خوش خدا رکھے یہان

صبر شیرین از خیال خوش شدست / کان فرح وان تازگی پیشت بدست
صبر شیرین با خیال خوش سے ہو ترا / کہ خوشی وہ آنے والی ہے سوا

آن فرح آید ز ایمان در ضمیر / ضعف ایمان ناامیدی و زحیر
دل میں آئے وہ خوشی ایمان سے / ضعف ایمان ناامیدی رنج ہے

صبر از ایمان بیابد سر کلہ / حیث لا صبر فلا ایمان لہ
صبر ہو ایمان سے با تاج و کلہ / حیث لا صبر فلا ایمان لہ (جس کسی کو صبر نہیں ہے اس کا ایمان نہیں ہے)

گفت پیغمبر خداش ایمان نداد / ہر کرا نبود صبوری در نہاد
وہ نہیں مومن یہ حضرت نے کہا / نے صبوری جسکے دل میں ہو ذرا

آن یکے در چشم تو باشد چو مار / ہم وے اندر چشم آن دیگر نگار
ایک تیری آنکھ میں ہو مثل مار / دوسرے کی آنکھ میں ہو وہ نگار

زانکہ در چشمت خیال کفر اوست / وان خیال مومنے در چشم دوست
کیون خیال کفر تیری آنکھ میں / اور خیال مومن اسکی آنکھ میں

کاندرین یک شخص ہر دو فعل ہست / گاہ ماہی باشد او و گاہ شست
شخص اک رکھے یہ دونون فعل کو / گاہ مچھلی اور گہہ وہ شست ہو

نیم او مومن بود نیمش گبر / نیم او حرص آوری نیمیش صبر
آدھا مومن آدھا کافر ہو وہ / آدھا حارص آدھا صابر ہوے وہ

ے سانپ بچھو الخ ۱ شعر اگر درمیان سانپ بچھو کے تجھے خدا رکھے ساتھ خیال خوش کے تو سانپ بچھو تجھ سے نسبت کریں اور وہ خیال اک کیمیا ترے لئے بنے خیال خوش سے صبر شیرین ترا ہو کہ وہ خوشی سو آنے والی ہے وہ خوشی دل میں آئے ایمان سے اور ایمان ضعیف ناامیدی اور رنج ہے صبر ہو ایمان سے بارونق ترجمہ حدیث جس کسی کو صبر نہیں ہے اس کا ایمان نہیں ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ایمان نہیں حق نے دیا کہ جس وجود میں صبر نہووے ذرا. باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ے ایک تیری الخ ۲ شعر ایک شخص تیری آنکھ میں مثل مار کے ہو دوسرے کی آنکھ میں وہ معشوق ہو کیونکہ خیال کفر تیری آنکھ میں ہے اور خیال مومن کا اسکی آنکھ میں ہے اور ایک شخص یہ دونوں فعل رکھے کبھی مچھلی اور گاہ شست بنے آدھا مومن و آدھا کافر وہ ہووے آدھا حارص اور آدھا صابر وہ ہووے حق نے فرمایا ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن یعنی تم کو بعضے اجزا ہر واحد کے کافر و بعضے اجزا ہر واحد کے مومن ہیں آگے مثال فرماتے ہیں جیسے آدھا بیل سیاہ رنگ و آدھا سفید رنگ مانند ماہ کے ہو جو کوئی اس آدھے کو دیکھے رد کرے جو کوئی اس آدھے کو دیکھے کوشش کرے یعنی کفر و ایمان ہر ایک شخص میں ہے جو از راہ کفر کے دیکھتا ہے برا جانتا ہے اور جو از راہ ایمان کے دیکھتا ہے بھلا جانتا ہے پس یہی باعث ہے کہ عارفوں کو آدھے لوگ برا کہتے ہیں و آدھے بہتر کہتے ہیں جس میں غلبہ نفس کا ہے وہ برائی کے ساتھ دیکھتے ہیں اور جس میں غلبہ روح کا ہے وہ بھلائی کے ساتھ دیکھتے ہیں چنانچہ باقی حال اسکا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گفت یزدان نمنکم مومن / باز منکم کافر گبر کہن
ہمچو گاوے نیمۂ جلدش سیاہ / نیمۂ دیگر سپید وہمچو ماہ
ہر کہ این نیمہ بہ بیند رد کند / ہر کہ آن نیمہ بہ بیند کد کند
از جمال یوسف اخوان بس نفور / لیک اندر دیدۂ یعقوبؑ نور
از خیال بد نظر شان زشت دید / چشم فرع وچشم اصلی ناپدید
چشم ظاہر سایۂ آن چشم دان / ہرچہ آن بیند بگردد این بدان
سایۂ اصلست فرع اما کجا / سایہ با خورشید پا دارد بجا
تو مکانے اصل تو در لامکان / این دکان بربند بکشا آن دکان
شش جہت مگریز زیرا در جہات / ششدرست او ششدرہ ماتست مات
این سخن رانیست حد زندانیان / مضطرند از دست آن خر قلتبان

حق نے فرمایا نمنکم مومن / آیا منکم کافر دوان کا پھر سخن
جیسے آدھا گاؤ ہو رنگ سیاہ / اور سفید آدھا ہو وہ مانند ماہ
جو کہ اُس آدھے کو دیکھے رد کرے / جو کہ اُس آدھے کو دیکھے کد کرے
حسن سے یوسف کے بھائی تھے نفور / دیدۂ یعقوبؑ میں لیکن وہ نور
زشت رو دیکھا خیال بد سے یان / آنکھ فرع نے وآنکھ اصلی گمان
چشم ظاہر سایۂ اُن چشموں کا جان / جو وہ دیکھیں یہ پھرے اس سو نہان
سایۂ فرع اصل پر کب تلک / سایہ ہی پابند خورشید فلک
تو مکان ہے اصل تیری لامکان / یہ دکان کر بند کھول وہ دکان
شش جہت میں مت جا آ زیر جہات / جان ششدر ششدرہ ہے مات مات
بات یہ بیحد ہے بس انجام کار / ہاتھ سے مفلس کے قیدی بے قرار

شکایت کردن اہل زندان نزد وکیل قاضی از دست آن مفلس

شکایت کرنا قیدیوں کا آگے وکیل قاضی کے اُس مفلس کے ہاتھ سے

باوکیل قاضی ادراک مند / اہل زندان در شکایت آمدند
کہ سلام ما بقاضی بر کنون / باز گو آزار ما زین مرد دون
کاندرین زندان بماند او مستمر / یاوہ تاز وطبل خوار ست ومضر
مرد زندانے نیابد لقمۂ / در بصد حیلت کشاید طعمۂ
در زمان پیش آید آن دوزخ گلو / حجتش اینکہ خدا گفتہ کلو
چون مگس حاضر شود بر ہر طعام / از وقاحت بے صلا و بے سلام

جو وکیل قاضی آیا اُس جگہ / سب لگے قیدی یہ کرنے بس گلہ
کہنا قاضی سے ہمارا تو سلام / رنج مردک سے ہمیں ہے دے پیام
گر رہے یہ قید خانہ مین سدا / رنج دہ بیہودہ گرد ادر ٹھگ نرا
نے کسی قیدی کو کھانا مل سکے / لاکھ حیلے سے اگر کھانا رکھے
بس اُسی دم آئے وہ دوزخ گلو / لائے حجت یہ کہا حق نے کلو
مثل مکھی کے وہ کھائے ہر طعام / بے حیا ہے بن بلائے بے سلام

لے حسن سے الخ یعنی شعر حسن یوسفؑ سے بھائی نفرت کرتے تھے دیکن دیدۂ یعقوبؑ میں وہ نور تھے زشت رو انکو دیکھا خیال بد سے چشم فرع نے اور چشم اصلی گمان ہے چشم ظاہر کو سایہ ان چشم باطن کا جان جو چشم باطن دیکھے یہ چشم ظاہر ادھر پھرے سایۂ فرع اصل کی ہے لیکن کہان تک سایہ پابند خورشید فلک کا رہے یعنی سایہ کی رسائی اپنی اصل تک ہے جیسے سایۂ خورشید کا خورشید تک جاتا ہے پس تو صاحب مکان ہے اور اصل تیری لامکان ہے تو اس دوکان کو بند کر اور اس دکان کو کھول یعنی چشم ظاہر کو بند کر اور چشم باطن کو کھول کہ مشاہدہ حق ہو شش جہت میں مت پھر اور زیر جہات آ ششدر کو جان کہ ششدرہ ہے مات کا یعنی سیر تشبیہ کی شش جہت میں مت کر نا پھر زیر جہات کہ تنزیہ ہے اور سیر تنزیہ کی کر کہ یہ ششدر دنیا کا ششدر ربانی نہ ہو کہ مات ہوتا ہے بموجب قول حضرت مسعود بک ؎ عاشقان گشتند مست از بوئے تو + عارفان بازند گم در روئے تو ۔ بو سے مراد صفات کہ سیر تشبیہ ہے اور رو سے مراد ذات کہ سیر تنزیہ ہے پس سیر تشبیہ عشق میں ہوتی ہے اور سیر تنزیہ معرفت میں ہوتی ہے بات یہ بیحد ہے انجام کار مفلس کے ہاتھ سے ہر قیدی بیقرار ہے آگے اس قیدی حارس کا بیان ہے فافہم ۱۲ منہ جو وکیل الخ شعر جو وکیل قاضی اس جگہ آیا سب قیدی اس سے گلہ کرنے لگے کہ تو قاضی سے ہمارا سلام کہنا اور پیام دینا کہ تکلیف اس مرد سے ہم کو ہے اگر یہ قید خانہ میں ہمیشہ رنج دینے والا بیہودہ پھرنے والا دھبک منگار ہے تو کسی قیدی کو کھانا نہ مل سکے لاکھ حیلے سے اگر کھانا رکھے پس اسی دم وہ دوزخ گلو آئے۔ اور یہ حجت لائے کہ حق نے کہا ہے کلوا واشربوا یعنی کھاؤ پیو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ منہ مثل مکھی کے الخ شعر مانند مکھی کے طعام کھائے بے بلائے و بے سلام وہ بے حیا ساٹھ آدمی کا کھانا اس کے آگے ناچیز ہے اگر منع کریں بہرا اپنے اس تین برس کے قحط سے ہم کو بچاؤ سایہ مولانا کا ہمیشہ ہو جو کہ دو کہ زندان سے اس بھینس کو نکال یا وقف سے وظیفہ کھانے کو دو اے قاضی کہ تجھ سے سب مرد و زن خوش ہین داد ہمکو دے اے فریاد رس باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

پیش او بیست لیست شصت کس
زاں چنین قحط سہ سالہ داد داد
گوز زندان نا رد و این گاؤ ریش
اے ز تو خوش ہم ذکور و ہم اناث
سوئے قاضی شد وکیل با نمک
خواند او را قاضی از زندان بہ پیش
گشت ثابت پیش قاضی آن ہمہ
گفت قاضی خیز زین زندان برو
گفت خان و مان من احسان تست
گر ز زندانم برانے تو برد
ہمچو ابلیسے کہ می گفت اے سلام
کاندرین زندان دنیا من خوشم
ہر کہ او با قوت ایمانی بود
می ستانم گہ بمکر و گہ بہ ریو
گر بدرویشی کنم تہدید شان
قوت ایمانی درین زندان کم است

لرکنند خود را اگر گویمش بس
ظل مولانا ابد پاینده باد
یا وظیفہ کن ز وقفے لقمہ اش
داد کن المستغاث المستغاث
گفت با قاضی شکایت یک بیک
پس تفحص کرد از اعیان خویش
کہ نمودند از شکایت آن رمہ
سوئے خانہ مردہ ریگ خویش شو
ہمچو کافر جنتم زندان تست
خود بمیرم من ز درویشی و کد
رب انظرنی الی یوم القیام
تا کہ دشمن زادگان را می کشم
و ز برائے زاد رہ نانی بود
تا بر آرند از پشیمانی غریو
گہ بزلف و خال بندم دید شان
وانکہ ہست از قصد این سگ در زخم است

سالہا کس کا کھانا جانے ہیچ ہے
قحط سہ سالہ سے ہم کو داد دو
کہدو زندان سے نکالو بھینس کو
اے کہ تجھسے خوش ہیں سب مرد و اناث
پاس قاضی کے وکیل اسدم گیا
اس کو قاضی نے بلا کر روبرو
ہو گیا ثابت یہ قاضی کو کہ اب
بولا قاضی قید خانہ سے نکل
بولا گھر میرا ترا احسان ہے
مجھکو زندان سے اگر تو رد کرے
جیسے شیطان نے کہا تھا ای سلام
کہ میں قید زندگی میں شاد ہون
جس کسی کی بس غذا ایمان ہو
مکر و حیلہ کر کے میں وہ چھین لون
کہ گدائی سے میں تہدید اک کرون
کم ہے اس زندان میں قوت ایمان کا

منع گر اس کو کرے بہر اپنے
سایہ مولانا کا دایم ہو جیو
یا وظیفہ وقف سے کھانے کو دو
داد دے المستغاث المستغاث
ماجرا ان کی شکایت کا کہا
پوچھا ان لوگون سے اسکے حال کو
ہے شکایت واجبی یہ انکی سب
اپنے گھر کی سمت جا مرد دغل
مجھکو جون کافر جنان زندان ہے
خود مرون میں بھیک در در مانگ کے
رب انظرنی الی یوم القیام
تا کہ دشمن زاد کو کشتہ کرون
اور زاد راہ کو وہ نان ہو
تا پشیمانی سے چلائیں فزون
گاہ زلف و خال پر مائل رکھون
اور جو ہوا بتر وہ اس سگ سے سوا

لے پاس قاضی کے الخ یہ شعر اس دم وکیل قاضی کے پاس گیا اور ان کی شکایت کا ماجرا کہا اس کو قاضی نے روبرو بلا کر دارو غون سے اس کا حال پوچھا قاضی کو ثابت ہوا کہ اب شکایت انکی واجبی سب ہے تو قاضی نے کہا کہ تو قید خانہ سے نکل اپنے گھر کی سمت جا اے مرد مجل قیدی نے کہا کہ میرا گھر ترا احسان ہے مجھکو مثل کافر کے زندان جنت ہے اگر مجھ کو زندان سے تو نکالے میں بھیک در در مانگ کر مرون جیسے شیطان نے کہا تھا رب انظرنی الی یوم القیام اے رب میرے مہلت دے مجھ کو قیامت تک کی ۹ واضح ہو کہ قاضی نے قیدی سے کہا کہ تو اپنے گھر جا قیدی نے کہا کہ تیرا احسان میرا گھر ہے اور زندان مجھکو جنت ہے مثل کافر کے یعنی زندان دنیا شیطان کے لیئے احسان حق سے جنت ہے کہ آرام سے رہتا ہے چنانچہ باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ کہ میں الخ یہ شعر کہ میں خوش ہون اس زندان دنیا میں تا کہ دشمن زاد کو کشتہ کرون جس کسی شخص کی ایمان غذا ہو اور زاد راہ کو وہ نان ہو وہ مکر و حیلہ سے چھین لون تا کہ پشیمانی سے بہت چلائیں کبھی گدائی سے میں ڈراؤن و کبھی زلف و خال پر مائل رکھون یعنی شیطان اسی زندان دنیا میں اسواسطے خوش ہے کہ آدم زاد و کو مکر و حیلہ میں ڈال کر گمراہ کرتا ہے چنانچہ حقائق اس کے آگے مولانا فرماتے ہیں فافہم ۱۲ کم ہے الخ ۹ شعر اس زندان دنیا میں کم ہے قوت ایمان کا اور اگر ہے تو اس کتے سے ابتر ہوا ہے جو نماز و روزہ و عجز سے قوت ذوق کا آئے تو شیطان چرا لیتا ہے پناہ اللہ کی اس شیطان سے بتحقیق ہلاک کیا ہم کو افسوس غلبہ اس کے نے جو کوئی سرد کرے اس میں ہے دیو پوشیدہ اندر پوست کے کتا ہے ہزاروں میں گھسا ہوا جو کوئی اس میں گیا تو وہ اس کا ہوا جو صورت نہ پائے تو آئے خیال میں تجھکو وہ خیال سے ڈالے وبال میں تجھ پر خیالوں سے بلا آئی ہے جو خیال فاسد آتے ہیں جا بجا کے یعنی خیال فاسد وہ شیطان جا بجا کے تیرے دل پر پیدا کرتا ہے کہ تا تو بلا میں مبتلا ہو آگے ان خیالوں کی تفصیل ہے کہ کبھی خیال سیر و کبھی دکان کبھی خیال علم و کبھی خان و مان کا کبھی خیال کسب سوداگری کا کبھی تجارت و کبھی سرداری کا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

از نماز و صوم و صد بیچارگی	قوت ذوق آید برد یکبارگی	جو نماز و روزہ و صد عجز سے	قوت ذوق آئے تو وہ چوری کرے
استعیذ اللہ من شیطانہ	قد ہلکنا آہ من طغیانہ	استعیذ اللہ من شیطانہ (پناہ اللہ کی شیطان اسکے سے)	قد ہلکنا آہ من طغیانہ (تحقیق ہلاک کیا ہم کو افسوس غلبہ اس کے نے)
ہر کہ سردت کرد میدان کو در وست	دیو پنہان گشتہ اندر زیر پوست	سرد تجھکو جو کرے وہ امین ہے	دیو پوشیدہ ہے اندر پوست کے
یک سگ است و در ہزاران میرود	ہر کہ در وے رفت او آن میشود	ایک کتا ہے ہزاروں میں گھسا	جو گیا اس میں تو وہ اس کا ہوا
چون نیابد صورت آید در خیال	تا کشاید آن خیالت در وبال	جو نہ صورت پائے آئے باخیال	تجھکو ڈالے وہ خیال اندر وبال
از خیالات تو می آید بلا	چون خیالت فاسد آید جابجا	تجھ کو آئے ہے خیالوں سے بلا	جو خیال فاسد آئے جابجا
گہ خیال فرجہ و گاہے دکان	گہ خیال علم گاہے خانمان	گہ خیال سیر اور گاہے دکان	گہ خیال علم و گاہے خانمان
گہ خیال کسب و سوداگری	گہ خیال تاجری و دادری	گہ خیال کسب اور سوداگری	گہ تجارت اور گاہے سروری
گہ خیال نقرہ و فرزند و زن	گہ خیال بوالفضول و بوالحزن	گہ خیال نقرہ و اولاد کا	گہ خیال صرف زر اور داد کا
گہ خیال کالہ و گاہے قماش	گہ خیال مفرش و گاہے فراش	گہ خیال پارچہ اور قماش کا	گہ خیال فرش و گہ فراش کا
گہ خیال آسیا و باغ و راغ	گہ خیال بیخ و جاغ و لیغ و لاغ	گہ خیال باغ و گاہے آسیا	گہ خیال بددلی گہ ہزل کا
گہ خیال آشتی و جنگہا	گہ خیال نامہا و ننگہا	گہ خیال صلح اور گہ جنگ کا	گہ خیال نام اور گہ ننگ کا
ہین بروں کن از سر این تخیلہا	ہین برو باز دل چنین بدمیلہا	ان خیالوں کو نکال اب سر سے تو	اور کدورت جھاڑ دے دل پر سے تو
ہان بگو لا حولہا اندر زمان	از زبان تنہا نہ بل از عین جان	ہاں پڑھو لا حول کو ہر آن سے	نے زبان سے بلکہ دل و جان سے

تتمۂ قصۂ مفلس زندانی با قاضی — باقی قصہ مفلس قیدی کا ساتھ قاضی کے

گفت قاضی مفلسی را وا نما	گفت اینک اہل زندانت گوا	بولا قاضی مفلسی اپنی بتا	بولا سب قیدی ہیں یہ میرے گوا
گفت ایشان متہم باشند چون	میگریزند از تو می گریند خون	بولا یہ تو متہم ہیں اس لئے	تجھ سے بھاگے کہتے ہیں بدلا لئے
وز تو میخواہند تا ہم وارہند	زین غرض باطل گواہی میدہند	چاہتے ہیں تجھ سے تا کہ ہم چھٹیں	اس لئے دیتے گواہی جھوٹ ہیں
جملہ اہل محکمہ گفتند ما	ہم بر ادبار و بر افلاسش گوا	جملہ اہل محکمہ نے بس کہا	اس کے ہیں افلاس کے ہم بھی گوا
ہر کرا پرسید قاضی حال او	گفت مولا دست زین مفلس بشو	پوچھا قاضی نے یہ جس سے حال کو	بولا اس مفلس کو مولا چھوڑ دو

لے گہ خیال الخ ۱۲ شعر کبھی خیال روپیہ اولاد کا کبھی خیال صرف زر اور داد کا کبھی خیال پارچہ اور قماش کا اور کبھی خیال فرش کا اور کبھی فراش کا کبھی خیال باغ و کبھی آسیا کبھی خیال آبرو کبھی ہوا کا کبھی خیال جنگ و کبھی صلح کا کبھی خیال نام و کبھی ننگ کا پس ان خیالوں کو اب نکال تو اپنے سر سے اور کدورت جھاڑ دے دل کے اوپر سے ہاں پڑھو لاحول کو ہر وقت زبان سے نہیں بلکہ دل و جان سے یعنی اے عارف ان خیالات شیطانی کو دل سے دور کر اور جاروب لاحول سے جھاڑ کر دل کو صاف کر کہ صورت نزول فیضان الٰہی کی ہو چنانچہ حال اس قیدی کا مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ لے بولا قاضی الخ ۱۲ شعر قاضی نے کہا اے قیدی مفلسی کا ثبوت دے بولا کہ یہ سب قیدی میرے گواہ ہیں قاضی نے کہا یہ تو متہم ہیں اس لئے تجھ سے بھاگتے ہیں اور بدلا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں تجھ کو تا ہم چھوٹیں اس لئے گواہی جھوٹ دیتے ہیں یعنی قیدی خود مدعی ہیں اور اہل غرض ہیں پس گواہی مدعی اور اہل غرض کی فقہ میں درست نہیں ہے اہل محکمہ نے قاضی سے کہا کہ ہم اسکے افلاس کے گواہ ہیں جس سے یہ حال قاضی نے پوچھا کہا اے مولا اس کو چھوڑ دو قاضی نے کہا اس کو ظاہر پھراؤ شہر میں کہ مفلس ہے معاش

گفت قاضی کش بگردانید فاش / گرد شہر این مفلس است و بدمعاش
کو بکو او را منادیہا کنید / طبل افلاسش عیان ہر جا زنید
ہیچکس نسیہ بنفروشد بدو / قرض ندہد ہیچکس او را تسو
ہر کہ دعوی آردش اینجا بفن / ہیچ زندانش نخواہم کردن
پیش من افلاس او ثابت شدست / نقد و کالا نیستش چیزے بدست
آدمی در حبس دنیا زان بود / تا بود کافلاس او ثابت شود
مفلسی دیو را یزدان ما / ہم منادی کرد در قرآن ما
کو دغا و مفلس است و بدسخن / ہیچ با او شرکت و سودا مکن
ور کنی او را بہانہ آوری / مفلس است او صرفہ از وے کے بری
حاضر آوردند چون فتنہ فروخت / اشتر کردی کہ ہیزم میفروخت
کرد بیچارہ بسے فریاد کرد / ہم موکل را بدانگے شاد کرد
اشترش بردند از ہنگام چاشت / تا شب و افغان او سودے نداشت
بر شتر بنشست آن قحط گران / صاحب اشتر پے اشتر دوان
سو بسو و کو بکو می تاختند / تا ہمہ شہرش عیان بشناختند
پیش ہر حمام و ہر بازارگہ / کردہ مردم جملہ در شکلش نگہ
دہ منادی گر بلند آوازیان / ترک و کرد و رومیان و تازیان
جملگان آوازہا برداشتہ / کین ہمہ تخم جفاہا کاشتہ

بولا قاضی تم پھراؤ اسکو فاش / شہر میں مفلس ہے یہ اور بدمعاش
ہر گلی میں تم منادی جا کرو / ڈھونڈی اس افلاس کی تم پھیر دو
کوئی بیچے اب نہیں اسکو اُدھار / اور نہ دیوے قرض پیسہ زینہار
اسپہ دعویٰ گر کوئی آکر کرے / قید ہرگز نے کروں گا میں اسے
مجکو افلاس اسکا ثابت ہو چکا / ہاتھ میں نے نقد و جنس اسکے ذرا
اسلئے ہے قید دنیا میں بشر / تاکہ افلاس اسکا ہو اثبات تر
مفلسی کو دیو کی اللہ نے / کردی قرآن نے منادی دیکھ لے
کہ وہ بدگو مفلس بدکار ہے / لین دین اس سے نہیں کوئی کرے
گر کرے اس سے تو حیلہ کرے / وہ ہے مفلس اس سے کب ہوں فائدے
جب کھلا یہ بھید تو حاضر کیا / اونٹ کردی کا جو لکڑی بیچتا
بس بہت فریاد کردی نے کری / اور کچھ رشوت بھی انلوگوں کو دی
صبح سے تا شام اونٹ اسکا لیا / سود فریادوں سے نے اسکے ہوا
اونٹ پر بیٹھا تھا وہ قحط گران / اونٹ والا اس کے پیچھے تھا دوان
شہر میں اسکو پھرایا کو بکو / آگہی تا اس سے ہو ہر ایک کو
آگے ہر حمام و ہر بازار کے / دیکھتا اسکو ہر اک اس شکل سے
چیختے تھے دس منادی کرہان / ترک و کرد اور رومیان و تازیان
سب نے مل کر کے کہا بس زور سے / ظلم کا اک اس نے بویا بیج ہے

سلہ ہر گلی میں الخ۔ شعر ہر گلی کوچہ میں منادی کرو اور ڈھونڈی اس کے افلاس کی تم پھیر دو کوئی اس کو اُدھار نہ بیچے اور نہ پیسہ قرض دیوے اگر کوئی آکر اس پر دعویٰ کرے گا میں ہرگز قید نہ کروں گا مجھ کو اس کا افلاس ظاہر ہو چکا ہے نقد و جنس اس کے ہاتھ میں ذرا نہیں ہے آگے حقائق اس کے ہیں اس لئے انسان دنیا میں قید ہے کہ تا افلاس اس کا ثابت ہو یعنی یہ انسان بسبب قیدی مقیدی دنیا کے اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا ہے محض مفلس ہے بروز قیامت ثبوت افلاس سے نجات ہو آگے افلاس دیو کا حال ہے فافہم ۱۲ سلہ مفلسی کو الخ۔ شعر شیطان کی مفلسی کی حق تعالیٰ نے قرآن میں منادی کردی ہے کہ وہ بدگو اور مفلس و مکار ہے کوئی لین دین اس سے نہ کرے اگر کرے تو وہ اس سے حیلہ کرے کیونکہ وہ مفلس ہے اس سے کب فائدے ہوں جبکہ بھید قیدی کا کھلا تو لوگوں نے حاضر کیا اونٹ کردی کہ وہ لکڑی بیچتا تھا بس کردی بہت رویا واویلا کیا اور ان لوگوں کو رشوت بھی دی صبح سے شام تک اس کا اونٹ لیا اور اس کی فریاد نے کچھ فائدہ نہ کیا اونٹ پر وہ قحط گران بیٹھا تھا اور اونٹ والا اس کے پیچھے پھرتا تھا تمام شہر میں کوچہ بکوچہ اس کو پھرایا تاکہ آگہی ہر ایک کو اس سے ہووے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ آگے الخ۔ شعر آگے ہر ایک حمام و ہر بازار کے پھرایا کہ ہر ایک اسکو اس شکل سے دیکھتا تھا اور دس منادی گر وہاں چیختے تھے ترک اور کرد اور رومی اور تازی سب نے مل کر زور سے کہا کہ اس نے ظلم کا ایک بیج بویا ہے۔ سنو اور بد ادا اور بے وفا اور ریبک مرا اور بدتر گدا اور بے حیا ہے یہ مفلس کوئی چیز نہیں رکھتا ہے تاکہ کوئی قرض اس کو کوڑی نہ دے نہ ظاہر و باطن کوڑی رکھتا ہے یہ مفلس بدی اور دغابازی کرتا ہے اس سے آپ دوستی ہرگز مت کرو اگرچہ محکم ہو قینچی لائے اگر کوئی اسکو محکمہ میں لائے میں کبھی اس کو قید نہ کروں گا خوش زبان ہے اور بڑا انگور رکھتا ہے انگرکھا نہایت اور کرتہ پھٹا از راہ مکر کے جامہ زیب ہوا ہے ولیکن برہنہ ہے کہ تا فریب دے ظاہر اس کا اچھا معلوم ہوتا ہے ولیکن باطن میں فریب و مکر بھرا ہے گویا یہ منادی ابلیس لعین کی ہے آگے حقائق ریاکاروں کے ہیں فافہم ۱۲ ۔

بینوائے بداداے بے وفا
نان ربائے برگدائے بیحیا

مفلس ست واین ندارد ہیچ چیز
قرض تا ندہد کسے اورا پشیز

ظاہر و باطن ندارد حبۂ
مفلسے قلبے دغائے دبۂ

ہان دہان با او حریفے کم کنید
چونکہ گازارد گرہ محکم زنید

در بحکم آرید این پژمردہ را
من نخواہم کرد زندان مردہ را

خوش وست اد و گلوئش بس فراخ
باشعار نو دثار شاخ شاخ

گر بپوشد بہر مکر آن جامہ را
عاریہ است آن تا فریبد عامہ را

حرف حکمت بر زبان نا حکیم
حلّہائے عاریت دان اے سلیم

گرچہ دزدے جامۂ پوشیدہ است
دست تو چون گیرد آن ببریدہ دست

چون شبانگہ از شتر آمد بزیر
کرد گفتش منزلم دور ست و دیر

بر نشستے اشترم را از پگاہ
جو رہا کردم کم از اخراج کاہ

گفت تا اکنون چہ میکردیم پس
ہوش تو کو نیست اندر خانہ کس

چرخ افلاسم شنیدا اے پر طمع
تو نشنیدی بگوش بے لمع

گوش تو پر بودہ است از طمع خام
پس طمع کر میکند کور اے غلام

تا کلوخ و سنگ بشنید این بیان
مفلس ست او مفلس ست این قلتبان

تا بشب گفتند و در صاحب شتر
برنزد کو از طمع پُر بود پر

ہست بر سمع و بصر مُہر خدا
در حجب بس صورت است و بس صدا

انچہ او خواہد رساند این بچشم
از جمال و از کمال و از کرشم

بے نوا اور بداد اور بیوفا
مجھکو ابدتر گدا اور بیحیا

یہ نہیں رکھتا ہی مفلس کوئی چیز
قرض تا کوئی نہ دے اسکو پشیز

ظاہر و باطن نہیں کوڑی رکھے
ہے یہی مفلس بد دغا بازی کرے

ہرگز اس سے دوستی اب مت کرو
قینچی لائے جو گرہ محکم رکھو

اسکو لائے محکمہ مین گر کوئی
مین کرونگا قید نے اسکو کبھی

خوش زبان ہے اور فراخ اسکا گلا
انگرکھا ثابت ہے اور کرتہ پھٹا

مکر کی خاطر ہوا ہی جامہ زیب
ہے برہنہ تا وہ دے سب کو فریب

ہے حکیم اور حرف حکمت کے کہے
عاریت پہنا لباس اک اسنے ہے

جو گرچہ جامہ پہنے ہے نیا
ہاتھ تیرا کیسے پکڑے ہے کٹا

اونٹ سے اترا وہ جبکہ رات کو
کرد بولا گھر ہے دور اے دوستو

اونٹ پر بیٹھا ہے تو اب صبح سے
مین نے چھوڑے جو ولیکن گھانس دے

بولا کیا کرتے تھے ہم اب تک بھلا
ہوش اندر گھر کے نے کس ہے ترا

مفلسی کا آسمان تک غل گیا
پر نہیں یہ واقعہ تو نے سنا

کان تیرے پر ہیں طمع خام سے
اندھا اور بہرا طمع تجھکو کرے

سنگ و مٹی تک نے یہ حال اب سنا
کہ یہ مفلس ہے یہ مفلس ہے سدا

اونٹ والے سے کہا یہ رات بھر
کب سنے وہ طمع سے پر تھا بشر

بس ہے کان اور آنکھ پر مُہر خدا
کیونکہ پردہ میں ہے صورت اور صدا

جو کہ وہ چاہے دکھا دیوے بچشم
ہم جمال اور ہم کمال اور ہم کرشم

اے نے حکیم الخ ۱۴ شعر حکیم نہیں ہے اور باتین حکمت کی کرتا ہے گویا لباس عاریت اس نے پہنا ہے اگرچہ چور جامہ پہنے ہوئے ہے ترا ہاتھ کیسے پکڑے کہ ہاتھ کٹا ہوا ہے یعنی پیران ریاکار توحید کی باتیں کرتے ہیں اور خود بے معنی ہیں اور دست باطن نہیں رکھتے ہیں کہ دستگیری کرین جبکہ وہ قیدی اونٹ سے رات کو اترا کردنے کہا کہ دیر ہو گئی ہے اور میرا گھر دور ہے تو اونٹ پر بیٹھا ہے صبح سے میں نے جو چھوڑے ولیکن تو گھانس تو دے آگے جواب اس قیدی کا ہے فافہم ۱۲ کلہ بولا اب تک الخ ۵ شعر قیدی نے کہا کہ اب تک ہم کیا کرتے تھے ہوش ترا خانہ وجود مین نہیں ہے آسمان تک مفلسی کا غم گیا پر تو نے یہ واقعہ نہیں سنا طمع خام سے کان تیرے پُر ہیں اور طمع تجھ کو اندھا و بہرا کرتی ہے یہ حال سنگ و مٹی تک نے سنا کہ مفلس ہے یہ مفلس ہے ہمیشہ اونٹ والے سے یہ رات بھر کہا کب وہ سنتا ہے کہ طمع سے پُر تھا یعنی قیدی نے کہا اونٹ والے سے کہ مین مفلس ہون اور تمام روز تو نے میری مفلسی کا شور و غل سنا مگر طمع خام سے تیرے کان بند ہین کہ تو مجھ سے گھانس کی طمع رکھتا ہے چنانچہ حقائق اسکے آگے فرماتے ہین فافہم ۱۲ کلہ بس ہے الخ ۲ شعر بس مہر خدا کان و آنکھ پر ہے کیونکہ پردہ مین ہے صورت و صدا یعنی آنکھ صورت تجلیات و کان صدائے حق کو بسبب مہر خدا کے دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں جب کہ خدا چاہے دکھا دے چشم کو ہم جمال و ہم کمال و ہم کرشمہ جب کہ خدا چاہے سنا دے کو ہم سماع و ہم بشارت و ہم خروش اگرچہ تو اس سے غافل رہے وقت حاجت کے حق اسے ظاہر کر دے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

وانچه او خواهد رساند او بگوش	از سماع و از بشارت زخر وشش	جو کہ وہ چاہے سنا دیوے بگوش	ہم سماع و ہم بشارت ہم خروش
گرچه تو هستی کنون غافل از آن	وقت حاجت وا کند او را عیان	تو اگرچہ اس سے بس غافل ہے	وقت حاجت حق اُسے ظاہر کرے
گفت پیغمبر که یزدان مجید	از پے ہر درد درمان آفرید	بولے[1] پیغمبر کہ حق نے اے اخی	پیدا ہر اک درد کی دارو کری
گرچه درمان گوئی و جوئی بجان	کاے خدا درمان کار من رسان	گرچہ درماں ڈھونڈھے اور جان سے کہے	اے خدا تو بھیجدے درماں مجھے
لیک زان درمان نبینی رنگ و بو	بہر درد خویش بے فرمان او	لیکن اُس درماں سے نے نفع ملے	درد اپنے کو بنا اُس کے حکم کے
کون بیچاره است و بیچت چاره نے	تا که بگشاید خدایت روزنے	چار عالم میں ہے نے چارہ تجھے	تا خدا روزن نہیں کھولے ترے
چشم را اے چاره جو در لامکان	ہین بنہ چون چشم کشته سوے جان	آنکھ سوئے لامکاں رکھ چارہ جو	چشم کشتہ دیکھے جیسے جان کو
این جهان از بے جهت پیدا شدست	که ز بیجائی جهان را جا شدست	بے جہت سے یہ جہاں پیدا ہوا	کہ جہاں بیجا سے ہر جا ہوا
باز گرد از ہست سوے نیستی	گر تو جان از طالب مولاستی	نیستی کی سمت تو پھر ہست سے	گر تو جان سے طالب مولا کا ہے
جاے دخل است این عدم از وے مرم	جاے خرج است این وجود بیش و کم	بھاگ ہست تو ہے عدم آنے کی جا	اور تیرا جسم ہے جانے کی جا
کارگاه صنع حق چون نیستی است	جز معطل در جهان ہست کیست	صنع حق کی کارگہ ہے نیستی	ہست عالم میں ہیں اب بیکار بھی

در مناجات | مناجات میں

اے خداے پاک بے انباز و یار	دستگیر و جرم ما را در گزار	اے خدا تو بے شریک و یار ہے	کر کرم اور جرم میرا بخش دے
یاد دہ ما را سخنہاے رقیق	کز ترحم آورد آن اے رفیق	باتیں رقت کی سکھادے تو مجھے	تا کہ رحم آوے تجھے اس بات سے
گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن	مصلحی تو اے تو سلطان سخن	گر خطا ہو مجھ سے اصلاح اس میں دے	تو ہے مصلح اور سخن کا شاہ ہے

[1] بولے پیغمبر الخ ۴ شعر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالٰی نے ہر درد کی دارو پیدا کی ہے اگرچہ درماں ڈھونڈھے اور از راہ جان کے کہے کہ اے خدا تو درماں مجھکو بھیجدے ولیکن اس درماں سے اپنے درد کو نفع نہ پہونچے بغیر حکم اس کے تمام عالم سے تجھکو چارہ نہیں جب تک خدا روزن تیرے نہ کھولے یعنے جب تک خدا تیری آنکھ میں روزن نہ کھولے دارو فراق کی تجھ کو نہ ملے چنانچہ آگے ملاحظہ سیر تنزیہ کا کسب فرماتے ہیں اے چارہ جو آنکھ طرف لامکان کے رکھ جیسے جان کو چشم کشتہ کی دیکھتی ہے یعنی تو اپنی چشم کو کھلا رکھ اور نظر ڈال تنزیہ میں جیسے ہنگام مرگ کے آنکھ مردے کی کھلی رہتی ہے بسبب تکنے کے سوئے جان کہ جب تن سے نکلتی ہے بموجب حدیث شریف کے اذا خرج الروح تبعہ بصرہ یعنے جس وقت کہ روح نکلتی ہے بصر متوجہ ہوتی ہے طرف روح کے بحر العلوم بے جہت سے یہ جہاں پیدا ہوا کہ جہاں بیجائی سے بر جا ہوا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] نیستی کی الخ ۳ شعر تو نیستی کی سمت پھر ہست سے اگر تو جان سے طالب مولا کا ہے تو مت بھاگ کہ عدم آنے کی جا ہے اور تیرا جسم جانے کی جا ہے کیونکہ صنعت حق کی کارگاہ نیستی ہے عالم ہست میں بیکار سب ہیں یعنی خدا کی صنعت کے کام کی جگہ عدم ہے اور اس عالم دنیا میں سب بیکار ہیں پس تو اس عالم سے عدم کی جانب پھر اگر کام کرنا چاہتا ہے یعنی ملاحظہ تنزیہ میں آنکھیں کھول کے کر کہ تیری نظر کو اس عالم میں رسائی ہو واضح ہو کہ اہل دید مقام عشق میں سیر تشبیہ کی کرتے ہیں کہ تا مشاہدہ تجلیات ہو اور مقام معرفت میں سیر تنزیہ کی آنکھیں کھولکر کرتے ہیں اور اس کو ملاحظہ کہتے ہیں کہ تا معائنہ ذات سے محویت پیدا ہو اور اموراتِ عملین پس مولانا اس ملاحظہ کی بیان تعلیم فرماتے ہیں چنانچہ اس حالت کی مناجات آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] اے خدا الخ ۹ شعر اے خدا تو بے شریک ہے اور تو ہی مددگار ہے تو میری مدد کر گناہ میرے بخشدے باتیں رقت کی مجھے سکھادے تا کہ رحم تجھ کو آئے اس بات سے کہ تجھ سے دعا اور تجھی سے اجابت ہے تجھ ہی سے امن اور تجھ ہی سے سب ہے اگر مجھ سے خطا ہو تو اس میں اصلاح دے تو مصلح ہے اور سخن کا بادشاہ ہے تو کیمیا گر ہے اسکو بدل دے اگرچہ جو یے خون ہوئے تو اسے آب و دنیل کر دے ایسی بنا کاری تیرا کام ہے اور ایسی اکسیر بنا کاری تیرا ہے تو نے پانی اور مٹی ملایا اور اس سے جسم آدم کو پیدا کیا اس کو نسبت چچا اور ماموں کی اور جفت کی اور غم و شادی کی دی بعضوں کو ان دونوں سے آزاد کیا اور اس غم و شادی کو جدا کیا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ —

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی	گرچہ جوی خون بود نیلش کنی	کیمیا گر ہے بدل دے اس کو تو	نیل کر دے گرچہ ہووے خون کی جو
اینچنین میناگریہا کار تست	اینچنین اکسیرہا ز اسرار تست	ایسی مینا کاری تیرا کار ہے	ایسا اکسیرین تیرا اسرار ہے
آب را و خاک را برہم زدی	ز آب و گل نقش تن آدم زدی	تو نے پانی اور مٹی کو ملا	پیدا اس سے جسم آدم کو کیا
ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو	ایمنی از تو مہابت ہم ز تو	ہم دعا و ہم اجابت تجھ سے ہے	ایمنی تجھ سے و ہیبت تجھ سے ہے
نسبتش دادی بجفت و خال و عم	باہزار اندیشہ و شادی و غم	اسکو نسبت بس چچا ماموں کی دی	اور غم و شادی کی فکر اور جفت کی
باز بعضے را رہائی دادۂ	زین غم و شادی جدائی دادۂ	بعض کو آزاد بس اس سے کیا	اور کیا شادی و غم سے بھی جدا
بردہ از خویش و پیوند و سرشت	کردہ در چشمش ہر خوب و زشت	خویش و بیگانہ سے دور اسکو کیا	آنکھ مین نیک اس کو بدتر کر دیا
ہر چہ محسوس است او رد می کند	و انچہ ناپیداست مسند می کند	جو کہ محسوس اُسے کرتا ہے دور	جو ہے ناپیدا اسے رکھے حضور
عشق او پیدا و معشوقش نہان	یار بیرون فتنۂ او در جہان	عشق ظاہر ہے نہان معشوق ہے	یار باہر اور جہان پُر فتنے سے
این رہا کن عشقہائے صورتے	عشق ہر صورت نبر روے ستے	عشق صورت کو تو اے دل چھوڑ دے	عشق صورت پہ نہ اور عورت کے ہے
آنچہ معشوق است صورت نیست آن	خواہ عشق اینجہان خواہ آنجہان	جو کہ معشوق اسکی صورت نے عیان	خواہ یان کا عشق ہو یا ہو وہان
آنچہ بر صورت تو عاشق گشتۂ	چون برون شد جان چرایش ہشتۂ	جو کہ صورت پر تو اب عاشق ہوا	جان نکلی اسکو کیون ہے پھینکتا
صورتش برجاست این سیری ز چیست	عاشقا واجو کہ معشوق تو کیست	شکل وہ قائم ہے نے خواہش تجھے	عاشقا کہ کون اب معشوق ہے
آنچہ محسوس است اگر معشوقہ ہست	عاشقستی ہر کہ او را حس ہست	گر ہے اب محسوس معشوقہ ترا	کیون نہ ہر اک اہل حس عاشق ہوا
چون وفا آن عشق افزون میکند	کے وفا صورت دگرگون میکند	جو وفا کو کرتا افزون عشق ہے	کب وفا صورت کو دیگر گون کرے
پرتو خورشید بر دیوار تافت	تابش عاریتے دیوار یافت	چمکے پرتو شمس کا دیوار پے	عاریت پائی چمک دیوار نے
بر کلوخے دل چہ بندی اے سلیم	و اطلب اصلی کہ تابد او مقیم	کس لیے ڈھیلے پہ باندھے دل کو تو	اس چمک کی کر طلب تو اصل کو
اے کہ تو ہم عاشقی بر اصل خویش	خویش از صورت پرستا دیدہ بیش	اے کہ تو عاشق ہے اپنی اصل پے	جانتا صورت پرست اپنے کو ہے

لے خویش الخ یہ شعر خویش و بیگانہ سے اسے دور کیا اور اس کی آنکھ مین نیک کو بد کر دیا جو کہ محسوس ہے اسکو دور کرتا ہے جو کہ ناپیدا ہے اسکو حضور کرتا ہے یعنی حق چشم عارف مین صورت تعینات کو محو کرتا ہے اور اشکال تجلیات کو مشاہدہ کرتا ہے عشق اسکا ظاہر اور معشوق پوشیدہ ہے یار باہر ہے۔ در فتنہ اس کا بیان ہے یعنی عشق اس ذات کا ظاہر ہے اور معشوق ذات و تعینات مین پوشیدہ ہے یار اس جہان سے باہر ہے اور اس کا فتنہ جہان مین موجود ہے اے عاشق عشق صورت کو تو چھوڑ دے کیونکہ عشق صورت پر نہیں ہے خواہ یہان کا ہو یا وہان کا عشق یعنی یہ عشق تیرا اے عاشق صورت پر نہیں ہے اور حسن معشوق پر کہ یہ عشق ہے وہ پوشیدہ ہے خواہ عشق مجازی ہو یا حقیقی اس مین عورت کو معشوق نہ جان آگے اسکی دلیل ہے فافہم ۱۲ لے جو کہ صورت پر الخ یہ شعر جو کہ اب تو صورت پر عاشق ہوا ہے جان نکلی ہے کیون اس صورت کو پھینکتا ہے وہ صورت تو قائم ہے تجھ کو خواہش نہیں ہے اے عاشق تو بتا کہ کون تیرا معشوق ہے یعنی اصل مین روح معشوق ہے اور عاشق مجازی اس صورت کو معشوق جانتا ہے اگر اب محسوس تیرا معشوق ہے تو ہر ایک اہل حس کیون نہیں عاشق ہوتا ہے جو کہ عشق وفا کو زیادہ عشق کرتا ہے تو کب صورت دیگر گون کرے یعنی قائم رہنے دے آگے اس کی مثال بیان فرماتے ہین جیسے پرتو خورشید کا دیوار پر چمکے پس دیوار نے وہ چمک عاریت پائی ہے تو کس لیے ڈھیلے پر دل کو باندھتا ہے اس چمک کی اصل تو طلب کر یعنی اس جسم کی چمک کی اصل کو ذات حق سے طلب کر اور اس ذرہ چمک پر قانع نہ ہو اے شخص کہ تو عاشق ہے اپنی اصل پر اور خود کو صورت پرست جانتا ہے عقل پر تو جو تیرے حس پر ہے عاریت جانو کہ یہ لمع حس پر ہے یعنی جو حس پر عقل کا جو عکس پڑتا ہے اسکا سبب تو اس صورت پر مبتلا ہوا ہے پس اسکو تو عارضی جان جیسے دیوار پر تو خورشید سے چمکی دکھائی دیتی ہے اور تھوڑی دیر بعد فنا معلوم ہوتی ہے باقی

پرتو عقل ست آں بر حس تو
عاریت میدان ذہب بر مس تو

چوں زراندود ست خوبی در بشر
ورنہ چوں شد شاہد تو پیر خر

چوں فرشتہ بود ہمچوں دیو شد
کان ملاحت اندرو عاریہ بد

اندک اندک می ستانند زاں جمال
اندک اندک خشک می گیرد نہال

رو نعمرہ ننکسہ بخواں
دل طلب کن دل منہ بر استخواں

کان جمال دل جمال باقی است
دو لبش از آب حیوان ساقی است

خود ہم او آب است و ہم ساقی و مست
ہر سہ یک شد چوں طلسم تو شکست

آں یکے را تو ندانی از قیاس
بندگی کن ژاژ کم خا ناشناس

معنے تو صورت است و عاریت
بر مناسب شادی و بر قافیت

آں بود معنی کہ بستاند ترا
بے نیاز از نقش گرداند ترا

بشنو آں معنی کہ کور و کر کند
مرترا بر نقش عاشق تر کند

کور را قسمت خیال غم فزا است
بہرہ چشم ایں خیالات فنا است

حرف قرآن را ضریراں معدن اند
خر نبینند و بپالاں بر زنند

چوں تو بینائی پے خر رو کہ جست
چند پالان دوزی اے پالان پرست

عقل کا پرتو وہ تیری حس پہ ہے
عاریت جانو ملمع مس پہ ہے

جوں ملمع ہے یہ خوبی بشر
ورنہ وہ معشوق ہے اک پیر خر

تھا فرشتہ دیو کی صورت ہوا
وہ ملاحت عاریت تھی اک ذرا

تھوڑا تھوڑا اس سے لیتا ہے جمال
تھوڑا تھوڑا خشک ہوتا ہے نہال

جا نعمرہ ننکسہ پڑھو (زیادہ عمر میں کبڑا ہو)
دل طلب کر دل نہ ہڈی پر رکھو

ہے جمال دل جمال باقی آپ
آب حیوان کا ہے ساقی اسکا لب

خود ہے ساقی خود ہی مست اور خود ہی آب
تینوں اک ہوں جوں طلسم اب ہو خراب

عقل سے کب جانے تو اس ایک کو
بندگی کر اور نہ ہو بیہودہ گو

تیرا معنی[۲] صورت اک ہے عاریت
نسبت اک شادی کی ہے اور قافیت

وہ ہے معنی خودی سے تجکو لے
بے نیاز اس شکل سے تجکو کرے

نے وہ معنی بہرا اور اندھا کرے
خاص تم کو شکل پر عاشق رکھے

حصہ اندھوں کا خیال غم فزا
حصہ آنکھوں کا خیالات فنا

حرف قرآن کے خزانے کور ہیں
خر نہ دیکھیں اور پالان پر رہیں

گر ہے بینا ڈھونڈھ خر کو یار ست
کب تلک پالان ہے پالان پرست

[۱] جوں ملمع الخ، شعر یہ حسن و خوبی بشر کے مانند ملمع کے ہے ورنہ وہ معشوق ایک بوڑھا گدھا ہے فرشتہ تھا دیو کی صورت ہوا وہ ملاحت عاریت تھی تھوڑا تھوڑا حق وہ جمال اس سے لیتا ہے جیسے تھوڑا تھوڑا درخت خشک ہوتا ہے جا تو پڑھ نعمرہ ننکسہ کو یعنی زیادہ عمر میں کبڑا ہوتا ہے اور دل طلب کر ہڈی پر دل نہ رکھ یعنی جب کہ حق نے فرمایا کہ جسم آخر عمر میں بدصورت ہو جاتا ہے پس تو دل کو طلب کر کہ یہ سب خوبی حسن و جمال اسی کا ہے اور صورت جسم کو چھوڑ دے کیونکہ جمال دل کا جمال باقی ہے اور لب اسکا آب حیوان کا ساقی ہے وہ خود ہی ساقی و خود ہی مست و خود ہی آب ہے تینوں پر ایک ہو جائیں جو طلسم تن کا ابتر ہو جائے اس ایک کو تو عقل سے کب جانے بندگی کر و بیہودہ گو نہ ہو یعنے طاعت کر کے حال پیدا کر و از راہ معرفت کے چشم باطن سے دیکھ کہ یہ حقیقت تجھ پر منکشف ہو اور بیہودہ گوئی قال میں نہ کر باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [۲] تیرا معنی الخ، شعر تیرا معنی ایک صورت عاریت ہے بہ نسبت شادی و تعلقات کے معنی وہ ہے کہ خودی سے تجھ کو لے لے اور اس صورت سے تجھ کو بے نیاز کر دے نہ ایسا معنی کہ اندھا و بہرا کر دے اور خاص کر صورت کا عشق تیرا اور حقیقت معنے یہ ہے اور تو جس کو معنی جانتا ہے وہ معنی نہیں ہے بلکہ وہ عین صورت ہی بہ نسبت تعلقات کے کیونکہ تو حسن صورت کو شاہدہ حق جانتا ہے اور وہ حسن موزونی اعضا کا ہے کہ چشم سر سے تجھ کو دکھائی دیتا ہے شاہدہ حق نہیں ہے اور اگر حقیقت میں شاہدہ حق ہے تو صورت جمیلہ و زشت دونوں میں برابر ہونا چاہئے پس معنی وہ ہے کہ تیری خودی کو دور کر دے تجھ کو صورت سے بے نیاز کر دے اور وہ معنی نہیں ہے کہ تجھ کو صورت پر عاشق کر دے بحر العلوم کیونکہ اندھوں کا حصہ خیال غم فزا ہے اور حصہ بینا کا خیال فنا ہے یعنی جس خیال سے کہ حزن و ملال پیدا ہوا وہ حصہ ان اندھوں کا ہے کہ ظاہر مصنوعات کو دیکھتے ہیں اور صنع صانع سے بے خبر ہیں اور جن خیالات سے کہ فنا ست پیدا ہو وہ حصہ اہل دید کا ہے کہ یار میں ہر دم فنا ہوتے ہیں صنعت صانع کو دیکھ کہ آگے مثال اسکی ہے اندھے حرف قرآن کے خزانہ ہیں جیسے خر کو نہ دیکھیں اور پالان پر رہیں اگر کور بینا ہے خر کو ڈھونڈھ کب تک اے پالان پرست پالان سے گا یعنے عاشق صورت کا مثل اندھے کے حافظ قرآن ہی رہے گا مگر معنے سے کچھ خبر نہیں یا خر کو نہیں دیکھتے اور پالان کی آراستگی کرتے ہیں یعنے مثل خر ہے اور جسم مانند پالان کے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

خر چو ہست آید یقین پالان ترا / کم نباشد نان چو باشد جان ترا
خر چو باشد کم نباید اے عمو / خود بہ پیشش رو نہند پالان او
پشت خر دکان و مال و مکسب است / جان تو سرمایہ صد قالب است
خر برہنہ بر نشیں اے بو الفضول / خر برہنہ نے کہ راکب شد رسول
النبی قد رکب معروریا / والنبی قیل سافر ماشیا
بلکہ اکثر ہم پیادہ رفتہ است / بار ہیں وآں بسے پذرفتہ است
شد خر نفس تو بر میخش ببند / چند بگریزد ز کار و بار چند
بار صبر و شکر او را بردنی است / خواہ در صد سال خواہی سی و بیست
ہیچ وازر وزر غیرے بر نداشت / ہیچکس ندرود تا چیزے نکاشت
طمع خام است آں مخور خام اے پسر / خام خوردن علت آرد اے بشر
کان فلانے یافت گنجے ناگہاں / من ہماں خواہم چرا جویم دکان
کار بخت است آں و آں ہم نادر است / کسب باید کرد تا تن قادر است
کسب کردن گنج را مانع کے است / پا مکش از کار آں خود در پے است
تا نگردی تو گرفتار اگر / کہ اگر ایں کردمے یا آں دگر
کز اگر گفتن رسول باوفاق / منع کرد و گفت ہست ایں از نفاق
کان منافق در اگر گفتن بمرد / وز اگر گفتن بجز حسرت نبرد

خر اگر ہے تو یقیں پالان ملے[1] / کم نہ ہو روٹی جو تیری جان ہے
خر جو ہووے پاس تو سب ہے ملا / پالان اسکی پشت پہ خود آئے گا
پشت خر دکان و کسب و مال ہے / جاں تیری سو تن کی سرمایہ رکھے
خر برہنہ پر تو بیٹھ اے بو الفضول / اور برہنہ خر پے بیٹھے ہیں رسول
النبی قد رکب معروریا / والنبی قیل سافر ماشیا
خر پر ورکر نبی سوار ہوئے ننگی پیٹھ پر / کہا گیا کہ تحقیق نبی نے سفر کیا پیادہ پا
بلکہ اکثر پیادہ پا وہ شہ چلے / بوجھ اوروں کا اٹھایا آپ نے
نفس خر ہے[2] باندھ اسکو میخ سے / کب تلک یہ کام سے بھاگا پھرے
بار صبر و شکر لے جانا پڑے / سو برس یا تیس میں اور بیس میں
کوئی وازر وزر غیر نہ لے / جب تلک بوئے نہ کاٹے کھیت سے
طمع ہے خام اور نہ کھا تو خام کو / خام کھانے سے بشر بیمار ہو
کہ فلاں نے گنج پایا ناگہاں / میں بھی ڈھونڈوں اور کروں کیوں دکان
کام یہ قسمت کا ہے اور شاذ ہے / کسب کر جبتک کہ قدرت ہو تجھے
کسب کرنا گنج کا مانع ہے کب / پاؤں مت کھینچ اٹھائے وہ در پے ہے
تو گرفتار اگر[3] ہرگز نہ ہو / کہ اگر کرتا یہ میں یا اور وہ
کہ اگر کہنے کو حضرت نے کیا / منع اور اسکو نفاق از بس کہا
اگر کے کہنے میں منافق مر گیا / بس سوا حسرت نہ گر سے لے گیا

[1] خر اگر الخ ۶ شعر اگر خر ہے تو یقین کر کہ پالان ملے گا اور اگر جان تیری ہے تو روٹی کم نہ ہوگی اگر خر ہووے سب رہا تجھ کو حاصل ہوا اور خر اور پالان اسکے پشت پر آئے خر کسب و مال کی دکان ہے اور تیری سو جسم کی سرمایہ رکھتی ہے یعنی اگر جاں تیری سلامت ہے تو ایسے قالب مل جاوینگے تو خر برہنہ پر سوار ہووے بو الفضول کیا نہیں برہنہ خر پر سوار ہوئے ہیں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ حر ورکر نبی سوار ہوئے ننگی پیٹھ پر اور کہا گیا کہ نبی نے پیادہ پا سفر کیا بلکہ اکثر وہ شاہ پیادہ پا راہ چلے اور دوسروں کا بوجھ اٹھایا آپ نے یعنی تو عشق میں صورت کا پابند نہ ہو کہ یہی کا ہو دیکھ کہ جناب رسول مقبول صلعم آرام و زیبائش صورت تن کی نہیں چاہی آگے بیان نفس خر ہے[2] نفس خر الخ ۲ شعر تیرا نفس خر ہے اسکو میخ سے باندھ کام سے کب تک یہ بھاگا پھرے گا صبر و شکر کا بوجھ لیجانا پڑے گا سو برس میں خواہ تیس یا بیس میں ترجمہ آیہ کوئی بوجھ اٹھانے والا بوجھ غیر کا نہ لیگا اور جبتک نہ بوئیگا کھیتی نہ کاٹے گا یعنی جو تو کرے گا وہ پاوے گا اور تیرا بوجھا اور کوئی دوسرا نہ اٹھاوے گا پس تو طمع سے کیوں بیکار رہتا ہے اپنا کام کر یس طمع خام ہے تو خام کو نہ کھا خام کے کھانے سے انسان بیمار ہوتا ہے آگے اسکی مثال ہے جیسے فلانے نے ناگہاں گنج پایا میں بھی ڈھونڈھوں اور دکانداری کیوں کروں یہ کام قسمت کا ہے اور نادر ہے تو کسب کر جبتک کہ تجھ میں قدرت ہے کسب کرنا کب گنج کا مانع ہے تو پاؤں مت کھینچ وہ تیرے در پے ہے یعنی تو اس طمع سے کہ حق نے بلا سبب یعنی اور دنکو دیا ہے کسب دریافت پر امر تقدیرے ہے کسب کرنا مانع عنایت بے سبب کا نہیں ہے تو کوشش کر کہ وہ یار خود تجھ سے ملنا چاہتا ہے تو شک و شبہہ میں مت پڑ کہ شک اس راہ سلوک میں حجاب اکبر ہے اور یقین کو کھوتا ہے چنانچہ اس شک کا حال آگے فرماتے ہیں فافہم[3] تو گرفتار الخ ۵ شعر تو ہرگز اگر میں گرفتار نہ ہو کہ اگر یہ میں کرتا یا وہ کرتا اگر کہنے کو حضرت رسول مقبول صلعم نے منع فرمایا ہے اور نفاق کہا ہے جو اگر کہنے میں منافق ہو گیا بس سوا حسرت کے اگر سے نہ لیگیا ایسے بہت سے اگر و مگر ہی میں مر گئے اور جمال عافیت سے ثمر نہ کھا گئے اگر نقصان اگر سے نہیں پایا ہے یہ بات تو سن لے کہ شاید تو پاوے یعنی تو کوشش کرنے میں اگر مگر مت کر اور جو مرشد نے بتایا اسی پر قائم ہو جا کہ یہ شک بموجب حدیث کے نفاق ہے اور تجکو اس اگر سے نقصان نہیں ہے تو یہ قصہ سازی کا سن لے کہ تا برائی اگر کی تجکو معلوم ہو جاوے پس وہ قصہ ساز کا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲

اے بسا کس مردہ در بوک و مگر
در نمی یابی تو نقصان اگر

از جمال عافیت ناخوردہ بر
این سخن بشنو کہ دریابی مگر

اے بہت سے گر مگر میں مر گئے
گر نہیں پاتا ہے نقصان اگر

نے جمال عافیت سے پھل ملے
یہ سخن سن لے کہ تو پائے مگر

تمثیل بر حقیقت سخن و اطلاع بر کشف آن

مثال حقیقت سخن کی اور مطلع کر دینا کشف حقیقت اسکی سے

یک غریبے خانہ می جست از شتاب
دوستی بردش سوئے خانہ خراب

گفت او این را اگر سقفے بدی
پہلوے من مر ترا مسکن شدی

ہم عیال تو بیاسودے اگر
در میانہ داشتے حجرہ دگر

گر رسیدی مہماں روزے ترا
ہم بیاسودی اگر بودیت جا

کاشکے معمور بودے این سرا
خانہ تو بودے این معمور ما

گفت آرے پہلوے یاران خوش است
لیک اے جان در اگر نتوان نشست

این ہمہ عالم طلبگار خوش اند
وز خوش تزویر اندر آتش اند

طالب زرگشتہ جملہ پیر و خام
لیک قلب از زر نداند چشم عام

پرتوے بر قلب زن خالص ببین
بے محک زر را مکن از ظن گزین

گر محک داری گزین کن ور نہ رو
نزد دانا خویشتن را کن گرو

یا محک باید میان جان خویش
ور نداری رہ مرو تنہا بہ پیش

بانگ غولان ہست بانگ آشنا
آشنائے کو کشد سوے فنا

بانگ میدارد کہ ہان اے کاروان
سوئے من آئید نک نام و نشان

اک[سلہ] مسافر آیا بس گھر ڈھونڈھتا
دوست اسکو اک کھنڈر میں لیگیا

بولا وہ چھت ہوتی اس گھر کی گر
پاس میرے تیری ہو جاتی گزر

ہوتی راحت تیرے بچوں کو مگر
کوٹھری یاں دوسری ہوتی اگر

گر ترے پاس آتا کوئی مہمان
پاتا راحت گر جگہ ہوتی یہاں

کاشکے آباد ہوتا یہ مکان
تیرا گھر ہوتا یہ میرا خانمان

بولا سچ کہا یہ خوش ہے یار کا
پر اگر میں بیٹھتا کب ہے روا

بس خوشی کی سب جہان خواہش میں ہے
اور خوشی مکر سے آتش میں ہے

[سلہ]طالب زر ہو گئے سب پیر و خام
پر نہ کھوٹے کو کھرے جانیں عام

ڈالو پر تو قلب پر دیکھو کھرا
بے کسوٹی زر تو ہی شک سے بھرا

گر کسوٹی ہے تو لو ورنہ چلو
پاس دانا کے مقید جا کے ہو

یا کسوٹی اپنی جان میں چاہیے
ورنہ تنہا راہ مت جا ئیے

بانگ غولوں کی ہی باغ آشنا
آشنا وہ ہی کہ جو دیوے فنا

بانگ دیتا ہے کہ ہاں اے کاروان
میری جانب آ رہے نام و نشان

سلہ اک مسافر الخ یہ شعر ایک مسافر گھر ڈھونڈھتا آیا ایک دوست اسکو ایک کھنڈر میں لے گیا اور کہا کہ اگر چھت اس گھر کی ہوتی میرے پاس تیری گزر ہوتی اگر تیرے بچوں کو راحت ہوتی اگر یہاں دوسری کوٹھری ہوتی اگر تیرے پاس کوئی مہمان آتا راحت پاتا اگر جگہ یہاں ہوتی کاشکے یہ مکان آباد ہوتا یہ میرا خانماں یہ گھر ہوتا مسافر نے کہا یار کا ہمسایہ ہونا اچھا ہے ولیکن اگر میں بیٹھتا روا نہیں ہے آگے حقائق اسکے ہیں کہ سب جگہ خوشی کی خواہش ہے مگر خوشی کی خواہش سے آتش میں ہے یعنے سب اہل جہان خواہش حصول خوشی کی رکھتے ہیں اور خوشی بے تعنے سے آتش میں ہے چنانچہ آگے اس خواہش کی مثال ہے فافہم سلہ طالب زر الخ یہ شعر سب پیر و خام طالب زر ہو گئے ولیکن کھوٹے کھرے کو نہیں جانتے ہیں عوام یعنی اہل دنیا کے سب طالب ہیں مگر اچھے و برے کو نہیں جانتے ہیں اسکا پرتو قلب پر اپنے ڈالو اور کھرا دیکھو اور بغیر کسوٹی کے زر نہ لو شک کا بھرا اگر کسوٹی ہے تو لو ورنہ جاؤ پاس دانا کے مقید ہو یعنی مرشد اختیار کرو اور اسکے حکم کے پابند رہو یہ کسوٹی اپنی جان میں چاہیے ورنہ یہ راہ تنہا نہ جائے یعنی بغیر حصول آگہی باطنی کے راہ سلوک تنہا نہ چلنا چاہیے کیونکہ آواز غولوں کی ہم آواز آشنا کے ہے اور آشنا وہ ہے کہ جو خیانت دیوے یعنی خطرات شیطانی و نفسانی ہم وضع خطرات رحمانی کے ہیں اور زمانہ وہ ہیں کہ جس سے جذبہ یار پیدا ہو چنانچہ آگے خطرات شیطانی و نفسانی کا بیان ہے فافہم ۱۲ سلہ بانگ دیتا ہے الخ یہ شعر وہ غول آواز دیتا ہے کہ ہاں اے کاروان سلوک میری طرف آؤ یہ تمہارا نام و نشان ہے نام لے کر وہ غول کہ اے فلانے تاکہ خواجہ کو زبان گمراہ کرے جبکہ وہاں پہونچے تو گرگ دیکھو دیکھے عمر ضائع و راہ دور اور دیر بود آواز غول کی کیا ہے آخر تو کہ یعنی مال و جاہ و آبرو چاہتا ہوں یعنی وہ خطرات نفسانی و شیطانی یہ ہوں کہ مال و جاہ و آبرو دنیا کی چاہیے پس راہ سلوک میں عارف کو چاہیے کہ خطرات خواہشات دنیوی کو اپنے باطن میں نہ آنے دے کہ یہ خطرے نفسانی و شیطانی ہیں بعضوں نے خطرات خلاف شرع کو شیطانی و خطرات موافق شرع مگر خواہشات دنیوی سے ہوں نفسانی کہا ہے لیکن سالک کو دونوں سے بچنا چاہیے

خطرات رحمانی کو اصطلاح صوفیہ میں الہام اور ملکی کو [illegible] ۱۲

نام ہریک بیسبرد غول اے فلان
تا کند آن خواجہ را از آفلان
چوں رسد آنجا ببیند گرگ و شیر
عمر ضائع راہ دور و روز دیر
چہ بود آں بانگ غول آخر بگو
مال خواہم جاہ خواہم آبرو
از درون خویش ایں آوازہا
منع کن تا کشف گردد رازہا
ذکر حق کن بانگ غولان را بسوز
چشم چون نرگس ازیں کرگس بدوز
صبح صادق را ز کاذب وا شناس
رنگ مے را باز دان از رنگ کاس
تا بود کز دیدگان ہفت رنگ
دیدہ پیدا کند صبر و درنگ
رنگہا بینی بجز این رنگہا
گوہران بینی بجائے سنگہا
گوہرے چہ بلکہ دریائے شوی
آفتاب چرخ پیمائے شوی
کارکن در کارگہ باشد نہاں
تو برو در کارگہ بینیش عیان
کار چوں بر کارکن پردہ تنید
خارج آں کار نتوانیش دید
کارگہ چوں جائے باش عاقل است
آنکہ بیروں ست ازوے غافل است
پس در آ در کارگہ یعنی عدم
تا ببینی صنع و صانع را بہم
کارگہ چوں جائے روشن دیدگیست
پس بروں کارگہ پوشیدگیست
رو بہستی داشت فرعون عنود
لاجرم از کارگاہش کور بود
لاجرم میخواست تبدیل قدر
تا قضا را باز گرداند ز در

نام لیکر غول کہوے اے فلاں
تا کرے گمراہ خواجہ کو وہاں
ہو پہنچے واں دیکھے وہ گرگ و شیر
عمر ضائع راہ دور اور دیر ہو
بانگ غول اب کیا ہے آخر کہو وہ
چاہتا ہوں مال و جاہ و آبرو
اندروں[1] سے اپنے اس آواز کو
روک تو تا کشف تجھ پہ راز ہو
ذکر حق کر بانگ غولوں کو جلا
آنکھ نرگس سی تو کرگس سے چھپا
صبح صادق سے تو کاذب جان لے
رنگ مے پہچان رنگ جام سے
دیدگان ہفت رنگی سے ہو تا
ایک دیدہ پیدا با صبر و وفا
رنگ[2] دیکھے تو سوا اس رنگ کے
اور گہر دیکھے بجائے سنگ کے
ہے گہر کیا بلکہ دریا ہوے تو
آفتاب چرخ پیما ہوے تو
کاریگر ہے کارخانہ میں نہاں
دیکھ اسے تو کارخانہ میں عیاں
کاریگر کو کام نے اخفا کیا
اسکو خارج کام سے کب پا سکا
کارخانہ جائے کاریگر کی ہے
اس سے باہر ڈھونڈھے غفلت رکھے
کارخانہ کیا عدم ہے اسمیں آ
صنع و صانع تا کہ دیکھے برملا
کارخانہ ہے جگہ سب دید کی
اس سے جو باہر ہے وہ پوشیدگی
اپنی ہستی[3] دیکھی جو فرعون نے
کارخانہ سے ہے اندھا اسلئے
تھا وہ یوں خواہاں تبدیل قدر
تا قضا کا میں ہونے دوں گزر

[1] اندروں سے الخ یہ شعر اس آواز غول کو اپنے اندروں سے روک تا راز تجھ پر کشف ہو ذکر حق کر اور آواز غول کو جلا اور آنکھ اپنی اس کرگس نفس مردار خوار سے یعنی خطرات نفسانی کو ذکر حق کر کے دل سے دور کر پس بعضے ذکر زبانی و بعضے ذکر قلبی و بعضے ذکر روحی سے دفع خطرات کرتے ہیں الا سب میں ذکر روحی سے بہتر ہے اگر حاصل ہو پس تو صبح کاذب سے صبح صادق کو جان لے رنگ مے رنگ جام سے پہچان لے یعنی نور نفس سے کہ دھندلا کہ نور دل کہ روشن ہے جان لے اور رنگ دل کا کہ سرخ ہے رنگ جسم سے پہچان لے دیدگان ہفت رنگ سے تا ایک دیدہ پیدا ہو با صبر و وفا یعنی بسبب ذکر کے چشم ہفت رنگ سے کہ عبارت ہے ہفت پردہ خانہ چشم سے دوسری چشم دل پیدا ہو کہ صبر و وفا وہ رکھے راہ سلوک میں کام دے باقی حال اسکا آگے فافہم ۱۲ [2] رنگ دیکھے الخ یہ شعر تو رنگ دیکھے اس رنگ کے سوا اور گوہر دیکھے بجائے سنگ کے گوہر کیا ہے بلکہ تو دریا ہووے اور آفتاب چرخ کا ناپنے والا ہووے آگے شناخت تجلی افعال کے بتاتے ہیں کہ کاریگر کارخانہ میں پوشیدہ ہے تو اسکو کارخانہ میں ظاہر دیکھ کاریگر کو اسلئے کام نے پوشیدہ کیا ہے تو اسکو کام سے علیحدہ کب پا سکے کیونکہ کارخانہ جگہ کاریگر کی ہے اس سے جو باہر ڈھونڈھے غافل ہے یعنی ضائع کرے خود کو اس افعال دنیوی میں ظاہر کیا ہے جبکہ چشم باطن تجھ کو حق سے پیدا ہو تو صانع کا ان افعال میں تجھ کو مشاہدہ ہو اسکو تجلی افعال کہتے ہیں وہ کارخانہ کیا ہے عدم ہے تو اسمیں آ تا کہ صنعت و صانع کو تو ظاہر دیکھے پس کارخانہ جگہ دید کی ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ پوشیدگی ہے یعنی مشاہدہ حق کا عدم میں ہوتا ہے جب تک نظر عدم میں نہ جائیگی مشاہدہ حق نہ ہوگا آگے اسکی مثال ہے فافہم ۱۲ [3] اپنی ہستی الخ یہ شعر جو فرعون نے اپنی ہستی دیکھی اسلئے کارخانہ سے اندھا تھا اور اسی لئے تبدیل قدر چاہتا تھا کہ تا قضا کو نہیں آنے دوں اور قضا اس مکار کی مونچھوں پر زیر لب ہنستی تھی سیکڑوں بچوں کو بے گناہ مارا تا کہ تقدیر الٰہی پھر جائے اور نہ پیدا ہو وہ موسیٰ نبی ظلم اپنی گردن پر صدہا کئے سب کچھ اس نے کیا لیکن موسیٰ پیدا ہوئے اور اسی پر قہر کرنے کو آمادہ ہوئے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

خود قضا بر سبلت آن حیله مند	زیر لب میکرد ہر دم ریشخند
صد ہزاران طفل کشت او بیگناہ	تا بگردد حکم و تقدیر اله
تا کہ موسیٰ نبی نا دید برون	کرد بگردن ہزاران ظلم خون
آں ہمہ خون کردہ زادہ شد	واز برائے قہر او آمادہ شد
گر بدیدی کارگاہ لایزال	دست و پایش خشک گشتی احتیال
اندروں خانہ اش موسیٰ معاف	وز برون میکشت طفلاں را گزاف
ہمچو صاحب نفس کو تن پرورد	بر دگر کس ظن و حقدے می برد
کاں عدو و آں حسود و دشمن است	خود حسود و دشمن او آں تن است
او چو موسیٰ و تنش فرعون او	او بہ بیروں می دود کہ کو عدو
نفس اندر خانہ تن ناز نین	بر دگر کس دست میخاید بکین

اور قضا مونچھ پہ اس مکار کی	زیر لب ہنستی تھی اے سرو سہی
سیکڑوں بچوں کو مارا بے گناہ	تاکہ پھر جائے وہ تقدیر اله
اور نہ پیدا ہوئے تا موسیٰ نبی	ظلم گردن لے لیے صدہا اخی
سب کیا خون موسیٰ پر پیدا ہوا	قہر کو اسکے وہ آمادہ ہوا
دیکھتا گر کاروبار حق کو وہ	خشک پاتا مکرے پا دست کو
گھر کے اندر اسکے تو موسیٰ بچے	اور باہر لڑکے وہ کشتہ کرے
تن کو پالے مثل صاحب نفس کے	اور گماں غیروں کا کینہ پر رکھے
کہ یہ دشمن ہے مرا اور وہ حسود	ہے حسود و دشمن اسکا خود وجود
وہ مثال موسیٰ تن فرعون ہے	وہ پھرے باہر کہ دشمن کون ہے
خانہ تن میں ہے نفس نازنین	ہاتھ چابے غیر پر از روے کین

ملامت کردن مردمان شخصے را کہ مادر را بتہمت بکشت

ملامت کرنا لوگوں کا ایک شخص کو کہ ماں کو از راہ تہمت کے ہلاک کیا

آں یکے از خشم مادر را بکشت	ہم بزخم خنجر و ہم زخم مشت
آں یکے گفتش کہ از بد گوہری	یاد ناوردے تو حق مادری
ہیں تو مادر را چرا کشتی بگو	او چہ کرد آخر بگو اے زشت خو
ہیچکش کشت است مادر اے عنود	می نگوئی کو چہ کرد آخر چہ بود
گفت کارے کرد کان عار وے ست	کشتمش کان خاک ستار وے بست
متہم شد با یکے زاں کشتمش	غرق خون در خاک گور آغشتمش
گفت آنکس را بکش ای محتشم	گفت پس ہر روز خلقے را کشم

ماں کو آ غصے میں مارا ایک نے	زخم خنجر کے ضرب مشت سے
ایک نے اس سے کہا اے بد گہر	حق مادر کو تو اپنے یاد کر
ماں کو مارا کس لیے اب یہ کہو	اسنے تیرا کیا کیا اے زشت خو
ماں کو مارا ہے کسی نے تو بتا	تو نہیں کہتا کہ اسنے کیا کیا
بولا بے شرمی کا کام اس نے کیا	مارا خاک سے اسکو پردہ ہوا
متہم وہ ایک کے ہمرہ ہوئی	غرق خون در گور وہ ماری گئی
بولا مار اس شخص کو ای نیکخو	بولا کیں ہر روز ماروں خلق کو

له دیکھتا اگر الخ یہ شعر اگر کارخانہ حق فرعون دیکھتا مکر سے دست و پا خشک پاتا اسکے گھر کے اندر موسیٰ بچے اور وہ باہر لڑکوں کو کشتہ کرے آگے خالق فرماتے ہیں مثل صاحب نفس کے بدن کو پالے اور غیروں پر گمان کینہ کا رکھے کہ یہ دشمن ہے میرا اور وہ حسود ہے اور خود وجود اسکا دشمن و حسود ہے وہ مثل موسیٰ کے اور بدن مثل فرعون کے ہے اور وہ باہر پھرتا ہے کہ دشمن کون ہے نفس نازنین خانہ تن میں ہے اور وہ ہاتھ غیروں پر چابتا ہے از راہ کینہ کے یعنی نفس مثل فرعون کے بدن کو پالتا ہے اور غیروں کو اپنا دشمن جانتا ہے اور حالانکہ بدن اسکا آخرکار دشمن ہے کہ ہلاک مانند موسیٰ کے کرے گا پس وہ نفس فرعون تیرے بدن ہی ہے اور تو کینہ سے غیروں پر ہاتھ چابتا ہے پس تو نفس کو ہلاک کر کہ غیروں کی بلا سے بچے چنانچہ اسکا حال مولانا آگے قصہ مثالی میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۲له ماں کو الخ یہ شعر ایک شخص نے غصہ میں آکر اپنی ماں کو مارا زخم خنجر و ضرب مشت سے ایک نے اس سے کہا کہ اے بد گوہر تو اپنی ماں کے حق کو یاد کر تو نے اپنی ماں کو مارا کس لیے یہ کہہ اس نے تیرا کیا کیا تو بتا کہ ماں کو کسی نے مارا ہے تو نہیں کہتا کہ اس نے کیا کیا ہے بولا کہ اس نے بے شرمی کا کام کیا ہے اسکو مارا ہے کہ خاک سے پردہ ہوا وہ متہم کے ہمراہ ہوئی غرق خون در گور ہو جو کر وہ ماری گئی آگے اسکا جواب ہے فافہم ۱۲

کشتم او را رستم از خونہائے خلق	نائے او ببریدم است از نائے خلق	مارا اسکو چھوٹا خون سے خلق کے	ذبح بہتر اسکا ذبح خلق سے
نفس تست آن مادر بد خاصیت	کہ فساد اوست در ہر ناحیت	نفس تیرا ہے وہ بد کردار ماں	کہ فساد اسکا ہے عالم میں نہاں
پس بکش او را کہ بہر آن دنی	ہر دمے قصد عزیزے میکنی	مار تو اسکو کہ اسکے واسطے	قصد ہر دم تو عزیزوں کا کرے
از وے این آن خوش برتست تنگ	از پے او با حق و با خلق جنگ	اسکی خاطر تجھ پہ دنیا تنگ ہے	اسکی خاطر خلق و حق سے جنگ ہے
نفس کشتی باز رستی ز اعتذار	کس ترا دشمن نماند در دیار	نفس کو مارا چھوٹا عذر سے	کوئی دشمن نے یہاں باقی رہے
گر شکال آرد کسے بر گفت ما	از برائے انبیا و اولیا	گر مرے[1] کہنے پے کوئی شک کرے	انبیا و اولیا کے واسطے
کانبیا را نے کہ نفس کشتہ بود	پس چرا شان دشمنان بود و حسود	انبیا کا نفس بیشک کشتہ تھا	انکا دشمن کس لیے پیدا ہوا
گوش نہ تو اے طلبگار ثواب	بشنو این اشکال و شبہت را جواب	کان رکھ تو اے طلبگار ثواب	سن لے اس شک کا تو مجھ سے جواب
دشمن خود بودہ اند آن منکران	زخم بر خود می زدند ایشان چنان	وہ ہوے منکر ہیں دشمن اپنے سب	خود کو زخمی آپ کرتے ہیں عجب
دشمن آن باشد کہ قصد جان کند	دشمن آن نبود کہ خود جان میکند	وہ ہے دشمن جو کہ قصد جاں کرے	وہ نہیں دشمن کہ اپنی جان دے
نیست خفاشک عدوئے آفتاب	او عدو خویش آمد در حجاب	کب ہے چمگادڑ عدوئے آفتاب	وہ عدو اپنی ہوئی اندر حجاب
تابش خورشید او را می کشد	رنج او خورشید ہرگز کے کشد	روشنی خورشید کی مارے اسے	رنج خورشید اسکا نے ہرگز رکھے
دشمن آن باشد کزو آید عذاب	مانع آید لعل را از آفتاب	وہ ہے دشمن جس سے تکلیف ہو	مانع جو خورشید سے ہو لعل کو
مانع خویش اند جملہ کافران	از شعاع جوہر پیغمبران	حملہ[2] کافر اپنے خود مانع ہوئے	انبیا کے پرتو انوار سے
کے حجاب چشم آن فرزند خلق	چشم خود را کور و کژ کردند خلق	خلق کب پردہ ہے انکی آنکھ پے	اپنی آنکھ اندھی کری مخلوق نے
چون غلام ہندوی کو کین کشد	از ستیزہ خواجہ خود را می کشد	چون غلام ہندو اک کینہ سے جو	جنگ خواجہ سے وہ مارے آپکو
سرنگون می افتد از بام سرا	تا زیانے کردہ باشد خواجہ را	سرنگوں ڈالے ہے خود کو بام سے	تاکہ خواجہ کو ہو حرج ہر کام سے
گر شود بیمار دشمن با طبیب	ور کند کودک عداوت با ادیب	گر ہے عاجز کا مریض ایک ہو عدو	گر عدو لڑکا رکھے استاد کو
در حقیقت رہزن جان خودند	راہ عقل و جان خود را خود زدند	خود حقیقت میں ہیں دشمن جان کے	عقل و جان اپنی کے خود رہزن ہوے
گازرے گر خشم گیرد ز آفتاب	ماہیی گر خشم گیرد ز آب	دھوبی گر غصہ ہوا خورشید سے	اور مچھلی غصہ ہووے آب سے

[1] اگر مرے الخ ۵ شعر اگر کوئی میرے کہنے پر شک کرے انبیا و اولیا کے واسطے بیشک انبیا کا نفس کشتہ تھا انکا کسلئے دشمن پیدا ہوا یعنی مولانا فرماتے ہیں اگر کوئی اعتراض کرے کوئی نفس مرگیا کوئی دشمن باقی نہ رہا تو انبیا کا نفس کیا تھا آگے اسکا جواب ہے تو کان رکھ اے طلبگار صواب اور مجھ سے اس شک کا جواب سن لے کہ وہ منکر اپنے دشمن ہوئے اور خود آپکو زخمی کرتے ہیں دشمن وہ ہے کہ قصد جان کا کرے اور وہ دشمن نہیں ہے کہ اپنی جان دے آگے مثال ہے چمگادڑ کب دشمن آفتاب کی ہے وہ حجاب سے اپنی آپ دشمن ہوئی ہے اسے مارے روشنی خورشید کی اور خورشید رنج اسکا نہ ہرگز رکھے دشمن وہ ہے کہ جس سے تکلیف ہو لعل کے جو مانع خورشید سے ہو یعنی کفار اپنے دشمن آپ ہوئے بسبب بغض کے اور خود کو آپ ہلاک کیا انبیا ہر دم تو انکو ہدایت کرتے اور انکی بہتری چاہتے تھے نہ برائی نہیں کفار دشمن خدا کے تھے نہ انبیا کے باقی اسکا حال آگے ہے فانہم ۱۲ [2] حملہ کافر الخ ۸ شعر حملہ کفار خود اپنے مانع ہوئے پرتو انوار انبیا سے خلق کب انبیا کی آنکھ پر پردہ ہے مخلوق نے اپنی آنکھ اندھی کی ہے آگے اسکی مثال ہے جیسے غلام ہندو از راہ کینہ کے بسبب لڑنے خواجہ کے آپکو مارے خود کو سرنگوں ڈالے بام سے تاکہ خواجہ کو کام سے حرج ہو اگر بیمار دشمن طبیب کا ہو و اگر لڑکا دشمن استاد کا ہو وہ حقیقت میں خود دشمن اپنی جان کے ہیں اور عقل و جان اپنی کے خود رہزن بنے ہیں اگر دھوبی خورشید پر غصہ ہووے اور مچھلی آب سے غصہ ہووے تو دیکھ یہ نقصان کس کو ہو اور کون آخر اس سے

تو نگو بنگر کرا دارد زیان / عاقبت کہ بود سیاہ اختر ازاں
گر ترا حق آفرید زشت رو / تو مشو ہم زشت رو ہم زشت خو
ور برد کفشت مرو در سنگلاخ / ور دو شاخست مشو تو چار شاخ
تو حسودی کز فلان من کمترم / می فزاید کمترے در اخترم
خود حسد نقصان و عیب دیگرست / بلکہ از جملہ کمیہا بدتر است
آں بلیس از ننگ و عار کمترے / خویشتن افگند در صد ابترے
از حسد میخواست تا بالا بود / خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بود
آں ابوجہل از محمد ننگ داشت / وز حسد خود را بہ بالا می فراشت
بوالحکم نامش بد و بوجہل شد / اے بسا اہل از حسد نا اہل شد
من ندیدم در جہان جستجو / ہیچ اہلیت بہ از خوے نکو
انبیا را واسطہ زان کرد حق / تا پدید آید حسدہا در فلق
ورگزر از فضل و از جستی و فن / کار خدمت دارد و خلق حسن
زانکہ کس را از خدا عاری نبود / حاسد حق ہیچ دیارے نبود
آں کسے کش مثل خود پنداشتی / زاں سبب با او حسد برداشتی

دیکھ پس تو کس کو یہ نقصان ہوا / کون آخر اس سے بدقسمت رہا
حق نے[1] گر تجھکو کیا ہی زشت رو / تو نہو ہم زشت رو ہم زشت خو
جوتیاں گر ہیں نہ پتھر کی راہ / سینگ دو ہیں چار سینگ اب تو نہ جا
تو ہے حاسد کہ فلاں سے ہوں میں کم / ہے بڑھاتی یہ کمی قسمت کی غم
خود حسد نقصان عیب اک اور ہی / بلکہ بدتر سب کمی سے جان لے
بس کمی کے ننگ سے شیطان نے / خود کو سو آفت میں ڈالا آپ نے
خود حسد سے چاہتا تھا برتری / برتری کیا بلکہ خود آفت گری
بوجہل رکھتا محمد سے تھا ننگ / اور حسد سے برتری پر تھا وہ تنگ
بوالحکم ہو کر کے بوجہل اک بنے / بس حسد سے اہل نا اہل اب ہوئے
نے جہاں میں دیکھی وقت جستجو / کوئی اہلیت بجز خلق نکو
انبیا کو واسطہ حق نے کیا / اسلیے تاکہ حسد ہو برملا
چھوڑ دے فضل و ہنر گر عقل ہے / کام خدمت سے ہے اور اخلاق سے
ننگ حق سے کسی کو اسلیے / کہ حسد حق سے نہیں کوئی رکھے
جس نے[2] جانا انکو مانند آپ کے / وہ حسد رکھتا تھا ان سے اسلیے

[1] حق نے الخ یہ شعر اگر حق نے زشت رو پیدا کیا ہی تو زشت رو زشت خو نہو یعنی تو زشت روئی کیساتھ زشت خوئی نہ کر بلکہ نیکخو ہو کر زشت روئی
بری چھپ جاوے اگر جوتیاں ہیں تو پتھر ونکی راہ میں نہ جا اگر دو سینگ ہیں تو چار سینگ نہ چاہ تو حاسد ہی کہ میں فلان سے کم ہوں یہ غم قسمت کی بڑھاتی ہی غم تو خود
حسد اور ایک نقصان عیب ہی بلکہ سب سے بدتر ہی یعنی حسد کل اخلاق ذمیمہ کی جڑ ہی کہ سب بداخلاق اس سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ بسبب کمی کے مرتبہ جب حسد
پیدا ہو ضرور کینہ اس سے رکھے گا پھر غرور کریگا ریاکاری کے ساتھ پیش آئے گا بغض رکھے گا پھر از راہ برائی کے غیبت اسکی کریگا پس یہ ساتوں اخلاق ذمیمہ
ایک حسد سے پیدا ہوتے ہیں عارف کو چاہیے کہ اس ام الخبائث سے خود کو بچاوے چنانچہ اس حسد کا حال آگے آتا ہی فافہم ۱۲ سلسلہ پس کمی الخ یہ شعر پس کمی کی
شرم سے شیطان نے خود کو سو آفت میں ڈالا کہ حسد سے خود چاہتا تھا برتری کیا بلکہ خود آفت گری آگے اسکی مثال ہے جیسے بوجہل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تنگ
رکھتا تھا بوالحکم ہو کر بوجہل ہوا بہت حسد سے اہل نا اہل ہوئے میں نے جہان کے وقت تلاش کے کوئی اہلیت بجز خلق نیک کے حق نے انبیا کو واسطہ کیا اسواسطے
تاکہ حسد ظاہر ہو اگر عقل ہی فضل و ہنر کو چھوڑ دے کیونکہ کام خدمت اخلاق سے ہی اسلیے حق سے کسی کو ننگ نہیں ہی کہ حسد سے حسد کوئی نہیں رکھتا ہی باقی حال آگے ہی فافہم
[2] جس نے جانا الخ یہ شعر جیسے حضرت رسول صلعم کو اپنے مانند جانا اسواسطے کہ وہ انسے حسد رکھتا تھا جبکہ بزرگی نبی کی ثابت ہو گئی تو پھر کسی کو حسد کب آئے اسی طرح
ایک ولی ہر وقت قائم رہتا ہی کہ تا قیامت امتحان حسد کا سدا رہے جس کی نیک خو ہے وہ مغفور ہی اور جو کوئی سست دل ہی وہ مقہور ہے اس ولی کے ساتھ وہ ولی ایک
امام حی ہے قائم ہی آل عمر نسے ہو یا اولاد علی ہو اسے طالب وہ ہی مہدی و ہادی ہی وہ ہی باطن میں ہی وہ ظاہر میں ہی واضح ہو کہ حضرت رسول مقبول صلعم نے اہل امت کو
تین درجہ فرمائے ہیں اصحاب و تابعین و تبع تابعین علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ وہ تینوں درجہ کے لوگ گزر گئے اور صوفیہ کرام کہتے ہیں کہ وہ تینوں درجہ کے لوگ تا قیامت رہینگے
کیونکہ حضرت رسول صلعم نے یہ بھی فرمایا ہی کہ جس نے مجکو خواب میں دیکھا وہ برابر اسکے ہی جسنے مجکو حیات میں دیکھا جو کہ اولیائے کرام حضور کو بچشم باطن یا خواب میں دیکھتے
وہ اصحاب میں داخل ہیں مانند اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے جو نکہ ولی اللہ ہر وقت قیامت تک موجود ہیں ان کو ہر ایک شخص کا دیکھتا ہی وہ تابعین ہوا اور جسنے اسکو دیکھا
وہ تبع تابعین اس صورت میں کل امت کے لوگ تا قیامت اصحاب و تابعین ہوئے اور جو کوئی اولیائے کہ ہر وقت میں بجائے جناب رسول مقبول صلعم کے یہاں موجود ہی
سنکر ہوا وہ مثل منافقان عرب کے مقہور ہوا چنانچہ مولانا غوث و قطب و ابدال وغیرہ اولیا کے مدارج کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

چون مقرر شد بزرگی رسولؐ
پس بہر دورے ولی قائم است

پس حسد ناید کسے را از قبول
تا قیامت آزمایش دائم است

جب بزرگی نبی ثابت ہوئی
اک ولی ہر وقت میں قائم ہے

پس حسد کب ہو کسی کو اے اخی
تا قیامت امتحان دائم رہے

ہر کرا خوے نکو باشد برست
پس امام حی قائم آن ولی است

ہر کسے کو شیشہ دل باشد شکست
خواہ از نسل عمرؓ خواہ از علیؓ است

جسکی خوے نیک ہو مغفور ہی
پس امام حی ہے وہ قائم ولی

جو کوئی ہو سست دل مقہور ہی
آل عمر کی ہو کہ اولاد علیؓ

مہدی و ہادی وی است ای راہ جو
او چو نور است و خرد جبریل او

ہم نہان و ہم نشستہ پیش رو
آن ولی کم از و قندیل او

مہدی و ہادی وہی ہے طالب
وہ ہے نور اور عقل جبریل اسکی ہو

وہی باطن میں وہی ہے ظاہرا
جو ولی کم اس سے قندیل اسکی ہے

وانکہ زین قندیل کم مشکوٰۃ ماست
زانکہ ہفصد پردہ دارد نور حق

نور را در مرتبہ ترتیبہاست
پردہ ہاے نور دان چندین طبق

جو کم قندیل سے مشکوٰۃ ہے
سات سو پردے رکھے جو نور حق

مرتبہ میں نور ہے ترتیب سے
جا نور دے نور کے اتنے طبق

از پس ہر پردہ قومے را مقام
اہل صف آخرین از ضعف خویش

صف صف اند این پردہ ہا شان
چشم شان طاقت ندارد نور پیش

ہر پسِ پردہ گروہ کا ہے مقام
اہل صف آخر کے اپنے ضعف سے

صف بصف مردے ہیں انکے تا امام
چشم نور افزوں کی کب طاقت رکھے

وان صف پیش از ضعیفی بصر
روشنی او حیات اول است

تاب نارد روشنائی بیشتر
رنج جان و فتنہ این احوال است

اور اگلی صف بصر کے ضعف سے
روشنی کہ وہ حیات اول کی ہے

تاب کب اس روشنائی کی رکھے
رنج جان اور فتنہ اس احوالی کی ہے

احولیہا اندک اندک کم شود
آتشے کاصلاح آہن یا زراست

چون ز ہفصد بگذرد او یم شود
کے صلاح آبی و سیب تراست

تھوڑی تھوڑی احولی کم ہو تمام
آگ جو اصلاح زر آہن رکھے

سات سو سے جو کہ گزرے ہو امام
کب صلاح سیب و آبی کی کرے

سیب و آبی خامیی دارد خفیف
لیک آہن را لطیف آن شعلہ ہاست

نے چو آہن تابش خواہد لطیف
کو جذوب تابش آن اژدہاست

سیب و آبی خامی رکھتا ہے خفیف
پر لطیف آہن کا وہ شعلہ ہوا

نے جو آہن اسکو ہو تابش لطیف
ہے کشش تابش کی اس کو اثر دہا

سلہ وہ ہے الخ یہ شعر وہ امام اولیا و نور ہے اور عقل اسکی جبریل ہے اور جو ولی اس سے کم ہے وہ مشکوٰۃ یعنی طاق ہے پس نور مراتب میں ترتیب دار ہے واضح ہو کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ یعنی اللہ نور ہے زمین و آسمان کا مثال اس نور کی کہ طاق میں چراغ ہو قندیل کے اندر پس وہ نور حقیقت محمدی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلعم سے غوث وقت میں آیا ہے کہ عقل اسکی عقل کل ہے خبر رسانی میں مثل جبرئیل کے اور بعد انکے اوتار ہیں مثل طاق کے کہ وہ نور قندیل انکے اندر تاباں ہے علی ہذا القیاس اسی طرح درجہ بدرجہ کل اولیا میں وہ نور چمکتا ہے پس سات سو پردے رکھتا ہے نور حق وان پردوں کو جانو اتنے طبق کہ اور ملے ہیں اور ہر پردہ کے ایک گروہ اولیا کا مقام ہے پس امام تک صف بصف انکے پردے ہیں اہل صف آخر کے اپنی صف سے چشم نور افزوں کی کب طاقت رکھتے ہیں اور انکی صف کے لوگ ضعف بصر سے تاب کب اس روشنائی کی رکھے روشنی کہ وہ حیات اول ہیں رنج و فتنہ جان اس احولی کی ہے جبکہ تھوڑی تھوڑی احولی کم ہو بالکل سات سو پردوں سے جو کہ گزرے امام ہو یعنی اس نور حق تک کہ غوث وقت ہے سات سو پردے ہیں اور ہر پردے پردہ اولیا کے مقام ہیں صف بصف پس آخری کی صف والا اپنے سے اگلی صف والے کی روشنی کا تحمل نہیں ہو سکتا ہے اور جو روشنی کہ اسکی حیات ہے وہ رنج و فتنہ جان اس آخر والی کی ہے کیونکہ یہ احول ہے باعتبار اگلے کے عارف توحید کامل کے اسپر منکشف نہیں ہوئے ہیں وہ ہے دوئی کے درجہ میں ہاں جبکہ احولی دوئی کی تھوڑی کم ہو گی تو عروج کر کے سات سو پردے طے کریگا تب دوئی سے بالکل نکل کر درجہ امامت کو پہونچے گا بحر العلوم چنانچہ مثال اسکی آگے فرماتے ہیں فافہم ١٢ سلہ آگ یہ الخ یہ شعر جو آگ کہ زر و آہن کی اصلاح رکھتی ہے وہ کب اصلاح سیب و آبی کی کریگی سیب و آبی خامی خفیف رکھتا ہے مثل آہن کے اسکو تابش تیز ہو و لیکن آہن کو وہ شعلہ تیز ہوا اور کشش تابش کی اسکو اژدہا ہے یعنی آہن شعلہ تیز سے گرم ہوتا ہے اور سیب و آبی حرارت خفیف کے سے پختہ ہوتی ہے اسی طرح جو اولیا کہ استعداد قوی رکھتے ہیں تحمل تیزی تجلی قوی کے ہوتے ہیں اور جو کہ استعداد ضعف رکھتا ہے تحمل تیزی قوی کا نہیں ہوتا ہے بحر العلوم پس وہ آہن فقیر جفاکش ہے کہ نیچے ہتھوڑے و آتش کے سرخ و خوش ہے باقی حال آگے ہے فافہم ١٢

هست آن آہن فقیر سخت کش | زیر تیش آتش است سرخ خوش
حاجب آتش بود بے واسطہ | در دل آتش رود بے رابطہ
بے حجاب آب و فرزندان آب | پختگی ز آتش نیابند و خطاب
واسطہ دیگے بود یا تابہ | ہمچو پارا در روش پا تابہ
یا مکانے در میان تا آن ہوا | میشود سوزان و مے آرد نما
پس فقیر آنست کو بے واسطہ | شعلہا را با وجودش رابطہ است
پس فقیر آنست کو خود را دہد | آب حیوانے کہ ماند تا ابد
پس دل عالم وے است آنرا کہ تن | میرسد از واسطہ این دل بفن
دل نباشد تن چہ داند گفتگو | دل نجوید تن چہ داند جستجو
پس نظرگاہ شعاع آن آہن است | پس نظرگاہ خدا دل نے تن است
باز این دلہائے جزوے چون تن است | با دل صاحبدلے کو معدن است
پس مثال و شرح خواہد این کلام | لیک ترسم تا نلغزد فہم عام
تا نگردد نیکوئی مایہ بے | آنکہ گفتم ہم نبد جز بے خودی
پائے کژ را کفش کژ بہتر بود | مر گدا را دستگہ بر در بود

ہے وہ آہن بس فقیر سخت کش | نیچے جس اور آگ کے ہو سرخ وخوش
پردہ[1] ہووے آگ کا بے واسطہ | جاوے دل میں آگ کے بے رابطہ
آب اور فرزند آبی بے حجاب | کب پکیں وہ آگ سے اور لیں خطاب
دیگ کا ہو یا توے کا واسطہ | جیسے پا تابہ سے پا کو رابطہ
یا مکان کے درمیان ہوتا ہوا | ہووے گرم اور دے انہیں نشو ونما
ہے فقیر اب وہ کہ ہے بے واسطہ | تن سے شعلہ کو ہے اسکے رابطہ
ہے فقیر اب وہ کہ دیوے آپکو | آب حیواں کہ سدا قائم ہو وہ
ہے[2] وہ دل عالم کا جیسے یہ وجود | واسطہ سے دل کے رکھتا ہے نمود
دل نہووے جانے تن کیا گفتگو | دل نہ ڈھونڈھے جانے تن کیا جستجو
پس نظرگاہ شعاع آہن ہوا | ہے نظرگہ حق کا دل نے تن ہوا
پھر یہ جزوے دل ہیں مثل اک جسم کے | اہل دل کے آگے اور معدن وہ ہے
پس مثال و شرح چاہے یہ کلام | پر میں ڈرتا ہوں نہ پھسلے فہم عام
میری نیکی تا نہ ہو جاوے بدی | یہ کہا جو کچھ براہ بے خودی
پاے کج کو کفش کج مرغوب ہے | در بدر پھرنا گدا کا خواب ہے

امتحان کردن بادشاہ آن دو غلام را کہ نو خریدہ بود

امتحان کرنا بادشاہ کا ان دو غلام نو خریدہ کا

[1] پردہ الخ ہو شعر آگ کا پردہ بے واسطہ ہووے دل میں آگ کے وہ بے رابطہ جاوے اور آب و فرزند آب کے بے پردہ کب پکیں آگ سے و خطاب لیویں دیگ کا یا توے کا واسطہ ہو جیسے پاکو پاتا بہ کفش سے رابطہ ہو یا مکان کے درمیان ہوکر ہوا گرم ہوکر اس کو نشو ونما دیوے یعنی آہن بے واسطہ آتش سے گرم ہوتا ہے اور آب سے جو شے پیدا ہیں مثل ثمر و لقولات کے وہ بواسطہ دیگ و توے کے پختہ ہوتے ہیں یا مکان میں ہوا گرم ہوکر اس سے نشو ونما ہوتی ہے اسی طرح فقیر فیض الٰہی کو بے واسطہ قبول کرتا ہے اور اولیا دوسرے واسطے کے ساتھ فیض الٰہی پاتے ہیں پس فقیر اب وہ ہے کہ آپ کو حیوان دیوے اور بے واسطہ ہے اور شعلہ کو اس سے بدن سے رابطہ ہے کہ سدا قائم رہے آگے حقائق فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] ہے وہ دل الخ شعر وہ فقیر دل ہے عالم کا جیسے یہ وجود دل کے واسطے سے قیام رکھتا ہے دل نہ ہووے تن کیا جستجو جانے بدن کیا گفتگو جانے پس آہن نظرگاہ شعاع کا ہو یہ دل نظرگاہ خدا کا ہوا نہ بدن ہوا پھر یہ دل جزوے مثل ایک جسم کے ہیں اہل دل کے آگے اور وہ معدن ہے یعنی دل غافلوں کے مثل ایک جسم کے ہیں اور اہل دل مثل دل کے ہیں جیسے جسم دل کے اختیار میں ہے ایسے دل غافلوں کے اہل دل کے اختیار میں ہیں کہ جو چاہتے ہیں وہ صرف کرتے ہیں بہت یہ کلام مثال و شرح چاہتا ہے میں ڈرتا ہوں کہ فہم عام کا پھسل نہ جائے کہ میری نیکی بدی ہو جاوے اور یہ جو کچھ کہا ہے از راہ بے خودی کے کہا ہے کیونکہ پاے کج کو کفش کج مرغوب ہے اور گدا کا در بدر پھرنا محبوب ہے یعنی جو کہ لوگ طبع کج رکھتے ہیں وہ میرے کلام کو کجی کی طرف لے جاویں گے اور جو راستی رکھتے ہیں وہ راستی کی طرف لے جائیں گے جیسے وہ دونوں غلام بادشاہ تھے چنانچہ ان کا قصہ آگے مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲

بادشاہے دو غلام ارزان خرید — با یکے زان سخن گفت و شنید
یافتش زیرک دل و شیرین جواب — از لب شکر چہ زاید شکر آب
آدمی مخفی است در زیر زبان — این زبان پردہ است بر درگاہ جان
چونکہ مخفی است در زیر زبان — سر صحن خانہ بر باشد پدید
کاندران خانہ گہر یا گندم است — گنج زر یا جملہ مار و کژدم است
یا دران گنج است مارے بر کران — زانکہ نبود گنج زر بے پاسبان
بے تامل او سخن گفتے چنان — کز پس پانصد تامل دیگران
گفتی اندر باطنش دریا ستے — جملہ دریا گوہر گویا ستے
نور ہر گوہر کزو تابان شدے — حق و باطل را ازو فرقان شدے
نور فرقان فرق کردی بہر ما — ذرہ ذرہ حق و باطل را جدا
نور گوہر نور چشم ما شدے — ہم سوال و ہم جواب از ما بدے
چشم کژ کردی دو دیدی قرص ماہ — چون سوالست این نظر در اشتباہ
راست گردان چشم را در ماہتاب — تا یکے بینی تو مہ را اینک جواب
فکرت را کژ مبین نیکو نگر — ہست ہم نور و شعاع آن گہر

ایک شہ نے دو غلام ارزان لیے — ایک سے پھر یہ سخن شہ نے کہے
پایا اسکو زیرک و شیریں جواب — کیا لب شیریں سے ٹپکے شکر آب
آدمی پوشیدہ ہے زیر زبان — یہ زباں پردہ ہے بادرگاہ جان
پس ہوا سے پردہ یہ جب کہ اٹھا — راز صحن خانہ ہم پہ کھل گیا
گھر میں گوہر یا کہ گندم ہیں بھرے — یا خزانہ یا کہ بچھو سانپ ہے
یا خزانہ پر وہاں اک سانپ ہے — کہ خزانہ بے نگہبان نے رہے
بے تامل بات وہ ایسی کرے — کہ تامل سے نہ کوئی کر سکے
تو کہے باطن میں دریا اسکے ہے — سارا دریا گویا اک گوہر سے ہے
اس سے تاباں ہوتا ہر گوہر کا نور — فرق حق باطل میں کرتا بس ظہور
نور فرقان فرق کرتا ظاہرا — ذرہ ذرہ حق و باطل کو جدا
نور دیدہ نور دل ہوتا مرا — ہم سوال و ہم جواب آتا مرا
آنکھ ٹیڑھی کی دو دیکھے قرص ماہ — کیوں نظر کو ہے سوال اشتباہ
آنکھ سیدھی کر تو سوے ماہتاب — تا تو دیکھے ایک مہ ہے یہ جواب
فکر کو ٹیڑھا نہ دیکھ اور سیدھا دیکھ — ہے شعاع و نور اس گوہر کا دیکھ

سلہ ایک شہ نے الخ ۔ شعر ایک بادشاہ نے دو غلام ارزاں خرید کئے پھر ایک سے شاہ نے یہ سخن کہا اسکو زیرک و شیریں جواب پایا لب شیریں سے کیا ٹپکے شکر آب آگے حقائق فرماتے ہیں کہ آدمی پوشیدہ ہے نیچے زباں کے اور یہ زبان پردہ ہے درگاہ جان پر جب کہ ہوا سے یہ پردہ اٹھا ہم پر راز صحن کا کھل گیا کہ گھر میں گوہر و یا گندم بھرے ہیں یا خزانہ یا سانپ بچھو یا وہاں ایک خزانہ سانپ کا ہے کہ خزانہ بغیر پاسبان نہیں رہتا ہے بے تامل وہ ایسے بات کرے کہ کوئی تامل سے نہ کر سکے یعنی وہ زبان اولیا کی ہے فافہم ۱۲ سلہ تو کہے الخ ۔ شعر تو کہے کہ اسکے باطن میں ایک دریا ہے تمام دریا ایک گوہر سے جاری ہے اس سے ہر گوہر کا نور تاباں ہو حق باطل میں فرق کرتا جیسے نور فرقان کا ظاہرا فرق کرتا اور وہ ذرہ ذرہ حق و باطل کو جدا کرتا میرا نور دل نور دیدہ ہوتا ہم سوال و ہم جواب میرا آتا یعنی مثل اولیا کے میرا نور دل نور دیدہ ہوتا میں ہی سوال کرتا اور میں ہی جواب سنتا آگے مثال ہے آنکھ ٹیڑھی دو قرص ماہ دیکھے کیونکہ نظر و سوال اشتباہ کا ہے اگر تو سیدھی آنکھ کرے طرف ماہتاب کے تا ایک ماہ تجھے دکھائی دے یہ جواب ہے یعنی ٹیڑھی آنکھ کرنے سے دو ماہ دیکھے نظر نے اشتباہ سے سوال کیا سیدھی آنکھ سے ایک ماہ نظر آیا تو یہ جواب ملا اسی طرح سے چشم دل کے روشن ہونے سے دوئی جاتی ہے و توحید کھلتی ہے گویا اپنا ہی سوال اپنا ہی جواب کہ باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ فکر کو الخ ۔ شعر اپنی فکر کو ٹیڑھا مت دیکھ سیدھا دیکھ کہ شعاع و نور اس گوہر کا ہے یعنی اسی طرح تو فکر کو مثل آنکھ کے ٹیڑھا مت دیکھ نور شعاع گوہر دل کا تجھے معلوم ہو کیونکہ ہر جواب دل کان سے اور چشم سے کہے اسے چھوڑ دے مجھ سے سن یعنی کان کے سننے سے صفات بدلتی ہے و مشاہدہ توحید ذات سے ذات بدلتی ہے یعنی توحید کے سننے سے صفات بشری بدلتی ہے و مشاہدہ و توحید سے ذات بشری بدلتی ہے ذات حق کا عین الیقین ہوتا ہے قال سے و لیکن پختگی حاصل کر اور یقین پرست رہ جب تک تو نہ پہنچے عین الیقین نہ ہو اگر تو یقین چاہتا ہے آگش نشین ہو کان کامل ہو دے تو چشم بنے ورنہ کان قال سے یہ رہے یعنی توحید کان سننے سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے کہ قال و لال و حال یار ہے غرضکہ توحید قالی پر تو قانع مت رہ مقام دید کو حاصل کر کہ راہ وصال یار کی کچھ کو ملے اور منزل مقصود کو تو پہنچے تو اب لوٹ یہ بات بے انتہا ہے بادشاہ نے ان غلاموں سے کیا کہا چنانچہ آگے حال ان غلاموں کا ہے فافہم ۱۲

ہر چہ اے کان زگوش آید بدل
گوش دلال است و چشم اہل وصال
در شنود گوش تبدیل صفات
ذاتش از علمت یقین شد از سخن
تا نسوزی نیست آن عین الیقین
گوش چوں نافذ بود دیدہ شود
این سخن پایان ندارد باز گرد

چشم گفت از من شنو آنرا بہل
چشم صاحب حال گوش اصحاب قال
در عیاں دیدہا تبدیل ذات
پختگی جو در یقین منزل مکن
این یقین خواہی در آتش در نشین
ور نہ حق در گوش پیچیدہ شود
ماکہ شہ با آں غلامانش چہ کرد

سر جواب آتا ہے دل میں کان سے
کان ہے دلال و چشم اہل وصال
کان کے سننے سے بدلے ہے صفات
اسکی ذات علم الیقین ہو قال سے
نہ جلے جبتک نہو عین الیقین
کان کامل ہووے تو دیدہ بنے
لوٹ تو یہ بات ہے بے انتہا

چشم کہوے مجھ سے سن وہ چھوڑ دے
چشم صاحب حال کان اصحاب قال
آنکھ کے دیکھے سے سب بدلے ہے ذات
پختگی لا در یقین پر مت رہے
یقین چاہے تو ہو آتش نشین
ورنہ کان اس قال سے سب پر رہے
بادشہ نے کیا غلاموں سے کہا

براہ کردن بادشاہ یکے ازاں دو غلام را واز دیگرے احوال آں پرسیدن و باز گفتن او انچہ در وے نیست

ہٹا دینا بادشاہ کا ایک کو ان دونوں غلاموں سے اور دوسرے سے پوچھنا احوال اسکا اور پھر کہنا اسکا جو اس میں نہ ہے

ایں غلامک را چو دید اہل ذکا
کاف رحمت گفتمش تصغیر نیست
چوں بیامد آں دوم در پیش شاہ
گر چہ شہ ناخوش شد از گفتار او
گفت با ایں شکل باگندہ دہاں
تا علاج ایں دہاں تو کنیم
گر تو زاہل نامہ و رقعہ بدے
بہر کیک تو گلیمے سوختن
با ہمہ بنشین دو سہ دوسان بگو
آن ذکی را پس فرستاد او بکار

آں دگر را کرد اشارت کہ بیا
جد گوید طفلکم تحقیر نیست
بود آں گندہ دہاں دنداں سیاہ
جستجوے کرد ہم از کار او
دور بنشین مرکب ابن سو تر مران
تو مریض و ما طبیب پر فنیم
نے جلیس و یار ہم لقعہ بدے
نیست لائق از تو دیدہ دوختن
تا بہ بینم صورت غفلت نکو
سوے حمامے کہ رو خود را بخار

یہ غلامک دیکھا جو اہل ذکا
کاف رحمت کا کہا تصغیر نے
دوسرا آیا جو آگے شاہ کے
گرچہ بات اسکی سے شہ ناخوش ہوا
بولا تو گندہ دہن گرچہ ہوا
تا علاج اس تیرے منہ کا میں کروں
کہ تو لائق نامہ و پیغام ہے
بس جلائے کملی پسو کے لئے
باوجود اس سب کے بیٹھ اور بات کر
اس ذکی کو بھیجا اسنے کام کو

دوسرے کو پھر بلایا کہ تو آ
جد کہے طفلک مرا تحقیر نے
دانت کالے اور دہن گندہ رکھے
جستجو خصلت کی پر کرنے لگا
دور بیٹھ اور آگے اس سے تو نہ جا
تو مریض اور میں طبیب ذو فنون
نے جلیس اور یار صحبت کے لئے
آنکھ تجھ سے پھیرنا کب چاہیے
تاکہ دیکھوں میں تری عقل و ہنر
جانب حمام کہ جا صاف ہو

ط یہ غلامک الخ ۹ شعر اس غلامک کو جو دیکھا ذکی دوسرے کو بلایا کہ تو آ کاف رحمت کا کہا تصغیر نہیں ہے اگر جد میرا کہے طفلک تحقیر نہیں ہے یعنی بادشاہ نے دوسرے غلام کو بلایا بلفظ غلامک تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ کاف رحمت کا ہے یعنی از راہ محبت کے کہا جیسے دادا پوتے کو طفلک کہے اور یہ کاف نہ تصغیر کا ہے نہ تحقیر کا ہے کیونکہ علم صرف میں یہ کاف تصغیر و تحقیر کا ہے ثابت ہوا کہ اگر بزرگ اپنے خرد کو کسی نام کے ساتھ پکارے رحمت و محبت جانے نہ حقارت سمجھے فہم من فہم ۱۲ سکہ دوسرا آیا الخ ۸ شعر دوسرا غلام جو آگے شاہ کے آیا دانت سیاہ و گندہ دہن رکھتا تھا اگرچہ اسکی باتوں سے بادشاہ ناخوش ہوا لیکن اس کی خصلت کی جستجو کرنے لگا کہا اگرچہ تو گندہ دہن ہوا ہے دور بیٹھ اور آگے مت جا تا کہ علاج میں تیرے دہن کا کروں تو مریض اور میں طبیب حاذق ہوں کیونکہ تو لائق نامہ و پیام ہے نہ لائق ہمنشینی و صحبت بازی کے ہے آگے مثال ہے کملی جلانا پسو کے لئے اور تجھ سے آنکھ پھیرنا کب چاہئے باوجود اس سب حال کے تو بیٹھ اور بات کرتا کہ میں دیکھوں تیرے عقل و ہنر کو پس اس ذکی کو بھیجا اسنے کام کے لئے طرف حمام کے تا صاف ہو سکے

وین دگر را گفت تو چہ زیرکے
باز قابل تر بدی از یار خود
آن نہ کہ خواجہ تاشت تو نمود
گفت او وز دو کژ ست و کژ نشین
گفت پیوستہ بدست او راست گو
راستی و نیک و خوئی و حیا
راست گوئی در نہادش خلقت است
گر نگویم آن نکو اندیش را
باشد او در من بہ بیند عیبہا
ہر کسے گر عیب خود دیدے ز پیش
غافل اند اس خلق از خود بے خبر
من نہ بینم روے خود را ای شمن
آں کسیکہ او بہ بیند روے خویش
نور حسی نبود آن نورے کہ او
گر بمیرد نور او باقی بود
گفت تو ہم عیب او گو سو بسو
تا بدانم کہ تو غمخوار منے
گفت اے شہ من نگویم عیبہاش

صد غلامے در حقیقت نے یکے
نزد ما آکہ تو بہ زندان یار بد
از تو ما را سرد می کرد آن حسود
ہیز و نامرد و چنان ست و چنین
راست تر من کس ندیدم از و
علم و بیداری و احسان و سخا
ہر چہ گوید من نگویم تہمت است
متہم دارم وجود خویش را
من نہ بینم در وجود خود شہا
کے بدی فارغ شدے از اصلاح
لاجرم گویند عیب ہمدگر
من بہ بینم روے تو روے من
نور او از خلقان ست بیش
نور خود محسوس بیند پیش رو
زانکہ دیدش دید خلاقی بود
آن چنانکہ گفت از عیب تو او
کدخدای ملکت و کار منی
گرچہ ہست او مرا خوش خواجہ

دوسرے سے بولا تو ہے عقل جو
پھر تو قابل تر ہے اپنے یار سے
تو ہے کب ایسا کہ جو اس نے کہا
وہ کہے تجکو کہ مجرد چور ہے
بولا وہ سچ کہنے والا ہے مدام
راستی اور نیک خصلت اور حیا
ذاتی سچ کہنا وجود اسکے میں ہے
کب کہوں نیر جا میں نیک اندیش کو
مجھ میں شاید دیکھنا وہ عیب ہو
دیکھتا گر کوئی اپنے عیب کو
خود سے غافل بے خبر مخلوق ہے
میرا منھ معلوم کیونکر مجھ کو ہو
اس کسی کو اپنا منھ دکھلائی دے
نور حسی کب ہو مثل اس نور کے
گر مرے نور اسکا بس باقی رہے
بولا تو بھی عیب اسکا کر بیان
تا میں جانوں تو میرا غمخوار ہے
بولا اے شہ عیب اسکے میں کہوں

سو غلاموں کے برابر اک ہے تو
میرے پاس آ اب تو بہتر اس سے ہے
مجکو وہ تجھ سے جو کرتا تھا خفا
ہیز ہے نامرد ہے کمزور ہے
اس سے صادق پر نہیں پایا تمام
علم اور بیداری احسان و سخا
ہے وہ تہمت جو اسکو کوئی کہے
متہم رکھوں وجود خویش کو
دیکھتا ہوں وجود خویش کو
فارغ اصلاح اپنی سے ہوتا وہ
دوسروں کا عیب ڈھونڈھے اسلیے
میرا منھ معلوم لیکن تجھ کو ہو
نور جو مخلوق سے افزوں رکھے
کہ وہ نور اپنے کو ظاہر دیکھ لے
دید حق کی کیونکہ اس کی دید ہے
کرتا ہے وہ عیب کو تیرے عیاں
ملک میرے کی لیاقت تو رکھے
گرچہ اک خواجہ کا بندہ ہیں وہ ہو

سلہ دوسرے سے الخ ۵ شعر دوسرے غلام سے کہا تو عقلمند ہے اور سو غلاموں کے برابر ایک تو ہے پھر تو اننے مارے قابل تر ہے میرے پاس اگر اس
تو بہتر ہے تو ایسا کب ہے جو اس نے کہا اور وہ مجھ کو تجھ سے خفا کرتا ہے وہ تجکو کہے کہ مجرد حور ہے اور ہیز و نامرد و کمزور ہے غلام نے کہا کہ وہ سچ کہنے والا
ہے ہمیشہ اس سے صادق زیادہ میں نے نہیں پایا باقی حال آگے ہو فافہم ۱۲ سلہ راستی الخ ۵ شعر راستی اور نیک خصلت اور حیا اور حلم اور بیداری احسان
سخا اور ذاتی سچ کہنا اسکے وجود میں ہے جو کوئی تم اسکو کہے وہ تہمت ہے ذکی اندیشی تو کب میں نیر جانوں کہ متہم وجود اپنے کو رکھوں وہ شاید مجھ میں عیب دیکھتا ہو
اگر کوئی اپنے عیب کو دیکھتا اپنی اصلاح سے وہ فارغ ہوتا آگے اسکا حال ہے فافہم ۱۲ سلہ خود سے الخ ۵ شعر مخلوق خود سے غافل اور بے خبر ہے
اور دوسروں کا عیب اسلئے ڈھونڈھتے ہیں میرا منھ از خود مجھ کو نہیں دکھائی دیتا ہے میرا منھ تجھ کو دکھائی دے اور تیرا مجھے نظر آئے اس شخص کو اپنا
منھ از خود دکھائی دیتا ہے جو مخلوق سے نور زیادہ رکھتا ہے نور حسی کب اس نور کے مانند ہو وہ نور خود کو محسوس و ظاہر دیکھے اور وہ
مرے نور اس کا باقی رہے کیونکہ دید حق کی اس کی دید ہے آگے رجوع بہ قصہ ہے فافہم ۱۲ سلہ بولا تو بھی الخ ۳ شعر بادشاہ نے
کہا تو بھی اس کا عیب کہہ جیسے وہ تیرا عیب کہتا ہے تاکہ میں جانوں کہ تو میرا غمخوار ہے اور میرے ملک کی تو لیاقت رکھتا ہے۔
غلام نے کہا اے شاہ میں عیب اس کے کہوں اگرچہ بندہ ایک خواجہ کے ہیں اور وجہ بندے کے ہونے کی آگے بیان کی
ہے فافہم ۱۲

عیب او مہر و وفا مردمے — عیب او صدق و صفا ہمدمے
کمترین عیبش جوانمردی و داد — آں جوانمردے کہ جاں راہم بداد
صد ہزاران جان خدا کردہ پدید — چہ جوانمردی بود کاترا ندید
ور بدیدے کے بجاں بخلش بدی — بہر یک جان کے چنیں غمگیں شدی
برلب جو بخل آب آنرا بود — کو ز جوے آب نابینا شود
گفت پیغمبر کہ ہر کس از یقیں — داند او پاداش خود در یوم دین
کہ یکیے را دہ عوض می آیدش — ہر زمان جود دگرگون زایدش
جود جملہا از عوضہا دیدن است — پس عوض دیدن ضد ترسیدن ست
بخل نادیدن بود اعواض را — شاد دارد دید در خواص را
پس بعالم ہیچکس نبود بخیل — زانکہ کس چیزے نبارد بے بدیل
پس سخا از چشم آید نے ز دست — دید دارد کار جز بینا نراست
عیب دیگر آنکہ خود بین نیست او — ہست او در ہستی خود عیب جو
عیب گوئے عیب جوئے خود بدست — با ہمہ نیکو و با خود بد بدست
گفت شہ جلدی مکن در مدح یار — مدح خود در ضمن مدح او میار
زانکہ من در امتحان آرم ورا — شرمساری آیدت در ماجرا

عیب اسکا مردمی مہر و وفا — عیب اسکا ہمدمی صدق و صفا
عیب کم اسکا جوانمردی و داد — وہ جوانمرد اب کہ جان کو دے بباد
سیکڑوں بجان حق نے ظاہر کریں — کیا جوانمردی اسے دیکھے نہیں
دیکھتا اگر بخل کرتا جان سے — غم نہ کھاتا ایک جاں کے واسطے
بخل پانی کا کرے وہ نہر پہ — آب جو کی کچھ نہ ہو جسکو خبر
بولے پیغمبر یقین سے ہر کوئی — اپنی جانے ہے سزا اعمال کی
کہ عوض میں ایک کے پاتا ہے دس — ہر گھڑی ہو دوسری اک جود بس
جو کہ کرتا ہے عوض کا دیکھنا — اور عوض کا دیکھنا ضد ہے خوف کا
نے عوض کا دیکھنا بس بخل ہے — غوطہ زن کو دید گوہر خوش رکھے
بس بخیل عالم میں اب کوئی نہو — بے عوض پاوے نہ کوئی چیز کو
بس کرم آنکھوں سے ہے نے ہاتھ سے — دید رکھے کام بینا جھوڑتا ہے
دوسرا عیب اسکا خود بیں ہے نہ وہ — اپنی ہستی میں ہے خود وہ عیب جو
عیب گو اور عیب جو ہے وہ بخود — ساتھ سب کے نیک اپنے ساتھ بد
شاہ بولا مدح یار اب تو نہ کر — ضمن میں تو مدح اپنی کو بھی نہ کر
امتحاں اسکا کرونگا میں یہاں — شرم تجکو ہو نہ وقت امتحان

قسم خوردن غلام بر صدق خود و طہارت ظن خود

قسم کھانا غلام کا اوپر صدق اپنے اور نیک گمانی اپنی کے

سلہ عیب اسکا الخ ۵ شعر اس کا عیب مردمی اور مہر و وفا ہے اسکا ہمدمی و صدق و صفا ہے کمتر عیب اسکا جوانمردی و داد ہے جوانمرد وہ ہے کہ وہ جان کو برباد کر دے آگے حقائق ہیں سیکڑوں جانیں حق نے ظاہر کریں کیا جوانمردی ہے کہ جو اس نے دیکھی اگر دیکھتا بخل کرتا جان سے اور غم نہ کھاتا ایک جان کے واسطے آگے مثال ہے وہ شخص نہر پر بخل پانی کا کرے کہ جسکو نہر کا پانی نہ معلوم ہو یعنی جان مثل آب نہر کے جاری ہو کہ ہر دم تو ہوتی ہے اگر کوئی اسکی روانگی دیکھتا جان دینے میں تامل نہ کرتا آگے حقائق اسکے ہیں فافہم ۱۲ سلہ بولے پیغمبر الخ ۶ شعر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہر ایک یقین سے جانتا ہے اپنے سزائے اعمال کو کہ ایک کے عوض میں دس پاتا ہے اور ہر گھڑی ایک بخشش کی نہ دوسری ہے عوض کا دیکھنا ہے بخشش کرتا اور عوض کا دیکھنا ہے کہ بخل کرے کہ غوطہ زن کو گوہر کا دیکھنا خوش رکھتا ہے پس عالم میں کوئی بخیل اب نہووے کیونکہ کوئی چیز بغیر عوض کے نہیں پاتا ہے پس کرم کرتا آنکھوں سے ہے ہاتھ سے نہیں ہے یہ کام دید رکھتی ہے اور بینا جھوڑتا ہے یعنی سخاوت کرنا کام اس دید کا کہ عوض سخاوت کا دیکھتا ہے پس جو کوئی عوض دیکھتا ہے وہ کرم کرتا ہے آگے قصہ ہے فافہم ۱۲ سلہ دوسرا الخ ۴ شعر دوسرا عیب اسکا یہ ہے کہ وہ خود بیں نہیں ہے اپنی ہستی میں خود عیب کو ڈھونڈھتا ہے وہ اپنا عیب گو عیب جو ہے سب کے ساتھ نیک ہے اور اپنے ساتھ بد ہے بادشاہ نے کہا کہ اے یار تو مدح نہ کر اور اسکے ضمن میں تو اپنی مدح نہ کر میں اسکا امتحان کروں گا تجھ کو شرمندگی نہ ہووے یعنی عارف کو جب اپنا عیب کھلتا ہے تو دوسرے کا ہنر معلوم ہوتا ہے تب وہ اس طرح ہنر دوسرے کا بیان کرتا ہے پس عارف کو لازم ہے کہ عیب میں دوسرے کا بنگام استفادہ کے ہنر بیان کرے نہ عیب آگے اس کے صدق بیان کا حال ہے فافہم ۱۲

گفت نے واللہ باللہ العظیم — مالک الملک رحمن الرحیم
آن خدائے کہ فرستاد انبیا — نے بحاجت بل بفضل وکبریا
آن خداوندے کہ از خاک ذلیل — آفرید او شہسواران جلیل
پاک شان کرد از مزاج خاکیان — بگذرانید از تگ افلاکیان
برگرفت از نار و نور صاف ساخت — وانگہ او بر جملہ انوار تافت
آن سنا برقی کہ بر ارواح تافت — تاکہ آدم معرفت زان نور یافت
آن کز آدم رست و دست شیث چید — پس خلیفش کرد آدم چون بدید
نوح زان گوہر چو برخوردار شد — در ہوائے بحر جان دربار شد
جان ابراہیم زان انوار رفت — بے حذر در شعلہاے نار رفت
چونکہ اسمٰعیل در جویش فتاد — پیش دشنہ آبدارش سر نہاد
جان داود از شعاعش گرم شد — آہن اندر دست بافش نرم شد
چون سلیمان شد وصالش را رضیع — دیو گشتش بندہ فرمان مطیع
در قضا یعقوب چون بنہاد سر — چشم روشن کرد از بوے پسر
یوسف مہ رو چو دید آن آفتاب — شد چنان بیدار در تعبیر خواب
چون عصا از دست موسیٰ آب خورد — ملکت فرعون را یک لقمہ کرد
جان جرجیس از فرش چون ناز یافت — ہفت نوبت جان فشاند باز یافت
چون زکریا ز عشقش دم زدی — گر دو در جوف درختش جان فدی

بولا نے واللہ باللہ العظیم — مالک للملک رحمن الرحیم
وہ خدا کہ جس نے بھیجے انبیا — نے بحاجت بل بفضل وکبریا
وہ خدا کہ خاک کی ناچیز سے — شہسواراں جری پیدا کئے
خاکیوں سے پاک ان کو کردیا — اور فرشتوں سے کیا زیادہ رسا
نور صاف انکو کیا نے نار سے — نور انکا سارے عالم پر پڑے
وہ سنا برقی کہ چمکی روح پے — معرفت آدم نے کی اس نور سے
شیث کو آدم سے وہ حاصل ہوا — پس خلیفہ اسکو آدم نے کیا
نوح نے جب وہ گہر حاصل کیا — گوہر افشاں بحر جاں میں وہ ہوا
سر سوئی جان خلیل اس نور سے — نار کے شعلے میں وہ بے ڈر گھسے
جو کہ اسمٰعیل اس سے پر ہوا — اسکے بس خنجر کے آگے سر رکھا
گرم داود اسکی کرنون سے ہوا — نرم آہن ہاتھ مین اسکے ہوا
جب سلیمان اس سے واصل ہو گیا — دیو ہر اک آپ کا تابع ہوا
جو قضا پہ سر رکھا یعقوب نے — چشم روشن کی بوے فرزند سے
دیکھا وہ یوسف نے جبکہ آفتاب — بس لگا دینے وہ کل تعبیر خواب
پانی موسیٰ سے عصا نے جو پیا — ملکت فرعون کو لقمہ کیا
پایا اسکا راز جو جرجیس نے — سات باری جان دیکر پھر جیے
زکریا اسکا جو بس عاشق ہوا — نخل کے تن میں کیا جان کو فدا

۱ بولا الخ ۲ شعر غلام نے کہا قسم ہے اللہ بڑے کی کہ مالک ہے اپنے ملک کا اور رحمن اور رحیم ہے وہ خدا کہ جس نے انبیا کو بھیجا بسبب حاجت کے نہیں بلکہ از راہ فضل وکبریائی کے وہ خدا کہ اس نے خاک ناچیز سے شہسواران انبیا علیہم السلام کو پیدا کیا اور اہل خاک سے انکو کیا فرشتوں سے زیادہ رسا کیا نار سے انکو لیکر نور پاک کیا کہ نور اسکا بڑھ گیا انوار سے وہ سنا برق یعنی تابش برق کی چمکی روح پر آدم نے اس نور سے نور معرفت حاصل کیا یعنی نور محمدی کو حق نے وہ مرتبہ دیا کہ اہل خاک و اہل نور سے انکا مرتبہ بڑھ گیا چنانچہ اسی نور کے سبب سے جمیع انبیا و اولیا کو مراتب طرح طرح کے حاصل ہوے اور اسی نور کی نسبت آیت نازل ہوئی یکاد سنا برقہ یذہب بالابصار یعنی نزدیک ہے تابش اسکی برق کی کہ نور چشم سے دور ہو ۳ شیث کا الخ ۵ شعر وہ نور شیث کو آدم سے ملا کہ خلیفہ اسکو آدم کا کیا نوح نے جب وہ گوہر پایا دریاے جاں میں وہ گوہر افشاں ہوا جان خلیل کی اس نور سے پر ہوئی شعلہ نار میں وہ بخوف گھس گئے جبکہ اسمٰعیل اس نور سے پر ہوے اسکے خنجر سے آگے سر رکھا داؤد اسکی کرنوں سے گرم جاں ہوے آہن نرم اسکے ہاتھ میں ہوا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۱ جب سلیمان الخ ۳ شعر سلیمان جب اس نور سے واصل ہو گئے تو دیو پری انکے مطیع ہو گئے یعقوب علیہ السلام نے جب دل قضا پر رکھا بوے فرزند نے چشم روشن کی یوسف نے جبکہ وہ آفتاب دیکھا وہ تعبیر خواب کی دینے لگے موسیٰ سے جو پانی عصا نے پیا بادشاہت فرعون کو لقمہ کیا جرجیس علیہ السلام نے جو اسکے مرتبہ کا راز پایا سات بار جان دے کر زندہ ہوے زکریا نے جو اس نور کے عاشق ہوے تن نخل میں جان کو فدا کیا یونس نے ایک جام اس مے سے پیا اندر مچھلی کے شکم آرام پایا یحییٰ جو اسکے شوق سے مست ہوے سر طشت پر رکھ دیا پایا ذوق سے شعیب اس راہ سے آگاہ ہوے کھولدیں آنکھیں بقا کے واسطے ایوب جو سات برس شاکر رہے دیکھے آثار وصال کی بلا میں خضر اور الیاس اسکی مے کے واسطے آب حیات پاکر خودی سے گم گئے عیسیٰ کو جو اسکی سیڑھی ملے چڑھتے آسمان کی انہوں نے راہ لی جبکہ احمد صلعم نے وہ ملک و نعمت پایا قرص ماہ کو ایک دم میں دو ٹکڑے کر دیا باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

چونکہ یونس جرعہ زان جام یافت — در درون ماہی او آرام یافت
ایک جام اس مے سے یونس نے پیا — پایا آرام اندر اک مچھلی کے جا کر

چون بیحیی مست گشت از شوق او — سر بطشت زر بنہاد او ز ذوق او
ست ہو یحییٰ نے اسکے شوق — رکھدیا سر طشت پہ بس ذوق سے

چون شعیب آگاہ شد زین ارتقا — چشم را در باخت از بہر لقا
جو شعیب آگاہ ہوا اس راہ سے — کھو دیں آنکھیں بس لقا کیواسطے

شکر کرد ایوب صابر ہفت سال — در بلا چون دید آثار وصال
سات سال ایوب جو شاکر رہا — دیکھے آثار وصال اندر بلا

خضر و الیاس از مئش چون دم زوند — آب حیوان یافتند و گم زوند
خضر و الیاس اسکی مے کیواسطے — آب حیوان پا کے از خود گم ہوئے

نو بانش عیسیٰ مریم چو یافت — بر فراز گنبد چارم فراشت
اسکی سیڑھی جو کہ عیسیٰ کو ملی — آسمان چوتھے کی اس نے راہ لی

چون محمد یافت آن ملک و نعیم — قرص سر را کرد و در دم او دو نیم
پایا احمد نے جو وہ ملک نعیم — قرص سر کو کر دیا دم میں دو نیم

چون ابوبکر آیۂ توفیق شد — با چنان شہ صاحب و صدیق شد
پایا جب بوبکر نے توفیق کو — یار و صدیق اک ہوا احمد کا وہ

چون عمر شیدائے آن معشوق شد — حق و باطل را چو دل فاروق شد
جو عمر عاشق ہوا اس شاہ کا — مثل دل فاروق حق باطل ہوا

چون عثمان آن عیانرا عین گشت — نور فایض بود و ذوالنورین گشت
اس عیاں کا عین جو عثمان ہوا — اس سے ذوالنورین کہلایا گیا

چون ز روئش مرتضیٰ شد درفشان — گشت او شیر خدا در مرج جان
درفشاں اس سے ہوئے مرتضیٰ — بیشۂ جان میں ہوئے شیر خدا

روشن از نورش چو سبطین آمدند — عرش را در ین قرطین آمدند
جو ہوے حسنین روشن نور سے — عرش کے دو گوشوارے وہ ہوئے

آن یکے از زہر جان کردہ نثار — وان سر انگندہ براہش مست دار
زہر سے اکنے کیا جان کو نثار — دوسرے نے سر کٹایا مست وار

چون جنید از جند او دید آن مدد — خود مقاماتش فزون شد از عدد
تھا جنید عالی مقام اس واسطے — کر جنود اسکے بے گنتی اسے

بایزید اندر مزیدش راہ دید — نام قطب العارفین از حق شنید
بایزید اسکی مزید اب رہ چلا — نام قطب العارفین حق سے سنا

شاہ منصور آنکہ نصرت یار شد — تخت را بگذاشت سوے دار شد
اسلئے منصور کو نصرت ملی — تخت کو چھوڑا اور رہ دار لی

چونکہ کرخی کرخ او را شد حرس — شد خلیفۂ عشق و ربانی نفس
کرخ کا اسکے جرس کرخی ہوا — شاہ عشق اور نفس ربانی ہوا

پور ادہم مرکب آنسو راند شاد — گشت او سلطان سلطانان داد
پور ادہم نے جو اسپ اس سو کیا — دادگر شاہوں کا شاہنشہ ہوا

وان شقیق از شق آن راہ شگرف — گشت او خورشید راے تیز طرف
اسکی رہ شق کی شقیق بلخ نے — رائے روشن پائی جون خورشید کے

شد آن فضیل از رہ زنی رہ پیر را — چون بلحظہ لطف شد ملحوظ شاہ
رہزنی سے ہو گیا وہ پیر راہ — جب فضیل اوپر ہوا فضل الٰہ

سہ پایا الخ ۱۳ شعر جبکہ ابوبکر نے پایا اس توفیق کو یار و صدیق احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے جب عمر عاشق ہوئے اس شاہ پر مثال دل کے فرق کرنے والے ہوئے حق و باطل میں جو عثمان اس عیان کے عین ہوئے اس سبب سے ذوالنورین کہلائے جو مرتضیٰ درفشاں ہوئے تو بیشۂ جان میں شیر خدا ہوئے جو حسنین روشن اس نور سے ہوئے تو گوشوارے عرش کے وہ ہوئے ایک نے زہر سے جاں کو نثار کیا دوسرے نے سر کٹوایا مستوں کے مانند جنید بغدادی عالی مقام اس واسطے تھا کہ اسکے لشکر سے مدد رکھتا تھا بایزید بسطامی اسکی راہ جو زیادہ چلا نام قطب العارفین اللہ سے سنا منصور حلاج کو نصرت اسواسطے ملی کہ تخت کو چھوڑ کر دار کی راہ چلی معروف کرخی اس کے کرخ کا جرس ہوا بادشاہ عشق اور نفس ربانی ہوا یعنے کرخ نام موضع کا ہے کہ حوالی بغداد کے میں واقع ہے ابراہیم بن ادہم نے جو اسپ اس طرف کو دوڑا بادشاہان دادگر کا شہنشاہ ہوا شقیق بلخی نے اسکی راہ شق یعنے طے کی رائے روشن مانند خورشید کے پائی رہزنی سے پیر راہ سرگیا جو فضیل پر خدا ہلا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

بشر حافی را بشر شد ادب ❊ سر نہاد اندر بیابان طلب
چونکہ ذوالنون از غمش دیوانہ شد ❊ مصر جانرا ہمچو شکرخانہ شد
شد چو سری بیسر اندر راہ او ❊ بر سر ہمہ سروران شد جاہ او
صد ہزاراں بادشاہاں جہاں ❊ سرفرازانند زانسوئے جہان
نام شاں از رشک حق پنہاں بماند ❊ ہر گدائے نام شان را بر نخواند
رحمت و رضواں حق در ہر زمان ❊ یاد بہ جان درون پاک جان
حق آں نور و حق نورانیان ❊ کاندران بحرند ہمچو ماہیان
بحر جان و جان بحر ار گو میش ❊ نیست لائق نام تو میجو یمش
حق این آن نے کہ این آن از دوست ❊ مغزہا نسبت بدو باشند پوست
کو صفات خواجہ تاش و یار من ❊ ہست صد چندان کہ این گفتار من
آنچہ میدانم ز وصف آں ندیم ❊ باورت ناید چہ گویم اے کریم
شاہ گفت اکنوں از آں خود بگو ❊ چند گوئی آن واین و آن دید
تو چہ داری و چہ حاصل کردہ ❊ از تگ دریا چہ در آوردہ
روز مرگ این حسن تو باطل شود ❊ نور جان داری کہ یار دل شود

بشر حافی کو بشارت جو ہوئی ❊ سر رکھا راہ طلب میں یار کی
اسکا جو ذوالنون دیوانہ ہوا ❊ مصر جان کا جوں شکرخانہ ہوا
جو سری بیسر ہوا اس راہ میں ❊ بس سریا کرا ہوا وہ جاہ میں
سیکڑوں سلطان اور شاہ جہاں ❊ اس طرف سے انکا ہے عز و نشان
نام انکا رشک حق سے چھپ گیا ❊ ہر گدا نے نام ان کا لیا
رحمت و رضوان حق ہو ہر زمان ❊ انکی جان و روح پر اے خوش بیان
حق نور و ہم حق نورانیان ❊ کہ وہ اس دریا میں ہیں مچھلیان
بحر جان و جاں بحر ان کو کہوں ❊ نے ہے لائق نام تیرا ان سے یوں
بے قسم یہ وہ کی وہ اس سے ہی ❊ مغز نسبت اسکی ہے جوں پوست کے
کہ صفات اس خواجہ تاش و یار کی ❊ اس سے افزون ہے کہ جو میں نے کہی
جانتا ہوں وصف جو رکھے ندیم ❊ نے یقیں تجکو کہوں کیا اے کریم
بولا شہ اب کہ کچھ حال اپنا حال ❊ کہو سے کبتک اسکے اسکے وصف کو
رکھتا تو کیا ہے وہ کیا حاصل ❊ اور تہ دریا سے کیا گوہر لیا
یہ تری حس ہووے باطل موت سے ❊ نور جاں ہے دل کی جو یاری کرے

سلہ بشر حافی الخ ؛ شعر بشر حافی کو بشارت ہوئی یار کی راہ طلب میں سر رکھا جو ذوالنون مصری اس کا دیوانہ ہوا مصر جان کا مانند خانہ شکر کے ہوا جو سری سقطی بے سر ہوئے اس راہ و جاہ کا سر برآرا ہوئے سیکڑوں سلطان اور بادشاہ اور سلطان کہ اس جانب سے اسکا عز و نشاں ہے نام انکا غیرت حق سے چھپ گیا ہر گدا نے نام ان کا نہ لیا رحمت و رضا حق کی ہر دم ہو جیوان کی جان و روح پہ یعنی اور بادشاہ کہ اولیاء اللہ ہوئے ہیں اور نام ان کا بسبب غیرت الہی کے پوشیدہ ہو گیا ہے گدایان دنیا ان کو نہیں جانتے غرضکہ اس کے نور محمدی کے پرتوے اس جہاں میں جمیع انبیا و اولیا کو ان لحنوں کے ساتھ خداوند عالم نے ظاہر کیا ہے پس اس خدائی قسم ہے چنانچہ قسم کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ حق نور الخ ؛ شعر قسم ہے نور و بھی قسم ہے نورانی کی کہ وہ اس دریا میں مانند مچھلیوں کے ہیں دریائے جاں و جان دریا انکو کہوں کہ وہ ایک ذات ہیں لائق نہیں ہو کر اسمائے الٰہیہ ان پر عام کروں کیونکہ مقام ذات کو پہنچے ہیں آگے قسم تیسری کا بیان ہے قسم ہے یہ کہ یہ اس سے اسکی نسبت مغز مانند پوست کے ہے کہ صفتیں اس خواجہ تاش و یار کی اس سے زیادہ ہیں کہ جو میں نے کہی ہیں میں جانتا ہوں کہ جو وصف وہ ندیم رکھتا ہے تجکو یقین نہیں آئے تو میں کیا کہوں بادشاہ نے الخ اپنا حال تو کچھ کہہ تو کب تک اسکے آگے تو کیا رکھتا ہے کیا حاصل ہے اور تہ دریا سے کیا گوہر لیا ہے یعنے تو نے دریائے معنی سے کیا لیا ہے اسکو بیان کر آگے اس کے حقائق ہیں فافہم ۱۲ سلہ یہ تیری الخ ؛ شعر یہ تیرے حس باطل ہووے مرگ سے نور جان رکھتا ہے کہ جو دل کی مددگاری کرے نہ آنکہ تیری گور میں خاک ہے وہ بھی ہے جو گور کو روشن کرے تیرا ہاتھ پاؤں جس دم کٹے بال دیر سے کٹتا جان تیری اڑے اے یار غار نور دل کا جان سے ہے اور اسکو ستعارمت جان یہ جان حیوانی جس دم نہ رہے تو اس جان پر جان باقی رہے یعنی یہ کہ جان حیوانی کہ بقول حکما بخار لطیف ہے اور صحت جسمی اس پر منحصر ہے اگر نہ رہے مرگ سے تو وہ جان باقی کہ مراد جسم نوری سے ہے چاہیے کہ جیسے عوض کو حق تعالے فرماتا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها یعنے جس کسی نے نیکی کی بس دس نیکیاں وہ پائے مثل اس کی شرط نہیں کرنا چاہیے بلکہ جس لے جائے طرف خدا کے یعنی عوض نیکی کو شرط نہ کرنا چاہیے بلکہ نیکی کو طرف حق کے لے جانا چاہیے چنانچہ آگے بیان ہے فافہم ۱۲

در لحد کین چشم را خاک آگند / ہست آنچہ گور را روشن کند
آن زمان کو دست و پایت بر درد / پر و بالت ہست تا جان بر پرد
نور دل از جان بود اے یار غار / مستعار او را مدان اے مست غار
آن زمان کین جان حیوانی نماند / جان باقی بایدت بر جان نشاند
شرط من جاء بالحسن نے کردن است / بل حسن را سوے حضرت بردن است
جوہرے داری ز انسان یا خری / این عرضہا کہ فنا شد چون بری
این عرضہائے نماز و روزہ را / چونکہ لا یبقیٰ زمانین انتفا
نقل نتوان کرد مر اعراض را / لیک از جوہر برند امراض را
تا مبدل گشت جوہر زین عرض / چون ز پرہیزی کہ زائل شد مرض
گشت پرہیز عرض جوہر بجہد / شد دہان تلخ از پرہیز شہد
از زراعت خاکہا شد سنبلہ / داروی مو کرد مو را سلسلہ
آن نکاح زن عرض بد شد فنا / جوہر فرزند حاصل شد ز ما
جفت کردن اسپ و اشتر را عرض / جوہر کرہ بزائیدن غرض
ہست آن بستان نشاندن ہم عرض / گشت جوہر میوہ آن اینک غرض
ہم عرض دان کیمیا کردن بکار / جوہرے زان کیمیا گر شد بیار
صیقلے کردن عرض باشد شہا / زین عرض جوہر ہمی زاید صفا
پس مگو کہ من عملہا کردہ ام / دخلہای آن اعراض را بنما مرم
این صفت کردن عرض باشد خمش / سایہٴ بز را پے قربان مکش
گفت شاہا بے قنوط عقل نیست / گر تو فرمائی عرض را نقل نیست

گور میں یہ آنکھ تو بس خاک ہے / وہ بھی ہے جو گور کو روشن کرے
ہاتھ پاؤں تیرا جس دم کٹے / بال و پر ہے تا کہ جان تیری اڑے
نور دل ہی جان سے اے یار غار / مستعار اس کو نہ جان اے مست عار
جان حیوانی نہ یہ جس دم رہے / جان باقی چاہیئے اس جان پے
شرط من جاء بالحسن کرنا نہیں / بل حسن لے جا برب العالمین
تو خری[1] یا جوہر انسان رکھے / فانی ہووے یہ عرض جو لے چلے
ہے عرض روزہ نماز اور ہو فنا / جو کہ لا یبقیٰ زمانین اب کہا
اس عرض کو نقل بس سب کر سکیں / پر مرض کو دور جوہر سے کریں
تا کہ جوہر ہو بدل کر یہ عرض / جیسے ہو پرہیز سے زائل مرض
پس عرض پرہیز سے جوہر ہوا / تلخ منہ پرہیز سے شکر ہوا
خاص کھیتی سے ہوئی بس سنبلہ / بال دارو سے بنے ہیں سلسلہ
تھا نکاح زن عرض فانی ہوا / جوہر فرزند جو حاصل کیا
اونٹ[2] اور گھوڑے کی جفتی ہی عرض / جوہر اولاد ہوتا ہے غرض
ہے گلستان کا لگانا بھی عرض / جوہر میوہ ہے اب اس سے غرض
بھی عرض ہے کیمیا کا سیکھنا / کیمیا گر کا جو جوہر ہے تو لا
اور عرض کرنا ہے صیقل کا شہا / اس عرض سے ہے کہا جوہر صفا
مت کہو کہ یہ عمل ہیں نے کیا / اس عرض کا دخل تو ہم کو بتا
یہ صفت کرنا عرض ہے چپ ہو / بھیڑ کے سایہ کو قربان مت کرو
بولا[3] شاہا یاس ہووے عقل کو / گر عرض کو تو کہے نے نقل کو

[1] تو خری الخ یہ شعر۔ تو جوہر انسانی یا خری رکھے یہ عرض فانی ہووے جو تو لے چلے یعنی تو خری رکھتا ہے یا جوہر انسانی کیونکہ یہ خری و بشریت عرض ہے و انسانی جوہر ہے پس عرض فانی ہووے جو طرف حق کے لیجائے تو روزہ و نماز عرض ہے اور فنا ہووے جو کہ لا یبقیٰ زمانین کہا ہے یعنی باقی نہیں رہیگا عرض چونکہ نماز روزہ بھی عرض ہے یہ فنا ہوگا اور وہ نہ جائیگا اس عرض کو نقل کر سکیں لیکن عرض کو جوہر سے دور کریں آگے مثال ہے تا کہ یہ عرض بدلکر جوہر ہووے جیسے پرہیز سے مرض زائل ہووے پس عرض جوہر ہوا اور دہن تلخ پرہیز سے شکر ہوا خاک کھیتی سے سنبلہ ہوئی بال عدد اکرنے سے سلسلہ ہوئے یعنی بال مثل سلسلہ کے پر تاب ہوئے نکاح زن عرض تھا فانی ہوا جب جوہر فرزند اس سے پیدا ہوا باقی مثالیں آگے ہیں فافہم ۱۲ [2] اونٹ الخ یہ شعر اونٹ اور گھوڑے کی جفتی کرنا عرض ہے جوہر اولاد اسی طرح باغ لگانا عرض ہے جوہر میوہ اس سے غرض ہے کیمیا کا سیکھنا عرض ہے کیمیا کا جوہر ہے وہ تو لا صیقل کرنا عرض ہے اور اس عرض کا جوہر کیا ہے صفائی مت کہو کہ یہ عمل میں نے کیا اس عرض کا تو دخل کرنا ہمکو بتا یہ صفت کرنا عرض ہے تو چپ رہ اور سایہ بز کو قربان مت کر یعنی صفت کرنا عرض ہے اور عرض سے کچھ حاصل نہیں ہے جیسے سایہ بز کی قربانی کرنیسے حاصل نہیں ہے پس شاہ نے غلام سے کہا کہ یہ امور دنیوی ہے سب عرض ہیں تو جوہر پیدا کر کہ اس جہان میں بکار آیندہ ہوں اور یہ عرض تیرے ساتھ وہاں نہ جائینگے چنانچہ آگے اسکا جواب ہے غلام کی جانب سے [3] بولا شاہا الخ یہ شعر غلام نے کہا کہ عقل کو ناامیدی ہوگی کہ عرض نقل نہیں ہے پس سوا ناامیدی کے بندہ کو نہیں ہے جو عرض یہاں سے گیا تو لوٹا نہیں اگر عرض کو حشر و نقل ہوتا تو باطل ہوتے قول و فعل عقل کے ان عرضوں کو نقل ہووے اور رنگ سے اور ہر فانی کا حشر ہووے اور ہی ڈھنگ سے نقل حشر کی اسکے لائق ہوتی ہے اور گلہ بان لائق گلہ کے ہوتا ہے ہر عرض کی محشر میں ایک صورت ہے ہر عرض ایک ردیت رکھتی ہے آگے مثال ہے تو اپنے میں دیکھ کہ تو عرض تھا کہ حرکت جفتی کرنے کی تو عرض تھی باقی مثالیں آگے ہیں فافہم ۱۲۔

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر
فعل بودے باطل و اقوال نشر

این عرضہا نقل شد لون دگر
حشر ہر فانی بود کون دگر

نقل ہر چیزے بود ہم لائقش
لائق گلہ بود ہم سائقش

روز محشر ہر عرض را صورتے است
صورت ہر یک عرض را رویتی است

بنگر اندر خود نہ تو بودی عرض
جنبش جفتی و جفتی با غرض

بنگر اندر خانہ و کاشانہ ہا
در ہندس بود چون افسانہا

کان فلان خانہ کہ ما دیدیم خوش
بود موزون صفہ و سقف و درش

از ہندس آن عرض و اندیشہ ہا
آلت آورد و ستون از بیشہ ہا

چیست اصل و مایۂ ہر پیشۂ
جز خیال و جز عرض و اندیشۂ

جملہ اجزائے جہان را بے غرض
درنگر حاصل نشد جز از غرض

اول فکر آمد آخر در عمل
نسبت عالم چنان دان در ازل

میوہا در فکر دل اول بود
در عمل ظاہر بآخر می شود

چون عمل کردی شجر بنشاندے
اندر آخر حرف اول خواندے

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اول است
آن ہمہ از بہر میوہ مرسل است

پس سرے کہ مغز این افلاک بود
اندر آخر خواجۂ لولاک بود

نقل اعراض ست این بحث و مقال
نقل اعراض است این شیر و شغال

جملہ عالم خود عرض بودند تا
اندر این معنی بیاید ھل اتے

این عرضہا از چہ زاید از صور
وین صورہا از چہ زاید از فکر

گر نہیں ہوتا عرض کو نقل و حشر
ہوتے باطل فعل اور اقوال نشر

یہ عرض ہو نقل اور ہی رنگ سے
حشر ہر فانی ہو اور ہی ڈھنگ سے

نقل ہر شے اُسکے لائق ہوتی ہے
گلہ بان ہوتا ہے لائق گلہ کے

ہر عرض محشر میں ایک صورت رکھے
ہر عرض کی صورت ایک رویت رکھے

دیکھ اپنے میں نہیں تھا تو عرض
حرکت جفتی و جفتی تھی غرض

ان گھروں کو دیکھ تو اظہار میں[1]
چون فسانہ تھے دل معمار مین

کہ فلانے گھر کو دیکھا خوشنما
بسکہ موزون چھت و در تھا خوب سا

فکر و اندیشہ عرض معمار سے
لایا صحرا سے ستون آلات سے

اصل ہر پیشہ کی کیا ہے دلا
فکر و اندیشہ عرض ہے بس سوا

سارے اجزائے جہان کو بے عوض
دیکھ تو حاصل نہ ہووے جز غرض

فکر اول ہے اور آخر میں عمل
نسبت عالم ہے ایسی در ازل

فکر[2] دل میں میوہ بس اول ہے
اور عمل میں وہ ظہور آخر کرے

جو کیا تو نے عمل بویا شجر
حرف آخر کو پڑھا اول پسر

گرچہ اصل و شاخ و برگ اول میں ہے
واسطے میوے کے ہیں بھیجے گئے

بھید جو کہ مغز تھا افلاک کا
اُسکا آخر خواجۂ لولاک تھا

ہے عرض کی نقل یہ سب بحث و قال
ہے عرض کی نقل یہ شیر و شغال

سارا عالم اک عرض تھا خود کہ تا
اندر اس معنی کی آئی ھل اتے

یہ عرض پیدا ہوا صورت سے ہی
اور یہ صورت ہے پیدا فکر سے

[1] ان گھرون کو الخ ہاشو ان گھرون کو تو اظہار کرنے میں دیکھ کہ مانند افسانہ کے تھے معمار کہتے ذہن ہین کہ مین نے فلانے گھر کو دیکھا خوشنما ازبسکہ چھت موزون تھی اور دروازہ خوشنما تھا بموجب فکر و اندیشہ معمار کے صاحب خانہ صحرا سے لایا ستون آلات سے اصل ہر پیشہ کی کیا ہے فکر و اندیشہ سوائے عرض کے سارے اجزاے جان کو بے غرض کے دیکھ حاصل نہ ہووے سوائے غرض کے اول فکر ہے اور آخر میں عمل ہے نسبت عالم کی ایسی ہی ازل میں تھی باقی مثال اس کی آگے بیان ہے فافہم ۱۲ [2] فکر دل میں الخ۔ میوہ فکر دل میں اول رہے اور عمل میں وہ آخر ظہور کرے جو تو نے عمل کیا اور شجر بویا حرف آخر کو اول میں پڑھا اگرچہ اصل شاخ و برگ اول میں ہے واسطے میوے کے مگر یہ سب ہیں جو بھید مغز تھا افلاک کا آخر میں اس کے خواجۂ لولاک تھا یعنی جیسے درخت کے بونے کی غرض میوہ ہوتا ہے اسی طرح افلاک کے پیدا کرنے کی غرض جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تھے یہ سب بحث و قال عرض کی نقل ہے تمام عالم خود ایک عرض تھا کہ تا اس معنی میں آئے سورۂ ھل اتی علے الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا یعنے تحقیق آیا اوپر انسان کے ایک وقت زمانہ سے کہ نہ تھا انسان بے مذکور یعنے انسان اس وقت صور علمیہ تھیں بطور عرض کے یہ عرض پیدا ہوا صورت سے اور یہ صورت پیدا فکر سے ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

این جہان یک فکرت است از عقل کل
عقل چون شاہ است و فکرتہا رسل

عالم اول جہان امتحان
عالم ثانی جزاے این و آن

چاکرت شاہا خیانت می کند
آن عرض زنجیر و زندان می شود

بندہ ات چون خدمتے شائستہ کرد
آن عرض نے خلعتے شد در نبرد

این عرض با جوہران ست و طیر
این ازان و آن ازین زاید بسیر

گفت شاہنشہ چنین گیر المراد
این عرضہائے تو یک جوہر نزاد

گفت مخفی داشتست آنرا خرد
تا بود غیب این جہان نیک و بد

زانکہ گر پیدا شدے اشکال فکر
کافر و مومن نگفتے جز کہ ذکر

پس عیان بودے نہ غیبے شاہ دین
نقش دین و کفر بودے بر جبین

کے درین عالم بت و بتگر بدے
چون کسے را زہرۂ تسخر بدے

پس قیامت بود این دنیائے ما
در قیامت کہ کند جرم و خطا

گفت شہ پوشید حق پاداش بد
لیک از عامہ نہ از خاصان خود

گر بدامی افگنم من یک امیر
از امیران خفیہ دارم نزد و زیر

حق بمن بنمود پس پاداش کار
در صورہائے عملہا صد ہزار

یہ جہان اک فکر عقل کل سے ہے
عقل جون شہ فکر جون مرسل کرے ہے

عالم اول ہے جاے امتحان
عالم ثانی جزاے دو جہان

تیرا خادم گر خیانت کو کرے
وہ عرض زنجیر اور زندان بنے

خدمتیں شایستہ گر بندے کریں
وہ عرض ہو جائے خلعت جنگ میں

یہ عرض جوہر ہے جون بیضہ پرند
اس سے یہ یہ اُس سے ہووے ہوشمند

شاہ تبھی بولا فرض یہ میں نے کیا
تیرے عرضوں سے نہ اک جوہر بنا

بولا مخفی رکھا اس کو عقل نے
غیب تا کہ عالم دنیا بنے

کیونکہ گر ہوتیں یہ ظاہر شکل فکر
کافر و مومن نہ کہتے جز بد کر

ہوتیں ظاہر غیب میں رہتی نہیں
ہوتا نقش کفر و دین زیب جبین

بُت پرست عالم میں کب ہوتا کوئی
اور تمسخر کب بھلا کرتا کوئی

پس قیامت ہوتی دنیا اے اخی
جرم کرتا نے قیامت مین کوئی

بولا حق نے بدلے یہ مخفی رکھے
پر رکھے ہیں عام سے نے خاص سے

دام میں پھانسوں اگر میں اک امیر
کب امیروں کو خبر ہو جز وزیر

حق نے تبھی پس دکھلائے بدلے وہ تجھے
سیکڑوں پس صورت اعمال سے

۱؎ یہ جہان الخ ۵ شعر یہ جہان عقل کل کی فکر سے ہے اور عقل مانند بادشاہ کے فکر مانند قاصد کے ہیں عالم دنیا جاے امتحان کی و عالم عقبیٰ ہے جزا دونوں جہان کی آگے مثال فرماتے ہیں کہ تیرا خادم اگر خیانت کرے وہ عرض زنجیر و زندان ہوجاے اگر بندے خدمتیں شایستہ کرین وہ عرض جنگ مین خلعت ہو جائے یہ عرض و جوہر مانند بیضۂ مرغ کے ہے وہ اس سے اور اس سے پیدا ہوتے ہیں یعنی غلام نے جو ادیا عرض کو اس عالم میں نقل ہے دگر رہے کیونکہ اول ہر شے کی دل میں فکر پیدا ہوتی ہے بعدہ وہ صورت پکڑتی ہے پس فکر عرض ہے و صورت جوہر ہے جیسے صور علمیہ حق عرض تھیں و ظہور دنیا جوہر اسکا ہے اسیطرح اعمال اس جہان مین جوہر ہیں پس یہ جوہر و عرض ہوتا ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ عرض اس جہان میں جوہر ہوجائیگا پھر آگے بادشاہ کا سوال ہے فافہم ۱۲ ۲؎ شاہ بولا الخ ۸ شعر شاہ نے کہا کہ مین نے فرض کیا مگر تیرے عرضوں سے ایک جوہر نہ بنا غلام نے کہا کہ عقل نے اسکو مخفی رکھا تاکہ دنیا غیب ہے کیونکہ اگر یہ شکلین فکر کی ظاہر ہوتین کافر و مومن سوائے ذکر حق کے نہ کہتے ظاہر ہوتین اور غیب میں نہیں رہتی تو نقش کفر و دین زیب جبین عالم ہوتا بت پرست کب کوئی ہوتا اور تمسخر کب کوئی کرتا یہ دنیا قیامت ہوتی اور کوئی قیامت میں جرم نہین کرتا ہے یعنی عقل کل نے ان فکرون کو پوشیدہ رکھا کہ تمام دنیا غیب ہے کہ ظہور شکلوں کا ہوتا تو انتظام دنیا نہ رہتا پس دنیا کو عالم غیب سے اسی واسطے کہتے ہیں کہ یہاں صور علمیہ و جزاے اعمال غائب و پوشیدہ ہیں شاہ نے کہا کہ حق نے بدلے بد پوشیدہ رکھے ہیں لیکن عام سے نہ کہ خاص سے آگے مثال ہے کہ مین دام مین پھانسون ایک امیر کو کب امیرون کو خبر ہو سوائے وزیر کے یعنی وزیر کہ خاص ہے اس راز سے خبردار ہوا اور امیران عام کو نہو باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۳؎ حق نے الخ ۸ شعر حق نے مجھے بدلے دکھائے ہیں صورت اعمال سے صدہا تو بتادے تاکہ میں بالکل جان لوں کہ کب راہ کو ابر چھپاتے غلام نے کہا کہ میرے قول سے کیا مقصد تو جانتا ہے کہ وہ جو کچھ کہ تھا یعنے اے بادشاہ جیسے تو بدلے صورت اعمال کے جانتا ہے کہ چور کے واسطے سنگساری ہے پس ایسے ہی بدلے حق کے ہیں کہ تو جانتا ہے مجھ سے پھر کیون پوچھتا ہے شاہ نے کہا کہ حکمت اظہار جہان مین حق نے جو کہ جانی عیان ہوتی ہے اور جو کچھ کہ جانتا ہے جب تک پیدا نہیں کیا اور بیچ و درد عالم پر نہیں رکھا آگے مثال ہے جیسے تو بیکار اک دم نہ رہ سکے جب تک نیکی و بدی تجھ سے نہ اٹھے یہ تقاضا کام کا ہے اس واسطے کہ مؤکل ہووے تا بھید تیرا کھلے پس یہ گلا بہ تن کب ساکن رہے جب کہ دل کی کشش اسے کھینچے پھرے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

تو نشانم دہ کہ من دانم تمام ماہ را بر من نمی پوشد غمام
گفت پس از گفت من مقصود چیست چون تو میدانی کہ آنچہ بود چیست
گفت شہ حکمت در اظہار جہان آنکہ دانستہ برون آید عیان
آنچہ میدانست تا پیدا نہ کرد بر جہان ننہاد رنج طلق و درد
یک زمان بیکار نتوانی نشست تا بدی یا نیکی از تو بر نہ جست
این تقاضاہائے کار از بہر آن شد موکل تا شود سرت عیان
پس کلابہ تن کجا ساکن شود چون سر رشتہ ضمیرش می کشد
تاسہ تو شد نشان آن کشش بر تو بیکاری بود چون جان کنش
این جہان و آن جہان زاید ابد ہر سبب مادر اثر از وے ولد
چون اثر زائید آن ہم شد سبب تا بزاید زو اثرہائے عجب
این سببہا نسل بر نسل ست لیک دیدۂ باید منور نیک نیک
شاہ با او در سخن این جا رسید تا بدید از وے نشانے یا ندید
گر بدید آن شاہ جویا دور نیست لیک ما را ذکر آن دستور نیست

تو پتا دے کہ میں جانوں بس تمام کب چھپائے ابر مہ کو اے غلام
بولا میرے قول سے مقصد ہے کیا جانتا ہے تو کہ وہ جو کچھ بھی تھا
بولا شہ حکمت باظہار جہان اس نے جو جانی وہ آتی ہے عیان
جانے جو کچھ تا نہیں پیدا کیا نے جہان پر رنج درد زہ رکھا
تو نہیں بیکار اک دم رہ سکے تا نہیں نیکی بدی تجھ سے اٹھے
یہ تقاضا کام کا ہے اس لئے ہو موکل بھید تیرا تا کھلے
بس یہ کیچڑ ما تن کی کب ساکن رہے جو کشش دل کی اسے کھینچے پھرے
بیقراری اس کشش کی ہے نشان جان کنی ہو تجھ پہ بیکاری بہان
یہ جہان اور وہ جہان پیدا مگر ہر سبب ماں اور اثر اس کا پسر
جو اثر پیدا ہوا وہ بھی سبب تا اثر پیدا ہو پھر اس سے عجب
یہ سبب ہیں نسل اور بر نسل کے آنکھ روشن چاہیئے اسکے لئے
شاہ نے باتیں یہانتک اس سے کیں تا نشان اس سے ملا یا کہ نہیں
گر ملا شہ کو تو کیا کچھ دور ہے پر نہیں کہنا مرا دستور ہے

باز پرسیدن شاہ حال از غلام دیگر

پھر پوچھنا بادشاہ کا حال غلام دوسرے سے

چون ز گرمابہ بیامد آن غلام سوے خویشش خواند آن شاہ ہمام
گفت صحا لک نعیم دائم بس لطیفی و ظریف و خوبرو
پس سوے کارے فرستاد آن دگر تا ازین دیگر شود او باخبر
پیش بنشاندش بصد لطف و کرم بعد ازان گفت اے چو ماہ اندر ظلم

جب غلام آیا وہ پھر حمام سے اپنے پاس اسکو بلایا شاہ نے
بولا صحت تجھ کو نعمت دائمی تو لطیف اور ہے ظریف اور ہے پری
دوسرے کو بھیجا پھر اک کام کو باخبر اس دوسرے سے تا کہ ہو
پھر بٹھایا آگے اپنے لطف سے بولا مثل ماہ تو ظلمت میں ہے

۱؎ بیقراری الخ ۸ شعر اسی کشش سے یہاں جانکنی ہووے یہ جہان اور وہ جہان پیدا ہے مگر ہر ایک سبب ماں ہے اور اس کا اثر پسر ہے جو اثر کہ پیدا ہوا وہ بھی سبب ہے تا پھر اثر پیدا ہوا وہ بھی سبب ہے تا پھر اثر اس سے پیدا ہو یہ عجب ہے، نسل در نسل ہیں لیکن آنکھ روشن اسکے لئے چاہیے یہانتک اس سے باتیں کیں تا اس سے نشان ملا یا کہ نہ ملا اگر شاہ کو ملا تو کیا تو کچھ دور ہے دیکن کہنا میرا دستور نہیں ہے یعنی بادشاہ نے کہا کہ حکمت الہیہ اظہار جہان میں جو کہ علم حق تعالیٰ میں ہیں ظاہر ہوتے ہیں اور جب تک کہ ظاہر نہیں کرتا ہے رنج و درد جہان پر نہیں رکھتا ہے جب تک کہ نیکی و بدی تجھ سے نہیں پیدا ہوتی ہے اور یہ تقاضا اسی کا ہے پس مولانا فرماتے ہیں کہ اس حال کا نشان بادشاہ کو ملا یا نہ ملا اور اگر ملا ہے تو بیان کرنے کا میرا دستور نہیں ہے چنانچہ آگے حال دوسرے غلام کا ہے فافہم ۱۲ ۲؎ جب غلام الخ ۱۱ شعر جب وہ غلام پھر آیا حمام سے بادشاہ نے اسکو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ صحت تیرے واسطے نعمت ہے ہمیشہ تو لطیف اور ظریف اور خوبرو ہے دوسرے غلام کو بھیجا پھر ایک کام کو تا کہ اس دوسرے سے خبردار ہو پھر اپنے آگے لطف سے بٹھایا اور کہا کہ تو ظلمت میں مانند ماہ کے ہے تو ماہ وجہہ مو مشکبو نیکخو ہے اے افسوس جو تو ایسا نہوتا جیسے وہ تیرا حال کہتا ہے جو تجھ کو دیکھتا خوش ہوتا اور تیری قیمت عالم سے سوا ہوتی غلام نے کہا کہ اے شاہ کچھ تو بھید کہہ مجھ کو وہ بتا کیا کہتا ہے شاہ نے کہا وہ تیری دو رو دلی بیان کرتا ہے کہ تو ظاہر میں دوا ہے اور باطن میں درد ہے جو بدگوئی یار کی بادشاہ سے سنی آتش غصہ اسکی بھڑکی وہ غلام جھاگ لایا اور خفا ہوا ہجو اسکی بیہدہ کرنے لگا باقی حال اسکا آگے بیان کیا ہے فافہم ۱۲۔

ماہروے وجد موئے و مشکبو
نیک خوذیک خو دنیک خو

اے دریغا گر نبودے در تو آن
کہ ہمی گوید برائے تو فلان

شاد گشتے ہر کہ رویت دیدنی
دیدنت ملک جہان ارزیدنی

گفت رمزے را بگو اے بادشاہ
گر برائے من چہ گفت آن دین پناہ

گفت اول وصف و رویت کرد
کاشکارا تو دوائی خفیہ درد

جست یارش را چو از شہ گوش کرد
در زمان دریائے خشمش جوش کرد

کف برآورد آن غلام و سرخ گشت
تا کہ موج ہجو او از حد گزشت

کو ز اول دم کہ با من یار بود
ہمچو سگ در قحط سرگین خوار بود

چون دمادم کرد ہجوش چون جرس
دست بر لب زد شہنشاہش کہ بس

گفت دانستم ترا زوئے بدان
از تو جان گندہ ست و زیارش دہان

پس نشین اے گندہ جان از دور تو
تا امیر او باشد و مامور تو

بہر این گفتند اکابر در جہان
راحۃ الانسان فی حفظ اللسان

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا
ہمچو سبزہ گولخن دان اے کیا

پس یقین دان صورت خوب و نکو
با خصال بد نیرزد یک طسو

ور بود صورت حقیر و ناپذیر
چون بود خلقش نکو در پاش میر

چند بازی عشق با نقش سبو
بگزر از نقش سبو و آب جو

چند باشی عاشق صورت بگو
طالب معنی شوو معنے بجو

صورت ظاہر فنا گردد بدان
عالم معنی بماند جاودان

صورتش دیدی ز معنے غافلی
از صدف دُر را گزین گر عاقلی

این صدفہائے قوالب در جہان
گرچہ جملہ زندہ اند از بحر جان

تو ہے مہرو جعد ہو اور مشکبو
نیک خو اور نیک خُو اور نیک خو

اے دریغا گر نہ ہوتا ویسا تو
جیسے وہ کہتا ہے تیرے حال کو

شاد ہوتا جو کہ تجھ کو دیکھتا
تیری قیمت ہوتی عالم سے سوا

بولا کچھ تو بات کہہ اے بادشاہ
مجکو کیا کہتا ہے بس وہ دین پناہ

بولا دو رو لی تری کہتا تھا مرد
کہ دوا ظاہر ہے تو باطن میں درد

جو سنی بدگوئی شہ سے یار کی
آتش غصہ بھڑک اس کے اٹھی

بھاگ لایا وہ غلام اور ہو خفا
ہجو بیحد اس کی بس کرنے لگا

روز اول سے کہ میرا یار تھا
قحط میں جون سگ وہ چرگین خوار تھا

ہجو اُس کی کی بہت مثل جرس
ہاتھ منہ پر رکھ کہا شہ نے کہ بس

بولا پہچانا تجھے اس سے عیان
تیری جان گندی ہے اور اسکا دہان

پیچھے بیٹھ اے گندہ جان اور دور تو
تا کہ میر اب وہ ہو اور مامور تو

کہہ گئے ہیں سب بزرگان جہان
عیش میں وہ ہے کہ جو روکے زبان

ہے خبر میں یوں کہ تسبیح ریا
مثل سبزہ ہے کہ گھورے پر اُگا

کر یقین کہ صورت خوب و نکو
ساتھ بد خصلت کے نے لائق ہے وہ

گر ہو بدصورت وہ اور ہو زشت رو
نیک خلق اس کا ہو کر پابوس تو

عاشق نقش سبو کب تک ہو تو
ڈھونڈھ پانی چھوڑ تو نقش سبو

کب تلک تو عاشق صورت رہے
طالب معنی ہو اور معنی کو لے

ظاہری صورت فنا ہو بیگمان
عالم معنی رہے ہاں جاودان

دیکھی صورت غافل معنی ہے تو
لے صدف سے دُر اگر عاقل ہے تو

یہ صدف قالب ہوا عالم میں ہے
گرچہ سب زندہ ہیں جان کیواسطے

لے روز اول الخ۔ شعر روز اول سے کہ میرا یار تھا قحط میں مانند سگ کے چرگین خوار تھا جو اس کی ہجو کی مانند جرس کے تو شاہ نے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ بس اور شاہ نے کہا تجھ کو پہچانا اس سے ظاہر ہے کہ تیری جان گندی ہے اور اس کا دہن اے گندہ جان تو پیچھے بیٹھ اور دور تا کہ وہ امیر ہو اور تو مامور ہو آگے حقائق اسکے ہیں کہ سب بزرگان زمانہ کے کہہ گئے ہیں ترجمہ راحت انسان کی زبان کی حفاظت میں ہے حدیث میں آیا ہے کہ تسبیح ریا کی مثل اس سبزہ کے ہے کہ جو گھورے پر اُگا ہو باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ سے کر یقین الخ۔ شعر یقین کر کہ صورت خوب و نیک ساتھ خصلت بد کے کچھ لائق نہیں ہے اگر وہ بدصورت اور زشت رو ہو مگر نیک خو ہو تو اس کا یار تو ہو عاشق نقش کب تک تو ہوگا پانی ڈھونڈھ و نقش سبو کو چھوڑ کب تک تو عاشق صورت رہے گا طالب معنی کا ہو اور معنی حاصل کر صورت ظاہری فنا ہوگی بیگمان عالم معنی ہمیشہ رہے گا تو صورت دیکھتا ہے اور پانی سے غافل ہے صدف سے گوہر کو لے اگر تو عاقل ہے یہ قالب میں صدف ہوا ہے اگرچہ سب زندہ جانی کے لئے ہیں یعنی صورت پرستی تو چھوڑ اور معنی کو حاصل کر کیونکہ بہتر ہے اس صورت سے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

لیک اندر ہر صدف نبود گہر / چشم بکشا در دل ہر یک نگر
کان چہ دارد وین چہ دارد میگزین / زانکہ کمیاب است آن در ثمین
گر بصورت بنگری کوہے بشکل / در بزرگی ہست صد چندان ز لعل
ہم بصورت دست و پا و جسم تو / ہست صد چندانکہ نقش چشم تو
لیک پوشیدہ نباشد بر تو این / کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزین
از یک اندیشہ کہ آید در درون / صد جہان گردد بیکدم سرنگون
جسم سلطان گر بصورت یک بود / صد ہزاران لشکرش ہمتک بود
باز شکل و صورت شاہ صفی / ہست محکوم یکے فکر خفی
خلق بے پایان ز یک اندیشہ بین / گشتہ چون سیلے روانی بر زمین
ہست آن اندیشہ پیش خلق خرد / لیک چون سیلے جہان را خورد و برد
خلق عالم چون رمہ است و حق شبان / میدواند جملہ را روز و شبان
پس چو می بینی کہ از اندیشۂ / قائم است اندر جہان ہر پیشۂ
خانہ ہا و قصر ہا و شہر ہا / کوہ ہا و دشتہا و نہر ہا
ہم زمین و بحر و ہم مہر و فلک / زندہ از وے ہمچو از دریا سمک
پس چرا از ابلہی پیش تو کور / تن سلیمان است و اندیشہ چو مور
می نماید پیش چشمت کہ بزرگ / ہست اندیشہ چو موش و تن سترگ
عالم اندر چشم تو ہول و عظیم / ز ابر و برق و رعد داری لرز و بیم

ہر صدف گوہر سے پر ہوتے نہیں / آنکھ کھول اور دیکھ وہ ہین ہر کہیں
کیا رکھے یہ اور وہ کر تو طلب / کیونکہ ہے کمیاب یہ گوہر عجب
کوہ گر صورت مین ہوتا ہے بڑا / لعل اُس سے مرتبہ میں سو گنا
دست و پا و جسم صورت مین رکھے / برتری سو حصہ نقش چشم سے
پر نہیں پوشیدہ تجھ پر یہ رہے / آنکھ کل اعضا سے بس عظمت رکھے
ایک اندیشہ گر آئے اندرون / سو جہان ہون ایک دم میں سرنگون
جسم سلطان ایک گر صورت مین ہی / سیکڑون لشکر کو چکر مین رکھے
پھر وہ صورت اور شکل اس شاہ کی / فکر مخفی کی ہے محکوم اے اخی
ایک ہی اندیشہ سے کل خلق جہان / مثل سیلاب زمین پر ہے روان
خلق کے آگے ہے اندیشہ قلیل / پر کرے چون سیل عالم کو ذلیل
خلق چون گلہ و حق چرواہا خدا / رات دن دوڑائے سب کو جا بجا
دیکھتا ہے تو کہ اندیشہ سے سب / پیشے قائم ہیں جہان مین روز و شب
اور خانہ اور مکان اور شہر سب / اور جنگل اور پہاڑ اور نہر سب
ہم زمین و بحر و مہر و ماہ ہے / زندہ اس سے جیسے مچھلی بحر سے
کیوں ہے احمق اندھے تیرے سامنے / تن سلیمان فکر ہے جون مور کے
کوہ تیرے آنکھ مین عظمت رکھے / تن بزرگ اور فکر مثل موش ہے
آنکھ مین عالم ترے ہول و عظیم / برق و رعد اور ابر سے رکھے ہے بیم

۱ ہر صدف الخ۔ شعر ہر اک صدف گوہر سے پُر نہیں ہوتی ہے آنکھ تو کھول اور دیکھ ہر کہیں کیا رکھتا ہے یہ اور وہ طلب کر کیونکہ گوہر معنی کمیاب ہے ہر ایک صدف تن میں آگے اسکی مثال ہے اگرچہ صورت میں کوہ بڑا دکھائی دیتا ہے لیکن بزرگی میں لعل اس سے بڑا ہے دست و پا و جسم صورت میں برتری رکھتا ہے سو حصہ نقش چشم سے لیکن تجھ پر یہ پوشیدہ نہیں ہے کہ آنکھ کل اعضا سے عظمت رکھتی ہے ایک اندیشہ کہ دل میں آئے سو جہان ایک دم میں سرنگون ہوں جسم سلطان کا صورت مین اگرچہ ایک ہے مگر سیکڑون لشکر کو چکر مین رکھتا ہے پھر وہ صورت اس شاہ کی ذکر مخفی کی محکوم ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ ایک اندیشہ الخ۔ شعر ایک اندیشہ سے مخلوق جہان کی مانند سیلاب کے زمین پر روان ہے مخلوق کے آگے اندیشہ قلیل ہے لیکن سیل کے مانند عالم کو ذلیل کرتا ہے مخلوق مانند گلہ کے اور حق چرواہا ہے رات دن سب کو جا بجا دوڑاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ سب اندیشہ سے پیشے قائم ہین جہان مین روز و شب اور خانہ، مکان و شہر و جنگل و پہاڑ اور نہر سب ہم زمین و بحر و ماہ زندہ اس سے ہیں جیسے مچھلی دریا مین یعنی اندیشہ و فکر سے تمام عالم زندہ ہے اور تمام کام عالم کا اندیشہ ہے چنانچہ اس کا راز آگے فرماتے ہیں ۱۲ ۳ کیوں ہے الخ۔ شعر کیون احمق ہے اے اندھے کہ تیرے سامنے تن سلیمان اور فکر مانند چیونٹی کے ہے کوہ تیری آنکھ مین عظمت رکھتا ہے تن بزرگ، اور فکر مانند موش کے ہے تیرے آنکھ میں عالم پر خوف و عظیم ہے لیکن برق و رعد و ابر سے دہشت رکھتا ہے اے بے ہنر جان فکر سے تو غافل ہے مثل سنگ بے خبر کے کیونکہ تو نقش ہے اور عقل سے غافل ہے تو آدمی کب ہے بے خبر ہے تو بالکل جہل ہے اور عقل سے نادان ہے تو بو نہیں رکھتا ہے اور خدا سے دور ہے سایہ کو شخص جانتا ہے جہل سے اور شخص کو تو کھیل جانتا ہے سہل سے یعنی کون کو تو وجود حقیقی جانتا ہے اور وجود حقیقی کو تو سہل سمجھتا ہے کیونکہ کون سایہ ہے وہ وجود نہیں رکھتا ہے اپنی ذات میں ۱۲ بحر العلوم باقی حال آگے ہے فافہم۔

وز جہان فکرت اے کم ز خر
ایمن و غافل چونئی بے خبر
زانکہ نقشی وز خرد بے بہرۂ
آدمی خود نیستی خر کرۂ
جہل محضی وز خرد بیگانۂ
تو نداری ز خدا دیوانۂ
سایہ را تو شخص می بینی ز جہل
شخص ازان شد نزد تو بازی و سہل
تک ز غیبت یک نمودار آتش ست
گر لطافت چون ہوا و دلکش ست
تا نچشمے در نمی بیچد کثیف
آگہی نبود بصر را زان لطیف
باز افزون است ہنگام اثر
از ہزاران تیشۂ و تیغ و تبر
باش تا روزے کہ آن فکر و خیال
برکشاید بے حجابی پر و بال
کوہ ہا بینی شدہ چون پشم نرم
نیست گشتہ این زمین سرد و گرم
نے سما بینی نہ اختر نے وجود
جز خدائے واحد حی ودود
یک فسانہ راست آید یا دروغ
تا دہد مر راستیہا را فروغ

اور جہان فکر سے اے بے ہنر
تو ہے غافل مثال سنگ بے خبر
کیونکہ تو ہی نقش و غافل عقل سے
آدمی کب ہے تو بچہ خر کا ہے
تو جہل ہے اور نادان عقل سے
تو نہیں رکھتا خدا سے دور ہے
سایہ کو تو شخص جانے جہل سے
شخص کو تو کھیل جانے سہل ہے
غیب سے اک نمودار آگ ہے
جو ہوا فرحت لطافت سے رکھے
آنکھ سے جبتک نہ خارج ہو کثیف
کب دکھائی دے بصر کو وہ لطیف
پھر زیادہ ہے یہ ہنگام اثر
سیکڑوں تیغ و تبر سے تیز تر
ٹھہر تو اک روز وہ فکر و خیال
بے حجابی سے جو کھولے پر و بال
کوہ کو دیکھے مثال اک بال کے
نیست ہو جاوے زمین اس حال سے
نے فلک دیکھے نہ اختر نہ وجود
بس سوا اک واحد حی ودود
اک حکایت راست آئے یا دروغ
راستی کو اس سے ہووے تا فروغ

حسد بردن حشم بر آن بندۂ خاص

حسد کرنا ملازموں کا اوپر اس بندۂ خاص کے

بادشاہے بندۂ را از کرم
برگزیدہ بود از جملہ حشم
جامگی او وظیفہ چل امیر
دہ یکے قدرش ندیدہ صد وزیر
از کمال طالع و اقبال و بخت
او ایازے بود و شہ محمود وقت

اک غلام اک شہ نے از راہ کرم
سب غلاموں سے کیا مقبول ہم
اسکو ملتا تھا وظیفہ چل امیر
عشر قدر اسکی نہ رکھیں سو وزیر
پس کمال اقبال سے وہ اہل ناز
شاہ تھا محمود وقت اور وہ ایاز

۱؎ غیب سے الخ ۷ شعر غیب سے یہ اندیشہ ایک آتش نمودار ہے اور مانند ہوا کے لطافت سے فرحت رکھتا ہے جب تک آنکھ سے کثافت نہ دور ہو کب دکھائی دے بصر کو وہ لطافت اندیشہ کی پھر یہ ہنگام اثر کی زیادہ ہے صدہا تیغ و تبر سے تیزی میں تو ٹھہر ایک روز وہ فکر و خیال بے حجاب ہونے سے جو کھولے پر و بال تو کوہ کو دیکھے مثل ایک بال کے نیست ہو جائے زمین اس حال سے نہ فلک نہ اختر نہ وجود تجھ کو نظر آئے پس سوا ایک واحد ودود کے یعنی تو اشیائے دنیا کو بڑا جانتا ہے اور فکر اور اندیشہ کو ایک شے قلیل جانتا ہے بسبب جہل و بے عقلی کے اگر ایک دن یہ فکر و خیال منکشف ہوا تو یہ زمین و آسمان وغیرہ اشیائے جہان سب نیست ہو جاویں گے اور سوائے ذات مقدس کے تجھ کو نہ دکھائی دے گا ایک حکایت اسکو الفقری صحیح الخیال کہتے ہیں راست آئے یا دروغ آئے مگر راستی کو اس سے فروغ ہووے یعنی ایک حکایت میں اس کی مثال میں کہتا ہوں کہ تا راستی کو اس سے رونق ہووے چنانچہ وہ حکایت آگے بیان ہے فافہم ۱۲۔

۲؎ ایک غلام الخ ۳ شعر۔ ایک بادشاہ نے ایک غلام کو از راہ کرم کے سب غلاموں سے زیادہ مقبول کیا اس کو تنخواہ ملتی تھی چالیس امیروں کی دسواں اس کی قدر کا سو وزیر نہ رکھتے تھے پس کمال اقبال و ناز سے بادشاہ محمود وقت اور وہ ایاز تھا یعنے بظاہر وہ بادشاہ و غلام محمود و ایاز وقت کا تھا لیکن ناظرین کو لازم ہے کہ یہ ضمن میں مراد خدا و رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ محمود سے مراد خدا اور ایاز سے مراد جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم جانیں کہ مولانا اس پیرایہ میں نعت حضرت رسول مقبول سرور عالم شفیع اعظم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں آگے بیان اس کے حقائق ہیں۔ فافہم ۱۲۔

روح او با روح شه در اصل خویش ۔ پیش ازین تن بوده هم پیوند خویش
روح اسکی روح شہ سے اصل مین ۔ تن سے پہلے شرکت باہم رکھیں

کار آن دارد که پیش از تن بدست ۔ بگذر از اینها که نو حادث شدست
کام وہ ہے جو کہ پہلے تن سے ہے ۔ چھوڑ دے ان کو کہ یہ حادث ہوئے

چشم عارف راست گوئی احول است ۔ چشم او بر کشتهاے اول است
چشم عارف راست ہے احول نہیں ۔ چشم رکھتا ہے بکشت اولین

انچه گندم کاشتندش وانچه جو ۔ چشم او آنجاست روز و شب گرو
بوے گندم یا کہ جو جو کچھ کہ ہے ۔ رات دن ہے آنکھ اسکی اس جگہے

انچه آبستست شب جز آن نزاد ۔ حیلها و مکرها باد ست باد
حاملہ شب جو کہ ہے وہ ہے جنے ۔ مکر اور حیلہ یہ سب برباد ہے

کے شود خوش دل بحیلتهاے کش ۔ آنکه بیند حیلهٔ حق بر سرش
حیلہ انگیزی سے خوش دل ہوئے کب ۔ دیکھے حیلہ حق کو اسکے سر پہ جب

او درون دام دامے می نهد ۔ جان تو نے زان جهد نے زین جهد
دام کے اندر وہ رکھتا دام ہے ۔ تیری جان اس سے نہ اور اس سے بچے

گر بروید ور بریزد صد گیاه ۔ عاقبت بر روید آن کشت اله
گر اُگے سو بار گھانس و یا گرے ۔ حق کی کھیتی عاقبت اس پر اُگے

کشت تو کارید بر کشت نخست ۔ این دوم فانی ست و آن اول درست
کھیت بویا تو نے پہلے کھیت پے ۔ دوسرا ہووے فنا پہلا اُگے

تخم اول کامل و بگزیده است ۔ تخم ثانی فاسد و پوسیده است
تخم پہلا کامل اور مقبول ہے ۔ تخم ثانی فاسد اور مجہول ہے

افگن این تدبیر خود را پیش دوست ۔ گرچه تدبیرت هم تدبیر اوست
چھوڑ دے تدبیر اپنی یار پے ۔ تیری تدبیر اس کی سب تدبیر ہے

کار آن دارد که حق افراشتست ۔ آخر آن روید که اول کاشتست
کام وہ ہے جو خدا پورا کرے ۔ بویا جو اول وہ ہی آخر اُگے

هرچه کارے از براے او بکار ۔ چون اسیر دوستی اے دوستدار
بوے جو کچھ واسطے اسکے تو بو ۔ یار کا پابند ہے گر اے نکو

گرد نفس دزد و کار او مپیچ ۔ هرچه آن نے کار حق هیچ است هیچ
کار نفسانی کے پاس اب تو نہ جا ۔ جو نہ حق کا کام ہے وہ ہے برا

پیش از انکه روز دین پیدا شود ۔ پیش مالک دزد دین رسوا شود
اس سے پہلے کہ قیامت کا ہو روز ۔ پیش حق رسوا ہو دزد دین سوز

رخت دزدیده بتدبیر و فنش ۔ مانده روز داوری بر گردنش
مال چوری کا جو ہو تدبیر سے ۔ حشر کو وہ اسکی گردن پر رہے

---

۱ روح اسکی الخ، شعر اصل میں روح بادشاہ ہے بدن سے پہلے شرکت باہم رکھتی تھی کام وہ بہتر ہے کہ جو پہلے بدن سے ان کو چھوڑ دے کہ یہ حادث ہوئے ہیں چشم عارف کی راست بین ہے احول نہیں کہ نگاہ رکھتا ہے گندم یا جو جو کچھ کہ بوئے رات دن آنکھ اسکی اس جگہ ہے رات حاملہ جس سے ہے وہ جنتی ہے یہ مکر و حیلہ سب برباد ہے وہ خداوند حیلہ انگیزی سے خوش دل کب ہووے دیکھے حیلہ حق کا جب اس کے سر پر دیکھے دام کے اندر وہ حیلہ گر دام حق کا رکھتا ہے تیری جان اس سے نہ اور اس سے بچے گی یعنی روح جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح حق ہے جسم سے پہلے مشترک تھی چشم عارف کی کہ راست بین ہے جسم کی دوئی کو نہیں دیکھتی ہے نظر اسی روح مشترک پر اب تک رکھتی ہے چنانچہ مولانا اس پیش بینی نظر عارف کا حال آگے مثالوں مین بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ گر اُگے الخ، شعر اگر سو بار گھانس اس پر پڑے یا گرے آخر کار حق کی کھیتی اُگے گی تو نے کھیت بویا پہلے کھیت بوئے ہوئے پر دوسرا کھیت فنا ہووے اور اول اُگے کیونکہ پہلا تخم کامل و مقبول ہے اور دوسرا تخم فاسد و مجہول ہے یعنے وہ دام دوسرا ہے پس تیرا دام فنا ہوگا اور حق کا دام باقی رہے گا اور اس کا عمل جاری ہوگا پس چھوڑ دے اپنی تدبیر یار پر کہ تیری تدبیر سب اس کی تدبیر ہے یعنی ارادہ اللہ کا غالب ہے کام وہ ہے کہ جو خدا پورا کرے جو کہ اول بویا ہے وہ آخر اُگے گا تو جو کچھ بوتا ہے اس کے واسطے بو کیونکہ مرد یار کا پابند ہے تو کار نفسانی کے پاس اب نہ جا جو حق کا کام نہیں ہے وہ بدتر ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۳ اس سے پہلے الخ، شعر قیامت کے روز سے پہلے دین کا چور رسوا ہوگا جو مال چوری کا تدبیر سے ہوگا حشر کو وہ اسکی گردن پر رہے گا اگر سیکڑوں عقلیں جمع کریں اور اس کے دام کے سوا ایک دام وہ رکھیں اور اپنے دام کو وہ مضبوط پائیں پس کب گھانس کو ہوا کی طاقت ہووے اگر تجھ کو یقین نہیں ہے قرآن مین دیکھ کہ حق تعالے فرماتا ہے ترجمہ:۔ اللہ بڑا حیلہ کرنے والا ہے یعنی حیلہ اللہ کا سب پر غالب ہے پس حق کے مقابل مین حیلہ نہ کرنا چاہیئے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

صد ہزاران عقل باہم برجہند — تا بغیر دام او دامے نہند
دام خود را سخت تر یابند و بس — کے نماید قوتے با باد خس
ور نداری باور از من رو بہ بین — در نبی واللہ خیر الماکرین
گر تو گوئی فائدہ ہستی چہ بود — در سوالت فائدہ ہست اے عنود
گر ندارد این سوالت فائدہ — چہ شنوم این را عبث بیفائدہ
در سوالت فائدہ دارد یقین — پس جہان بیفائدہ نبود بہ بین
در سوالت را بسے فائدہ ہاست — پس جہان بیفائدہ آخر چراست
در جہان یکجہت بیفائدہ است — از جہتہائے دگر پر عائدہ است
فائدہ تو گر مرا فائدہ نیست — مر ترا چون فائدہ است از وے مایست
فائدہ تو گر مرا نبود مفید — چون ترا شد فائدہ گیر اے مرید
در ستم زان فائدہ حر ابن حر — مر ترا چون فائدہ است از وے مبر
حسن یوسف عالمے را فائدہ — گرچہ بر اخوان عبث بد زائدہ
لحن داؤدی چنان محبوب بود — لیک بر محروم بانگ چوب بود
آب نیل از آب حیوان بد فزون — لیک بر قبطی منکر بود خون
ہست بر مومن شہیدی زندگی — بر منافق بردن است و زندگی
چیست در عالم بگو یک نعمتے — کہ نہ محروم اند از وے امتے
گاؤ خر را فائدہ چہ از شکر — ہست ہر جان را یکے قوتے دگر
لیک گر آن قوت بروے عارضی — پس نصیحت کردن او را رائضی

سیکڑوں عقلیں اگر باہم ملیں — اور سوا دام اسکے اک دام اور رکھیں
دام کو مضبوط پائیں اپنے وہ — کب ہوا کی ہوئے طاقت گھاس کو
دیکھ قرآن میں اگر باور نہیں — ہے کہا واللہ خیر الماکرین
فائدہ ہستی سے کیا گر تو کہے — فائدہ کچھ تو ہے دل میں تیرے
گر سوال اب نہ رکھے نہ فائدہ — کسلیئے اس کو سنوں بیفائدہ
فائدہ گر یہ سوال آخر رکھے — پس جہان بیفائدہ کیونکر ہے
گر سوال بے فائدہ از بس رکھے — ہے جہان بیفائدہ کیونکر ہے
اک جہت سے ہی جہان بیفائدہ — اور جہتوں سے رکھے ہے فائدہ
فائدہ تجکو اگر نے تجھ کو ہو — تجکو گر ہو فائدہ قائم رہو
فائدہ تیرا نہ تجکو ہو مفید — تجکو گر ہو فائدہ لے اے مرید
فائدہ سے گر میں آزاد اب ہوا — گر ہو تجکو فائدہ مت ہو جدا
حسن یوسف سے جہان کو فائدہ — بھائیوں پر بس ہوا تھا ناروا
لحن داؤدی تو بس محبوب تھا — پر دہ محروموں پہ بانگ چوب تھا
آب حیوان سے فزون تھا نیل کا — قبطی منکر کو لیکن خون تھا
ہے شہادت مومنوں پر زندگی — اور منافق پر ہے موت و مردگی
کون سی عالم میں نعمت ہی کہو — کہ نہ محروم اس سے امت اک ہو
گاؤ خر کو فائدہ شکر سے کیا — قوت ہر اک جان کا بس ہے جدا
لیک وہ قوت اپسہ گر ہے عارضی — بند کرنا اسکو ہے چابک گری

ا؎ فائدہ ہستی الخ۔ شعر اگر تو کہے کہ فائدہ ہستی سے کیا ہے تو تیرے سوال کرنے میں کچھ فائدہ ہے اگرچہ سوال اب فائدہ نہیں رکھتا ہے تو میں کس لئے اسکو سنوں بے فائدہ اگر یہ سوال آخر یہ فائدہ رکھتا ہے پس جہان بے فائدہ کس واسطے ہے ایک جہت سے اور اگر تجھ کو فائدہ نہیں ہے تو مجھ کو ہوا اگر تجھ کو فائدہ ہے قائم رہ تیرا فائدہ مجھ کو مفید نہ ہو اور اگر تجھ کو فائدہ ہو وے لے اے مرید اگر میں فائدہ سے اب آزاد ہوا اگر تجھ کو فائدہ ہو مت جدا ہو آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲ ۲؎ حسن یوسف الخ۔ شعر یوسف کے حسن سے جہان کو فائدہ ہے بھائیوں پر بس ناروا تھا لحن داؤدی سب کو محبوب تھا لیکن محروموں پر بانگ چوب تھا آب نیل کا آب حیوان سے افزون تھا لیکن قبطی منکر کو خون تھا شہادت مومنین پر زندگی ہے لیکن منافق پر موت و مرگ ہے تم کہو کون سی عالم میں نعمت ہے کہ اس سے محروم اک امت نہ ہوئے گاؤ خر کو شکر سے کیا فائدہ غذا ہر ایک جان کی جدا ہے لیکن وہ غذا اگرچہ اس پر عارضی ہے نصیحت کرنا اس کو چابک گری ہے یعنے ایک شے ہے کہ ایک شئے کو نفع دیتی ہے دوسرے کو ضرر پہونچاتی ہے جیسے شکر گاؤ خر کو ضرر پہونچاتی ہے لیکن نصیحت کرنا اس کو آراستگی ہے کہ وہ غذا موجب ضرر نہ ہو چنانچہ اس کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

چون کسے کو از مرض گل داشت دوست ۔ گرچہ پندارد کہ آن خود قوت اوست

قوت اصلی را فرامش کردہ است ۔ رُوبے در قوت مرض آوردہ است

قوت اصلی بشر نور خدا است ۔ قوت حیوانی مراو را ناسزا است

لیک از علت درین افتاد دل ۔ کہ خورد او روز و شب زین آب و گل

روئے زرد و پائے سُست و دل سُبک ۔ کو غذائے والسماء ذات الحُبُک

آن غذائے خاصگان دولت است ۔ خوردن آن بے گلو و آلت است

شد غذائے آفتاب از نور عرش ۔ مر حسود و دیو را از دود فرش

در شہیدان یرزقون فرمودہ حق ۔ آن غذا را نہ دہان بد نہ طبق

دل ز ہر یارے غذائے میخورد ۔ دل ز ہر علمے صفائی می برد

صورت ہر آدمی چون کاسہ است ۔ چشم از معنی او حساسہ است

از لقائے ہر کسے چیزے خوری ۔ وز قران ہر قرین چیزے بری

چون ستارہ با ستارہ شد قرین ۔ لائق ہر دو اثر زاید یقین

از قران مرد و زن زاید بشر ۔ وز قران سنگ و آہن ہا شرر

وز قران خاک با باران ہا ۔ میوہ ہا و سبزہ ہا ریحان ہا

وز قران سبزہ ہا با آدمی ۔ دل خوشی و بے غمی و خرمی

نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است ۔ قوت علت ہمچو چوبش کردہ است

وز قران خرمی با جان ما ۔ می بزاید خوبی و احسان ہا

قابل خوردن شود اجسام ما ۔ چون برآید از تفرج کام ما

جیسے مٹی کھائے مرضون مین کوئی ۔ اگرچہ جانے کہ خورش ہی وہ مری

قوت اصلی کو وہ اپنے بھول کر ۔ رکھتا ہے قوت مرض پیش نظر

نور حق ہے قوت اصلی بشر ۔ قوت حیوانی کرے اُس کو ضرر

پر مرض سے یہ ہوا مرغوب دل ۔ کہ وہ کھاتا رات دن ہی آب و گل

زرد رُو اور سست پا اور دل سُبک ۔ ہے کہان قوت سماء ذات الحبک

وہ[۲] غذا کہ خاصگان حق کی ہے ۔ بے گلو آلہ کے کھاتے ہیں اُسے

ہے غذائے شمس نور عرش سے ۔ اور شیطان کے دھوان ہی فرش سے

یرزقون حق شہیدون کو کہے ۔ اس غذا کو کچھ نہ حاجت منہ کی ہے

دل غذا پاتا ہے ہر اک یار سے ۔ دل صفا ہر علم سے بس ہوتا ہے

صورت انسان ہی مثل اک جام کے ۔ چشم معنی اس کی سے بس حس کرے

تو لقاے ہر کسی سے لے غذا ۔ قرب سے لے ہر قرین کی غذا

جو[۳] ستارہ ہو ستارے کے قریب ۔ ہو اثر دونون کے لائق اے حبیب

قرب مرد و زن سے پیدا ہو پسر ۔ قرب سنگ آہن سے پیدا ہو شرر

قرب باران خاک سے پیدا ہوا ۔ میوہ اور ریحان و گل اور سبزہ ہا

قرب سبزہ سے کرے جو آدمی ۔ ہو خوشی اور بے غمی اور خرمی

کھانا اپنا چھوڑ کھایا زہر خوب ۔ کر دیا قوت مرض نے مثل چوب

خرمی کو قرب ہو جو جان سے ۔ خوبی و احسان وہ پیدا کرے

جسم قابل ہووے کھانے کے مرا ۔ کیون نہ ہووے کام فرحت سے مرا

---

[۱] جیسے مٹی الخ۔ شعر جیسے کوئی شخص مٹی کھائے مرضون مین وہ اگرچہ جانے کہ میری خورش ہے غذائے اصلی کو وہ اپنی بھول کر غذائے مرض پیش نظر رکھتا ہے غذا اصلی بشر کی نور حق ہے اور غذا حیوانی اس کو ضرر کرے لیکن مرض سے یہ مرغوب ہوا ہے کہ وہ رات دن آب و گل کھاتا ہے اور زرد رو اور سست قدم و سبک دل ہے غذا روحی کہان ہے ترجمہ والسماء قسم ہے اس آسمان کی کہ صاحب راہ ہے یعنی کہ رسائی آسمان پر ہووے آگے بیان اس غذا کا ہے فافہم ۱۲

[۲] وہ غذا الخ۔ شعر وہ غذا کہ خاصان حق کی ہے بغیر آلہ و گلو کے اُسے کھاتے ہیں غذائے شمس کی کہ نور عرش سے ہے اور غذا شیطان کی دھوین فرش سے ہے یرزقون فرحین بما اتٰھم اللّٰہ من فضلہ یعنی رزق دیئے جاتے ہیں اور خوش ہیں اس چیز سے کہ دی گئی ہے حق شہیدون کو کہتا ہے اس غذا کو کچھ دہن کی حاجت نہیں ہے آگے حقائق ہیں اور حسن پرستی کا بیان ہے دل غذا پاتا ہے ہر ایک یار سے اور دل صفائی پاتا ہے ہر ایک علم سے صورت انسان کی مثل ایک جام کے ہے اور اسکے معنی سے چشم حس کرتی ہے تو ہر کسی کی لقا سے غذا لے اور ہر قرین کے قرب سے غذا یعنی صورت انسان کی مثل پیالہ پر طعام کے ہے کہ ذات انجیب اسما و صفات انسان کی تربت چشم دل عارف اہل حس کی لقا سے اور قرینونکی صحبت سے وہ غذا پاتی ہے چنانچہ اس غذا کی مثال آگے ہے فافہم ۱۲

[۳] جو ستارہ الخ۔ شعر جو ستارہ قریب ستارہ کے ہو اثر دونون کے لائق پیدا ہو قربت مرد و زن سے پسر پیدا ہو اور قرب سنگ و آہن سے شرر پیدا ہو قرب خاک و باران سے میوہ و ریحان و گل و سبزہ اُگے خوشی و خرمی و بے غمی ہو جان سے جو قرب خرمی کو ہو خوبی احسان وہ پیدا کرے جسم میرا قابل کھانے کے ہو وے کیونکہ میرا کام فرحت سے ہووے یعنی اس غذائے روحی کے حصول سے عارف کو فرحت ہوتی ہے پس وہ فرحت موجب کشود کاری ہے چنانچہ اس کا بیان آگے ہے فافہم ۱۲

سرخروئی از قران خون بود خون ز خورشید خوشی گلگون بود
بهترین رنگہا سرخی بود دل ز خورشید است زو وے بر سد
ہر زمینے کو قرین شد با زحل شورہ گشت و کشت را بنود محل
قوت اندر فعل آید ز اتفاق چون قران دیو با اہل نفاق
این معانی راست از چرخ نہم بے ہمہ طاق و طرم طاق طرم
خلق را طاق و طرم عاریتے است امر را طاق و طرم ماہیتے است
بر امید عز دہ روزہ خدوک گردن خود کردہ اند از غم چو دوک
چون نمی آیند اینجا کہ منم کاندرین عز آفتاب روشنم
مشرق خورشید برج قیر گون آفتاب ما ز مشرقہا برون
مشرق او نسبت ذرات او نہ بر آمد نہ فرو شد ذات او
ما کہ واپس ماندہ ذرات وئیم در دو عالم آفتاب بے فئیم
باز گرد شمس می گردم عجب ہم ز فر شمس باشد این سبب
شمس باشد بر سببہا مطلع ہم ازو حبل سببہا منقطع
صد ہزاران بار ببریدم امید از کہ از شمس این شما باور کنید
تو مرا باور مکن کز آفتاب صبر دارم من و یا ماہی ز آب
از پے طاق و طرم خواری کشند بر امید عز در خواری خوش اند

سرخرو ہو قرب سے خون کے تو خون خورشید خوشی سے سرخ ہو
سرخ رنگت بہترین رنگ ہے پہونچتی ہے جو کہ وہ خورشید سے
جس زمین میں قرب ہووے زحل سے شور ہووے اور نہیں کھیتی اُگے
قوت آوے فعل میں با اتفاق قرب شیطان جیسے با اہل نفاق
اس معانی کو نویں افلاک سے کرّ و فر بے کرّ و فر کے پہونچے ہے
خلق میں یہ کرّ و فر ہے عاریت امر حق کو کرّ و فر ہے ماہیت
ہیں پریشان عز دو دن کیلئے مثل تکلے کے ہے گردن رنج سے
کیوں نہیں آتے یہاں پر وہ کہ میں روشن ایک خورشید ہوں اعزاز میں
برج نیلا شرق ہے خورشید کا مشرقوں سے شمس باہر ہے مرا
شرق نسبت اسکے ذرونکے ملے نے طلوع و غرب ذات اسکی رکھے
ہم جو پیچھے رہ گئے ذرے بنیں شمس کے سایہ میں ہم کونین میں
شمس کے ہم گرد پھرتے ہیں عجب دبدبہ سے شمس کے ہے یہ سبب
شمس ہوتا ہے سبب پر مطلع بھی سبب کا رشتہ اس سے منقطع
لاکھوں بار امیدیں ہم نے چھوڑ دیں کس سے اس شمس زمان سے ہی یقین
مت یقین کر مجکو ہے خورشید سے صبر یا کہ آب سے مچھلی کو ہے
کرّ و فر کے واسطے سہتے خواری ہیں طمع عزت کے لئے خواری رکھیں

لـ سرخرو الخ ۷ شعر قرب خون سے سرخرو ہو خورشید خوشی سے خون سرخ ہو بہترین رنگ سرخ رنگت ہے جو کہ وہ خورشید سے حاصل ہوتی ہے جس زمین کو زحل سے قرب ہووے وہ شور ہووے وہ کھیتی نہ اُگے اتفاق سے قوت فعل میں آئے جیسے قرب شیطان سے اہل نفاق کو اس معنی کو افلاک نہم سے بغیر کر و فر کے کر و فر پہونچتا ہے عالم خلق میں یہ کر و فر عاریت ہے اور عالم امر میں یہ کر و فر ماہیت ہے پس خوار ہیں کر و فر کے واسطے اور عزت کے لئے خواری رکھتے ہیں یعنی یہ کر و فر دنیا میں عارضی ہے اور معنے میں قدیمی ہے پس تو اے عارف یہ کر و فر یہاں مت چاہ کہ فنا ہوگا بلکہ کر و فر معنی میں حاصل کر یہ ہمیشہ تجھے حاصل ہوگا باقی حال اس کا آگے بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ ۲ ہیں پریشان الخ ۹ شعر دو دن کی عزت کے لئے پریشان ہیں اور گردن اس کی مثل تکلے کے ہے رنج سے آگے مقولہ عالم معنے کا ہے وہ کیوں نہیں یہاں پر آتے ہیں کہ میں ایک خورشید روشن ہوں اعزاز سے خورشید کا مشرق برج نیلا ہے میرا شمس باہر ہے مشرقوں سے شرق بہ نسبت اس کے ذروں کے معلوم ہوتا ہے ورنہ طلوع اور غروب ذات اس کی نہیں رکھتی ہے یعنے آفتاب معنے کو طلوع اور غروب نہیں ہے مگر بسبب پیچھے رہنے کے ہم ذرے بن گئے دونوں جہانمیں شمس کے سایہ میں ہیں ہم شمس کے گرد پھرتے ہیں بسبب دبدبہ شمس کے یہ سبب ہے شمس سبب پر مطلع ہوتا ہے یعنی شمس معنی سبب پر رشتہ سبب کو قطع کر کے دور ڈالتا ہے لاکھوں بار ہم نے امیدیں چھوڑ دیں کس سے اس شمس زمانہ سے تجھے یقین ہے تو یقین مت کر کہ خورشید معنے سے مجھ کو صبر ہے یا کہ آب سے مچھلی کو ہے یعنی لاکھوں بار ہم نے شمس معنے سے امیدیں چھوڑ دیں مگر صبر نہ کر سکے اور پھر رجوع کی آگے اس ناامیدی کا بیان ہے فافہم ۱۲ ۔

درشوم نومید نومیدی من　　عین صنع آفتابست ای حسن
عین صنع از نفس صانع چون برد　　عین هست از غیر هستی چون چرد
جمله هستیها ازین روضه چرند　　گر براق تازیان یا خود خرند
لیک اسپ کور کورانه چرد　　می نه بیند روضه را زانست بد
وانکه گردش‌ها ازین دریا ندید　　هر دم آرد رو بمحراب جدید
او ز بحر عذب آب شور خورد　　تا که آب شور اورا کور کرد
بحر میگوید بدست راست خور　　ز آب من ای کور تا یابی بصر
هست دست راست اینجا ظن راست　　کو بداند نیک و بد را کز کجاست
نیزه گردانیست ای نیزه که تو　　راست میکردی گه و گاهی دو تو
ما ز عشق شمس دین بی ناخنیم　　ورنه ما آن کور را بینا کنیم
هان ضیاء الحق حسام الدین تو زود　　دار وش کن کوری چشم حسود
توتیای کبریای تیز فعل　　دارو ظلمت کش استیز فعل
آنکه گر بر چشم اعمی برزند　　ظلمت صد ساله را زو برکند
جمله کوران را دوا کن ای قمر　　ای نهال میوه دار افشان ثمر
جمله کوران را دوا کن جز حسود　　کز حسودی بر تو می آرد جحود
مر حسودت را اگرچه آن منم　　جان مده تا همچنین جان میکنم
آنکه او باشد حسود آفتاب　　کور میگردد ز نور آفتاب

جو نہیں ہون نومید نومیدی امر کی　　عین صنعت شمس کی ہے اے اخی
عین صنع کھینچے کب صانع سے دست　　غیر ہستی سے چرے کب عین ہست
ہستیان سب اس چراگہ سے چرین　　گر براق و اسپ یا خر گاؤ ہین
اسپ اندھا مثل اندھون کے چرے　　دیکھتا سبزہ نہیں محروم ہے
گردش اس دریا کی جو دیکھے نہیں　　وہ نئی محراب پر لائے یقین
کھاری پانی میٹھے دریا سے پیا　　پانی کھاری نے اُسے اندھا کیا
بحر کہتا ہے کہ سیدھے ہاتھ پر　　پانی پی اندھے کہ تا پائے بصر
ہاتھ سیدھا یان گمان نیک ہے　　کون جانے نیک و بد کس جا سے ہے
نیزہ گردان وہ ہی اور نیزہ ہے تو　　گاہ سیدھا تو پھرے گہ دونون ہوا
شمس دین کے عشق سے عاجز ہیں ہون　　ورنہ اُس اندھے کو میں بینا کرون
ہان ضیاء الحق حسام الدین تو　　جلد اچھی کردے اسکی آنکھ کو
توتیا ہے سرمۂ کبریا اور پر اثر　　دافع ظلمت دوائے تیز تر
چشم نابینا پہ گر اس کو رکھے　　سو برس کی ظلمت اس سے رد کرے
کر تو سب اندھون کی دارو اے قمر　　اے درخت میوہ دار و پر ثمر
کر دوا اندھون کی حاسد کے سوا　　تجھ سے از راہ حسد منکر ہوا
حاسدون کو تو اگرچہ میں بھی ہون　　جان نہ دے تا ایسے ہی جان اسکی لون
جو کوئی ہووے حسود آفتاب　　کردے اندھا اسکو نور آفتاب

اے جو میں ہون الخ یہ شعر اگر میں نا امید رہون تو نا امیدی میری عین صنعت شمس کی ہے ہاتھ کھینچے عین ہست کب غیر ہستی سے غذا پائے سب ہستیان اس چراگاہ سے چرین اگرچہ براق و اسپ و خر گاؤ ہین آگے مثال اس کی ہے اندھا اسپ مانند اندھون کے چرتا ہے اور سبزہ نہیں دیکھتا ہے محروم ہے یعنی سب غافلان دنیا ذات حق سے غذا پاتے ہیں مگر بسبب لاعلمی کے مثل اندھون کے لذت و فرحت اسکی سے محروم ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ گردش الخ یہ شعر عوام نے دریائے نبوت کی گردش نہیں دیکھی وہ نئی محراب پر یقین لائے میٹھے دریا سے کھاری پانی پیا اور اس نے اسے اندھا کیا دریا کہتا ہے کہ سیدھے ہاتھ پر اے اندھے پانی پی کہ تا بصر تو پائے سیدھا ہاتھ یہان گمان نیک ہے کون جانتا ہے کہ نیک و بد کس جا سے ہے وہ نیزہ ہلانے والا ہے اور نیزہ تو ہے کبھی سیدھا تو پھرے اور کبھی دونوں طرف میں شمس دین کے عشق سے میں عاجز ہوا ہون ورنہ اس اندھے کو میں بینا کرتا مگر کیا کرون کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہیں دیتے ہیں ضیاء الحق حسام الدین تو جلد اچھا کردے ان کی آنکھ کو یعنے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام غافلان دنیا کو بینا فرما دیجئے کہ تیرہ دلی سے نجات پا کر معرفت حق حاصل ہو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ توتیا الخ یہ شعر تو ہے سرمۂ کبریا اور پر اثر دافع ظلمت اور دوائے تیز تر اگر کوئی اس کو چشم نابینا پر رکھے سو برس کی ظلمت اس کی دور کردے تو سب اندھون کی دارو کر اے قمر والے درخت میوہ دار اور پر ثمر تو اندھون کی دوا کر سوا حاسد کے تجھ سے جو از راہ حسد کے منکر ہوا ہے تو حاسدون کو کر اگرچہ میں بھی ہون جان مت دے تا جان اُن کی ایسی ہی میں لون جو کوئی حسود آفتاب ہووے وہ اندھا نور آفتاب سے ہووے یعنی سب اغفالوں میں حسد بدتر ہے جو نبی اللہ سے حاسد ہوا وہ اندھا ہے یہاں اور وہاں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ -

اینت درد بے دوا کورست آه
نفی خورشید ازلی بست او
باز آن باشد که آید نزد شاه

اینت افتاده ابد در قعر چاه
کے برآید این مراد او بگو
باز کورست آنکه او گم کرده راه

اندھاپن تیرا ہے درد بے دوا
نفی خورشید ازلی چاہے جو وہ
باز ہے وہ جو کہ آئے نزد شاہ

چاہ میں ڈوبا ہے تو جس سے صدا
کب مراد اسکی برآئے یہ کہو
باز وہ اندھا ہے بھولے جو کہ راہ

گرفتار شدن باز میان چغدان باویرانه

گرفتار ہونا باز کا درمیان الوؤں کے ویرانہ میں

باز در ویرانه بر چغدان فتاد
او همه نوراست از نور ضیا
خاک در چشمش زده از راه برد
بر سرش چغدانش بر سر می زنند
ولوله افتاد در چغدان که ها
چون سگان کوی بر خشم و مهیب
باز گوید من چه در خوردم به چغد
من نخواهم بود اینجا می روم
خویشتن بکشیده اے چغدان که من
این خراب آباد در چشم شماست
چغد گفته باز حیلت می کند
خانهائے ما بگیرد او به مکر

راه را گم کرد در ویران فتاد
لیک کورش کرد سرهنگ قضا
در میان چغد و ویرانش سپرد
پر و بال نازنینش می کنند
باز آمد تا بگیرد جاے ما
اندر افتادند در دلق غریب
صد چنین ویران رها کردم به چغد
سوئے شاهنشاه راجع می شوم
نے بمقیمم میروم سوئے وطن
ورنه ما را ساعد شه باز جاست
تا ز خان و مان شمارا بر کند
بر کند ما را بسالوسی ز وکر

باز آکر الوؤں میں اک پھنسا
جلوہ وہ نور ضیا سے نور ہے
خاک ڈال آنکھوں میں گمرہ کر دیا
پر سر اسکے ایسے الو سر چڑھے
الوؤں میں شور و غل اک پڑ گیا
جیسے کتے کٹکھنے غصہ میں آ
باز بولا الوؤں سے تنگ ہوں
میں نہیں رہتا یہاں جاتا ہوں میں
مت مروائے الو جاتا ہوں میں
یہ خراب آباد تم ہو دیکھتے
بولے الو حیلہ کرتے باز ہے
گھر ہمارا مکر سے وہ چھین لے

راہ بھولا اور بیابان میں پڑا
پر کیا حکم قضا نے کور اسے
الوؤں کے ساتھ ویرانہ دیا
نوچنے سب بال و پر اسکے لگے
کہ ہماری باز اب لیتا ہے جا
پھاڑتے گدڑی مسافر کی ہیں جا
ایسے سو ویرانے انکو چھوڑ دوں
عزم شاہنشاہ اب کرتا ہوں میں
بس وطن کو اور نہیں رہتا ہوں میں
ورنہ دست شاہ میری جاے ہے
تا ہمارا خان و مان برباد دے
اور گھر سے وہ ہمیں بے گھر کرے

سلہ اندھاپن الخ ۱۲ شعر تیرا اندھاپن ایک درد لا دوا ہے کہ جس سے تو چاہ ذلت میں ڈوبا سدا ہے نفی جو خورشید ازل کی وہ چاہے اس کی کب مراد برائے اور کہو وہ شخص باز ہے کہ نزدیک بادشاہ کے آئے اور وہ باز اندھا ہے کہ جو راستہ بھولے یعنی جو مطیع پیغمبر علیہ السلام ہے وہ باز ہے اور منکر اس کا اندھا ہے چنانچہ اس باز کا قصہ آگے مثال میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ باز آکر الخ ۱۲ شعر ایک باز آکر الوؤں میں پھنسا اور راہ بھول بیابان میں پڑا نور و ضیا سے وہ بالکل نور و ضیا تھا لیکن حکم قضا نے اندھا سے کیا آنکھوں میں اس کی خاک ڈال کر گمراہ کر دیا اور الوؤں کے ساتھ ویرانہ دیا اس کے الو ایسے سر پر چڑھے کہ سب بال و پر اس کے نوچنے لگے الوؤں میں ایک شور و غل پڑ گیا کہ ہماری جا اب باز لیتا ہے آگے مثال ہے جیسے کتے غصے میں آکر گدڑی مسافر کی پھاڑتے ہیں۔ باز نے کہا کہ میں الوؤں سے تنگ ہوں ایسے سو ویرانے ان کو چھوڑ دوں میں یہاں نہیں رہنا چاہتا ہوں طرف شاہنشاہ کے میں رجوع کرتا ہوں مت مروائے الو میں جاتا ہوں سوئے وطن اور نہیں رہتا ہوں یہ خراب آباد تم بہتر جانتے ہو ورنہ دست شاہ میری جگہ ہے یعنی مولانا اشارہ کرتے ہیں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ کفار عرب سے حضور کا یہی معاملہ تھا جو بیان فرماتے ہیں ۱۲ سلہ بولے الو الخ ۱۲ شعر الوؤں نے کہا کہ باز حیلہ کرتا ہے تا ہمارا خانمان برباد کر دے اور مکر کر کے گھر چھین لے اور ہمیں گھر سے بے گھر کرے واللہ کل حریصوں سے یہ بدتر ہے چھاج کے مانند حرص سے مٹی کھاتا ہے ریچھ کوا ہے یار تو دنبہ مت دے شاہ دوست شاہ مجھ کو کہتا ہے تاکہ ہم غریبوں کو گمراہ کرے کب ایک مرغ حقیر جنس شاہ کا ہو عقل اگر تھوڑی بھی ہو تو مت سنو اگر وہ جنس شاہ یا جنس وزرا سے ہے تو لائق لوزینہ کے وہ لہسن کب ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

میناید سیری این حیلت پرست
واللہ از جملہ حریصان بتر ست

از خورد از حرص طین راہمچو بس
دنبہ بسپارید اے یاران بخس

لاف از شہ میزند وز دست شاہ
تا برد او ما سلیمان راز راہ

خود چہ جنس شاہ باشد مرغکے
مشنوش گر عقل داری اندکے

جنس شاہ است او ویا جنس وزیر
ہیچ باشد لائق لوزینہ سیر

انچہ می گوید ز مکر و فعل و فن
ہست سلطان با حشم جویاے من

اینت مالیخولیائے ناپذیر
اینت لاف خام و دام گول گیر

ہر کہ این باور کند او ابلہی است
مرغک لاغر چہ درخورد شہی ست

کمترین چغد ار زند بر مغز او
مر ورا یاری گرے از شاہ کو

گفت باز ار یک پر من بشکند
بیخ چغدستان شہنشہ بر کند

چغد خود چہ بود اگر بازے مرا
دل برنجاند کند با من جفا

شہ کند تودہ بہر شیب و فراز
صد ہزاران خرمن از سرہاے باز

پاسبان من عنایات ویست
ہر کجا کہ من روم شہ در پیست

در دل سلطان خیال من مقیم
بے خیال من دل سلطان سقیم

چون بہ پراند مرا شہ در روش
می پرم بر اوج دل چون تو پرش

ہمچو ماہ آفتابے می پرم
پردہ ہاے آسمانہا می درم

روشنی عقلہا از فکرتم
انفطار آسمان از فطرتم

بازم و در من شود حیران ہما
چغد کہ بود تا بداند سرّ ما

بس غنا ہم کو بتائے حیلہ گر
کل حریصوں سے ہے واللہ وہ بتر

مثل چھاج اب کھائے مٹی حرص سے
ریچھ کو اے یار دنبہ تو نہ دے

جھوٹ کہتا شاہ و دست شاہ سے
ہم غریبوں کو وہ تا گمرہ کرے

کب حقیر اک مرغ جنس شاہ ہو
عقل تھوڑی سی بھی ہو تو مت سنو

جنس شہ یا جنس وزرا سے ہو وہ
لائق لوزینہ کب ہیں وہ ہو

کہتا ہے جو کچھ کہ حیلہ مکر سے
بادشہ وہ ڈھونڈھتا ہے یوں مجھے

ہے یہ مالیخولیا سے ناپسند
ہے یہ دعوی احمقوں کو دام و بند

جو یقین اس پر کرے احمق ہو وہ
لائق شہ کب حقیر اک مرغ ہو

مارے الو تا کہ اسکے مغز پے
شاہ اسکی کب مددگاری کرے

باز بولا میرا پر توڑے ذرا
الوون کی جڑ اکھیڑے شہ مرا

کیا ہے الو باز اگر چاہے مرا
دل دکھانا یا کرے مجھ پر جفا

ڈھیر کر دے شاہ ہر اک جائے پے
سیکڑوں خرمن سروں سے باز کے

پاسبان میری عنایت اسکی ہے
جاؤں جس جا میں وہ شہ ہمرہ ہے

شاہ کے دل میں مرا ہر دم خیال
بے خیال اب میرے شہ کو ہی ملال

گر اڑائے مجکو شاہ ذوفنون
اوج دل پر مثل پرتو کے اڑون

چاند سورج کی طرح اڑتا ہوں میں
آسمان کا پھاڑتا پردہ ہوں میں

عقل نورانی ہے میری فکر سے
آسمان پھٹتا ہے فطرت سے مری

باز ہوں مجھ پہ ہما حیران ہے
بھید کیا الو بچارا پا سکے

۱؎ کہتا ہے الخ ۵ شعر جو کچھ وہ حیلہ اور مکر سے کہتا ہے بادشاہت وہ ہم پر ڈھونڈتا ہے مالیخولیا ہے ناپسند یہ دعوی احمقوں کو قید و دام ہے جو اُس پر یقین کرے وہ احمق ہے لائق شاہ کے کب حقیر ایک مرغ ہوتا ہے ادنی الو اسکے مغز پر مارے تو شاہ مددگاری کب اسکی کرے باز نے کہا کہ میرا پر توڑے تو بادشاہ الوؤں کی جڑ اکھیڑے باقی حال اُس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۲؎ کیا ہے الو الخ ۷ شعر الو کیا ہے اگر باز چاہے دل میرا دکھایا کرے مجھ پر جفا بادشاہ ہر ایک جا ڈھیر کر دے بازوں کے سروں سے سیکڑوں خرمن اسکی عنایت میری پاسبان ہے میں جس جا جاؤں وہ شاہ میرے ہمراہ ہے شاہ کے دل میرا ہر دم خیال ہے بغیر خیال میرے شاہ کو ملال ہو اگر مجھکو بادشاہ اڑادے اوج دل پر میں مثل پرتو اسکے اڑوں مثل مہر و ماہ کے اڑتا ہوں اور آسمان کا پردہ پھاڑتا ہوں میری فکر سے عقل نورانی ہے و آسمان پھٹتا ہے میری فطرت سے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۳؎ باز ہوں الخ ۸ شعر باز ہوں اور ہما مجھ پر حیران ہے الو بے چارہ میرا بھید کیا پا سکے میرے بادشاہ نے زندان کو یاد کیا اور سیکڑوں قیدی آزاد کئے مجھکو جو تمھارا الوؤں کا کیا الوؤں کو میرے دم سے باز کیا یعنی بادشاہ نے میری خاطر سے قیدیان دنیا کو آزاد کیا اور الوؤں کو میری صحبت سے باز بنادیا یعنی گنہگاران امت کو بخشا اور لاکھوں کو درجہ ولایت کا عنایت کیا بطفیل حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اے بہت اچھا الو ہے جو کہ میرے پرواز سے بھید پایا یہ خوش نصیبی تیری کا ہے تم مجھ سے مل جاؤ کہ تا باز ہو اگرچہ الو ہو و لیکن شہباز ہو آئے حقائق ہیں ایسے بادشاہ کا جو کوئی حبیب ہووے یعنی جو خدا کا حبیب ہے وہ ہر جا کب غریب ہو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

شہ برائے من ز زندان یاد کرد
صد ہزاران بستہ را آزاد کرد

یک دمم با چغدہا دمساز کرد
از دم من چغدہا را باز کرد

اے خنک چغدی کہ در پرواز من
فہم کرد از نیک بختی راز من

در من آویزید تا بازان شوید
گرچہ چغد آیید شہبازان شوید

آنکہ باشد با چنان شاہ حبیب
ہر کجا افتد چرا باشد غریب

ہر کہ باشد شاہ دردش را دوا
گر چو نی نالد نباشد بینوا

مالک ملکم نیم من طبل خوار
طبل بازم میزند شہ از کنار

طبل باز من ندائے ارجعی
حق گواہ من برغم مدعی

من نیم جنس شہنشہ دور ازو
لیک دارم در تجلی نور ازو

نیست جنسیت ز روی شکل و ذات
آب جنس خاک آمد در نبات

با جنس آتش آمد در قوام
طبع را جنس آمدست آخر مدام

جنس ما چون نیست جنس شاہ ما
مائے ما شد بہر مائے او فنا

چون فنا شد مائے ما او ماند فرد
پیش پائے اسپ او گردم چو گرد

خاک شد جان و نشانیہائے او
ہست بر خاکش نشان پائے او

خاک پایش شو ز بہر این نشان
تا شوی تاج سر گردن کشان

تا کہ نفریبد شما را شکل من
نقل من نوشید پیش از نقل من

اے بسا کس را کہ صورت راہ زد
قصد صورت کرد و بر اللہ زد

آخر این جان با بدن پیوستہ است
ہیچ این جان با بدن بائستہ است

یاد زندان شہ نے کی میرے لئے
سیکڑون آزاد قیدی کردیئے

تجھکو دمساز الوون کا جو کیا
باز دم سے میرے الو کو کیا

اے خوشا الو میری پرواز سے
بھید پایا خوش نصیبی تیری ہے

مجھ سے مل جاؤ کہ تا تم باز ہو
گرچہ الو ہو مگر شہ باز ہو

ایسے شہ کا جو کوئی ہووے حبیب
جس جگہ جائے تو کیون ہووے غریب

جس کسی کے درد کی شہ ہو دوا
مثل نے گر چیخے کب ہو بینوا

ملک کا مالک ہون کیا لالچ مجھے
طبل باز اک ہون بجاتا شاہ ہے

طبل باز اپنی ندائے ارجعی
حق مرا شاہد خلاف مدعی

مین نہ جنس شہ ہون اس سے دور ہون
نور اس سے پر تجلی مین رکھون

جنسیت رکھتے نہین ہے شکل و ذات
جنس آب و خاک رکھے با نبات

جنس باد آتش کی رکھتی ہے قوام
طبع مین جنس آتی ہے آخر مدام

جنس میری جو نہین ہے جنس شاہ
ہے خودی میری خودی اسکی مین لا

جو خودی میری گئی اسکی رہی
خاک پائے اسپ ہون اسکی اخی

خاک ہوئی جان اور نشانی یہ رکھے
خاک پر اس کا نشان پا بنے

خاک پا ہو اس نشان کیواسطے
تاج سر گردن کشون کا تو بنے

تا فریب اب دے نہ تمکو میری شکل
نقل دم کھاؤ کردن جبتک مین نقل

خلق کو صورت نے بس دھوکا دیا
حق کو مارا قصد صورت جو کیا

جان آخر کو بدن سے ہے ملی
جان کب تن کی ہے مانند اے اخی

لہ جس کسی کے الخ۔ شعر جس کسی کے درد کی دوا ہووے مین ملک کا مالک ہون۔ مجھے حرص نہین ہے طبل باز ہون شاہ بجاتا ہے یعنی جو آواز کہ مجھ سے نکلتی ہے وہ بادشاہ کی ہے مین طبل باز ہون اور ندا ہے ارجعی الی ربک یعنی رجوع کر طرف رب اپنے کے حق میرا گواہ ہے برخلاف مدعی کے مین جنس شاہ نہین ہون اس سے دور ہون لیکن تجلی مین اس نور سے دیکھتا ہون صورت وذات جنسیت نہین رکھتی ہے مگر آب و خاک نبات کی جنسیت رکھتے ہین آتش کی جنس قوام مین یاد آتی ہے بر میری جنس نہین ہے جنس شاہ کی ہے میری خودی اس کی خودی مین فنا ہے باقی حال اس کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سے جو خودی الخ۔ شعر جب خودی میری گئی اور اس کی رہی تو خاک پائے اس کا ہوؤن مین یعنے صورت قائم اس کا ہوں جان خاک ہوئی اور یہ نشانی چھوڑ گئی کہ خاک پر نشان اس کا ہے پس خاک پا ہو اُس نشان کے واسطے کہ تا گردن کشون کا سر تاج سر بنے تا فریب نہ دے تم کو میری شکل نقل دم کھاؤ جب تک کہ مین یہان سے نقل کرون یعنی جب مین اس مین فنا ہون تو میری صورت ظاہری تم کو دھوکا نہ دے گی کہ میری دید عین اس کی دید ہے کیونکہ خلق کو صورت نے دھوکا دیا ہے جب کہ قصد صورت کا کیا تو حق کو مارا آخر کو جان بدن سے ملی ہے تن کے مانند کب جان ہے یعنی جس نے مجھے بشر جان کر قصد کیا جو کہ صورت میری فنا ہے ذات ہے پس اس نے حق کو مارا چنانچہ اس کی مثال آگے ہے فافہم ۱۲۔

تاب نور چشم با پیہ است جفت	نور دل در قطرۂ خونے نہفت	نور آنکھون کا ہے چربی مین ملا	نور دل اک قطرۂ خون مین چھپا
شادی اندر گردۂ و غم در جگر	عقل چون شمعے درون مغز سر	شادی گردہ مین جگر مین غم رہے	مغز سر مین عقل جون شمع جلے
رائحہ در انف و منطق در لسان	لہو در نفس و شجاعت در جنان	ناک مین خوشبو زبان مین نطق ہی	نفس مین کھیل اور شجاعت دل رکھے
این تعلقہا نہ بیکیف است و چون	عقلہا در دانش چونے زبون	یہ تعلق رکھتے بیچون و کیف ہین	عقل بس عاجز ہے اس ادراک مین
جان کل با جان جز آسیب کرد	عقل از وی دری ستد در جیب کرد	جان کل جو جان جز سے مل گئی	عقل نے گوہر لیا اس سے اچھی
آن مسیحے نے کہ بر خشک و تر است	آن مسیحے کز مساحت برتر است	اس مسیحا نے جو خشک و تر پہ ہے	وہ مسیحا جو مساحت نے رکھے
پس ز جان جان چو حامل گشت جان	از چنین جانے شود حامل جہان	جان جان سے حاملہ جو ہووے جان	ایسی جان سے حاملہ ہووے جہان
پس جہان زاید جہانے دیگرے	این حشر را وا نماید محشرے	ہو جہان سے دوسرا پیدا جہان	یہ حشر اس پر کرے محشر عیان
تا قیامت گر بگویم بشمرم	من ز شرح این قیامت قاصرم	گر قیامت تک کہون اور مین گنون	اس قیامت کا بیان کب کر سکون
این سخنہا خود بمعنی یا ربیست	حرفہا دام دم شیرین لبیست	یہ سخن معنی مین خود فریاد ہے	حرف ہے دام دم شیرین لبے
چون کند تقصیر پس چون تن زند	چونکہ لبیکش ز یارب می رسد	کب کرے تقصیر اور کب رہ سکے	جو سنے لبیک وہ فریاد ہے
ہست لبیکے کہ نتوانی شنید	لیک سر تا پاے توانی چشید	ہے یہ وہ لبیک نہ سن سکتے ہین	سر سے پاؤن تک ولیکن چکھ سکین
ایک مثال آوردمت تا پے بری	وز چنین لبیک پنہان برخوری	ایک مثال کہتا ہون تا پاے تو پا	ایسی تو لبیک سے پائے مزا

کلوخ انداختن آن تشنہ از سر دیوار در جوے آب
ڈھیلا پھینکنا اس پیاسے کا دیوار سے آب نہر مین

بر لب جو بود دیوار بلند	بر سر دیوار تشنہ دردمند	نہر پر تھی ایک دیوار بلند	اسکے سر پر ایک تشنہ دردمند
تشنۂ مستسقی زار و نزار	عاشق مست غریبے بیقرار	ایک مستسقی پیاسا اور زار	مست عاشق تھا غریب اور بیقرار

اے نور آنکھون کا چربی مین ملا ہے اور نور دل کا خون مین چھپا ہے شادی گردے مین اور جگر مین غم رہتا ہے مغز سر مین اور عقل مانند شمع کے جلتی ہے ناک مین خوشبو زبان مین گویائی رہتی ہے نفس مین کھیل اور دل مین شجاعت رہتی ہے یہ تعلق چون وکیف رکھتی ہے عقل اس کے ادراک مین عاجز ہے جب جان کل جان جز سے مل گئی عقل نے اس سے گوہر پایا مریم کی مثال جان اس گوہر سے حاملہ ہوئی ساتھ مسیح خوش خصال کے نہ مسیح وہ کہ خشک و تر پر ہے بلکہ وہ مسیح جو مساحت نہین رکھتا ہے یعنی جان نور محمدی سے حاملہ ہووے جبکہ جان حاملہ ہووے جان جان سے پھر ایسی جان سے جہان حاملہ ہووے جہان سے دوسرا جہان پیدا ہووے یہ حشر اس پر محشر ظاہر کرے اگر قیامت تک مین کہون اور گنون اس قیامت کا بیان مین کب کر سکون یعنی اس فنا اور بقا کا حال قیامت تک باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲؎ یہ سخن الخ یہ شعر یہ سخن معنی مین خود ایک فریاد ہے اور حرف لب شیرین کے دام مین کب قصور کرے اور رہ سکے جب کہ لبیک وہ فریاد سے سنے یہ وہ لبیک ہے کہ سن نہین سکتے ہین بالکل ولیکن مزا اس کا پا سکتے ہین مین ایک مثال اس کی کہتا ہون تا پتا تو پائے لبیک سے اور مزا تو پائے یعنی آواز لبیک یار کی کہ سنائی نہین دیتی ہے ولیکن مزا اس کا پا سکتے ہین پس وہ آواز یا صدائے اتحاد ہے کہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲ ۳؎ نہر پر الخ یہ شعر ایک دیوار بلند نہر پر تھی اور ایک تشنہ مستسقی اور زار و مست عاشق و غریب و بے قرار تھا دیوار اس کی مانع آب سے تھی اور اس کی جان مانند ماہی کے تشنہ آب تھی جو کہ دیوار پردہ آب ہوئی اس کی فریاد آسمانوں پر گئی ناگہان ایک اینٹ آب مین پھینکی آواز پانی کی اس کو آئی مانند خطاب کے جیسے خطاب یار شیرین جواب کا ہوتا ہے پس اس آواز نے مانند شراب کے مست کر دیا واضح ہو کہ یہان سے مراد معنی اور آواز سے مراد نور ہے غیب ایک آواز ہے کہ عارف کو ہنگام ریاضت کے وہ حد ظاہر سے معنی کو لے جاتی ہے چنانچہ آگے اس کا بیان ہے فافہم ۱۲ ۔

مانعش از آب آن دیوار بود — از پے آب او چو ماہی زار بود
شد حجاب آب آن دیوار او — بر فلک می شد فغان زار او
ناگہان انداخت او خشتے در آب — بانگ آب آمد بگوشش چون خطاب
چون خطاب یار شیرین و لذیذ — مست کرد آن بانگ آبش چون نبیذ
از سماع بانگ آب آن ممتحن — گشت خشت انداز زانجا خست کن
آب میزد بانگ یعنی ہی ترا — فائدہ چہ زین زدن خشتے مرا
تشنہ گفت آیا مرا دو فائدہ ست — من ازین صنعت ندارم ہیچ دست
فائدہ اول سماع بانگ آب — کو بود مر تشنگان را چون جواب
بانگ او چون بانگ اسرافیل شد — مردہ را زین زندگی تحویل شد
یا چو بانگ رعد ایام بہار — باغ می یابد ازو چندین نگار
یا چو بر درویش ہنگام زکات — یا چو بر محبوس پیغام نجات
چون دم رحمٰن بود کان از یمن — می رسد سوے محمدؐ بے دہن
یا چو بوے احمد مرسل بود — کان بعاصی در شفاعت میرسد
یا چو بوے یوسفؑ خوب لطیف — میزند بر جان یعقوب نحیف
یا نسیم روضۂ دار السلام — سوے عاصی میرسد بے انتقام
یا سوے مس سیہ از کیمیا — میرسد پیغام کاے ابلہ بیا
یا ز لیلیٰ بشنود مجنون کلام — یا فرستد ویس رامی را پیام
فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کزین — بر کنم آیم سوے ماء معین

اسکی مانع آب سے دیوار تھی — مثل ماہی جان تھی تشنہ آب کی
جو ہوئی دیوار پردہ آب کی — اسکی فریاد آسمانوں پر گئی
ناگہان اک اینٹ پھینکی اندر آب — بانگ آب اک آئی اسکو جون خطاب
جون خطاب یار کہ شیرین جواب — کر دیا مست اُس صدا نے جون شراب
پس صدائے آب سنکر وہ جوان — پھینکتا تھا اینٹ پانی مین وہان
آب کہتا تھا کہ افسوس اب تجھے — فائدہ کیا اینٹ جو ماری نے مجھے
بولا تشنہ مجکو ہین دو فائدے — اور نہ اس صنعت سے ہے قدرت مجھے
فائدہ اول ہے سننا بانگ آب — کہ پیاسوں کو وہ ہوتے جون جواب
بانگ اسکی بانگ اسرافیل ہے — زندگی مردون کی جو اس سے ملے
یا صدائے رعد کے مانند ہے — جو کہ گلشن کو تر و تازہ کرے
یا گدا کو ہے ندا وقت زکات — یا ہے قیدی کو وہ پیغام نجات
یا دم رحمٰن یمن کے ملک سے — بے دہن سوئے محمدؐ آئے ہے
یا مثال بوئے احمدؐ کی وہ ہے — عاصیونکو جو شفاعت مین ملے
یا مثال بوے یوسفؑ ہے صدا — کہ کرے یعقوب کی جان کی دوا
یا نسیم روضۂ رضوان ہے — عاصیون کو بے سزا کے جو ملے
یا ہے تانبے کے لئے وہ کیمیا — کہ بلاتی ہے وہ نادان کو کہ آ
یا کہ لیلے سے سنے مجنون کلام — یا کہ بھیجے ویس رامی کو پیام
فائدہ ثانی کہ ہر اک اینٹ کو — کھودوں تا ملے معین سے قرب ہو

لے پس صدائے آب الخ ۵ شعر پس صداے آب کی سن کر وہ جوان اینٹ پانی مین پھینکتا تھا آب کہتا تھا افسوس اس سے تجھے کیا فائدہ جو تو اینٹ مارتا ہے مجھے تشنہ نے جواب دیا کہ مجھے دو فائدے ہین اور اس صنعت سے مجھے قدرت نہیں ہے اول یہ فائدہ کہ مین آواز پانی کی سنتا ہون کہ دوستوں کے جواب کے مانند جواب ہوے بانگ اسکی بانگ اسرافیل ہے کہ مردون کو اس سے زندگی ملتی ہے باقی مثالین آگے ہین فافہم ۱۲ ۔ لے یا صدائے الخ ۸ شعر یا مانند صداے رعد کے ہے جو کہ گلشن کو تر و تازہ رکھے یا گدا کو وقت خیرات کے ندا ہے یا قیدی کو وہ پیغام رہائی ہے یا یمن کے ملک سے دم رحمٰن ہے کہ بغیر دہن کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آتی ہے کہ جو عاصیونکو شفاعت مین ملی یا مثال بوے یوسف کے وہ صدا ہے کہ یعقوب کی جان کی دوا کرے یا نسیم باغ بہشت ہے کہ عاصیون کو بغیر سزا کے ملے یا تانبے کے لئے وہ کیمیا ہے کہ بلاتی ہے وہ نادان کو کہ آ و یا مجنون نے لیلی سے کلام سنا ہے یا کہ ویس نے رامی کو پیام بھیجا ہے یعنی اس صدائے الحذر سے عارف تشنہ کو ایسی تسکین ہے جیسے ان آوازوں مذکور سے سامع کو تسکین ہوتی ہے دوسرے فائدہ کا بیان آگے ہے فافہم ۱۲ ۔ لے فائدہ ثانی الخ ۵ شعر دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہر ایک اینٹ کو کھودوں تا ماء معین سے قریب ہو دیوار بلند سے اینٹ کا گھٹنا نیچا کر دے جس قدر مین اسے کھودون کمی دیوار کی قربیت رکھتی ہے اور فصلی اس کے وصل کے باعث سے ہوئی ہے تو اینٹ گھٹنے کو سجدہ جان لے کیونکہ واسجد واقترب سے قربت حاصل ہوتی ہے یعنی سجدہ کرو قریب تر ہو کیونکہ دیوار سر بلند جھکنے کو مانع رہتی ہے یعنی یہ دیوار وجود جب تک پائندہ گھٹے گی معنی حاصل نہ ہوگا گویا سجدہ کرنا پیش حق دیوار کا گھٹنا ہے کیونکہ سجدہ سے سربلندی ٹوٹتی ہے غرض کہ اس سے نفی وجود ہے ۔ آگے اس کا بیان ہے فافہم ۱۲ ۔

زنکی خشت دیوار بلند
پستی دیوار قربے می شود
سجدہ آمد کندن خشت لزب
تا کزاین دیوار عالی گردن است
سجدہ نتوان کرد بر آب حیات
بر سر دیوار ہر کو تشنہ تر
ہر کہ عاشق تر بود بر بانگ آب
او ز بانگ آب پر مے تا عنق
اے خنک آنرا کہ او ایام پیش
اندر ان ایام کش قدرت بود
وان جوانی مثل باغ سبز و تر
چشمہاے قوت و شہوت روان
خانہ معمور و سقفش بس بلند
نور چشم و قوت ابدان بجا
ہین غنیمت دان جوانی اے پسر
پیش از ان کایام پیری در رسد
خاک شورہ گردد و ریزان و سست
آب زور و آب شہوت منقطع

پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند
فضل او در مان وصلے می شود
موجب قربے کہ واسجد واقترب
مانع این سر فرود آوردن است
تا نیابی زین تن خاکی نجات
زود تر بر می کند خشت و مدر
او کلوخ زفت تر کند از حجاب
بشنود بیگانہ خر بانگ بلق
مغتنم دارد گزارد وام خویش
صحت و زور دل و قوت بود
میرساند بید ریغے بار و بر
سبز میگردد زمین تن بدان
معتدل ارکان و بے تخلیط و بند
قصر محکم خانہ روشن پر صفا
سر فرود آور و بکن خشت و مدر
گردنت بندد بحبل من مسد
ہرگز از شورہ نبات خوش نہ رست
او ز خویش و دیگران نا منتفع

اینٹ کا گھٹنا بلند دیوار سے
قربت رکھے کمی دیوار کی
اینٹ کے گھٹنے کو سجدہ جان لے
جب تلک کہ اونچی یہ دیوار ہے
آب حیوان پر نہ سجدہ کر سکے
جو بہت تشنہ ہے اس دیوار سے
جو ہے عاشق تر صداے آب کا
وہ ہے بانگ آب سے پر مے بحلق
وہ بہت اچھا کہ زیادہ عمر ہے
اُن دنون مین اسکو بس قدرت بھی ہو
وہ جوانی مثل باغ سبز و تر
قوت و شہوت کے ہون چشمے روان
خانہ آباد اور چھت ہووے بلند
نور چشم اور قوت تن ہو بجا
ہان جوانی کو غنیمت جان لے
اس سے پہلے اب بوڑھا ہو بہ جد
خاک ہووے شور و کمزور اور جھڑے
زور و شہوت کا ہو پانی منقطع

نیچا کر دے جسقدر کھودون اسے
فضل اُسکے وصل کے باعث ہوئی
کیونکہ واسجد واقترب ہے قرب ہے
سر جھکانے کے لیئے مانع رہے
جب تلک اس خاک تن سے نہ چھٹے
اینٹ کھودے جلد اس دیوار سے
ڈھیلا پھینکے وہ بڑا دیوار کا
کب سنے بیگانہ خر بانگ نرم
اور تلافی کرتا ہے مافات تک
صحت و زور دل و قوت بھی ہو
بے تامل اُگین آئین بار و بر
اور زمین تن ہو سبز اس سے عیان
اعتدال اعضا درست ہون سارے بند
گھر ہو محکم اور روشن اور صفا
سر جھکا کھود اینٹ اس دیوار سے
اور بندھے گردن بحبل من مسد
کب زمین شور مین سبزہ اُگے
خویش و بیگانہ سے نے ہو کچھ نفع

لے آب حیوان الخ ۵ شعر۔ آب حیوان پر کب سجدہ کر سکے جبتک اس خاک تن سے نجات نہ پائے جو بہت تشنہ ہے وہ اس دیوار سے جلد اینٹ کھودتا ہے اور جو صداے آب پر عاشق ہے وہ بڑے ڈھیلے پھینکے دیوار سے وہ بانگ آب سے گردن تک غرق ہے اور بیگانہ بحر۔ آواز نرم کے کب سنتا ہے وہ شخص بہت اچھا ہے کہ عمر زیادہ ہووے اور تلافی مافات کی کرے اور اُن دنوں مین اسکو قدرت بھی ہووے صحت اور زور دل قوت بھی ہووے وہ جوانی مثل باغ سبز و تر کے ہے بے تامل اس مین ثمر آئین یعنی ریاضت و مجاہدہ جوانی جلد ثمر لاتا ہے اور جب کہ پیر فانی ہوا اسوقت کیا فائدہ ہے باقی حال اسکا آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ ۵۲ قوت و شہوت الخ ۸ شعر چشمے قوت و شہوت کے روان ہووین اور زمین تن اس سے سبز عیان ہووے خانہ آباد اور چھت بلند ہووے اعتدال اعضا اور درست سب بند ہووین نور چشم اور قوت بدن کی بجا ہووے گھر محکم و روشن و صفا ہووے ہان نوجوانی کو غنیمت جان لے سر جھکا اور اینٹ کھود اس دیوار سے اس سے پہلے کہ بوڑھا النعم ہووے اور گردن بندھے رسی کھجور سے خاک شور ہووے اور کمزور ہو کر جھڑے کب زمین شور مین سبزہ اُگے باقی حال ۵۳ پیری کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۵۳ زور و شہوت کا الخ ۱۱ شعر پانی زور و شہوت کا منقطع ہووے خویش و بیگانہ سے نہ کچھ نفع ہووے مثل دیکھی کے بھوین لٹک جائین اور آنکھون مین ڈھلکے سے دھندلاپن ہو جہریان منہ پر مانند سوسمار کے پڑین نطق کھانا و دانت کام مین نہ آوین پیچھو ٹیڑھی دل سست اور بدن لاغر ہووے اور دست و پا ضعیفی سے مثل رسی کے ہووین زاد راہ کم اور سواری سست ہووے خانہ ویران اور کام بے سامان ہو اور دل نخان سے مثل نے کے نالان ہو عمر گزری اور سعی باطل ہوئی اور راہ دور نفس شکستہ در دل سیاہ و جان ناصبور ہوئی خوف سے مرگ کے بال سفید ہو گئے اور اعضا مثل برگ کے کانپتے ہین سواری کا گدہا لنگڑا اور دن گزرا اور منزل دور ہے کار گہ ویران اور عمل قصور رکھتے ہین جز حق جوئی کی حکم کوئی طاقت اسکے کھودنے کی نہ رہی مثل اس خوش کلام کے کہ دلمین سخت تھا وہ راہ مین درخت کانٹے کا بوتا تھا یعنی پیری مین جب یہ حال ہوا اور جوانی گزر گئی تو کب ریاضت و مجاہدہ ہو سکتا ہے پس طالب کو چاہیئے کہ جو کچھ کرے جوانی مین کرے اور پیری مین کوشش کرنا ایسے ہے جیسے راہ مین کانٹے کا درخت بونا ہے چنانچہ آگے اسکا قصہ فرماتے ہین فافہم ۱۲

بر دوان چون پاردم زیر آمده
چشم را نم آمده تاری شده

از تشنج رو چو پشت سوسمار
رفته نطق و طعم و دندان ہا ز کار

پشت دوتا گشتہ دل سست و طپان
تن ضعیف و سست پا چون ریسمان

بر سر رہ زاد کم مرکوب سست
غم قوی و دل تنگ تن نادرست

خانہ ویران کار بے سامان شدہ
دل ز افغان ہمچو نی انبان شدہ

عمر ضائع سعی باطل راہ دور
نفس کاہل دل سیہ جان ناصبور

موئے بر سر ہمچو بر فاز بیم مرگ
جملہ اعضا لرزلرزان ہمچو برگ

روز بیگہ لاشہ لنگ و رہ دراز
کارگہ ویران عمل رفتہ ز ساز

بیخ ہائے خوے بد محکم شدہ
قوت برکندن آن کم شدہ

ہمچو آن شخصے درشت خوش سخن
درمیان رہ نشاندہ خاربن

مثل دمچی کے لٹک جائیں بھوین
اور آنکھیں بھی دھندلی سے رہین

جھریاں منہ پر پڑین جون سوسمار
نطق دکھا تا دانت نیچے آوین بکار

پیٹھ ٹیڑھی سست دل لاغر بدن
دست و پا ہوں ضعف سے مثل رسن

زادرہ کم اور سواری ہووے سست
غم قوی دل تنگ و تن ہو نادرست

خانہ ویران کام بے سامان ہوا
دل فغان سے مثل نے نالان ہوا

عمر گزری سعی باطل راہ دور
نفس سست و دل سیہ جان ناصبور

بال ڈر سے موت کے ہوں برف سے
کانپتے اعضا ہیں مثل برگ کے

گھوڑا لنگڑا دن گیا منزل ہے دور
کارگہ ویران عمل رکھیں قصور

بیخ بدخو کی محکم ہو گئی
طاقت اسکے کھودنے کی نے رہی

مثل اس خوشگو کے جو تھا دلمین سخت
راہ مین بوتا تھا کانٹوں کا درخت

حکایت

رہگذریانش ملامت گر شدند
پس بگفتندش بکن آنرا مکند

ہر دمے آن خاربن افزون شدے
پائے خلق از زخم او پرخون شدے

جامہ ہائے خلق بدریدی ز خار
پائے درویشان بخستی زار زار

چونکہ حاکم را خبر شد زین حدیث
یافت آگاہی ز فعل آن خبیث

چون بجد حاکم بدو گفت این بکن
گفت آرے برکنم روزیش من

مدتے فردا و فردا وعدہ داد
شد درخت خار او محکم نہاد

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ
پیش آور کار ما واپس مغژ

حکایت

راہ گیر[1] اسکو ملامت گر ہوے
کہ اُکھیڑ اور نے اُکھیڑے تھا اُسے

ہر گھڑی بڑھتا وہ کانٹوں کا درخت
پاؤن زخمی اس سے رکھتے نیکبخت

پھٹتے کپڑے کانٹوں سے مخلوق کے
پاؤں زخمی ہوتے تھے درویشوں کے

پہونچی[2] حاکم کو خبر اس بات کی
اُسکے فعل بد سے پائی آگہی

سخت حاکم نے کہا اسکو اُکھیڑ
بولا بہتر ایک دن کھودوں یہ پیڑ

ایک مدت کل کا جو وعدہ کیا
اور درخت از بسکہ محکم ہو گیا

بولا حاکم اس سے اے وعدہ خلاف
آگے آ پیچھے نہ ہٹ مت کر تو لاف

[1] راہ گیر الخ ۱۳ شعر راہ گیر اس کو ملامت کرنے والے ہونگے کہ اس کو اکھیڑ اور وہ نہیں اکھیڑتا ہے ہر گھڑی وہ کانٹوں کا درخت بڑھتا تھا اور نیکبختوں کے پاؤن اس سے زخمی ہوتے تھے کپڑے مخلوق کے کانٹوں سے پھٹتے تھے اور پاؤن زخمی درویشوں کے ہوتے تھے باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ —

[2] پہونچی الخ ۱۱ شعر حاکم کو خبر اس بات کی پہونچی اور آگاہی اس کی ذات سے ہوئی حاکم نے سخت ہوکر کہا کہ اسکو اکھیڑ کہا بہتر ہے ایک دن کھود دونگا اس درخت کو ایک مدت تک کل کا وعدہ کیا اور درخت از بس محکم ہوگیا حاکم نے اس سے کہا کہ اے وعدہ خلاف تو آگے بڑھ اور پیچھے مت ہٹ اور لاف مت مار کہا کہ اے چچا ایام مہلت کے بہت ہیں کہا تو جلدی کر اور مت باطل کر قرض ہمارے کو جو تو کہتا ہے کہ کل یہ تو جان لے کہ کل ڈالے تو وہ بھی کل رکھے وہ درخت اب ہر دم جوان ہوتا ہے اور کھودنے والا ہر وقت بوڑھا ہوتا ہے وہ درخت خار قوت میں بڑھے اور کھودنے والا ضعیفی سے گھٹے درخت خار ہر دم سبز و تر ہو اور کھودنے والا ہر دن خشک تر ہو وہ جوان ہوا اور تو بوڑھا ہو تو جلدی کر اور عمر کو نہ کھو پس وہ درخت خار تیری خوئے بد ہے بارہا پاؤن مین تجھے تو کوشش کر یعنی خوئے بد ایک درخت خار دار ہے کہ مخلوق کو اس سے تکلیف پہونچتی ہے پس تو اس درخت کو از راہ جہد و کوشش کے زمین طبع سے اکھاڑ کہ راستی حاصل ہو چنانچہ باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ —

گفت الایام یا عسم بیننا ۔ گفت عجل لاتماطل بیننا
تو کہ می گوئی کہ فردا این بدان ۔ کہ بہر روزے کہ می آید زمان
آن درختے بد جوان تر می شود ۔ وین کنندہ پیر و مضطر می شود
خاربن در قوت و برخاستن ۔ خارکن در سستی و در کاستن
خاربن ہر روز ہر دم سبز و تر ۔ خارکن ہر روز زار و خشک تر
او جوان تر می شود تو پیر تر ۔ زود باش و روزگار خود مبر
خاربن دان ہر یکے خوے بدت ۔ بارہا در پائے خار آخر زدت
بارہا از فعل بد نادم شدی ۔ بر سر راہ ندامت آمدی
گر ز خستہ گشتن دیگر کسان ۔ کہ ز خلق زشت تو ہست آن نشان
غافلے بارے ز زخم خود نہ ۔ تو عذاب خویش و ہم بیگانہ
یا تبر برگیر و مردانہ بزن ۔ تو علی وار این در خیبر بکن
ورنہ چون صدیقؓ و فاروقؓ ہین ۔ ہین طریق دیگران را برگزین
یا بگلبن وصل کن این خار را ۔ وصل کن با نار نور یار را
تا کہ نور او کشد نار ترا ۔ وصل او گلبن کند خار ترا
تو مثال دوزخی او مومن ست ۔ کشتن آتش بمومن ممکن ست
مصطفیٰؐ فرمود از گفت جحیم ۔ کہ بمومن لابہ گر گردد زبیم
گویدش بگذر ز من اے شاہ زود ۔ ہین کہ نورت سوز نارم را ربود

بولا الایام یا عد بیننا ۔ بولا عجل لاتماطل بیننا
تو جو کہتا ہے کل یہ جان لے ۔ جو کہ کل آوے تو وہ بھی کل رکھے
وہ شجر ہوتا ہے اب ہر دم جوان ۔ کھودنے والا ہوں بوڑھا ناتوان
وہ درخت خار قوت میں بڑھے ۔ کھودنے والا ضعیفی سے گھٹے
ہو درخت خار ہر دم سبز و تر ۔ کھودنے والا ہو ہر دم خشک تر
وہ جوان تر ہووے اور بوڑھا ہو تو ۔ کر تو جلدی اور نہ کھو تو عمر کو
ہے درخت خار تیرے خوے بد ۔ بارہا پا میں چبھے کر تو جہد
فعل بد سے بارہا نادم ہوا ۔ اور ندامت تو نے کھینچی بارہا
دوسروں کے زخم ہونے سے اگر ۔ کہ یہ بد خلقی کا تیرے ہے ثمر
تو ہے غافل پر نہ اپنے زخم سے ۔ تو عذاب اپنا و بیگانہ کا ہے
لے تبر مردانہ اس پر ہاتھ چھوڑ ۔ چون علیؓ تو اس در خیبر کو توڑ
ورنہ اب مانند صدیقؓ و عمرؓ ۔ دوسروں کا قاعدہ حاصل تو کر
یا تو گلبن سے ملا اس خار کو ۔ نار سے کر وصل نور یار کو
نور اُسکا کھینچے تیرے نار کو ۔ وصل گلبن کردے تیرے خار کو
وہ ہے مومن تو مثال دوزخی ۔ آگ بجھ جاتی ہے مومن سے اخی
مصطفیٰؐ کا قول ہے دوزخ کرے ۔ ڈر سے مومن کی خوشامد جان لے
کہتی ہے جلدی نکل تو مجھسے شاہ ۔ نار میری نور کرتا ہے تباہ

۱ فعل بد سے الخ ۵ شعر تو فعل بد سے بارہا نادم ہوا اور ندامت تو نے بارہا کھینچی اگر تو دوسروں کے زخم ہونے سے کہ یہ بد خوئی کا تیرے ثمر ہے غافل ہے ولیکن اپنے زخم سے نہیں ہے پس تو اپنے و بیگانے کا عذاب ہے تو مردوں کے مانند تبر لے اور اس پر ہاتھ چھوڑ اور مانند علیؓ کے اس در خیبر کو توڑ ورنہ مانند صدیقؓ و عمرؓ کے تو دوسروں کا طریق حاصل کر یعنی ترک بدخوئی و نفس کشی کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ موجب تقلید سنت و مجاہدت کے ریاضت و مجاہدہ کر کے بعد تزکیہ و تصفیہ نفس کے و قلب کے مشاہدہ نور محمدی کا کرتے ہیں دوسرا یہ کہ خود کو بدست پیر سپرد کر کے رضا و تسلیم و اعمال حسنہ سے لائق تصرف پیر کے نور محمدی ہو چنانچہ مقام ریاضت و مجاہدہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تصرف پیر نفس - - - - - - - - - - کو حاصل تھا اور مقام تصرف پیر حضرت صدیقؓ و عمر رضی اللہ عنہما کو نصیب تھا کیونکہ علی کرم اللہ وجہہ طفولیت میں اسلام لائے تھے حضرت صدیق و عمر رضی اللہ عنہما پیری میں ریاضت و مجاہدہ نے جوان کیا کہ منزل مقصود کو پہونچے اور یہ شیخین بوجہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کامیاب ہوئے اس واسطے مولانا دونوں مراتب کا حال فرماتے ہیں از بحر العلوم چنانچہ آگے اس کا بیان ہے فافہم ۱۲ ۲ یا تو الخ ۸ شعر یا تو گلبن سے ملا اس خار کو نار سے ملادے نور یار کو کہ نور اس کا تیری نار کو مارے اور وصل گلبن تیرے خار کو گلبن کردے یعنی تو خار نفس کو نور مرشد سے ملا یا نار نفس کو نور مرشد سے وصل کردے کہ نفس تیرا پرتو مرشد سے گلبن خار ہو جائے کیونکہ مرشد مومن ہے اور تو مثل دوزخ کے ہے پس آگ بجھ جاتی ہے مومن سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخی خوشامد کرتا ہے مومن کے خوف سے دوزخ کہتی ہے کہ تو مجھ سے جلدی نکل اے شاہ تیرا نور میری نار کو تباہ کرتا ہے مومن کے نور سے نار بجھتی ہے کیونکہ ضد کو ضد دفع کرتی ہے حشر کو نار کی ضد نور ہو جائے وہ حشر اور یہ فضل سے ظہور کرے اگر تو چاہتا ہے کہ نار کا شر دفع ہو آب رحمت کا دلمین آتش کے رکھ آگے اس کا بیان ہے فافہم ۱۲

پس ہلاک نار نور مومن است | زانکہ بے ضد دفع ضد لا یمکن است
نار ضد نور باشد روز عدل | کان ز قہر انگیختہ شد این ز فضل
گر ہمی خواہی تو دفع شر نار | آب رحمت بر دل آتش گمار
چشمۂ آن آب رحمت مومن است | آب حیوان روح پاک محسن است
پس گریزان ست نفس تو ازو | زانکہ تو از آتشی او ز آب جو
ز آب آتش زان گریزان می شود | کآتشش از آب ویران می شود
حس فکر تو ہمہ از آتش ست | حس شیخ و فکر او نور خوش ست
آب نور او چو بر آتش چکد | چکچک از آتش بر آید خوش جہد
چون کند چکچک تو گویش مرگ و درد | تا شود این دوزخ نفس تو سرد
تا نہ سوزد او گلستان ترا | نیست نا کند عدل و احسان ترا
تک شرر از وے ہزاران گلستان | از یکے نے نام ماند نے نشان
بعد ازان چیزے کہ کاری بر دہد | لالہ و نسرین و سیسنبر دہد
باز پہنا میرویم از راہ راست | باز گرد اے خواجہ راہ ما کجاست
اندران تقریر بودم اے خسور | کہ خرت لنگ است منزل دور دور
بار تو باشد گران در راہ چاہ | لنگ خر زور ست اندر شاہراہ
سال شصت آمد کہ در شصت گشت شد | راہ دریا گیر تا یابی رشد
آنکہ عاقل بود در دریا رسید | شد خلاص از دام و از آتش رہید

نار بجھتی نور سے مومن کے ہے | کیونکہ ضد کو دفع جانو ضد کرے
حشر کو ضد نار کی ہو جاوے نور | قہر سے وہ فضل سے اسکا ظہور
گر تو چاہے دفع شر نار ہو | آب رحمت و لمین آتش کے رکھو
آب رحمت کے ہیں چشمہ مومنان | آب حیوان روح پاک محسنان
بھاگتا انسے جو تیرا نفس ہے | کیونکہ وہ آتش سے ہیں تو آب سے
آب سے بھاگے ہے آتش اسلئے | کہ فرو ہوتی ہے آتش آب سے
تیری حس و فکر پیدا نار سے | حس فکر شیخ نور یار سے
نور کا پانی پڑے جو نار پے | چر چراہٹ نار سے اس دم اٹھے
جو کرے چر چر تو جانو موت درد | تاکہ ہووے نفس دوزخ تیرا سرد
تا گلستان کو نہ وہ تیرے جلائے | عدل و احسان تیرا پستی میں نہ لائے
اک شرر اسکے ہزاروں گلستان | جس سے باقی نام نہ ہووے نہ نشان
بعد ازان جو کچھ تو بوئے پھل دے | لالہ اور نسرین و سیسنبر اگے
پھر پھروں پوشیدہ راہ راست سے | پھیر دے خواجہ میری کیا راہ ہے
ہم اسی تقریر میں اب ہیں پڑے | کہ گدھا لنگڑا و منزل دور ہے
بوجھ تیرا بھاری اور رہ میں ہے چاہ | تیز ٹھامت چل اور چل تو سیدھی راہ
ساٹھواں سال آیا کپڑے شصت سے | راہ دریا لے کہ تا نیکی ملے
تھا وہ عاقل جو کہ دریا میں گیا | جال سے اور سوز بریان سے بچا

لہ آب رحمت الخ ۸ شعر مومن چشمے ہیں آب رحمت کے اور محسنوں کی روح پاک آب حیوان سے تیرا نفس جو انسے بھاگتا ہے کیونکہ تو آگ سے ہے اور وہ آب سے ہیں آب سے آتش اس واسطے بھاگتی ہے کہ آتش بجھتی ہے آب سے تیرے حس و فکر نار سے پیدا ہے اور حس و فکر شیخ کی نور یار سے پیدا ہے نور پانی کا جو نار پر پڑے اسی دم چر چراہٹ پیدا ہو جبکہ چر چر کرے تو جانو ہے مرگ و درد تاکہ گلستان کو تیری وہ آتش نفس نہ جلائے اور عدل و احسان کو تیرے پستی میں نہ لائے ایک شرر اسکا ہزاروں گلستان کو جلائے جس سے باقی نہ نام رہے نہ نشان رہے یعنی تیرا نفس جو مرشد سے بھاگتا ہے اسواسطے کہ وہ مومن آب رحمت ہیں اور تیرا نفس آتش دوزخ ہے کیونکہ نار دوزخ آب رحمت سے بجھتی ہے اسواسطے مرشد سے بھاگتا ہے پس ثابت ہوا کہ جس سے اہل دنیا متنفر ہو دیں وہ ضرور اہل حق ہے کہ نفس انکا پر نور دل اسکے سے ڈرتا ہے باقی حال اسکا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ بعد ازان الخ ۵ شعر بعد اصلاح و پند پذیری کے جو چیزیں تو بوئے پھل دے لالہ و نسرین و سوسن کھلے اگر میں پوشیدہ پھر جاؤں راہ راست سے تو خواجہ مجھ کو پھیر دے کہ وہ میری راہ کہاں ہے ہم اسی تقریر میں اب پڑے ہیں کیونکہ خر لنگڑا اور منزل دور ہے تیرا بوجھ بھاری اور راہ میں چاہ ہے تیز ٹھامت چل اور سیدھی راہ چل جب کہ ساٹھواں سال آئے تو شصت سے مچھ کو پکڑ یہ تو راہ دریا کی لے کہ تجھ کو نیکی ملے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ تھا وہ عاقل الخ ۸ شعر وہ عاقل تھا جو دریا میں گیا جال سے اور بھننے کی سوزش سے بچا جب کہ بے وقت ہو اور فرصت گئی مردہ ہو کر دریا میں ورنہ تجھکو کڑھائی میں تلے کوئی اپنے واسطے ایسا کرتا ہے مچھوں مچھلیاں و نہر کا بیان کیا اپنے اعتبار کے واسطے خبردار ہو دبرت پکڑ دو ٹھہراہ اور مددگاری طلب کر خدا سے دستی کر تا مقصود پر پہونچے سال گزرا اور وقت کھیتی نہیں رہا دریا ہی کے سوا نہیں ایا نخل تن کی جڑ میں جو کہ کیڑا لگا تجھکو چاہیئے کہ تو کھود اور اس کو جلا تو خبردار ہو اسے مسافر دن گیا اور آفتاب عمر کا اب چھپنے لگا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ـ

چونکہ بیگہ گشت و آن فرصت گذشت — مردہ گردد روی و برباز دشت
ورنہ در تابہ شوی بریان بسے — این چنین برخود کند ہرگز کسے
حال آن ماہی و آن جو ببار — گفتہ شد اینجا برائے اعتبار
لاعتبہ ثم اعتبر ثم انتصب — واستعن باللہ ثم اجہد تصب
سال بیگہ گشت وقت کشت نے — جز سیہ روئی و فعل زشت نے
کرم در بیخ درخت تن فتاد — بایدش برکند و بر آتش نہاد
ہان و ہین اے راہرو بیگاہ شد — آفتاب عمر سوئے چاہ شد
این دو روزک را کہ زورت ہست زود — پیر افشانی بکن از راہ جود
این قدر تخمے کہ ماندستت بکار — تا در آخر بینی ازوا برگ و بار
تانمردست این چراغ باگہر — ہین فتیلہ اش ساز روغن زود تر
ہین مگو فردا کہ فرداہا گذشت — تا بکلے نگزرد ایام کشت

جو ہوا بیوقت اور فرصت گئی — مردہ ہو دریا میں جا تو اے اخی
ورنہ تجھکو بس کڑھائی میں تلے — واسطے اپنے کوئی ایسا کرے
حال مینوں مچھلی اور اس نہر کا — اعتبار اپنے کے خاطر یاں کہا
ہوش میں آ لیکے عبرت کام کر — سعی کر مقصد کی حق پر رکھ نظر
سال گزرا وقت کھیتی کا نہیں — روسیاہی کے سوا پایا نہیں
نخل تن کی جڑ میں جو کیڑا لگا — چاہیئے تو کھود اسکو اور جلا
ہو خبردار اے مسافر دن گیا — آفتاب عمر اب چھپنے لگا
جلد یہ دو دن کہ تجکو زور ہے — کرلے کوشش اسمین اب تو جود سے
بیج تھوڑا سا ترا ہے اسکو بو — تاکہ آخر دیکھے برگ و بار کو
تا نہ گل ہووے چراغ اب یہ ترا — تیل و بتی اسکی تو جلدی سے لا
مت کہو کل اپنی سب کل گزری گئی — تا نہ بالکل گزریں یہ کھیتی کے دن

در معنے فی التاخیر آفات

اندر اس معنی کے کہ تاخیر میں آفت ہے

پند من بشنو کہ تن بند قویست — کہنہ بیرون کن گرت میل نویست
لب بہ بند و کف پر زر بر کشا — بخل تن بگزار و پیش آ در سخا
ترک لذتہا و شہوتہا سخاست — ہر کہ در شہوت فرو شد برنخاست
این سخا شاخیست از سرو بہشت — وائے او کز کف چنین شاخی بہشت
عروۃ الوثقیست این ترک ہوا — برکشد این شاخ جان را بر سما
یوسف حسنی تو این عالم چو چاہ — وین رسن صبر ست از امر الہ
یوسف آمد رسن در زن تو دست — از رسن غافل مشو بیگہ شدہ است

سن نصیحت تن بڑی اک قید ہے — چھوڑ کہنہ نو کی گر امید ہے
زر کی مٹھی کھول کر لب بند تو — کر سخا اور چھوڑ تن کے بخل کو
ترک لذت اور شہوت ہے سخا — ڈوبا جو شہوت میں وہ پھر کب بچا
سرو جنت کی سخا اک شاخ ہے — اس پہ ہے افسوس چھوڑے ہاتھ سے
ہے رسن مضبوط یہ ترک ہوا — شاخ جان کو کھینچے یہ سوئے سما
تو ہے یوسف یہ جہاں ہے مثل چاہ — اور رسن ہے صبر با حکم الہ
تو پکڑ یوسف رسن کو ہاتھ سے — وقت جاتا ہے تو غافل سست ہے

لے جلد یہ الخ ۸ شعر دو دن کہ تجھ سے زور ہے جلد کوشش کر کر اسمین تو بخشش سے تیرا بیج تھوڑا سا ہے بو اسکو تاکہ آخر دیکھے تو برگ و بار سے تا نہ تیرا یہ چراغ اب گل ہووے تو تیل و بتی اسکی جلدی سے لا کل مت کہو اور سب کل گزری ایسا نہ ہو کہ کھیتی کے یہ بالکل دن گزریں یعنی جو عمر تیری تھوڑی رہی ہے تو جلد معرفت الہی حاصل کر امروز فردا میں اسکو مت گزار پھر گیا وقت ہاتھ نہیں آتا ہے پس تاخیر میں آفت ہے بقول خواجہ حافظ شیرازی مصرع کہ آفت ہاست در تاخیر و طالب را زیان دارد چنانچہ اس کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ؎ سن نصیحت الخ ۸ شعر تو نصیحت سن لے کہ تن ایک قید بڑی ہے چھوڑ کہنہ کو اگر نو کی امید ہے مٹھی پر زر کی کھول اور لب کو بند کر سخاوت کر اور تن کے بخل کو چھوڑ ترک لذت و شہوت سخاوت ہے ایک سرو جنت کی شاخ ہے اس شخص پر افسوس ہے کہ جس نے اسے ہاتھ سے چھوڑا ترک ہوا رسی مضبوط ہے کہ شاخ جان کو کھینچے طرف آسمان کے تاکہ تجھ کو شاخ سخاوت کی لے جاوے اصل تک کھینچ کر۔ اے اہل صفا تو یوسف ہے اور یہ جہان مثل چاہ کے ہے اور رسی صبر ہے حکم خدا سے تو پکڑے یوسف رسی کو ہاتھ سے وقت جاتا ہے غافل مت رہو۔ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲
عہ خبردار ہو عبرت لے دکھہرا ۱۲۵ عسہ اور مددگاری طلب کر خدا سے اور سعی کرتا ہو پہنچے مقصد کو ۱۲

حمد للہ کاین رسن آویختند ۔ فضل و رحمت را بہم آمیختند
در رسن زن دست بیرون رو ز چاہ ۔ تا ببینی بارگاہ بادشاہ
تا ببینی عالم جان جدید ۔ عالم بس آشکارو ناپدید
این جہان نیست چون ہستان شدہ ۔ وان جہان ہست بس پنہان شدہ
خاک بر بادست و بازی میکند ۔ کژ نمائے پردہ سازی می کند
خاک ہمچون آلتے در دست باد ۔ باد را دان عالی و عالی نژاد
چشم خاکی را بخاک افتد نظر ۔ باد بین چشمے بود نوع دگر
این کہ بر کارست بیکارست و پوست ۔ وانکہ پنہان ست مغز و اصل اوست
اسب داند اسب را کو ہست یار ۔ ہم سواری داند احوال سوار
چشم حس اسپ ست نور حق سوار ۔ بے سوار ان اسپ خود ناید بکار
پس ادب کن اسپ را از خوے بد ۔ ورنہ پیش شاہ باشد اسپ رد
چشم اسپ از چشم شہ رہبر بود ۔ چشم او بے چشم شہ مضطر بود
چشم اسپان جز گیاہ و جز چرا ۔ ہر کجا خوانی نباید نے چرا
نور حق بر نور حس راکب شود ۔ وانگہے جان سوے حق راغب شود
اسپ بے اسوار کے داند رسم راہ ۔ شاہ باید تا بداند شاہراہ

حمد للہ یہ رسن لٹکائی ہے ۔ فضل و رحمت کو بہم دکھلائی ہے
یہ پکڑ رسی نکل اس چاہ سے ۔ بارگاہ شاہ تا تجھ کو ملے
تاکہ دیکھے جان کا عالم نیا ۔ ایسا عالم جو ہو ظاہر اور چھپا
ہے جہان نیست مثل ہست ہو ۔ وہ جہان ہست پوشیدہ رہے
ہے ہوا پر خاک اور بازی کرے ۔ کجروی اور پردہ سازی بس رکھے
خاک جون آلہ بدست باد ہے ۔ مرتبہ عالی ہوا کا اس لیئے
خاک کو جو دیدہ دیکھے خاک ہے ۔ جو ہوا کو دیکھے دیدہ پاک ہے
یہ جو کرتا کام تو ہے پوست ہے ۔ جو ہے پوشیدہ وہ مغز و دوست ہے
جانتا گھوڑے کو گھوڑا جو ہے یار ۔ جانتا اسوار ہے حال سوار
چشم حس گھوڑا ہے نور حق سوار ۔ بے سوار اب گھوڑا کب آئے بکار
خوئے بد سے اسپ کو تعلیم کر ۔ ورنہ شہ اسکو کرے بس دور تر
چشم اسپ چشم شہ سے رہنما ۔ چشم مضطر اسکی ہو بے چشم شہا
چشم اسپاں جز چراگاہ و گیا ۔ جائے جس جا چاہے وہ چرنے کی جا
نور حق کا نور حس پر ہو سوار ۔ اس گھڑی جان حق کی ہو راغب و یار
اسپ بے اسوار کے کیا جانے راہ ۔ چاہیئے شہ تاکہ جانے شاہراہ

لے حمد للہ الخ ۔ شعر الحمد للہ رسی لٹکائی ہے فضل و رحمت کی باہم ملا کر یہ تو رسی پکڑ اور چاہ سے نکل تاکہ بارگاہ شاہ کی تجھ کو دکھائی دے تاکہ تو جہان یہ نیا عالم دیکھے ایسا عالم کہ جو ظاہر و چھپا ہو یہ جہان نیست مانند ہست کے ہے وہ جہان ہست پوشیدہ رہتا ہے آگے مثال ہے ہوا پر خاک ہے اور بازی کرتی ہے کجروی اور پردہ سازی رکھتی ہے یعنی تو مثل یوسف کے چاہ دنیا میں گرفتار ہے اور رسی اس چاہ کی صبر توکل ہے پس تو وہ رسی پکڑ کے نکل کہ درگاہ بادشاہ میں تجھ کو رسائی ہو اور یہ جہان ظاہر نما ہے تو معنی کو دیکھ کہ موجب نجات ہو کیونکہ صورت ظاہر اہل جہان کی مثل بگولے کے ہے ہوا میں مگر ہوا نہیں دکھائی دیتی ہے اسی طرح صورت معلوم ہوتی ہے اور معنی نہیں دکھائی دیتا ہے چنانچہ اس کی مثال آگے ہے فافہم ۱۲ ؎ خاک جون آلہ الخ شعر خاک جون آلہ کے ہوا کے ہاتھ میں ہے اس لئے مرتبہ عالی ہوا کا ہے جو دیدہ کہ خاک کو دیکھے خاک ہے اور جو دیدہ کہ ہوا دیکھے وہ پاک ہے یہ جو تو کام کرتا ہے پوست ہے اور جو پوشیدہ ہے وہ مغز دوست ہے گھوڑے کو جو گھوڑا یار جانتا ہے حال سوار کا سوار جانتا ہے چشم حس گھوڑا ہے اور نور خدا اسوار بغیر سوار کے کب گھوڑا کام میں آئے اسپ کو خوئے بد سے تعلیم کر اور نہ شاہ اسکو دور کرے گا چشم اسپ کی چشم شاہ سے راہ جانے والی ہے اور بغیر چشم شاہ کے چشم اسکی مضطر ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ؎ چشم اسپان الخ شعر چشم اسپون کی بجز گاہ اور چراگاہ کے جس جا جائے چراگاہ چاہے نور حق کا نور حس پر سوار ہو جان اس گھڑی حق کی راغب و یار ہو آپ بغیر سوار کے گیا راہ جانے بادشاہ چاہیئے تاکہ شاہراہ جانے تو حس کی جانب جاکہ نور اس پر سوار ہے وہ نور حس کا صاحب و یار ہے نور حق سے نور حس زینت رکھتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ نور اور پر نور کے ہے نور حس طرف تحت الثریٰ کے کھینچتا ہے اور حق طرف اعلےٰ کے لے جاتا ہے لیکن نور چشم حسی طرف نیچی کے جاتا ہے جب کہ نور حق اسپر سوار ہو جاتا ہے تو جانب راستی کے لے جاتا ہے اور مشاہدہ جمال الٰہی کرتا ہے پس عارف کو چاہیئے کہ نور حق پر تو مرشد سے حاصل کرے کہ چشم سر بینا ہو اور راہ دید کی کھلے باقی حال اس کا آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

سوے حسے رو کہ نورش راکب ست
حس را آن نور نیکو صاحب ست

نور حس را نور حق تزئین بود
معنی نور علی نور این بود

تا برد شاخ سخا اے خوب کیش
مر ترا بالا کشان تا اصل خویش

نور حسے می کشد سوے ثرا
نور حقش می برد سوے علا

زانکہ محسوسات دون تر عالمی ست
نور حق دریا و حس چون شبنمی ست

لیک پیدا نیست آن راکب برو
جز بآثار و بہ گفتار نکو

نور حسے کو غلیظ است و گران
ہست پنہان در سواد دیدگان

چونکہ نور حس نمی بینی ز چشم
چون نہ بینی نور آن علوی بچشم

نور حس با این غلیظے مختفی ست
چون خفی نبود ضیاے آن صفی ست

این جہان چون خس بدست باد غیب
عاجزی پیشہ گرفت از داد غیب

گہ بہ بحرش می برد گاہیش بر
گاہ خشکش میکند گاہیش تر

دست پنہان و قلم بین خط گزار
اسپ در جولان و ناپیدا سوار

گہ بلندش می کند گاہیش پست
گہ درستش میکند گاہے شکست

گہ یمینش می برد گاہے یسار
گہ گلستانش کند گاہیش خار

تیر پران بین و ناپیدا کمان
جانہا پیدا و پنہان جان جان

تیر را مشکن کہ این تیر شہ ست
تیر پرتابے ز شست آگہے ست

ما رمیت اذ رمیت گفت حق
کارہا بر کارہا دارد سبق

حس کی جانب جا ہے نور اسپر سوار
حس کا ہے وہ نور صاحب اے دیار

نور حق سے نور حس زینت رکھین
معنی نور علی نور اس کے ہین

تا کہ لیجاوے تجھے شاخ سخا
کھینچکر تا اصل اپنے اہل صفا

نور حس کھینچے سوے تحت الثرے
نور حق لیجائے بس سوے علا

کیونکہ ہے محسوس عالم مین تبر
نور حق دریا و حس شبنم ہے تر

پر سوار اسپر نہ کچھ ظاہر ملے
کچھ سوا آثار اور گفتار کے

نور حسی ہے مکدر اور گران
ہے سیاہی مین وہ آنکھوں کی نہان

جو نہ دیکھے نور حس تو آنکھ سے
نور مطلق آنکھ کو کیونکر ملے

نور حس کہ ہے غلیظ اور ہے نہان
نور جو ہو صاف ہو کیونکر عیان

یہ جہان جون خس بدست باد ہے
اور عاجز غیب کی ہے داد سے

گاہ بحر و گاہ بر کو لے چلے
گاہ خشک و گاہ تر اسکو کرے

ہاتھ پوشیدہ قلم چلتا رہے
گھوڑا دوڑے نے سوار اسکا ملے

گہ بلند اسکو کرے اور گاہ پست
گہ درست اسکو کرے اور گہ شکست

گاہ دہنے گاہ بائین لے چلے
گہ گلستان گاہ خارستان کرے

تیر چلتے ہین نہیں ظاہر کمان
جان ظاہر اور نہان ہے جان جان

تیر کو مت توڑ یہ ہے تیر شاہ
ہے قدر انداز نے پرتاب راہ

ما رمیت اذ رمیت حق کہے
کار حق کل کام پر سبقت رکھے

لے کیونکہ الخ ۵ شعر کیونکہ محسوس عالم بدتر ہے نور حق دریا ہے اور نور حس شبنم تر ہے ولیکن سوار اس پر ظاہر نہیں ہے بجز آثار و گفتار کے نور حس کدورت زار و گران ہے اور آنکھوں کی سیاہی مین پوشیدہ ہے جو نور حس کو آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے نور مطلق آنکھوں سے کیونکر دیکھے گا نور حس کہ کدورت و نہان ہے نور جو کہ صاف ہو کیونکر عیان ہووے آگے مثال ہے فافہم ۱۲ ۱۳ے یہ جہان الخ ۵ شعر یہ جہان مانند خس کے ہوا کے ہاتھ مین ہے اور غیب کی داد سے عاجز ہے گاہ دریا گاہ جنگل کو لے جائے گاہ خشک گاہ تر اس کو کرے ہاتھ پوشیدہ اور قلم چلتا معلوم ہوتا ہے گھوڑا دوڑتا ہے اور سوار نہیں ملتا ہے کبھی بلند اسکو کرے و کبھی پست اور کبھی درست اس کو کرے اور کبھی شکستہ کبھی دہنے و کبھی بائین اس کو لے جائے کبھی گلستان و کبھی خارستان اس کو کرے تیر اڑتا دکھائی دے اور کمان ظاہر نہیں جان ظاہر اور جان جان پوشیدہ ہے تیر کو مت توڑ یہ تیر شاہ کا ہے قدر انداز ہے و تیر پرتابی نہیں ہے کیونکہ حق فرماتا ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ۔ یعنے تو نے تیر نہ پھینکا جس وقت پھینکا حق نے پھینکا کام حق کا کل کام پر سبقت رکھتا ہے یعنے یہ جہان مانند تنکے کے ہے اور معنے مثل ہوا کے پس ہوا تنکے کو جہان چاہتی ہے لئے پھرتی ہے اور جسم مانند تیر کے و معنی مانند کمان کے یہی کمان تیر کو جدھر چاہتی ہے پھینکتی ہے اسواسطے مارمیت اذ رمیت بہ نسبت وجود حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق نے فرمایا کہ محمد وہ فعل تمھارا نہیں ہے ہوا کی حرکت ہے لیکن ظاہر مین وہ حرکت تنکے سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

خشم خود بشکن تو مشکن تیر را
چشم خشمت خون نماید شیر را

بوسہ دہ بر تیر و پیشش شاہ بر
تیر خون آلودہ از خون تو تر

آنچہ پیدا عاجز و بست و زبون
وانچہ ناپیدا چنین تند و حرون

ما شکاریم اینچنین دامے کراست
گوئے چوگانیم چوگانے کجاست

می درد می دوزد این خیاط کو
می دمد می سوزد این نفاط کو

ساعتے کافر کند صدیق را
ساعتے زاہد کند زندیق را

زانکہ مخلص در خطر باشد مدام
تا ز خود خالص نگردد او تمام

زانکہ در راہست رہزن بیحد است
آن رہد کو در امان ایزد است

آئینہ خالص نگشت و مخلص است
مرغ را نگرفتہ است و مقنص است

چونکہ مخلص گشت مخلص باز رست
در مقام امن رفت و برد دست

ہیچ آئینہ دگر آہن نہ شد
ہیچ نانے گندم خرمن نہ شد

ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شد
ہیچ میوہ پختہ با کورہ نہ شد

پختہ گرد و از تغیر دور شو
رو چو برہان محقق نور شو

چون ز خود رستی ہمہ برہان شدی
چونکہ گفتی بندہ ام سلطان شدی

در عیان خواہی صلاح الدین نمود
دیدہا را کرد بینا و گشود

فقر را از چشم و از سیماے او
دید ہر چشمے کہ دارد نور ہو

شیخ فعال ست بے آلت چو حق
با مریدان دادہ بے گفتی سبق

توڑ غصہ کو نہ توڑ اس تیر کو
چشم غصہ خون دکھائے شیر کو

تیر لیجا پاس تو اُس شاہ کے
تیر خون آلود اپنے خون سے

جو ہے ظاہر عاجز و لاچار ہے
جو ہے مخفی سرکش و جرار ہے

ہم شکار ایسے ہیں دام اپنا کہاں
گیند ہیں ڈنڈے کے اور ڈنڈا کہاں

سیوے پھاڑے ایسا درزی پر کہاں
اور جلائے پھونکے آتش گر کہاں

دم وہ کافر کرے صدیق کو
دم وہ زاہد کرے زندیق کو

اسلئے مخلص خطر میں ہو مدام
جب تلک خالص نہ خود سے ہو تمام

کیونکہ کثرت سے ہیں رہزن راہ میں
امن میں جو حق کے آئیں وہ بچیں

آئینہ خالص نہ ہو مخلص ہے وہ
خود پھنسا ہے جو نہ پکڑے مرغ کو

جو ہوا مخلص وہ زندان سے چھٹا
امن پایا اور وہ غالب ہوا

کوئی آئینہ نہ پھر آہن ہوا
کوئی گندم پھر نہ روٹی سے بنا

کوئی نہ انگور پھر غورا ہوا
میوہ پکا پھر نہیں کچا ہوا

پختہ ہوکر تو تغیر سے ہو دور
مثل برہان محقق تو ہو نور

جو خودی سے چھوٹا کل برہان ہوا
جو کہے بندہ ہوں میں سلطان ہوا

گر عیان چاہے صلاح الدین سے
آنکھ کو بینا کرے روشن کرے

چشم و پیشانی سے اسکے فقر کو
آنکھ نے دیکھا جو رکھے نور ہو

شیخ بے آلہ ہے فاعل مثل حق
دے مریدوں کو وہ بے قال اک سبق

لے توڑ غصہ کو الخ ۱ شعر تو غصہ کو توڑ اور اس تیر کو مت توڑ کہ چشم پر غصہ شیر کو خون دکھلاتی ہے یعنی بہتر شے کو برا دکھلاتا ہے تو غصہ کو دفع کر اس تیر کو تو شاہ کے پاس لیجا تیر خون آلودہ اپنے خون سے جو کہ ظاہر ہے وہ عاجز و ناچار ہے اور جو کہ مخفی ہے وہ سرکش و جرار ہے ہم ایسے شکار ہیں اور دام ہمارا کہاں ہے ہم گیند و ڈنڈے کے ہیں اور ڈنڈا کہاں ہے سیوے اور پھاڑے ایسا درزی کہاں ہے جلائے اور پھونکے ایسا آتش گر کہاں ہے ایک دم میں وہ کافر کرے صدیق کو اور ایک دم میں وہ زاہد کرے زندیق کو یعنی ہم معنی کے پابند ہیں ایسا اہل معنی کہاں ہے کہ ہم کو نیست کرے ہست کر دے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ لے اس لئے مخلص الخ ۷ شعر مخلص اسلئے ہمیشہ خطرہ میں ہو جب تک کہ خودی سے خالص نہ ہو کیونکہ راہ میں رہزن کثرت سے ہیں جو حق کی امن میں آئیں وہ بچیں جو آئینہ خالص نہ ہو وہ مخلص ہے جو کہ مرغ کو نہ پکڑے وہ خود گرفتار ہے جو کہ مخلص ہو وہ زندان سے چھوٹا اس نے امن پایا اور غالب ہوا کوئی آئینہ پھر آہن نہیں ہوا کوئی گندم پھر روٹی نہیں بنا کوئی انگور پھر غورا نہ ہوا میوہ پکا پھر کچا نہ ہوا پختہ ہوکر تغیر سے دور ہوا مثل برہان محقق کے تو نور ہو یعنی تو مقام اجلال میں خالص ہو کر حجت مسلوک و عزہ مقامات سے نجات پا کہ جیسے حضرت برہان الدین محقق نے تکمیل مقامات سلوک کی کرلی سید برہان الدین محقق خلیفہ پدر مولانا روم علیہ الرحمۃ کے تھے بقول بحر العلوم۔ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ لے جو خودی سے الخ ۹ شعر جبکہ خودی سے چھوٹا کل برہان ہوا جب کہے کہ میں بندہ ہوں سلطان ہوا اگر تو عیان چاہتا ہے صلاح الدین سے مل آنکھ کو وہ بینا کرے اور دل کو روشن پیشانی و چشم اس کی سے فقر کو آنکھ نے دیکھا جو کہ وہ رکھے نور ہو شیخ بے آلہ فاعل ہے مانند حق کے اور مریدوں کو سبق دیتا ہے بے قال کے یعنے حضرت صلاح الدین مرید سید برہان الدین محقق کے تھے اور کار زرکوبی کی کرتے تھے حضرت مولانا روم قدس سرہ کے فیض بخشی سے کمال کو پہونچے پس مولانا انکے کمال کیطرف اشارہ کرتے ہیں از بحر العلوم باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

دل بدست او چو موم نرم رام — مہر او گہ ننگ سازد گاہ نام
مہر موشش خاکی انگشتری است — باز آن نقش نگین حاکی کیست
خاکی اندیشۂ آن زرگر ست — سلسلہ ہر حلقہ اندر دیگر است
این صدا در کوہ دلہا بانگ کیست — گہ پر است او بانگ این گہ تہی ست
ہر کجا ہست او حکیم ست اوستاد — بانگ او زین کوہ دل خالی مباد
ہست کہ کاواز ثنا می کند — ہست کہ کاواز صدتا می کند
می رہاند کوہ ازان آواز قال — صد ہزاران چشمۂ آب زلال
چون زکوہ آن لطف بیرون میشود — آبہائے چشمہ ہا خون می شود
زان شہنشاہ ہمایون نعل بود — کہ سراسر طور سینا لعل بود
جان پذیرفت و خرد اجزاے کوہ — ما کم از سنگیم آخر اے گروہ
نے زجان یک چشمہ جوشان میشود — نے بدن از سبز پوشان میشود
نے صداے بانگ مشتاقی درد — نے صفائی جرعۂ ساقی درد
کو حمیت تا ز تیشہ و ز کلند — اینچنین کہ را بکلی بر کنند
بو کہ بر اجزاے او تابد مہے — بو کہ در وے تاب خور یابد رہے
چون قیامت کوہ ہا را بر کند — پس قیامت این کرم کے میکند

ہاتھ مین چو ہم موم دل نرم اسکے تمام — گاہ مہر ننگ کردی گاہ نام
خاکی انگشتری ہے مہر موم — کسکا ہے نقش نگین خاکی تو ہم
خاکی اندیشہ اس زرگر کا ہے — حلقۂ زنجیر ہین باہم ملے
کوہ دل مین گونج کسکے بانگ کی — بانگ ہے گر پُر یہ گہ گاہے تہی
وہ حکیم استاد اب جس جا پہ ہے — کوہ دل خالی نہو اس بانگ سے
بعض کہ ہے کہ وہ دے آواز دو — بعض کہ کردے ہے سو آواز دو
کوہ جاری کرتا اس آواز سے — سیکڑون چشمے ہین شیرین آب کے
لطف اس کہ سے جو ہوتا ہے برون — آب اُن چشمون کا ہو جاتا ہے خون
کیونکہ شاہنشہ ہمایون فال تھا — اسلئے کل طور سینا لال تھا
عقل آئے اور جان پاے جب اجزاے کوہ — ہم ہین کمتر کوہ سے بھی اے گروہ
نے ہوا ہے جان سے اک چشمہ روان — نے بدن ہوتا ہے سبز و شادمان
نے صداے بانگ مشتاقی رکھے — نے صفائی جرعۂ ساقی رکھے
وہ کہان ہمت کدال و تیشہ سے — کھود ڈالون کوہ کو اس تیشہ سے
ہے یقین اجزا پہ چمکے اسکے ماہ — ہے یقین خورشید پائے اسمین راہ
جون قیامت کوہ کو پارہ کرے — کب قیامت یہ کرم ہرگز رکھے

ہاتھ مین الخ سو شعر مانند موم کے اسکے ہاتھ مین دل نرم ہوا کبھی مہر ننگ کی کردی کبھی نام کی یعنی حضرت صلاح الدین کو وہ کمال تھا کہ مریدون کے اوپر کبھی وہ شان جلالی و کبھی شان جمالی ظاہر کر دیتے تھے مہر موم حکایت کرنے والی انگشتری کی ہے اور نقش نگین حکایت کرنے والا کسی کا ہے حکایت کرنے والا اس زرگر کے اندیشہ کا ہے کہ حلقۂ زنجیر باہم ملتے ہین یعنی صلاح الدین کے ہاتھ مین دل موم ہوتا ہے تو وہ مہر ننگ و نام کی کرتا ہے مہر موم حکایت کرنے والی انگشتری کی ہے اور نقش نگین حکایت کرنے والا اندیشہ زرگر کا ہے اسیطرح حلقہ زنجیر باہم ملتے ہین یعنی دل مرید کا پیر یعنی مرشد کو بتاتا ہے و نقش نگین حکایت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتا ہے اسی طرح تا ذات حق حلقہ بحلقہ بتاتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ کوہ دل مین الخ ۲ شعر کوہ دل مین کس کے آواز کی گونج ہے کبھی یہ آواز سے پُر و کبھی تہی ہے وہ حکیم تو اُستاد یعنی اب جس جگہ پر ہے کوہ دل آواز سے خالی نہو بعض کوہ ہے کہ وہ دو آواز دیتا ہے اور بعض کوہ ہے کہ سو آواز دیتا ہے کوہ آواز جاری کرتا ہے سیکڑون چشمے آب شیرین کے لُطف اس کوہ سے جبکہ باہر ہوتا ہے اب ان چشمون کا خون ہو جاتا ہے کیونکہ بادشاہ ہمایون فال تھا اسواسطے کوہ طور لال تھا یعنے جس کے دل مین معنی ظہور رکھتا ہے وہ صدائے مطلق سے حوادث ظاہر کرتا ہے مثل کوہ طور کے چنانچہ باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ عقل و جان الخ ۹ شعر جب اجزاے کوہ عقل و جان پائے ہم کوہ سے بھی کمتر ہین اے گروہ نہین ملا ہے ایک چشمہ جان سے کہ اس سے نہین بدن ہوتا ہے سرسبز و شادمان نہین صدا بانگ کی مشتاقی رکھے نہین جرعۂ ساقی کا صفائی رکھے یعنی ہوائے چشمہ جان سے روان و بدن سے سرسبز و صداے بانگ کی مشتاقی و جرعۂ ساقی صفائی رکھتا ہے یہ استفہام انکاری ہے وہ کہان ہمت ہے کہ کدال و تیشہ سے مین کھود دون کوہ کی اس پیشہ سے یقین ہے کہ اجزا پر اس کی ماہ چمکی یقین ہے کہ خورشید اس مین راہ پا کے قیامت کے مانند وہ کوہ کو پارہ کرے یہ قیامت اس قیامت سے کم نہین ہے وہ قیامت زخم پر مرہم رکھتی ہے جس نے مرہم دیکھا وہ چھوٹا زخم ہے حسن جس نے دیکھا محسن بنے وہ بدر خوش ہے کہ خوشتر و یار ہو افسوس کہ وہ نگر و جفت عرفان کا ہو یعنے وہ شخص بہتر ہے کہ جو ظاہر بڑا و باطن بہتر رکھے اس شخص سے کہ جو ظاہر بہتر و باطن بڑا رکھتا ہے آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲

این قیامت زان قیامت کے کم ست
ہر کہ دید آن مرہم از زخم ایمن ست
اے خنک زشتی کہ خوبش شد حریف
نان مردہ چون حریف جان شود
ہیزم تیرہ حریف نار شد
در نمکسار ار خر مردہ فتاد
صبغۃ اللہ ہست رنگ خم ہو
چون دران خم افتد و گوئیش قم
آن منم خم خود انا الحق گفتن ست
رنگ آہن محو رنگ آتشے ست
چون بسرخی گشت ہمچو زر کان
شد زرنگ و طبع آتش محتشم
آتشم من گر ترا شک ست و ظن
آتشم من بر تو گر شد مشتبہ
آدمی چون نور گیرد از خدا
نیز مسجود کسے کو چون ملک
آتشے چہ آہنے چہ لب بہ بند
پائے در دریا منہ کم گو ازان
گرچہ صد چون من ندارد تاب بحر

آن قیامت زخم و این چون مرہم ست
ہر بدی کین حسن دیدہ او محسن ست
وائے گل روئے کہ جفتش شد حریف
زندہ گردد نان و عین آن شود
تیرگی رفت و ہمہ انوار شد
آن خرے و مردگی یکسو نہاد
پیشہا یک رنگ گردد اندر و
از طرب گوید منم خم لاتلم
رنگ آتشی دارد الا آہن ست
ز آتشی می لافد و خامش وش ست
پس انا نارست لافش بے زبان
گوید او من آتشم من آتشم
آزمون کن دست را بر من بزن
روئے تو بر روئے من یکدم نبہ
ہست مسجود ملائک ز اجتبا
رشتہ باشد جانش از طغیان و شک
ریش تشبیہ و مشبہ را بخند
بر لب دریا خمش کن لب گزان
لیک می نشکیبم از غرقاب بحر

یہ قیامت کم نہ اس محشر سے ہے
جسنے مرہم دیکھا چھوٹا زخم سے
خوش ہے وہ بد رو کہ خوش رو ہو حریف
نان مردہ جو حریف جان ہو
چوب تیرہ جو حریف نار ہو
گر گرے کان نمک میں مردہ خر
صبغۃ اللہ ہے یہ رنگ خم ہو
جو گرے خم میں تو تم اسکو کہے
میں ہوں خم لائق انا الحق کہنے کے
رنگ آہن محو رنگ آتش کا ہے
جو کہ ہووے سرخ مثل زر کان
ہووے کامل طبع و رنگ نار میں
آگ ہونے میں ہے گر شک کرے
آگ ہونے میں ہے گر شک کرے
آدمی جو نور لے اللہ سے
وہ کوئی مسجود ہو مثل ملک
آگ کیا اور لوہا کیا تم چپ ہو
پانو رکھو دریا میں کمتر کر بیان
گرچہ صدہا کو نہووے تاب بحر

وہ قیامت زخم پر مرہم رکھے
حسن جس بد کو ملے محسن بنے
حیف وہ گل رو کہ ہو جفت حریف
زندہ ہو اور عین جان وہ نان ہو
تیرگی جائے وہ کل انوار ہو
ہو خری اور مردگی سے وہ دور تو
پیشے اک رنگ اسمیں ہوں کل جان تو
بولے میں خم ہوں ملامت مت کرے
رنگ آتش رکھوں آہن ہوں دلے
پر ہے خامش آگ کا دعویٰ کرے
ہے انا ناری کا دعویٰ بے زبان
وہ کہے آتش ہوں میں وہ آتش ہوں میں
امتحانا چھو کے مجھ کو دیکھ لے
منھ کو اپنے میرے منھ پر رکھ تو دے
ہووے مسجود ملک اس جاہ سے
جسکی جان رکھتی نہووے مکر و شک
اس مشبہ اور تشبیہ پر ہنسو
اور لب دریا پہ روک اپنی زبان
ورنہ مجکو صبر جز غرقاب بحر

[1] نان مردہ الخ یہ شعر نان مردہ جو یار جان کی ہو زندہ ہو اور عین جان ہو چوب سیاہ جو یار نار کی ہو سیاہی جائے اور کل انوار ہووے اگر خر مردہ کان نمک میں گرے خری اور مردگی سے وہ دور ہووے خم ہو صبغۃ اللہ یعنی رنگ اللہ کا ہے سب پیشے اس میں ایک رنگ ہوں یعنی خم معنی ایک رنگ ہے جو اسمیں گرے ایک رنگ ہووے اسواسطے سب عارف ایک رنگ ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] جو گرے الخ ۰ اشعر جو شخص خم میں گرا الخ تو تم اس کو کہے وہ کہے کہ میں خم ہوں لائق انا الحق کہنے کے رنگ آتش رکھتا ہوں ولیکن آہن ہوں رنگ آہن رنگ آتش میں محو ہے آتش کا دعویٰ کرتا ہے ولیکن خاموش ہے جو کہ سرخ ہووے مثل زر خالص کے انا ناری کا دعویٰ بے زبانی سے ہے کامل طبع ہووے رنگ اور وہ کہے کہ میں آتش ہوں اگر تجھ کو اشتباہ ہو اپنے منھ کو میرے منھ پر رکھ دے جو کہ آدمی نور اللہ سے لے اس جاہ سے مسجود ملائک کا ہووے کہ مثل ملائک کے جان جس کی مکر و شک نہیں رکھتی ہووے آگ و لوہا کیا ہے تم چپ رہو اور اس مشبہ و تشبیہ پر ہنسو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] پا نہ رکھو الخ یہ شعر دریا میں پاؤں مت رکھو اور کمتر بیان کر اور لب دریا پر اپنی زبان کو روک اگرچہ تاب بحر کی صدہا کو نہ ہووے لیکن مجھ کو بجز غرق صبر نہیں ہے میری عقل جان فدائے بحر ہو جو نہا جان کا بحر کی سخاوت ہو پاؤں جب تک چلے اس میں چلوں جب تک پاؤں تھکے تو مثل بط کے اس میں رہوں یعنی دریا کے معنی سے مجھ کو کب سیری ہے بجز غرق ہونے کے جب تک کہ طاقت ہے میں اس میں چلوں ورنہ مثل بط کے اسمیں پیروں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

جان و عقل من فدائے بحر باد — خونبہائے عقل و جان این بحر داد
تا کہ پایم میرود رانم درو — چون نماند پا چو بطانم درو
بے ادب حاضر ز غائب خوشتر است — حلقہ گرچہ کژ بود نے بر درست
اے تن آلودہ بگرد حوض گرد — پاک کے گردد برون حوض مرد
پاک کو از حوض مہجور او فتاد — او ز طہر خویش ہم دور او فتاد
پاکی این حوض بے پایان بود — پاکی اجسام کم میزان بود
زانکہ دل حوضست لیکن در کمین — سوئے دریا راہ پنہان دارد این
پاکی محدود تو خواہد مدد — ورنہ اندر خرج کم گردد عدد

عقل و جان میری فدائے بحر ہو — خون بہا ہے جان سخا ہے بحر تو
پاؤں جبتک کہ چلے اسمیں چلوں — جو تھکے یا مثل بطا اسمیں رہوں
بے ادب حاضر بھلا غائب سے ہے — حلقہ ٹیڑھا ہے ولیکن در پے ہے
حوض کے گرد اے تن آلودہ تو پھر — حوض کے باہر نہووے پاک پھر
پاک کب جو حوض سے مہجور ہے — بلکہ تنا پاکی سے اپنی دور ہے
پاکی بے پایان ہے بس اس حوض کی — اور پاکی جسم کی رکھے کمی
کیونکہ دل کہ حوض ہے لیکن نہان — راہ دریا کی طرف رکھتا ہے ہان
پاکی محدود مانگے ہے مدد — ورنہ اندر خرج کے کم ہو عدد

تمثیل در بیان خواندن آب آلودگان را به پاکی

یہ مثال اس بیان میں کہ پانی بلاتا ہے ناپاکوں کو واسطے پاکی کے

آب گفت آلودہ را در من شتاب — گفت آلودہ کہ دارم شرم از آب
گفت آب این شرم بے من کے رود — بے من این آلودہ زائل کے شود
ز آب ہر آلودہ کو پنہان شود — الحیاء یمنع الایمان شود
دل ز پایہ حوض تن گلناک شد — تن ز آب حوض دلہا پاک شد
گرد پایہ حوض دل گرد اے پسر — ہان ز پایہ حوض تن میکن حذر
بحر تن بر بحر دل برہم زنان — در میان شان برزخ لا یبغیان
گر تو باشی راست ور باشی تو کژ — پیشتر می غژ بدو واپس مغژ

بولا آلودہ سے پانی جلد آ — بولا آلودہ کہ آتی ہے حیا
آب بولا یہ حیا ہو مجھ سے دور — بے مرے آلودگی کب ہووے دور
آب سے آلودہ گر چھپتا پھرے — الحیاء یمنع الایمان سے بنے
حوض تن کی تہ دل میں خاک ہے — حوض دل کے آب سے تن پاک ہے
گرد حوض دل کی تہ کے تم پھرو — پاس حوض تن کی تہ کے مت چلو
بحر دل اور بحر تن باہم روان — انکے اندر برزخ لا یبغیان ہے
گر ہے تو ٹیڑھا یا سیدھا رہے — آگے بڑھ تو اور پیچھے مت ہٹے

لہ بے ادب الخ ۱۰ شعر بے ادب حاضر بہتر ہے غائب سے حلقہ ٹیڑھا ہے لیکن در پر ہے اے تن آلودہ تو حوض کے گرد پھر اور باہر حوض کے تو پاک نہ ہووے وہ پاک کب ہے کہ جو حوض سے مہجور ہے بلکہ وہ اپنی پاکی سے دور ہے اُس حوض کی پاکی بے پایان ہے اور پاکی جسم کی کمی رکھتی ہے کیونکہ دل ایک حوض ہے وہ لیکن پوشیدہ دریا کی طرف راہ رکھتا ہے پاکی محدود مدد چاہتی ہے ورنہ خرچ کرنے مین عدد کم ہوتا ہے یعنی دل ایک حوض ہے آب معنی اور دریائے معنی سے اسمین ایک راہ ہے جو اس حوض مین دل ڈوبا وہ معنی مین پہنچا پس پاکی جسم سے پاکی دل بے انتہا ہے کیونکہ پاکی تن کی محدود ہے خرچ کم ہوتی ہے پس آب معنی ناپاکون کو بلاتا ہے واسطے پاک کرنیکے چنانچہ اس کا حال آگے مثال مین بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲ لہ بولا آلودہ سے الخ ۷ شعر پانی نے کہا آلودہ سے کہ جلد آ آلودہ نے کہا مجھ کو حیا آتی ہے پانی نے کہا کہ یہ حیا مجھ سے دور ہو اور بغیر میرے یہ آلودگی کب دور ہو اگر آب سے آلودہ پوشیدہ رہے ..... ترجمہ حدیث۔ فرد حیا کر باز رکھتی ہے ایمان سے حوض تن کی تہ دل پر خاک ہے اور حوض دل کے آب سے تن پاک ہے حوض دل کی تہ کے گرد پھر حوض تن کی تہ کے پاس مت جا بحر دل اور بحر تن کے باہم روان ہین اور انکے پردہ درمیان ہے اور نہیں ملنے دیتا ہے یعنی حوض دل کی طرف رجوع ہو آب معنی تیری آلودگی دنیا کو دور کردے اور حیا اس کے حاصل کرنے مین مت کر کہ یہ حیا موجب خرابی ہے پس تن پروری چھوڑ اور ساتھ دل کے شامل ہو کر راہ طے کر چنانچہ اسکا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ لہ گر ہے الخ ۸ شعر اگر تو ٹیڑھا یا سیدھا ہے آگے بڑھ تو اور پیچھے مت ہٹ اگرچہ شاہ کے روبرو جانا خطر جان کا ہووے ولیکن عالی ہمت کہ پرکے ہیں شاہ شکر سے شیرین تر ہے جان شیرین مین جا کے خوش رہے اے ملامت گر سلامت تجھ کو ہے وائے سلامت جو تو مجھ کو چھوڑ دے یعنی اے ملامت گر تجھکو سلامتی ہے دنیا مین تو سلامتی ڈھونڈ اور مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دے میری جان جلتی ہے اور آگ یہی خوش ہے یہ بھٹی کو بس ہے کہ خانۂ آتش ہے عشق بھٹی کے مانند سوزش رکھتا ہے اس سے جو اندھا ہے وہ کو دن ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ لہ فرد حیا باز رکھتی ہے ایمان سے فافہم ۱۲ لہ پردہ درمیان میں اور نہیں ملنے دیتا ہے فافہم ۱۲

پیش شاہان گر خطر باشد بجان — لیک نشکیبند عالی ہمتان
شاہ چون شیرین تر از شکر بود — جان بشیرینی رود خوشتر بود
اے ملامت گو سلامت مر ترا — اے سلامت جو رہا کن تو مرا
جان من کورہ است و با آتش خوش است — کورہ را این بس کہ خانہ آتش است
ہمچو کورہ عشق را شورہ بدنی است — ہر کہ او زین کور باشد کوردنی است
برگ بے برگی ترا چون برگ شد — جان باقی یافتی و مرگ شد
چون ترا غم شادی افزودن گرفت — روضۂ جانت گل و سوسن گرفت
انچہ خوف دیگران آن امن تست — بط قوی در بحر و مرغ خانہ سست
باز دیوانہ شدم من اے طبیب — باز سودائی شدم من اے حبیب
حلقہائے سلسلہ تو ذو فنون — ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنون
داد ہر حلقہ فنون دیگر است — پس مرا ہر دم جنون دیگر است
پس فنون باشد جنون این شد مثل — خاصہ در زنجیر این میر اجل
آنچنان دیوانگی بگسست بند — کہ ہمہ دیوانگان پندم دہند

شہ کے آگے گر خطر ہووے بجان — پر نہیں رکتے ہیں عالی ہمتان
شاہ شیرین تر جو بس شکر سے ہی — جان شیرینی مین جائے خوش رہے
اے ملامت گو سلامت ہے تجھے — اے سلامت جو نے تو چھوڑ دے
مرا بدن بھٹی ہے خوش ہو آگ سے — بس ہے بھٹی کو کہ خانہ آگ ہے
عشق بھٹی کیطرح سوزش رکھے — اس سے جو اندھا وہ کور دل رہے
بے سروسامانی ساماں ہو تجھے — جان باقی پائے چھوٹے موت سے
جو خوشی کا بڑھتا تیرا غم رکھے — گلشن جان مین گل و سوسن کھلے
دوسروں کا خوف تیرا امن ہے — مرغ سست اور بط قوی ہے بحر سے
پھر مین دیوانہ ہوا ہوں اے طبیب — پھر مین سودائی ہوا ہوں اے حبیب
حلقۂ زنجیر تیرا ذو فنون — اور وہی ہر حلقہ رکھتا ہے جنون
دیوے ہر حلقہ فنون اک اور ہے — مجکو ہر دم ہے جنون اک اور ہے
یہ مثل ہے کہ جنون ہووے فنون — عشق کی زنجیر مین جو ہے جنون
اسقدر دیوانگی نے توڑے بند — کہ مجھے دیتے ہین سب دیوانے پند

آمدن دوستان بہ بیمارستان جہت پرسش ذوالنون

آنا دوستوں کا شفاخانہ مین واسطے عیادت ذوالنون مصری کے

این چنین ذوالنون مصری را فتاد — کاندرو شور و جنون نو بزاد
شور چندان شد کہ تا جوف فلک — میرسد از وے جگرہا را نمک
ہین منہ تو شور خود اے شورہ خاک — پہلوے شور خداوندان پاک
خلق را تاب جنون او نبود — آتش او ریشہا شان می ربود

ایسا ہی ذوالنون مصری کو ہوا — کہ جنون و ولولہ اس کا بڑھا
اسقدر شورش ہوئی کہ تا فلک — پہونچا اس سے جگر کو تھا نمک
اپنی شورش مت رکھے اے شورۂ خاک — بس مقابل مین ہین خاصان پاک
خلق کو تاب جنون اسکی نہ تھی — اُن کی داڑھی آگ سے اسکی جلی

۱؎ بے سروسامانی الخ۔ شعر مجھ کو بے سروسامانی سامان ہوا اور جان باقی پائے اور مرگ سے چھوٹے جو تیرا غم خوشی کا بڑھانا رکھے گلشن جان مین گل و سوسن کھلے دوسروں کا خوف امن تیرا ہے مرغ سست اور بط قوی بحر سے ہے یعنی دریائے محبت مین تن سست ہے اور جان قوی پھر مین دیوانہ ہوا ہوں اے طبیب پھر مین سودائی ہوا ہوں اے حبیب تیرا حلقہ زنجیر اور ذو فنون ہر حلقہ اور ہی رکھتا ہے جنون ہر حلقہ فنون ایک اور ہی دیوے مجھکو ہر دم جنون ایک اور ہی ہے یہ مثل مشہور ہے کہ جنون ہووے فنون جو عشق کی زنجیر مین جنون ہے اس قدر دیوانگی نے بند توڑے کہ دیوانے مجھ کو پند دیتے ہین یعنی اب مجھ کو اور ہی جنون عشق پیدا ہوا ہے کہ باعث مطلب برآری کا ہو جیسے حضرت ذوالنون مصری کو جنون نفع کار ہوا چنانچہ قصہ ان کا مثالاً آگے بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲ ؎ ایسا ہی الخ ۵ شعر ایسا ہی ذوالنون مصری کو جنون ہوا کہ جنون و ولولہ اس کا بڑھا اور اس قدر سوزش ہوئی کہ آسمان تک اس سے جگر کو نمک پہونچتا ہے یعنے وہ سوزش ہر ایک کو بیچین کرتی تھی اے شورۂ خاکی اپنی سوزش مت رکھ مقابل خاصان حق کے اس کے جنون کی تاب خلق کو نہ تھی اور اس کی آتش سے ان کی داڑھی جلی جو عوام کی داڑھی جلی اس کو بندان میں کیا آگے حقائق اس کے بیان کئے ہین فافہم ۱۲

چونکہ درویش عوام آتش فتاد بند کردندش بزندان المراد
نیست امکان واکشیدن این لجام گرچہ زین رہ تنگ می آیند عام
دیدہ این شاہان ز عامہ خوف جان کین گرہ کور اند شاہان بے نشان
چونکہ حکم اندر کف رندان بود لاجرم ذوالنون در زندان بود
یک سوارہ میرود شاہ عظیم در کف طفلان چنین در یتیم
در چہ دریای نہان در قطرۂ آفتابے مخفی اندر ذرۂ
آفتاب خویش را ذرہ نمود واندک اندک روے خود را برکشود
جملہ ذرات در وے محو شد عالم از وے مست گشت و صحو شد
چون قلم در دست غدارے بود لاجرم منصور بر دارے بود
چون سفیہان راست این کار و کیا لازم آمد یقتلون الانبیاء
انبیا را گفتہ قوم راہ گم از سفہ اناتطیرنا بکم
جہل ترسا بین امان انگیختہ زان خداوندے کہ گشت آویختہ
چون بقول اوست مصلوب جہود پس مراورا امن کے تاند نمود
چون دل آن شاہ زیشان خون بود عصمت وانت فیہم چون بود
زر خالص را و زرگر را خطر باشد از قلاب خائن بیشتر
یوسفان از رشک زشتان مخفی اند کز عدو خوبان در آتش میزیند

جو جلی داڑھی عوام الناس کی قید زندان میں کیا اس کو انھی
کسکو طاقت ہے کہ روکے یہ کلام گرچہ ہوتے تنگ ہیں اس رہ میں عام
دیکھا ان شاہوں نے خوف جان عام بے نشان شہ یہ گروہ اندھا تمام
منکروں کو اختیار اب جو ملا اسلئے ذوالنون زندان میں پڑا
ایسا شاہنشہ بڑا تنہا چلے ہاتھ میں در یتیم اک طفل کے
در ہے کیا دریا ہے قطرہ میں نہان یا کہ اک خورشید ذرہ میں نہان
ذرہ کیلئے دکھلاتا ہے اپنے شمس کو تھوڑا تھوڑا کھولتا ہے اپنا رو
سارے ذرے محو انھیں ہو گئے اہل عالم مست سب اس سے ہوئے
بے وفا کے ہاتھ جو ہووے قلم دار پر منصور ہووے لاجرم
جو ہوئے حاکم کمینے پر جفا لازم آیا یقتلون الانبیاء
انبیا کو کہوے قوم راہ گم مکر سے اناتطیرنا بکم
جہل ترسا دیکھو مانگیں ہیں امان اس خدا سے جسکو لٹکایا عیان
جو بقول انکے ہے مصلوب جہود کب وہ دے سکتا ہے انکو امن و سود
شاہ کا دل اس سے جو پرخون ہوے عصمت وانت فیہم کیونکر ہوے
زر خالص اور زرگر کو خطر کھوٹا کرنے والے سے ہو بیشتر
یوسفان مخفی ہیں رشک زشت سے کہ عدو خوبوں سے آتش میں رہے

۱؎ کس کو طاقت ہے الخ ۵ شعر کس کو طاقت ہے کہ یہ کام روکے اگرچہ عام اس راہ میں تنگ ہوتے ہیں ان شاہوں نے جو دیکھا خوف جان کا عدم سے بے نشان شاہ ہوئے اور گروہ بالکل اندھا یعنی اولیاء اللہ نے خوف جان اپنا عوام سے دیکھا پوشیدہ ہو گئے آگے رجوع بقصہ ہے اختیار منکروں کو جو ملا اس لئے ذوالنون کو قید مجلس میں کیا ایسا بڑا شہنشاہ تنہا چلے ہاتھ میں ایک طفل کے در یتیم ہو کر گوہر کیا وہ ایک دریا قطرہ میں نہان ہے یا کہ ایک خورشید ذرہ میں پوشیدہ باقی حقائق آگے ہیں فافہم ۱۲ ۲؎ ذرہ الخ ۸ شعر ذرہ اپنے شمس کو دکھلاتا ہے اور تھوڑا تھوڑا اپنا منہ کھولتا ہے سارے ذرے اس میں محو ہو گئے اور اہل عالم اس سے مست ہو گئے جب کہ بے وفا کے ہاتھ میں قلم ہووے ضرور کہ منصور دار پر ہووے جبکہ کمینہ اور پرجفا حاکم ہووے لازم آیا کہ کافرین کافر پیغمبروں کو انبیاء کو قوم گمراہ کہے مکر سے کہ فال بد ہم نے تمہارے کہنے سے لی ترسایوں کی جہالت کو دیکھو کہ امن چاہتے ہیں اس خدا سے کہ جسکو دار پر لٹکایا جو کہ بقول انکے جہودوں نے صلیب پر چڑھایا کب وہ انکو امن دے سکتا ہے یعنی نصاریٰ اس خدا سے امن چاہتے ہیں کہ جس کو یہودیوں نے دار پر چڑھایا پس وہ امن کب دے سکے کہ خود ایسا عاجز وہ خدا ہے یہ انکی جہالت و نادانی ہے جو شاہ کا دل ان سے ناخوش ہووے عصمت وانت فیہم کیونکر ہووے یعنی حق تعالیٰ بنسبت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماتا ہے کہ ما کان لیعذبہم وانت فیہم یعنی عذاب نہیں کرتا اللہ کافروں کو حالانکہ تو محمد ان میں ہو پس جس قوم میں نبی اللہ ہوتا ہے حق تعالیٰ عذاب اس پر نہیں کرتا مولانا فرماتے ہیں کہ جب خدا ان سے ناراض ہووے تو عصمت و نبی اللہ کا رہنا کیونکر ہووے اسی امر سے ذوالنون کو منکروں نے جہل سے قید کیا آگے اسکی مثال ہے فافہم ۱۲ ۳؎ زر خالص الخ ۵ شعر زر خالص اور زرگر کو خطر ہوتا ہے کھوٹے کرنے والے سے بیشتر رشک کرنے والوں کی وجہ سے یوسفؑ چاہ میں ہیں کہ حسد سے بھیڑیوں کو اُسے دین حسد سے یوسف پر کیا گذرا یہ حسد خود ایک بڑا بھیڑیا ہے اس لئے کہ اس بھیڑیئے سے خوف یعقوبؑ غم یوسفؑ پر رکھتے تھے یعنی یہ حسد ایک بڑا بھیڑیا ہے اس کے روبرو بھیڑیئے کی کیا اصل ہے چنانچہ اس کا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ع۵ مارتے ہیں کافر پیغمبر کو ۱۲ ع۵ ہمنے فال بدلی کہنے سے تمہارے ۱۲

از حسد بر یوسف مصری چه رفت | این حسد اندر کمین گرگیست زفت
لاجرم زین گرگ یعقوب حلیم | داشت بر یوسف همیشه خوف و بیم
گرگ ظاهر گرد یوسف خود نگشت | این حسد در فعل از گرگان گذشت
زخم کرد این گرگ و ز عذر لبق | آمده کانا ذهبنا نستبق
صد هزاران گرگ را این مکر نیست | عاقبت رسوا شود این مکر بایست
زانکه حشر حاسدان روز گزند | بی گمان بر صورت گرگان کنند
حشر بر حرص سگ مردار خوار | صورت خوکے بود روز شمار
زانیان را گند اندام نهان | خمر خواران را بود گنده دهان
گند مخفی کان بدلها می رسید | گشت اندر حشر محسوس و پدید
بیشه آمد وجود آدمی | بر حذر شو زین وجود ار آدمی
ظاهر و باطن اگر باشد یکے | نیست کس را در نجات او شکے
در وجود ما هزاران گرگ و خوک | صالح و ناصالح و خوب و خشوک
حکم خود آن راست که غالبتر ست | چونکه زر بیش از مس آمد آن زر ست
تیز می کان در وجودت غالب ست | هم بر ان تصویر حشرت واجب ست
ساعتے گرگے در آید در بشر | ساعتے یوسف رخی همچون قمر
میرود در سینه ها از سینه ها | از ره پنهان صلاح و کینه ها

چہ مین یوسف پر حسد سے کیا ہوا | یہ حسد اک بھیڑیا ہے خود بڑا
اسلیے اس بھیڑیے سے خوف و بیم | رکھتے یوسف پر تھے یعقوب حلیم
گرد یوسف گرگ ظاہر کب پھرا | پر حسد فعلون مین گرگون سے بڑھا
زخم کھا اس گرگ کا اور ہوکے دق | اور کہا کانا ذهبنا نستبق
مگر صدہا گرگ کو یہ ہے نہیں | عاقبت رسوا یہ ہووے مکر و کین
روز محشر حاسدون کا حشر تو | بھیڑیونکی شکل اور صورت پے ہو
حشر حارص کا کہ ہے مردار خوار | خوک کی صورت پر ہو روز شمار
گندہ زانی کا ہو اندام نہان | بادہ خوار ونکا ہو بس گندہ دہان
گند کی مخفی دلو نمین جو بھری | حشر کے دن ہووے ظاہر اُنکی
ایک جنگل ہے وجود آدمی | اس سے ہو پر خوف اگر ہے آدمی
ظاہر و باطن کوئی گر ایک ہو | اسکی بخشش مین نہ شک ہو ایک ہو
ہیں ہمارے تن مین صدہا گرگ و خوک | نیک و بد اور خوب و زشت و بھول چوک
حکم ہو اسکا کہ جو غالب ہے تر | زر ہے تانبے مین زیادہ تو ہے زر
تن مین جو سیرت تری غلبہ رکھے | بس اُسی صورت پہ تیرا حشر ہے
دم مین آئے گرگ پن اندر بشر | دم میں ہو یوسف رخی مثل قمر
جاتا سینہ مین ہے سینہ سے نہان | بس صلاحیت و کینہ بے گمان

ف ا گرد یوسف کے گرگ ظاہر کب پھر اگر گرگ سے بہ حسد فعلون مین سوا ہوا اس گرگ حسد کا زخم کھا کر اور دق ہو کر آکے کہا کہ تحقیق ہم آگے بڑھ گئے تھے جنگل مین صدہا گرگ کو یہ مکر نہیں ہے آخر کار رسوا یہ مکر و کین ہووے حشر کے دن حاسدون کا حشر بھیڑیون کی شکل اور صورت پر ہوگا حشر حارص کا کہ مردار خوار ہے حشر کے دن حرص کی صورت پر ہے اندام نہانی زانی کا گندہ ہوگا اور میخوارون کا دہن گندہ ہو دلو نمین جو گندگی پوشیدہ بھرے حشر کے دن ظاہر ہووے باقی حقائق اسکے آگے ہین فافہم ۱۲ ف ۲ ایک جنگل الخ ۱۰ شعر وجود انسان کا ایک جنگل ہے اگر تو مرد ہے اس سے پر خوف ہو اگر کوئی ظاہر و باطن ایک ہو اس کی بخشش بے شک ہو ہمارے تن مین صدہا گرگ و خوک ہیں اور بد و زشت و خوب بھول چوک ہے جو غالب زیادہ ہے اس کا حکم ہے جو زر کہ مس پر غالب ہو وہ زر ہے جو سیرت کہ تیرے تن مین غلبہ رکھے اُسی صورت پر تیرا حشر ہے ایک دم مین گرگ پن آئے بشر مین اور ایک دم مین آئے یوسف رخی مثل قمر کے یعنی وجود انسان مین سب صفتین موجود ہین کیونکہ مظہر اتم ہے لیکن جو صفت غالب ہوگی اُسی صورت پر اس کا حشر ہوگا کیونکہ باطن مین اُسکے وہی صورت ہے پس صوفی اس کو کہتے ہین باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ف ۳ جاتا سینہ مین الخ ۹ شعر سینہ سے سینہ مین پوشیدہ جاتا ہے صلاحیت و کینہ بے گمان بلکہ گاؤ خر مین بھی انسان ہین بھی علم و ہنر جانتا ہے اس شان سے یعنی عارف کے سینہ سے سینہ عالم مین معنی آتا ہے جیسے گاؤ خر تعلیم پاتے ہین تب بد شائستہ و مطیع ہوتا ہے ریچھ ناچتا ہے اور بکر سلام کرتا ہے اور سگ اصحاب کہف مین اس خواب سے راستی آئی کہ حق جوئی رکھتا ہے ہر گھڑی سینہ مین سرکش ہوتا ہے کبھی گاؤ و فرشتہ و کبھی درندہ ہو جاتا ہے ہر ایک شیر اس بیشہ کو جانتا ہے کہ پوشیدہ راہ دام سینہ مین رکھے یعنے ہر ایک ولی اللہ بیشہ معنی کو جانتا ہے کہ سینہ مین اس راہ سے راہ ہے تو زمرد جان جان کی چوری کر غارتون کے دل سے چور کہ وہ عارف بیشہ معنی سے خبردار ہین آگے قصہ ذوالنون مصری کا ہے فافہم ۱۲ عہ ہم آگے بڑھ گئے تھے ۱۲

بلکہ خود از آدمی در گاؤ و خر
اسپ سکسک میشود رہوار و رام
رفت در سگ زآدمی حرص و ہوس
در سگ اصحاب خوئی زان رقود
ہر زمان در سینہ نوعے سر کند
زان عجب پیشہ کہ ہر شیر اگہ ہست
دزدیٔ کن از زر و مرجان جان
چونکہ دزدی یا ری آن در لطیف

میرود دانائی و علم و ہنر
خرس بازی میکند بز ہم سلام
یا شبان شد یا شکاری یا حرس
رفت تا جویاے اللہ رفتہ بود
گاہ دیو و گہ ملک گہ دام و دد
تا بدام سینہ ہا پنہان است
اے کم از سگ از درون عارفان
چونکہ حامل میشوی بار شریف

بلکہ گاؤ و خر مین بھی انسان سے
اسپ بد ہوتا ہے شایستہ و رام
حرص کتے مین گئی انسان سے
اور سگ اصحاب مین اُس خواب سے
ہر گھڑی سینے مین ہووے سر بلند
جانتا ہر شیر اُس ہیشہ کو ہے
تو زر و مرجان جان کی چوری کر
جو چراتا ہے تو وہ در لطیف

جانتا ہے علم و ہنر اس شان سے
ریچھ ناچے کرتا بجرا ہے سلام
پاشکاری یا نگہبانی کرے
راستی آئی کہ حق جوئی رکھے
گاہ دیو و گہ فرشتہ گہ درند
کہ نہان وہ دام سینہ مین رکھے
عارفون کے دل سے اے کتے بتر
جو اُٹھاتا ہے تو وہ بار شریف

فہم کردن مریدان کہ ذوالنون دیوانہ نیست ولقصد چنین کردہ است

سمجھنا مریدون کا کہ ذوالنون دیوانہ نہیں ہے قصداً ایسا بنا ہے

چونکہ ذوالنون سوے زندان رفت شاد
دوستان از ہر طرف بنہادہ رو
دوستان در قصۂ ذوالنون شدند
کین مگر قصداً کند یا حکمتے ست
دور دور از عقل چون دریاے او
حاش للہ از کمال جاہ او
او ز شر عامہ اندر خانہ شد
او ز عار عقل گندہ تن پرست
کہ بہ بندم اے فتی و ساز گاؤ

بند بر پا دست بر سر زافتقاد
بہر پرسش سوے زندان نزد او
سوے زندان و دران راے زدند
او درین رہ قبلہ است و آیتے ست
تا جنون باشد سفہ فرماے او
کابر بیماری بپوشد ماہ او
او ز ننگ عاقلان دیوانہ شد
قاصداً رفت است و دیوانہ شدست
برسر پشتم بزن وین را مکاؤ

خوش گیا ذوالنون جو زندان کو
ہر طرف سے دوست اسکے جمع ہو
قصۂ ذوالنون مین سب دوستان
امر یہ قصداً اور یا حکمت سے ہے
جوکہ دور از عقل خود دریا ہو وہ
حاشا اللہ اسکی ایسی عز و جاہ
عام کے شر سے وہ در خانہ ہوا
عقل گندہ تن سے اسکو عار ہی
کہ مرے سر پیٹھ پر کوڑے کو مار

پا مین پہنے بیڑیان مجنون ہو
اسکی پرسش کو گئے زندان کو
سوے زندان راے کرتے تھے عیان
کیونکہ یہ اک قبلہ اس آیت سے ہے
کب جنون تعلیم فرما اُس کا ہو
ابر بیماری چھپاے اس کا ماہ
سنگ عقلا سے وہ دیوانہ ہوا
ہوگیا دیوانہ قصداً اس لئے
قید کر پر راز مت کر آشکار

۱؎ خوش گیا الخ یہ شعر ذوالنون جو زندان کو خوش گیا الخ اور بیڑیان نہین پاؤن مین مجنون ہوکر ہر ایک سمت سے اس کے دوست جمع ہوئے اور زندان مین اس کے پوچھنے کو گئے سب دوست قصہ ذوالنون مین طرف زندان کے اپنی اپنی رائے ظاہر کرتے تھے کہ یہ تعزیر قصداً دی گئی یا حکمت سے ہے کیونکہ یہ ایک قبلہ اس ملت کا ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۲؎ جوکہ دور از عقل وہ خود دریا ہے کب جنون اس کا تعلیم فرما ہو حاش للہ اس کی ایسی ہی عزت و جاہ ہے کہ اس کے ماہ کو ابر بیماری چھپائے وہ عام کے شر سے خانہ نشین ہوا اور سنگ عقلا سے وہ دیوانہ بنا گندہ تن کی عقل سے اس کو عار ہے قصداً وہ دیوانہ ہوگیا ہے جو اس لئے کہ میرے سر و پیٹھ پر تو کوڑے مارے قید کر پر راز ظاہر نہ کر آگے حقائق اس کے ہین فافہم ۱۲۔

تا ز زخم لخت یابم من حیات چون قتیل از گاو موسیٰ ای ثقات
تا ز زخم لخت گاو خوش شوم همچو کشتهٔ گاو موسیٰ کش شوم
زنده شد کشته ز زخم دم گاو همچو مس از کیمیا شد زر ساو
کشته بر جست و بگفت اسرار را وانمود از زمرهٔ خونخوار را
گفت روشن کین جماعت کشته اند تخم این آشوب ایشان کشته اند
چونکه کشته گردد این جسم گران زنده گردد هستی اسرار دان
جان او بیند بهشت و نار را باز داند جمله اسرار را
وانماید خونیان دیو را وانماید دام خدعه و ریو را
گاو کشتن هست از شرط طریق تا شود از زخم دمش جان بحقیق
گاو نفس خویش را زو تر بکش تا شود روح خفی زنده بهش
این سخن را مقطع دان پایان مجو حال ذوالنون با مریدان باز گو

تا حیات اس زخم سے کوڑے کے ہو گاؤ موسیٰ سے ہے جون مقتول کو
زخم اسکو ایسے ہون الخ تاکہ خوش ہوؤن مثل کشتہ گاؤ موسیٰ کش
کشتہ زخم گاؤ سے اچھا ہوا جیسے تانبا کیمیا سے زر بنا
کہہ دیا کشتہ نے سب اسرار کو کھولا بس اس فرقہ خونخوار کو
بولا مارا اس جماعت نے مجھے اور بوے تخم اس آشوب کے
جبکہ کشتہ ہووے یہ جسم گران زندہ ہووے ہستیٔ اسرار دان
اسکی جان دیکھے بہشت و نار کو پھر وہ جانے سر بسر اسرار کو
کردے ظاہر قاتلان دیو کو کردے ظاہر دام مکر و ریو کو
مارنا ہے گاؤ کا شرط طریق تا ہو زخم دُم سے اس کی جان حقیق
گاؤ نفس اپنے کو جلدی مار اجی تاکہ زندہ ہو تری روح خفی
ڈھونڈھ مت اب انتہاے بات کو حال ذوالنون اور مرید ونکا کہو

رجوع کردن بحکایت ذوالنون با مریدان

رجوع کرنا طرف حکایت ذوالنون اور انکے مریدونکے

چون رسیدند آن نفر نزدیک او بانگ بر زد هی کیانید اتقوا
با ادب ما از دوستان بهر پرسش آمدیم اینجا بجان
چونی ای دریای عقل ذو فنون این چه بهتان ست بر عقلت جنون
دود گلخن کی رسد در آفتاب چون شود عنقا شکسته از غراب

جبکہ پہونچے پاس اسکے جملہ وہ چیخ کر بولا خبردار اب ڈرو
با ادب بولے کہ ہم ہین دوستان پوچھنے آئے ہین ہم دلسے یہان
عقل کے دریا ترا کیا حال ہے کیسا یہ بہتان جنون کا عقل پے
کب دھوین سے چھپ سکے خورشید ہی زاغ کب عنقا کو زخمی کر سکے

۱ تاحیات الخ ۸ شعر تاکہ حیات اس زخم کوڑے کرے ہووے مقتول کو جیسے زمانہ موسیٰ مین گاؤ مذبوح نے زندہ ہوکر سب حال کہہ دیا تھا اس کوڑے کے زخم سے تاکہ ہوؤن مین خوش اور مثل کشتہ کے ہون گاؤ موسیٰ کش کے کشتہ زخم گاؤ سے زندہ ہوا جیسا تانبا کیمیا سے زر بنا کشتہ نے کہہ دیا سب اسرار کو اور بتایا گروہ خونخوار کو کہ اس جماعت نے مجھکو مار ڈالا اور تخم بوئے اس فتنہ و فساد کے جبکہ یہ جسم کشتہ ہووے ہستی اسرار جان کی زندہ ہووے اس کی جان دیکھے بہشت و دوزخ کو پھر سب اسرار کو جانے اور ظاہر کردے دام مکر و کید کو یعنی مانند گاؤ موسیٰ کے اگر تو اپنے جسم کو ہلاک کرے تو جان مردہ تیری زندہ ہو اور قاتلان دیو کے کروفریب کو بتلادے قصہ گاؤ موسیٰ کا یہ ہے کہ عہد موسیٰ مین ایک شخص کو مال کے واسطے چچازاد بھائی نے ہلاک کیا مگر قاتل معلوم نہ ہوا موسیٰ نے بموجب وحی کے اس قوم کو لکھا کہ ایک گاؤ ذبح کرو دخون اس کا اس مقتول پر چھڑک دو حال قاتل کا کہہ دے گا چنانچہ اہل قوم نے ایک گائے ذبح کی خون چھڑکتے ہی مقتول نے قاتل کو اپنے بتایا چنانچہ یہ قصہ قرآن مین ہے اسی طرح گاؤ جسم کے قتل سے جان مردہ حال قاتل دیو کا بتادے گی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ مارنا ہے الخ ۳ شعر گاؤ کا مارنا شرط طریق ہے تا زخم دم سے اسکی جان حقیق ہو پس تو گاؤ نفس کو اپنے جلدی مار تاکہ روح تیری زندہ ہو اس بات کی انتہا کو تو مت ڈھونڈھ حال ذوالنون و مریدون کا اسکے کہہ یعنی اپنے نفس کو تو مار کہ تیری جان مردہ زندہ ہووے آگے قصہ ذوالنون مصری کا ہے فافہم ۱۲ ۳ جبکہ پہونچے الخ ۸ شعر جبکہ وہ سب اسکے پاس پہونچے ذوالنون نے للکار کر کہا کہ خبردار تم ڈرو سبنے باادب ہوکر کہا کہ ہم تیرے دوست اور تیرے پوچھنے کو آئے ہین اے عقل کے دریا تیرا کیا حال ہے یہ جنون کا بہتان عقل پر کیا ہے سورج دھوین سے کب چھپ سکتا ہے زاغ کب عنقا کو زخمی کر سکتا ہے یہ بات مت چھپا اور ہم سے کہہ کہ ہم تیرے دوست ہین ہم سے پوشیدہ نہ رکھ ہم دوستونکو اب تو دور نہ کر اور حیلہ و اغماض سے مہجور نہ کر دوستونکو زنجیر شایان کرے تو بجز عقل ہے یہ قبول کر اسرار از کمر بمعنی بادشاہ لیناسہ ابر مین مت چھپا تو کے اہ باقی حال آگے ہے فافہم

واگیر از ما بیان کن این سخن / ما محبانیم با ما این مکن
مر محبان را نشاید دور کرد / یا بروپوش و دغل مہجور کرد
راز را اندر میان نہ با محب / اے کہ بحر علم و عقلے انتجب
راز را اندر میان آور شہا / رو مکن در ابر پنہانے نہا
ما محب صادق و دل خستہ ایم / در دو عالم دل بتو بربستہ ایم
راز را از دوستان پنہان مکن / درمیان نہ راز و قصد جان مکن
چونکہ ذوالنون این سخن ز ایشان شنید / جز طریق امتحان مخلص نہ دید
فحش آغازید و دشنام از گزاف / گفت او دیوانگانہ زی و قاف
بر جہید و سنگ پران کرد و چوب / جملگان بگریختند از بیم کوب
قہقہہ خندید و جنبانید سر / گفت باد ریش این یاران نگر
دوستان بین کو نشان دوستان / دوستان را رنج باشد ہمچو جان
کے گران گیرد ز رنج دوست دوست / رنج مغز و دوستی آنرا چو پوست
نے نشان دوستان باشد خوشی / در بلا و آفت و محنت کشی
دوست ہمچون زر بلا چون آتش ست / زر خالص در دل آتش خوش است

مت چھپا یہ بات کر ہم سے بیان / ہم محب ہین مت تو رکھ ہم سے نہان
ہم محبون کو نہ کر اب دور تو / حیلہ و اغماض سے مہجور تو
دوستون کو راز مین کر تو شمول / اے تو بحر عقل ہے کر یہ قبول
راز اپنا کھول دے اے بادشاہ / مت چھپا رو ابر مین اپنا تو ماہ
[1] ہم ہین صادق دوست اور دلخستہ ہین / دونون عالم مین ترے دلبستہ ہین
دوستون سے راز تو پنہان نہ کر / کردے ظاہر اور قصد جان نہ کر
جو سنا ذوالنون نے اپنے یہ بیان / مخلصی پائی نہین جز امتحان
گالیان دین اور بکا لاف و گزاف / مثل دیوانون کے بولا لام کاف
دوڑا اور پتھر لگا وہ مارنے / مار کے ڈر سے لگے سب بھاگنے
پس ہنسا اور سر ہلا کر کے کہا / دیکھ درویش حال ان احباب کا
ہے کہان انمین نشان دوستان / دوستون کا رنج ہووے مثل جان
کب گران بر جان ہووے رنج دوست / رنج مغز اور دوستی اسکی ہے پوست
نے نشانی دوستی کی ہے خوشی / ہے بلا و محنت و آفت کشی
دوست مثل زر بلا جون آگ ہے / زر خالص آگ مین اچھا لگے

امتحان کردن خواجہ لقمان را در زیرکے

امتحان کرنا خواجہ کا لقمان کی ہوشیاری کا

نے کہ لقمان را کہ بندہ پاک بود / روز و شب در بندگی چالاک بود
خواجہ اش میداشتی در کار پیش / بہترش دیدی ز فرزندان خویش
زانکہ لقمان گرچہ بندہ زادہ بود / خواجہ بود و از ہوا آزادہ بود

[2] نے کہ لقمان کو کہ بندہ پاک تھا / بندگی مین رات دن چالاک تھا
خواجہ اکثر کام لیتا اس سے تھا / اور فرزندون سے بہتر جانتا
کیونکہ لقمان گرچہ بندہ زاد تھا / پر ہوا و حرص سے آزاد تھا

[1] ہم ہین الخ۔ اشعر ہم دوست صادق و دل خستہ ہین اور دونون عالم مین تیرے دل بستہ ہین دوستون سے تو راز نہان نہ کر ظاہر کردے اور قصد جان نہ کر یہ بیان ذوالنون نے جوان سے سنا خلاص پایا نہیں بجز امتحان کے گالیان دین اور برا بھلا کہا اور مثل دیوانے کے لام کاف کہا دوڑا اور پتھر مارنے لگا ڈر سے مار کی سب بھاگنے لگے پس ہنسا اور سر ہلا کر کہا دیکھ درویش ان احباب کا حال ان مین نشان دوستون کا کہان ہے دوستون کا رنج مثل جان کے ہوتا ہے رنج دوست کا کب گران ہووے دوست کو رنج مغز ہے اور دوستی اس کی پوست ہے دوستی کا نشان خوشی نہیں ہے بلکہ بلا و محنت و آفت ہے دوست مثل زر اور آگ کے ہے زر خالص آگ مین خوشتر دکھائی دیتا ہے یعنے دوست وہ ہے کہ بلائے دوست کو بہتر جانے دوست کی بلا سے نہ بھاگے کہ بلا دوست کی رحمت ہے جیسے لقمان نے بلائے دوست کو راحت جانا چنانچہ اسی کا قصہ آگے مثال مین بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲ [2] نے کہ لقمان کو الخ۔ شعر تو نے نہیں دیکھا ہے لقمان کو کہ پاک بندہ تھا اور بندگی مین رات دن چالاک تھا اور اکثر خواجہ اس سے کام لیتا تھا اور فرزند انسے جانتا تھا کیونکہ لقمان اگرچہ بندہ زادہ تھا ولیکن حرص و ہوا سے آزاد تھا آگے مثال ہے فافہم ۱۲

گفت شاہے شیخ را اندر سخن　　کز من از بخشش تو چیزے خواست کن
گفت اے شہ شرم ناید مر ترا　　کین چنین گوئی مرا زین بر ترا
من دو بندہ دارم و ایشان حقیر　　وان دو بر تو حاکمانند و امیر
گفت شہ آن دو چہ اند این زلت ست　　گفت آن یک خشم و دیگر شہوت است
شاہ آن دان کو ز شاہی فارغ است　　برمہ و خورشید نورش بازغ ست
مخزن آن دارد کہ مخزن علا اوست　　ہست آن دارد کہ با ہستی عدد ست
خواجۂ لقمان بظاہر خواجہ وش　　در حقیقت بندہ لقمان خواجہ وش
در جہان بازگونہ زین بس است　　در نظر شان گوہرے کم از خس ست
مر بیابان را مفازہ نام شد　　نام و ننگ عقل شان را دام شد
یک گرہ را خود معرف جامہ است　　در قبا گویند کو از عامہ است
یک گرہ را ظاہر اسالوس زہد　　نور باید تا بود جاسوس بود
نور باید پاک از تقلید حول　　تا شناسد مرد را بے فعل و قول
در رود در قلب او از راہ عقل　　نقل او بیند نباشد بند نقل
بندگان خاص علام الغیوب　　در جہان جان جواسیس القلوب
در درون دل در آید چون خیال　　پیش او مکشوف باشد سر حال
در تن گنجشک چہ بود برگ و ساز　　کہ شود پوشیدہ آن بر عقل باز

شہ[1] نے باتون مین کہا یہ شیخ سے　　کوئی شے بخشش مین مجھ سے مانگ لے
بولا شرم آتی نہیں تجھ کو شہا　　تو یہ کہتا ہے بھلا کچھ تو بڑھا
میرے دو بندے ہین اور از بس حقیر　　تجھ پہ وہ حاکم ہین دونون ور امیر
شاہ بولا کون سے ہین دو غلام　　بولا خشم اک دوسرا شہوت ہے نام
شہ ہے وہ شاہی سے جو فارغ رہے　　نور روشن اسکا مہر و ماہ پہ
وہ غنی ہے عار دولت جسکی ہے　　ہے وجود اسکا جو ہستی سے چھٹے
خواجۂ[2] لقمان کا بظاہر خواجہ تھا　　در حقیقت بندہ تھا لقمان کا
ہین بہت اس الٹے عالم مین یہان　　خس سے کم دیکھین گہر کو جو عیان
نام ویرانہ کا آبادی رکھا　　ننگ عقل ان کی کو دام اک ہوگیا
اک گرہ کا خود معرف جامہ ہے　　کہتے ہین اسکو قبا مین عامہ ہے
اک گرہ کو ظاہرا ہے مکر و زہد　　نور ہووے تاکہ جانے مکر و زہد
پاک نور اب چاہیئے تقلید سے　　تاکہ جانے مرد کو بے قال کے
قلب[3] مین گر جائے وہ از راہ عقل　　نقل وہ دیکھے نہو پابند نقل
بندگان خاص علام الغیوب　　عالم جان مین جواسیس القلوب
دل کے اندر جو گھسین مثل خیال　　انکے آگے ہووے ظاہر سر حال
تن ان چڑیونکے کیا ہے جو کہ ہے　　کب چھپا ہے باز کی وہ عقل سے

عوان۔ جور کرنا ۱۲

[1] شہ نے الخ ۶ شعر شاہ نے باتون مین ایک شخص سے کہا کہ کوئی شے بخشش مین مجھ سے مانگ لے شیخ نے کہا تجھے شرم نہین آتی کہ مین بزرگون مین تو الٹا مجھے دیوے میرے دو بندے از بس حقیر ہین ولیکن تجھ پر وہ دونون حاکم ہین شاہ نے کہا وہ کون سے دو غلام ہین کہا ایک خشم دوسرے شہوت ہے آگے حقائق ہین وہ شاہ ہے کہ جو شاہی سے فارغ رہے اور نور اسکا مہر و ماہ پر چمکے وہ دولت مند ہے جسے دولت پر عار ہے ست وہ ہے کہ جو ہستی سے چھٹے آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ [2] خواجہ الخ ۶ شعر خواجہ لقمان کا بظاہر خواجہ تھا ولیکن حقیقت مین وہ لقمان کا بندہ تھا آگے حقائق ہین اس الٹے عالم مین بہت لوگ ہین کہ خس سے کم گوہر عیان دیکھتے ہین نام ویرانہ کا آبادی رکھا ہے ننگ ان کی عقل کو ایک دام ہوگیا ایک گروہ کا جامہ پہچنواتا ہے مردم اس کو کہتے ہیں کہ قبائے عام ہے ایک گروہ کا مکر و زہد ظاہر ہے نور ہووے تاکہ مکر و زہد کو جانے تقلید سے نور پاک چاہیئے تاکہ مرد کو جانے بغیر گفتگو کے یعنی یہ جہان معکوس ہے کہ برے کو بھلا جانتے ہیں و بھلے کو برا پیران ریاکار نے لباس بزرگون کا پہنکر مخلوق کو دھوکا دیا کہ مخلوق بزرگان سے بداعتقاد ہوگئی نور باطن اب چاہیئے کہ بغیر گفتگو کے مردان حق کو پہچانے چنانچہ اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] قلب مین الخ ۲ شعر قلب مین اگر وہ جائے از راہ عقل کے نقل کو دیکھے اور پابند نقل کا نہ ہووے یعنی پابند تقلید کا نہ رہے و قلب مین نقل شے کو دیکھے بندگان خاص خدا کے عالم غیب جاسوس دلون کے ہین وہ دل کے اندر جو گھسین مثل خیال کے تو انکے آگے ظاہر ہووے اسرار حال کا آگے مثال ہے ان چڑیون کے بدن مین جو کچھ کہ ہے باز عقل سے کب چھپا ہوا ہے خالق کے بھید سے جو واقف ہوگیا پھر مخلوق کا بھید اُس کے آگے کیا ہے جو آسمان پر چلنے لگے زمین پر اسکو چلنا کب مشکل ہے داؤد کے ہاتھ مین آہن موم ہوگیا پھر موم کی کیا اصل ہے یعنی جو کوئی عارف راز باطن سے خبردار ہوگیا اُس کے آگے بھید مخلوق کا کیا چیز ہے آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ —

آن کہ واقف گشت بر اسرار ہو ۔۔۔ سر مخلوقات چہ بود پیش او
آنکہ بر افلاک رفتارش بود ۔۔۔ بر زمین رفتن چہ دشوارش بود
در کف داؤد کآہن گشت موم ۔۔۔ موم چہ بود در کف اعدائے ظلوم
بود لقمان بندہ شکل خواجہ ۔۔۔ بندگی بر ظاہرش دیباچہ
چون رود خواجہ بجائے ناشناس ۔۔۔ بر غلام خویش پوشاند لباس
او بپوشد جامہائے آن غلام ۔۔۔ مر غلام خویش را سازد امام
در پیش چون بندگان در رہ شود ۔۔۔ تا نیابد زد کسے اگر شود
گوید این بندہ تو رو در صدر شین ۔۔۔ من بگیرم کفش چون بندہ کہین
تو درشتی کن مرا دشنام دہ ۔۔۔ مر مرا تو ہیچ توقیرے منہ
ترک خدمت خدمت تو داشتم ۔۔۔ تا بغربت تخم حیلت کاشتم
خواجگان این بندگی ہا کردہ اند ۔۔۔ تا گمان آید کہ ایشان بندہ اند
چشم پر بودند سیر از خواجگی ۔۔۔ کارہا کردند در آمادگی
دین غلامان ہوا بر عکس آن ۔۔۔ خویشتن بنمودہ میر عقل و جان
آید از خواجہ رہ افگندگی ۔۔۔ ناید از بندہ بغیر از بندگی
پس ازان عالم بدین عالم چنان ۔۔۔ تعبیتی ہاست بر عکس این بدان
خواجہ لقمان ازین حال نہان ۔۔۔ بود واقف دیدہ بود از وی نشان
زمید انست و خوشی میراند خر ۔۔۔ از برائے مصلحت آن راہبر

سر ہوسے جو کہ واقف ہو گیا ۔۔۔ خلق کا بھید اسکے آگے پھر ہے کیا
آسمان پر جو کوئی چلنے لگے ۔۔۔ کب زمین پر چلنا مشکل اسکو ہے
موم آہن ہو گیا داؤد کے ۔۔۔ ہاتھ مین پھر موم کی گیا اصل ہے
خواجہ تھا ہم شکل غلام ۔۔۔ بندگی تھی اسکی ظاہر پر تمام
جانے نادانستہ گر وہ خواجہ جائے ۔۔۔ اپنے بندہ کو لباس اپنا پہنائے
اور خود پہنے وہ پوشاک غلام ۔۔۔ اور غلام اپنے کو کر لیوے امام
پیچھے پیچھے مثل بندوں کے چلے ۔۔۔ تا نہ پہچانے کوئی یہ کون ہے
اور کہے تو بیٹھ بندے صدر مین ۔۔۔ کفش جون بندہ اٹھاؤن تیری مین
ہو خفا اور گالیان دے تو مجھے ۔۔۔ اور کچھ توقیر میری مت کرے
ترک خدمت کی یہ خدمت ہے مجھے ۔۔۔ تخم حیلہ بویا غربت مین اُگے
بندگی جو خواجون نے ایسی کی مدام ۔۔۔ تا گمان ہووے کہ یہ ہین بس غلام
سیر چشم اور خواجگی سے دل بھرا ۔۔۔ کام کو آمادگی سے پر کیا
بر خلاف اسکے غلامان ہوا ۔۔۔ عقل و جان کا خواجہ اپنے کو کیا
ہوتی ہے خواجہ سے ظاہر عاجزی ۔۔۔ ہوتی ہے بندہ سے پیدا بندگی
اس جہان سے اس جہان کے درمیان ۔۔۔ جان تو بر عکس ہے ترتیب یان
خواجہ لقمان کے مخفی حال پے ۔۔۔ تھا خبردار اس سے دیکھے تھا پتے
بھید جانے اور بس کوشش کرے ۔۔۔ راہبر کی بہتری کے واسطے

لے خواجہ تھا الخ یہ شعر لقمان خواجہ تھا بصورت غلام اور اس کی ظاہری صورت پر بندگی تھی آگے مثال اس کی ہے اگر کوئی خواجہ کسی جا ئے نادانستہ پر جائے اور اپنے غلام کو اپنا لباس پہنائے اور خود لباس غلام کا پہنے اور اپنے غلام امام اپنا کر لیوے اور پیچھے پیچھے مثل غلاموں کے چلے تا کوئی نہ پہچانے یہ کون ہے اور کہے کہ اے غلام تو صدر مین بیٹھ اور مثل غلاموں کے تیری جوتیان مین اٹھاؤن تو خفا ہو اور مجھے گالیان دے اور کچھ تو قیر مت کر میری۔ ترک خدمت کی تجھے خدمت دی ہے تاکہ تخم حیلہ کا زمین غربت مین اُگے غرضکہ ایسی بندگی خواجون کی ہمیشہ کی ہے تا گمان ہووے کہ یہ بندے ہین یعنی حق لباس بندہ مین رسول بن کر بظاہر اس جہان مین آیا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ سے سیر چشم الخ یہ شعر سیر چشم اور خواجگی سے دل بھرا تھا اور کام کو سعدی سے لیا تھا اسکے خلاف غلام ہوا کے ہین کہ خود کو خواجہ عقل و جان کا کیا یعنی ریا کار نے باوجود بے معنی ہونے کے خود کو خواجہ بنایا خواجہ سے ظاہر عاجزی ہوتی ہے اور بندہ سے پیدا بندگی ہوتی ہے اس جہان کے درمیان اس جہان سے ترتیب بر عکس ہے تو جان لے یعنی معاملات اُس جہان مین الٹی ہین کہ یہ جہان اس جہان سے بر عکس ہے کہ حق بصورت بندہ ہے یا اہل دنیا کے بر عکس بیان ریا کار ہین آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ سے خواجہ لقمان کے مخفی الخ یہ شعر خواجہ لقمان کا پوشیدہ حال لقمان پر خبردار تھا اور پتے دیکھتا تھا بھید جانے اور کوشش از بس کرے لقمان کی بہتری کے واسطے اول سے آزاد وہ لقمان کو کرتا وہ لیکن خوشنودی لقمان پر رکھا کیونکہ لقمان کی یہ آرزو تھی کہ کوئی اُس کے راز کو نہ جانے کیا عجب ہے کہ بھید کو بردن سے چھپائے یہ تعجب ہے کہ بھید کو خود سے چھپایا یہ کام پوشیدہ کر اپنی آنکھ سے تاکہ بد ہے تیرا کام بچے خود کو حوالہ مرشد کے کر کے فائدہ حاصل کر اور خودی نہ اپنی خوبی سے پوشیدہ رکھ یعنی اپنی راز درشتی کو مخلوق سے ایسا پوشیدہ رکھ کہ خود بھی نہ معلوم ہووے چنانچہ آگے اسکی مثال ہے فافہم ۱۲۔

مرد را آزاد کردے از نخست
زانکه لقمان را مراد این بود تا
چہ عجب گر سر زبد پنہان کنی
کار پنہان کن تو از چشمان خود
خویش را تسلیم کن بر دار مزد
میدہند افیون بمرد زخم مند
وقت مرگ از رنج او را می درند
چون بہر فکرے کہ خواہی دل سپرد
ہرچہ اندیشی و تحصیلے کنے
پس بدان مشغول شو کان بہترست
بار بازرگان چو در آب اوفتد
ہرچہ نازل تر بدر یا افگند
چونکہ چیزے فوت خواہد شد در آب
نقد ایمان را بطاعت گوش دار
چونکہ نقد ترا نگہداری کنی

ایک جو خوشنودی لقمان را بجست
کس نبد اندر سر آن شیر فتا
این عجب کہ سر ز خود پنہان کنی
تا بود کارت سلیم از چشم بد
وانکہ از خود بے ز خود چیزے بزند
تا کہ پیکان از تنش بیرون کنند
او بدان مشغول شد جان میبرند
از تو چیزے در نہان خواہند برد
می درآید دزد از انسو کا یمنی
تا ز تو چیزے برد کان کمترست
کشتی عمرش بغرقاب اوفتد
دست اندر کالہ بہتر زنند
ترک کمتر گیرد بہتر را بیاب
تا رہے حق نکردی شرمسار
حرص و غفلت را برو دیو دنی

کرتا پہلے سے بس آزاد اسکو وہ
کیونکہ تھی لقمان کی یہ آرزو
کیا عجب گر بھید کو بد سے چھپائے
کام کر پوشیدہ اپنی آنکھ سے
خود کو سونپ اور کر تو حاصل فائدا
دیتے ہیں زخمی کو افیون اسلئے
مرگ کے وقت اسکو دیتے رنج ہیں
دل ترا جس فکر کو رکھے عزیز
سوچے تو جو کچھ کرا اور حاصل کرے
اس میں ہو مشغول بہتر جو کہ ہے
ڈوبے جو تاجر کا اسباب آب میں
پھینکیں دریا میں جو سامان ہو بڑا
آب میں جانو جو سامان ڈوبتا
رکھ نگہ طاعت سے تو ایمان کو
جو نگہبانی کرے ایمان کی

پر رکھا خوشنودی لقمان کو
تا نہ جانے کوئی اسکے بھید کو
یہ عجب گر بھید کو خود سے چھپائے
بد نظر سے کام تا تیرا بچے
کچھ خودی کو اپنی خودی سے چھپا
تا نکالیں تیر اس کے جسم سے
اس میں وہ مشغول ہے یہ جان لیں
تجھ سے لیجاویں وہ مخفی ایک چیز
جس طرف سے ہو تو غافل چور لے
تا کہ تجھ سے لیوے کمتر جو کہ ہے
کشتی عمر اس کی ہو غرقاب میں
اور رکھیں وہ بیش قیمت کو بچا
پھینکو بدتر اور رکھو بہتر بچا
شرمساری ہو تو حق کے روبرو
حرص اور غفلت کو لے دیو دنی

ظاہر شدن فضل و ہنر لقمان پیش امتحان کنندگان

ظاہر ہونا فضل و ہنر لقمان کا آگے امتحان لینے والونکے

خواجہ لقمان چو لقمان را شناخت
بندہ بود او را و با او عشق باخت
جانا اس خواجہ نے جب لقمان کو
ہو گیا بندہ وہ عاشق اس پہ ہو

لے دیتے ہیں الخ ۵ شعر جیسے زخمی کو افیون دیتے ہیں اسلئے تاکہ تیر اس کے جسم سے نکالیں اور مرگ کے وقت اسکو رنج دیتے ہیں تاکہ وہ اُس میں مشغول ہو اور یہ جان لیں جس فکر کو دل تیرا عزیز رکھے وہ تجھ سے لے جاویں پوشیدہ ایک چیز کو یعنی تو راغب ہو اور حرص کا ہووے اور ایمان تیرا لیجاویں تو جو کچھ کر سوچے حاصل کرے جس طرف سے تو غافل ہو چور لیجا لیکن تو اس سے مشغول ہو کہ جو بہتر ہے تاکہ تجھ سے کمتر کو وہ لیوے یعنی ایمان بہتر ہے تو اس سے مشغول ہو تاکہ حرص و ہوا سے کمتر تو بسبب غفلت کے تجھ سے لیوے تو جس سے غافل ہو گا وہی چور لے گا چاہیئے کہ تو ایمان سے شاغل و حرص و ہوئی سے غافل ہو چنانچہ آگے اسکی مثال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ک ڈوبے جو الخ ۵ شعر جو سوداگر کا اسباب آب میں ڈوبے اور کشتی عمر اس کی غرق ہونے جو سامان کہ بُرا ہو وہ دریا میں پھینکے اور بیش قیمت کو بچا رکھے جو سامان آب میں ڈوبتا جانو بدتر پھینکو وہ بہتر بچا رکھو پس تو طاعت و ایمان کو رکھ تا شرمساری حق کے روبرو نہ ہو جو شخص کہ نگہبانی ایمان کی کرے حرص و غفلت ڈبو دیوے یعنی دنیا میں غرق ہوتا ہے تو متاع نیک ایمان بچا رکھ اور حرص و ہوا کو پھینک کہ موجب نجات ہو آگے قصہ لقمان کا ہے فافہم ۱۲ سلے جانا الخ ۳ شعر جب کہ اس خواجہ نے لقمان کو پہچانا عاشق اس پر ہو کر بندہ بنا جو کوئی کھانا لایا اس کے لئے وہ خادم بھیجتا لقمان کے پاس تاکہ اول کھانا کھائے پس خوردہ اس کا خواجہ نوش کرے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

ہر طعامی کاوردندی بوی
تا کہ لقمان دست سوی آن برد
سور او خوردی و شور انگیختی
ور نخوردی بی دل و بی اشتہا
خربزہ آوردہ بودند ارمغان
گفت خواجہ با غلامی کای فلان
چونکہ لقمان آمد و پیشش نشست
چون برید و داد او را یک برین
از خوشی کہ خورد داد او را دوم
ماند شمسی گفت این را ہم خورم
او چنان خوش میخورد کز ذوق او
چون بخوردن تلخیش آتش فروخت
ساعتی بیخود شد از تلخی آن
نوش چون کردی تو چندین زہر را
این چہ صبرست این صبوری از چہ روست
چون نیاوردی بہانہ و نحتی
گفت من از دست نعمت بخش تو

کس سوی لقمان فرستادی ز پی
قاصدا تا خواجہ پس خوردش خورد
ہر طعامی کو نخوردی ریختی
این بود پیوستگی بی انتہا
لیک غائب بود لقمان زان میان
زود رو فرزند لقمان را بخوان
خواجہ پس بگرفت سکینی بدست
ہمچو شکر خوردش و چون انگبین
تا رسید آن تا ہفدہم ہم
تا چہ شیرین خربزہ است این بنگرم
طبعہا شد مشتہی و لقمہ جو
ہم زبان کرد آبلہ ہم حلق سوخت
بعد از آن گفتش کہ ای جان و جہان
لطف چون انگاشتی این قہر را
یا مگر پیش تو این جانت عدوست
کہ مرا عذریست بس کن ساعتی
خوردہ ام چندانکہ از شرمم دو تو

کھانا لاتا جو کوئی اسکے لئے
تا کہ لقمان پہلے وہ کھانا چکھے
جھوٹا اسکا کھاتا اور پاتا مزا
کاش کھاتا بھی تو وہ بے انتہا
خربزہ تحفہ میں اک لایا کوئی
خواجہ اک بندہ کو بولا کہ تو جا
جو کہ لقمان آکے بیٹھا سامنے
جو کہ کاٹی ایک قاش اور دی اسے
جو خوشی سے کھائی دی اک اور بھی
جب رہی اک قاش بولا کھاؤں مین
کھاتا تھا لقمان اسے اس ذوق سے
کھائی جو تلخی سے آگ ایسی لگی
بس رہا تلخی سے بیخود اک زبان
تو نے کیسے کھایا اتنے زہر کو
کیسا یہ صبر اور صبوری کس لئے
کیون نہیں تو نے بہانا بس کیا
بولا تیرے دست نعمت بخش سے

بھیجتا خادم طرف لقمان کے
خواجہ پس خوردہ کو نوش اسکے کرے
جو نہ کھاتا کھانا اس کو پھینکتا
ایسی تھی دلبستگی بے انتہا
پر وہان لقمان نہین تھا اس گھڑی
جلد اس فرزند لقمان کو بلا
خواجہ نے چاقو اٹھایا ہاتھ سے
کھائی اسنے جون شکر اور شہد کے
یا کہ تا تک کہ قاش سترہ ہو گئی
کیسا شیرین خربزہ ہے دیکھون مین
کہ للچتے دل تھے سب کے شوق سے
آبلے منہ مین زبان ایسی جلی
بعد اسکے بولا اے جان جہان
تو نے کیسے جانا لطف اس قہر کو
یا ہے جان سے دشمنی شاید تجھے
کہ مجھے ہے عذر تم ٹھہرو ذرا
اسقدر کھایا کہ شرم آئی مجھے

اے جھوٹا الخ ۹ شعر اس کا پس خوردہ کھاتا اور مزا پاتا جب وہ کھانا نہ کھاتا تا اسکو پھینکتا اور کاش کھانا بھی تو بغیر اشتہا کے اسے دلبستگی ایسی بے از حد تھی۔ کوئی شخص ایک خربزہ تحفہ میں لایا لیکن لقمان اسدم وہاں نہ تھا خواجہ نے ایک بندہ سے کہا کہ تو جا اور جلدی اُس فرزند لقمان کو بلا جب کہ لقمان اسکے روبرو آکر بیٹھا خواجہ نے چاقو ہاتھ سے اٹھایا جو کہ ایک قاش کاٹی اس کو دی کھائی اس نے مانند شہد و شکر کے جو کہ خوشی سے کھائی تو ایک اور دی یہاں تک سترہ قاش ہوگئیں جب کہ ایک قاش رہی تو کہا مین کھاؤں کیسا شیریں خربزہ ہے میں دیکھوں کیونکہ لقمان اسے کھاتا ہے ذوق سے کہ دل سب کے للچاتے ہیں شوق سے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔
کے کھائی الخ ۵ شعر جو کھائی قاش تو ایسی تلخی سے آگ لگی آبلے منہ میں پڑے اور زبان جلی کچھ دیر تک تلخی سے بیخود رہا اور بعد اس کے کہا کہ اے جان جہان تو نے کیسے کھایا اتنے زہر کو اور تو نے کیسے جانا لطف اس قہر کو کیسا یہ صبر اور صبوری کس واسطے ہے یا کہ جان سے دشمنی تجھ کو ہے تو نے کیوں نہیں بہانہ کیا کہ مجھے عذر ہے تم ذرا ٹھہرو جواب اس کا آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ سنہ بولا الخ ۶ شعر لقمان نے کہا کہ تیرے دست نعمت بخشش سے اس قدر کھایا ہے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ تیرے ہاتھ سے تلخ ہو اور میں نہیں کھاؤں میرے سب اجزا تیرے انعام سے پیدا ہوئے ہیں و تیرے دام میں پھنستے ہیں اگر میں ایک تلخی سے فریاد کروں سو راہ سے خاک ان اجزا پر پڑے تیرا دست شیرین لذت سے پر ہے خربزہ میں کیسی تلخی چھوڑتا بس محبت سے تلخیاں شیرین ہیں اور تا نبا زر بنے آگے وہی محبت کا بیان ہے فافہم ۱۲۔

شرحم آید که یکے تلخ از کفت
چون همه اجزایم از انعام تو
گر زیک تلخی کنم فریاد وداد
لذت دست شکر بخشش تو داشت
از محبت تلخها شیرین شود
از محبت دُردها صافی شود
از محبت خارها گل می شود
از محبت دار تختی می شود
از محبت سجن گلشن می شود
از محبت نار نورے می شود
از محبت سنگ روغن می شود
از محبت حُزن شادی می شود
از محبت نیش نوشے می شود
از محبت سُقم صحت می شود
از محبت مرده زنده می شود
این محبت هم نتیجه دانش ست
دانش ناقص کجا این عشق زاد

بے نه نوشم اے تو صاحب معرفت
رستانده غرق دانه و دام تو
خاک صد ره بر سر اجزام باد
اندرین بطیخ تلخی کے گذاشت
از محبت مسها زرین شود
وز محبت دردها شافی شود
وز محبت سرکها مُل می شود
وز محبت بار بختی می شود
بے محبت روضه گلخن می شود
وز محبت دیو حورے می شود
بے محبت موم آهن می شود
وز محبت غول هادی می شود
وز محبت شیر موشے می شود
وز محبت قهر رحمت می شود
وز محبت شاه بنده می شود
کے گزافه بر چنین تختی نشست
عشق زاید ناقص اما بر جماد

شرم آتی ہے کہ تیرے ہاتھ سے
میرے سب اجزا ترے انعام سے
گر کروں فریاد میں اک تلخ سے
دست شیریں تیرا ہے لذت بھرا
بس محبت سے ہوں شیریں تلخیاں
اور محبت ہی سے صافی دُرد ہو
اور محبت ہی سے کانٹا گل بنے
اور محبت ہی سے ہووے تخت دار
اور محبت سے ہو دوزخ بوستان
اور محبت سے ہی ہووے نار نور
اور محبت ہی سے روغن سنگ ہو
اور محبت سے الم شادی بنے
اور محبت ہی سے ہووے نیش نوش
اور محبت سے مرض صحت بنے
اور محبت ہی سے مردہ زندہ ہو
یہ محبت بھی مآل عقل ہے
عقل ناقص عشق یہ کب کر سکے

تلخ اک شے ہو نہ کھاؤں میں اُسے
پیدا اور بخشے میں تیرے ہیں پھنسے
خاک ان اجزا پہ سو رہ سے پڑے
خربزہ میں کیسی تلخی چھوڑتا
اور محبت سے ہو تانبا زر فشان
اور محبت ہی سے شافی درد ہو
اور محبت ہی سے سرکہ مُل بنے
اور محبت ہی سے اشتر ہووے بار
بے محبت کے ہو باغ آتش فشان
اور محبت ہی سے ہووے دیو حور
بے محبت موم آہن رنگ ہو
اور محبت سے مضل ہادی بنے
اور محبت ہی سے ہووے شیر موش
اور محبت سے غضب رحمت بنے
اور محبت ہی سے سلطان بندہ ہو
لاف گو کب بیٹھے ایسے تخت پے
ہے وہ ناقص عشق صورت جو رکھے

۱ه اور محبت سے الخ۔ شعر محبت سے دُرد صافی ہو محبت سے درد شافی ہوا اور محبت سے خار گل بنے محبت سے سرکہ شراب بنے محبت سے دار تخت ہووے محبت سے بار شتر ہووے محبت سے دوزخ بوستان ہووے بے محبت کے باغ گلخن ہووے محبت سے نار نور ہووے محبت سے دیو حور ہووے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔ ۲ه اور محبت سے الخ۔ شعر محبت سے سنگ روغن ہووے اور بے محبت کے موم آہن ہووے محبت سے الم شادی ہووے محبت سے مضل ہادی ہووے محبت سے نیش نوش ہووے محبت سے مرض صحت ہووے اور محبت سے شیر موش ہووے محبت سے غضب رحمت بنے محبت سے مردہ زندہ ہو محبت سے سلطان بندہ ہو یہ محبت نتیجہ عقل ہے لاف گو گیا ایسے تخت پر بیٹھے یعنی محبت کے سبب سے یہ سب امر ظہور پاتے ہیں مگر محبت صادق شرط ہے دعویٰ سے ظہور اثر کا نہیں ہوتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۳ه عقل ناقص الخ۔ شعر عقل ناقص یہ عشق کب کر سکتی ہے وہ ناقص ہو کر جو صورت پر رکھے یعنی عاشق مجاز کب رکھتا ہے کیونکہ صورت پر رنگ جانان کا دیکھا اور آواز یار کی سیٹی سنی ہے یعنی مولانا اہل دید اور اہل سمع کی غلطی بتاتے ہیں کہ حسن ظاہری اور معشوق مجازی در اصل حسن یار ہے مگر جون عکس خورشید دیوار پر ہے پس حسن تشبیہ پر ٹھہرانا چاہیئے تنزیہ کو جاننا چاہیئے اور ایسی ہی آواز نغمہ آواز سیٹی ہے کہ مرغ دھوکا کھاتا ہے اگرچہ نغمہ آواز یار کی ہے مگر نغمہ پر جو قائم رہا وہ اصل آواز کو نہ گیا گمراہی میں پڑا پس دونوں کسب والوں کو لازم ہے کہ سیر تشبیہ میں نہ ٹھہریں وہ جلدی تنزیہ کو جاویں کہ راہ پاویں عقل ناقص اس فرق کو کب جانے اسلئے کہ برق کو خورشید جانتا ہے آگے حقائق ہیں کہ جو لوگ ناقص کو بھول کہتے ہیں پس اس تاویل سے نقصان عقلوں کا ہے کیونکہ ناقص تن پر تو رحم آیا ہے پس محروم لائق لعنت کے نہیں ہے کسواسطے کہ نقص عقل مرض بڑا ہے۔ لعنت دوری اسکی سزا ہوئی عقل کی تکمیل میں کچھ دور نہیں ہے یعنی لعنت ناقص تن پر نہیں ہے کہ وہ ناقص تن مورد رحم ہے کیونکہ درستی عقل کی کوشش انسان سے ہو سکتی ہے اور درستی تن کی نہیں ہو سکتی ہے آگے مثال ہے فافہم ۱۲۔

برجادی رنگ مطلوبی چو دید / از صفیرے بانگ محبوبی شنید
رنگ پتھر مین ملا محبوب کا / نغمہ سیٹی سے سنا محبوب کا

دانش ناقص نداند فرق را / لاجرم خورشید داند برق را
عقل ناقص جانے کب اس فرق کو / اس لیے خورشید مانے برق کو

چونکہ ملعون خواند ناقص را رسولؐ / ہست در تاویل نقصان عقول
جو کہین ملعون ناقص کو رسولؐ / اس سے ہے تاویل نقصان عقول

زانکہ ناقص تن بود مرحوم رحم / نیست بر مرحوم لائق لعن و زحم
کیونکہ ناقص تن پے آیا رحم ہے / لئے ہے لعنت لائق اب مرحوم پے

نقص عقل ست آنکہ بد رنجوری ست / موجب لعنت سزائے دوری است
کیونکہ نقص عقل بیماری بُری / لعنت دوری سزا اسکی ہوئی

زانکہ تکمیل خردہا دور نیست / لیک تکمیل بدن را دور نیست
عقل کی تکمیل نے کچھ دور ہے / جسم کی تکمیل بے مقدور ہے

کفر فرعونے و ہر گبر عنید / جملہ از نقصان عقل آمد پدید
کفر فرعون[1] دشمنی کافران / عقل کے نقصان سے آئی بس عیان

بہر نقصان بدن آمد فرج / در نبے کہ ما علی الاعمیٰ حرج
بے عمی ہو نقص تن کے واسطے / ما علی الاعمیٰ حرج قرآن مین ہے

برق آفل باشد و بس بے وفا / آفل از باقی نداند بے صفا
برق فانی ہوتی ہے اور بیوفا / فانی کب باقی جانے بے صفا

برق خندد بر کہ می خندد بگو / بر کسے کہ دل نہد بر نور او
برق ہنستی ہے تو کس پر ہنستی ہے / اُس پہ جو نور اسکی پر رغبت رکھے

نور ہائے برق بریدہ پے ست / آن چو لاشرقی و لاغربی کے ست
نے ہے باقی نور برقی پیش رب / مثل لاشرقی و لاغربی ہے کب

برق را خود یخطف الابصار دان / نور باقی را ہمہ انصار دان
برق کو خود یخطف الابصار جان / نور باقی کو تو کل انصار جان

برکف دریا فرس را راندن / نامہ را در نور برقی خواندن
گھوڑا[2] دوڑا کے کف دریا پے جا / خط کا پڑھنا نور باقی مین دلا

از حریصی عاقبت نادیدن ست / بر دل و بر عقل خود خندیدن ست
حرص سے انجام کو نے دیکھنا / عقل و دل پر اپنے ہنسنا ہے سدا

عاقبت بین ست عقل از خاصیت / نفس باشد کو نہ بیند عاقبت
عاقبت بینی خواص عقل ہے / عاقبت بینی نہ ہووے نفس سے

عقل کو مغلوب نفس او نفس شد / مشتری تحت زحل شد نحس شد
عقل جو مغلوب نفس ہو نفس ہو / مشتری تحت از حل ہو نحس ہو

ہم درین نحسی بگردان این نظر / در کسیکہ نحس کردت در نگر
تو نظر اس نحس پن مین پھیر دے / اس کی جانب نحس جو تجھکو کرے

آن نظر کہ بنگرد این جزر و مد / او ز نحسی سوے سعدی نقب زد
وہ نظر کر دیکھے اس حرکات کو / نحس پن کو چھوڑ دے اور کل سعد ہو

زان ہمیگرداندت حالے بحال / ضد بضد پیدا کنان در انتقال
اسلئے اک حال سے دے اور حالی / ضد کو ضد پیدا کرے بعد از زوال

---

[1] کفر فرعون الخ شعر کفر فرعون کا اور دشمنی کافرونکی عقل کے نقصان سے ظاہر ہوتی ہے اور نقصان تن کیواسطے بے عمی ہے کہ قرآن میں آیا ہے ما علی الاعمیٰ حرج یعنے نہیں ہے اوپر اندھوں کے نقصان برق فانی اور بیوفا ہوتی ہے فانی کب باقی کو جانے بغیر روشنی کے برق ہنستی ہے تو کس پر ہنستی ہے اس پر کہ جو اس کے نور سے رغبت رکھے نور برق کا پیش حق کے باقی نہیں ہے مثل نور لاشرقی و لاغربی کے یعنے نہ طلوع ہے نہ غروب اس معنی کو تو برق کو دور کرنے والی بینائی کی جان اور نور باقی کو بالکل بصارت جان یعنے حسن ظاہری کا نور برقی ہے چند روز مین فنا ہوجاتا ہے اور نور باقی نور دل ہے کہ ہمیشہ قائم رہتا ہے پس حسن ظاہری کی مبتلائی اندھا کرتی ہے دنیا و دین مین باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

[2] گھوڑا دوڑا کے الخ شعر گھوڑا دوڑانا کف دریا پر جاکر اور نور باقی مین خط کا پڑھنا اور حرص سے انجام کو نہ دیکھنا اپنے عقل و دل پر ہمیشہ ہنسنا ہے انجام کو دیکھنا خواص عقل ہے اور انجام کو نہ دیکھنا خاصیت نفس ہے نفس کی جو مغلوب عقل ہو وہ نفس ہو مشتری تحت از حل ہو تو نحس ہو تو اس نحس پن میں نظر کو پھیر دے اس کی حرکات کو دیکھے وہ نحس پن کو چھوڑ دے اور بالکل سعد ہو اس لئے کہ ایک حال سے دوسرا حال رہتا ہے کہ ضد کو ضد پیدا کرے بعد زوال کے یعنی توبت پرستی کو چھوڑ اور معنی کی طرف رجوع کر کہ وہ تقلب القلوب ہے اس حال سے تجکو دوسرا حال دیگا کہ بعد رنج کے راحت ہے چنانچہ اس کا حال آگے ہے جو بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲۔ عہ نہیں ہے اوپر اندھوں کے نقصان ۱۲ عہ نہ شرق نہ غرب کا ہے ۱۲۔

تا کہ از عسری نہ بینی خوف ہا / کے زیسری باز یابی لطفہا
تا کہ خوف آید از ذات الشمال / لذت ذات الیمین یرجی الرجال
تا دو پر باشی کہ مرغ یک پرہ / عاجز آید از پریدن یک سرہ
یا رہا کن تا نیایم در کلام / یا بدہ دستور تا گویم تمام
ورنہ این خواہی نہ آن فرمان تراست / کس نداند مر ترا مقصد کجاست
جان ابراہیم باید تا بنور / بیند اندر نار فردوس و قصور
پایہ پایہ بر رود بر ماہ و خور / تا نماند ہمچو حلقہ بند در
چون خلیل از آسمان ہفتمین / بگزرد کہ لا احب الآفلین
این جہان تن غلط انداز شد / جز مر آنرا کو ز شہوت باز شد

عسر سے[1] جبتک نہ دیکھے خوف تو / یسر سے کب پائے تو پھر لطف کو
تا کہ تجکو خوف دے ذات الشمال / لذت ذات الیمین پائے رجال
جبتک دو پر نہ ہو مرغ اک پرا / ہو سکے اڑنے سے وہ عاجز بس سوا
یا مجھے تو چھوڑ دے تا چپ ہوں / یا اجازت دے کہ تا بالکل کہوں
گر نہ یہ چاہے نہ وہ تیری رضا / کون کیا جانے کہ پھر مقصد ہے کیا
جان ابراہیم ہو تا نور سے / نار میں دیکھے قصور و حور سے
مہر و مہ تک سیڑھی سیڑھی چڑھے / تا نہ قیدی مثل حلقہ در رہے
چون خلیل اللہ فلک سے بالیقین / گزرے بولے لا احب الآفلین
یہ جہان تن کا غلط انداز ہے / پر سوا اسکے جو شہوت سے بچے

تتمۂ قصۂ حاسدان بر غلام سلطان و حقیقت آن

باقی قصۂ سلطان کے حاسدون کا اور حقیقت اُن کی

قصۂ شاہ و امیران و حسد / بر غلام خاص سلطان خرد
دور ماند از جر جرار کلام / باز باید گشت و کرد آنرا تمام
باغبان ملک با اقبال بخت / چون درختے راند اندازد درخت
آن درختے را کہ تلخ و رد بود / وان درختے کہ یکش ہفصد بود

ہے یہ قصہ[2] اُن امیر و شاہ کا / خاص بندہ پر حسد جو کے کیا
کھینچا تانی سے رہا دور کلام / پھر اُلٹ تو اور کر اسکو تمام
باغبان ملک با اقبال بخت / کیوں درختوں سے بجانے اک درخت
وہ درخت تلخ و لائق رد کے ہے / وہ درخت اک سات سو کے مثل ہے

[1] عسر سے الخ ۹ شعر عسر یعنے رنج سے جب تک تو خوف نہ دیکھے یسر یعنی راحت سے کب تو لطف کو پھر پائے جب تک تجکو خوف دے ذات الشمال یعنی تکلیف و رنج لذت ذات الیمین یعنی آرام و راحت کی کب انسان پائے جب تک دو پر کا نہ ہووے مرغ ایک پر والا تو وہ اڑنے سے عاجز ہے یعنی رنج و راحت دو پر ہیں جب تک بعد رنج راحت نہ ملے ترقی اس عالم معنی میں نہ ہو گی قول مولانا کا ہے بدرگاہ حق یا تو مجکو چھوڑ دے تا کہ میں خاموش رہوں یا اجازت دے تا کہ میں بالکل کہوں یہ راز اگر یہ گویائی نہیں چاہتا ہے اور نہ وہ حکم خاموشی کا تیرا ہے پھر کیا جانے کوئی کہ مقصد کیا ہے جان ابراہیم کی ہو تا کہ نور سے نار میں دیکھے حور و قصور کو یعنے نار دنیا میں گلزار معنی کو دیکھے اور سیڑھی بہ سیڑھی ماہ و خورشید تک چڑھے اور مثل حلقہ دروازہ کے مقید نہ رہے یعنی درجہ بدرجہ خدا اور رسول تک وہ عارف پہونچے اور مقید دنیا میں نہ رہے مانند خلیل اللہ کے فلک سے گزرے اور کہے کہ نہیں دوست رکھتا ہوں ڈوبنے والے والے کو نہیں چاہتا ہوں دنیا گزرنے والی کو بس یہ جہان تن کا غلط انداز ہے اس کے سوا کہ جو شہوت سے بچے یعنی یہ جہان دنیا غلطی میں ڈالتا ہے سوائے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہ خواہشات دنیا کو چھوڑ کر عالم معنی کو گئے جیسے ایاز حضوری محمود سے محمود عالم ہوا چنانچہ باقی قصۂ ایاز و محمود کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

[2] یہ قصہ الخ ۴ شعر یہ قصہ امیر و شاہ کا ہے کہ خاص بندے نے شاہ پر حسد کیا کہ کھینچا تانی سے کلام ناتمام رہا پھر تو اُلٹ اور اس کو تمام کر باغبان ملک با اقبال و بخت کا کیوں نہ درختوں سے ایک درخت کو نہ جانے وہ ایک تلخ درخت ہے کہ لائق دور کرنے کے ہے اور وہ ایک درخت ہے کہ سات سو کے برابر ہے یعنی بادشاہ مثل باغبان کے ہے کہ درخت اچھے و بُرے کو جانتا ہے بُرے درخت کو دور کرتا ہے اور اچھے درخت کو قائم رکھتا ہے باقی حال اس کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ عہ نہیں دوست رکھتا ہوں میں ڈوبنے والے کو ۱۲

کے برابر وا رود اندر مرتبت
کان درختان را نہایت چیست بر
شیخ کو ینظر بنور اللہ شد
چشم بد بین را ببست از بہر حق
آن حسودان بد درختان بودہ اند
از حسد جوشان و کف می ریختند
تا غلام خاص را گردن زنند
چون شود فانی چو جانش شاہ بود
شاہ از اسرارشان واقف شدہ
در تماشائی دل بد گوہران
مکر می سازند قوم حیلہ مند
بادشاہی بس عظیم و بیکران
از برای شاہ دامی دوختند
نحس شاگردے کہ با اوستاد خویش
باکدام استاد استاد جہان
چشم او ینظر بنور اللہ شدہ

چون ببیند شان بچشم عاقبت
گرچہ یکسانند این دم در نظر
از نہایت وز نخست آگاہ شد
چشم آخر بین کشاد اندر سبق
تلخ گوہر شور بختان بودہ اند
در نہانی مکرمی انگیختند
بیخ او را از زمانہ بر کنند
بیخ او در عصمت اللہ بود
ہمچو بوبکر ربابی تن زدہ
بیزوے خنبک بران کوزہ گران
تا کہ شہ را در فقاعے افگنند
در فقاعے کے بگنجد اے خران
آخر این تدبیر ازو آموختند
ہمسری آغاز دو آید بہ پیش
پیش او یکسان ہویدا و نہان
پردہ ہاے جہل را خارق بدہ

مرتبہ میں کب برابر ہووے آہ
اُن درختوں کا نتیجہ کیا ثمر
شیخ جو ینظر بنور اللہ ہوا
چشم بد بین بند کر لی بہر حق
وہ حسود اب ہو گئے ہیں بد درخت
ڈالتے جوش حسد سے جا آگ تھے
تا غلام خاص کو کشتہ کریں
کب ہو فانی جان اسکی شاہ ہے
شاہ بھید اسکے سے جو واقف ہوا
اور تماشائی دل بد اصل سے
مکر کرتی ہے یہ قوم حیلہ ساز
تھا عظیم الشان وہ شاہ کامران
گانٹھتے تھے جال شہ کے واسطے
ہے وہ بد شاگرد جو استاد سے
کون سا استاد اُستاد جہان
کیونکہ وہ ینظر بنور اللہ ہوا

چشم آخر بین سے دیکھے جو کہ شاہ
گرچہ یکساں آتے ہیں ہر دم نظر
اول و آخر سے وہ آگہ ہوا
چشم آخر بین کو کھولا با سبق
اصل بد اور ہو گئے ہیں شور بخت
مکر کی پنہاں لگاتے آگ تھے
اور جڑ اس کی جہان سے کھود دیں
عصمت اللہ میں وہ جڑ رکھے
مثل بوبکر ربابی چپ رہا
تھا بجاتا تالیاں مکار پے
تاکہ بیہوشی میں ڈالے شہ کو باز
کب پڑے بیہوشی میں وہ اے خران
سیکھتے آخر یہ تدبیر اس سے تھے
ہمسری کا آگے پیش دعوی کرے
جسکے آگے یکساں ظاہر نہاں
پردہ ہائے جہل کو پارہ کیا

لے مرتبہ میں الخ ۔ شعر مرتبہ میں کب برابر ہووے جبکہ بادشاہ چشم آخر بین سے دیکھے ان درختوں کا کیا نتیجہ ہے کیا ثمر ہے اگر چہ اس دم یکساں نظر آتے ہیں آگے حقائق ہیں جب کہ شیخ دیکھنے والا ساتھ نور اللہ کے ہوا پس اول و آخر سے آگاہ ہوا واسطے حق کے چشم بند کرلی اور چشم آخر بین کھولدی اور وہ حسود درخت ہو گئے بد اور اصل شور بخت ہو گئے ہیں جوش حسد سے آگ ڈالتے تھے تاکہ بندہ خاص کو کشتہ کریں اور جڑ اسکی جہان سے اکھیڑیں یعنی درخت نیک باغ جہان میں اولیاء اللہ ہیں اور درخت بد حاسدین ہین کہ بندۂ خاص ایاز کو ہلاک کرنا چاہتے تھے اسی طرح جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے کفار عرب حسد کرتے تھے باقی حال آگے ہے ۱۲ سے کب ہو فانی الخ ۔ شعر وہ کب فانی ہو کہ جان اس کی شاہ ہے اور جڑ اپنی عصمت اللہ میں رکھتا ہے بادشاہ ان کے بھید سے جب واقف ہوا مثل ابوبکر ربابی کے خاموش رہا ابوبکر ربابی نام ایک ولی اللہ کا ہے کہ مدت تک وہ خاموش رہے تھے اور تماشہ دیکھنے والا دل بد اصل اس کے پیچھے ہے تالیاں اس مکار پر بجاتا تھا آگے قول مولانا کا ہے قوم حیلہ ساز مکر کرتی ہے تاکہ شاہ کو بے ہوشی میں ڈالے بادشاہ عظیم الشان و کامرانی تھا کب وہ بیہوش ہوجے اسے گدھوں شاہ کے واسطے دام بناتے تھے اور آخر یہ تدبیر اسی سے سیکھتے تھے یعنی وہ کفار عرب واسطے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالانکہ اسی سے وہ تدبیر سیکھتے تھے چنانچہ آگے اس کی مثال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سے یہ وہ بد ہے ۔ شعر وہ شاگرد بد ہے جو استاد سے ہمسری کا دعوی کرے کون سا استاد جو جہان کا استاد ہو اور اسکے آگے ظاہر و باطن یکساں ہو کیونکہ وہ ینظر بنور اللہ ہے یعنی دیکھنے والا ساتھ نور اللہ کے ہو اور پردہ جہل کو پارہ کیا یعنی وہ استاد حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دل سوراخ دار ہے مثل گل بھٹے کے آگے اس استاد کے پردہ باندھے وہ شاگرد سو دہن سے اس پر در پردہ ہنستا ہے اور ہر ایک چاک پردہ کا اس پر دہن بنے وہ استاد اس شاگرد کو کہے کہ میری دفا میں کم کتے ہیں مت ہو اور مجکو تو استاد مت جانے اے تیرہ دل بلکہ شاگرد اپنے مانند مجھے شمار کر باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۔۔

از دل سوراخ چون کہنہ گلیم — پردۂ بندد بہ پیش حکیم
پردہ میخندد بر دبا صد دہان — بر دہانے گشتہ انشگافی بران
گوید آن استاد مر شاگرد را — اے کم از سگ نیست ت با من وفا
خود مر استاد بگیر آہن گسل — ہمچو خود شاگرد گیرد کور دل
از منت یاری است در جان و روان — بے منت آبے نمیگردد روان
پس دل من کارگاہ بخت تست — چہ شکنی این کارگہ اے نادرست
گو نیش پنہان زخم آتش زنہ — نے بقلب از قلب باشد روزنہ
آخر از روزن بہ بیند فکر تو — دل گواہی میدہد زین ذکر تو
لیک در رویت نمالد از کرم — ہر چہ گوئی خندد و گوید نعم
او ہمی خندد ز ذوق مالشت — او ہمی خندد بر این اشگالشت
پس خداعی را خداعی شد جزا — کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا
در بدی با تو درا خندہ رضا — صد ہزاران گل شگفتہ مر ترا
چون دل او در رضا آرد عمل — آفتابے دان کہ آمد در حمل
زو بخندد ہم بہار و ہم نہار — در ہم آمیزد شگوفہ سبزہ زار
چون ندانی تو خزان را از بہار — چون بدانی رمز خندہ در شمار
صد ہزاران بلبل و قمری نوا — افگند اندر جہان بینوا
چونکہ برگ روح خود زرد و سیاہ — می بہ بینی چون ندانی ختم شاہ

چون پھٹی کملی دل سوراخ سے — پردہ باندھے آگے اس استاد کے
سو دہن سے پردہ ہنستا اسپہ ہے — اور دہن پر ایک جال اسپر بنے
کہے وہ استاد اس شاگرد کو — مت ہے ظاہری مین کم کتے سے ہو
مجکو مت جانے تو استاد اے لوہار — تیرہ دل شاگرد خود سا کر شمار
جان و دل کو تیری مجھ سے یاوری — آب جاری تجھ مین ہے مجھسے سبھی
کارگہ قسمت کا تیری دل مرا — کسلئے یہ کارگہ توڑے بھلا
تو کہے اس سے محبت ہے نہاں — نے ہے روزن دل سے دل مین اک عیان
آخرش روزن سے دیکھے تیری فکر — دل گواہی نے کہ یہ ہے تیرا ذکر
تیرے منہ پر نے کرم سے کچھ کہے — جو سنے ہنس کر کہے ارے بلے
چاپلوسی پر ہنسے وہ اس کی ہنسے — حیلہ سازی پر وہ اسکی ہے ہنسی
مکر کی تیس مکر ہوتی ہے جزا — کوزہ زن بس کوزہ کھا یہ ہے جزا
تجھ سے گر کر تا وہ خوش ہو کر ہنسی — پھول کھلتے سیکڑون تجھ مین اجی
جو کہ دل راضی عمل پر اسکا ہے — آفتاب آیا حمل مین جان لے
غنچہ بھی اس سے کھلے اور بھی بہار — بھی شگوفہ پیدا ہو بھی سبزہ زار
جو نہ جانے تو بہار اور بھی خزاں — رمز کب ہنسنے کی ہو تجھ پر عیان
پس ہزاران بلبل و قمری نوا — کرتے ہیں اندر جہان بینوا
برگ روح اپنی کو جو زرد و سیاہ — دیکھے تو تو کیون نہ جانے ختم شاہ

لہ جان و دل کو۔ الخ یہ شعر جان و دل کو مجھ سے مددگاری ہے مجھ سے۔ تجھ میں آب جاری ہے تیری قسمت کا کارگہ دل کو توڑتا ہے تو کہتا ہے کہ اس سے محبت پوشیدہ ہے کیا روزن دل سے دل میں ظاہر نہیں ہے یعنی روزن دل مین ظاہر ہے استفہام اقراری ہے آخر تیری فکر اس روزن سے دکھائی دیتی ہے۔ اور دل گواہی دیتا ہے کہ یہ تیرا ذکر ہے تیرے منھ پر کرم جو سے کچھ نہیں کہتا ہے کہ یہ تیرا ذکر جو سنتا ہے ہنس کر کہتا ہے کہ آرے بلے وہ اس کی چاپلوسی پر ہنستا ہے بلکہ حیلہ سازی پر اس کی ہنستا ہے یعنی وہ استاد جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ منافق ان سے ہمسری کرتے تھے اور وہ از راہ کرم کے ان سے کچھ نہیں کہتے تھے اور ان کو راستی پر لاکر ہدایت کرتے تھے چنانچہ اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں خانم ۱۲ ؎ مکر کی الخ یہ شعر مکر کی جزا مکر ہوتی ہے کوزہ زن مار کوزہ سے کھائے یہ سزا ہے اگر وہ تجھ سے خوش ہو کر ہنسی کرتا سیکڑوں تجھ میں پھول کھلتے جو کہ اس کا دل عمل پر راضی ہے جان لے کہ آفتاب برج حمل میں آیا ہے یعنی موسم بہار آیا ہے کہ اس سے غنچہ کھلے اور بھی بہار بھی شگوفہ پیدا ہوا اور بھی سبزہ جو تو خزاں و بہار کو نہ جانے رمز ہنسنے کی کب تجھ پر عیاں ہووے پس ہزاروں بلبل و قمری آواز دیتی ہیں جہان میں جو تو اپنی برگ روح کو زرد و سیاہ دیکھے یعنی جب تجھے اس قدر آگہی ہو کہ روشن دلی و تیرہ دلی کو اپنی جانے تو بادشاہ کی خوشی و ناخوشی سے کیونکر تجھ کو باخبری ہو باقی حال آگے ہے خانم ۱۲ ۔

آفتاب شاہ در برج عتاب	میکند رو ہا سیہ ہمچون کتاب	آفتاب شاہ با برج عتاب	رو سیہ کرتا ہے وہ مثل کتاب
آن عطارد را ورقہا جان ماست	آن سفیدی وان سیہ میزان ماست	اس عطارد کا ورقہا ہی میری جان	ہے سیاہی و سفیدی امتحان
باز منشوری نویسد سرخ و سبز	تا رہند ارواح از سودا و عجز	لکھتا پھر فرمان سرخ و سبز ہے	چھوٹیں تا ارواح سیہ اور عجز سے
سرخ و سبز و افتاد نسخہ نو بہار	چون خط قوس در اعتبار	جو کہ سبز و سرخ ہے نسخہ بہار	جون خط قوس قزح کر اعتبار
اندرین معنی شنو تو قصۂ	تا بیابی از معانی حصۂ	ایک قصہ اس معانی میں سنو	تا کہ حصہ ایک تم معنی سے لو
رحمت صد تو بران بلقیس باد	کہ خدا یش عقل صد مردہ بداد	رحمت حق ہو جیو بلقیس پے	عقل سو مردون کی دی اللہ نے

عکس تعظیم پیغام سلیمان در دل بلقیس از صورت حقیر ہدہد — قصہ تعظیم پیغام سلیمان کا بلقیس کے دلمین صورت حقیر ہدہد سے

ہدہدے نامہ بیاورد و نشان	از سلیمان چند حرفے با بیان	ایک ہدہد نامہ لایا اور نشان	اس سلیمان سے کئے اس نے بیان
خواند او آن نکتہ ہائے باشمول	وز حقارت ننگرید اندر رسول	بس پڑھے اسنے وہ سب نکتے عقول	اور حقارت سے نہ دیکھا بار سول
جسم ہدہد دید و جان عنقاش دید	حس چو کفے دید دل دریاش دید	جسم نے ہدہد و عنقا جان نے	دل نے دریا حس نے کف دیکھا اسے
عقل با حس زین طلسمات دو رنگ	چون محمد با ابوجہلان بجنگ	عقل حس کیساتھ اس دو رنگ سے	جون محمد لڑتی بوجہلون سے ہے
کافران دیدند احمد را بشر	چون ندیدند از وے شق القمر	کافرون نے دیکھا احمد کو بشر	اور نہ دیکھا اس سے وہ شق القمر
خاک زن بر دیدۂ حس بین خویش	دیدۂ حس دشمن عقل ست و کیش	خاک ڈال اس دیدۂ حسی پہ تو	عقل کا ہے دیدۂ حسی عدو
دیدۂ حس را خدا اعماش خواند	بت پرستش خواند و ضد ماش خواند	دیدۂ حسی کو اندھا حق کہے	بت پرست اور اپنا ضد مطلب کہے
زانکہ او کف دید دریا را ندید	زانکہ حالی دید فردا را نہ دید	اسنے کف دیکھا نہ دیکھا بحر کو	آج کو دیکھا نہ کل کے دہر کو

۱؎ آفتاب الخ ۱۰ شعر آفتاب شاہ جب برج عتاب میں آتا ہے جہان کو روسیاہ کرتا ہے مانند کتاب کے پس اس عطارد کا ورق میری جان ہے سیاہی و سفیدی امتحان کے لئے ہے پھر فرمان سرخ و سبز لکھتا ہے تا ارواح چھوٹیں سیاہی و عجز سے جو کہ نسخہ بہار سبز و سرخ ہے مانند خط قوس قزح کے تو اعتبار کر ایک قصہ اس معنی میں سنو تا کہ معنی سے ایک حصہ تم کو یعنی آفتاب معنی جب برج عتاب میں آتا ہے تو دل عارف کا تیرہ ہو جاتا ہے اور جب خوش ہوتا ہے تو روشن و سفید ہو جاتا ہے تو سفیدی و سیاہی دل ہمارا امتحان ہے کہ جب رضامندی شاہ کی اس سے معلوم ہوئی ہے اور نور سرخ و سبز جب دل عارف میں متجلی ہوتے ہیں تو روح سیاہی غیض سے نجات پاتی ہے پس روشنی و تجلیات دل کی رضامندی مرشد پر منحصر ہے عارف کو لازم ہے کہ صورت ظاہری مرشد کو حقیر نہ جانے جیسے کفار عرب نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر جانا اور معنی کو نہ دیکھا اور مقابلہ کر کے ناخوش کیا بلکہ تعظیم و عظمت مرشد کو دل میں رکھے جیسے بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کی حق کی رحمت ہو جیو بلقیس پر کہ اسکو سو مردوں کی عقل دی چنانچہ اس کا قصہ آگے ہے فہم من فہم ۱۲ ملہ قصہ پنجم عظمت و تعظیم مرشد میں مریدون کو دل میں رکھنا چاہیئے ۳؎ ایک ہدہد نامہ لایا الخ ۸ شعر ایک ہدہد نامہ لایا اور نشان اس سلیمان کے بیان کیے اس لئے وہ سب نقطے عقلوں کے پڑھے اور حقارت سے اس قاصد کو نہ دیکھا جسم نے ہدہد اور جان نے عنقا اور دل نے دریا اور حس نے کف اس کو دیکھا یعنی بلقیس نامہ سلیمان کو کہ جو ہدہد لایا تھا پڑھا اور ہدہد کو از راہ معنی عنقا و دریا جانا آگے حقائق ہیں اس دو رنگی کے سبب سے عقل ساتھ حس کے مانند محمد کے ابوجہل سے لڑے گا کافروں نے احمد کو بشر دیکھا و معجزہ شق القمر کو نہ دیکھا تو اس دیدۂ حسی پر خاک ڈال کہ دیدۂ حسی عقل کا عدو ہے حق دیدۂ اندھا و بت پرست اپنا ضد کہتا ہے کیونکہ اس نے کف دیکھا اور دریا کو نہ دیکھا آج کو دیکھا و کل کو نہ دیکھا یعنی چشم ظاہر نے صورت کو دیکھا اور معنی کو نہ دیکھا اس واسطے حق نے اندھا اس کو کہا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

خواجۂ فرد او حالے پیش او — او نمی بیند ز گنجے جز تسو
ذرۂ زان آفتاب آرد پیام — آفتاب آن ذرہ را گردد غلام
قطرۂ کز بحر وحدت شد سفیر — ہفت بحر آن قطرۂ را باشد اسیر
گر کفِ خاکے شود چالاک او — پیش خاکے سر نہد افلاک او
خاک آدم چونکہ شد چالاک حق — پیش خاکش سر نہد افلاک حق
السمآء انشقت آخر از چہ بود — از یکے چشمے کہ ناگہ بر گشود
خاک از دردے نشیند زیر آب — خاک بین کز عرش بگذشت از شتاب
آں لطافت پس بدان کز آب نیست — جز عطائے مبدع وہاب نیست
گر کند سفلی ہوا و نار را — ور ز گل او بگذراند خار را
حاکم است او یفعل اللہ ما یشاء — او ز عین درد انگیزد دوا
گر ہوا و نار را سفلی کند — تیرگی و دردی و ثقلی کند
در زمین و آب را علوی کند — راہ گردون را بپا مطوی کند
نیست کس را زہرہ تا گوید کہ چون — بس جگرہا کاندرین رہ گشت خون
پس یقین شد کہ تعز من تشاء — خاکی را گفت پرہا بر کشا
آتشے را گفت رو ابلیس شو — زیر ہفتم خاک با تلبیس شو
آدم خاکی برو تو بر سماء — اے بلیس آتشی رو تا ثریٰ

آج و کل کا جو ہے خواجہ اور شاہ[۱] — گنج کو وہ دیکھتا ہے نے ذرا
ذرہ اس خورشید سے لائے پیام — ہووے یہ خورشید ذرہ کا غلام
قطرہ وہ جو بحر وحدت سے چھٹا — ساتوں دریا اسکے تابع ہوں سدا
خاک پا چالاک اس کی ہووے گر — پیش خاک اس کی رکھیں افلاک سر
خاک آدم تھی جو چالاک خدا — پیش خاک اسکے ملک نے سر رکھا
السمآء انشقت[عہ] آخر کس لئے — اک نظر سے اسکی ناگہ پھٹ گئے
خاک تو تلچھٹ سے بیٹھی زیر آب — خاک دیکھو عرش پر جائے شتاب
وہ لطافت بس نہ جانو آب سے — ہاں عطائے مبدع وہاب سے
گر کرے سفلی ہوا و نار کو — اور جو گل سے بڑھائے خار کو
ہے وہ حاکم یفعل اللہ[عہ] ما یشاء — عین بیماری کو وہ کر دے دوا
گر ہوا و نار کو سفلی کرے — کالا گدلا اور وہ بھاری کرے
گر زمین و آب کو علوی کرے — راہ گردون طے کرے وہ پاؤں سے
کسکو[۲] طاقت ہے کہے یہ کیونکہ ہے — سو جگر اس راہ میں خون ہو گئے
بس یقین ہے کہ تعز[عہ] من تشاء — کھوے خاکی کو پروں کو کر تو وا
بولا آتش کو کہ جا ابلیس ہو — سب زمین کے نیچے با تلبیس ہو
آسمان پر آدم خاکی تو جا — اے بلیس ناری جا تو تا ثریٰ

۱؎ آج و کل الخ ۱۲ شعر آج و کل کا جو کہ خواجہ و بادشاہ ہے وہ گنج کو ذرا نہیں دیکھتا ہے یعنی حق تعالیٰ ذرا اس خورشید سے پیام لائے اور یہ خورشید دنیا اس ذرہ کا غلام ہووے وحدت کے دریا سے ایک قطرہ جدا ہووے تو ساتوں دریا اسکے ہمیشہ تابع ہوں خاک پا اگر اس کی چالاک ہووے افلاک اسکے پیش خاک سجدہ کریں یعنی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قطرہ دریائے وحدت کے ہیں آگے آپ کا بیان ہے فافہم ۱۲ ۲؎ خاک آدم الخ ۱۲ شعر خاک آدم کی جو چالاک حق ہوئی اسکی خاک کے آگے فرشتوں نے سجدہ کیا السماء انشقت یعنی جس روز کہ آسمان پھاڑے جائیں گے آخر کار کس لئے اس کی ایک نظر سے ناگاہ پھٹ گئے خاک تو تلچھٹ سی زیر آب بیٹھی ہے اس کی لطافت آب سے مت جانو بلکہ بخشش خدا سے جانو یعنی خاک آب میں ملنے سے اسفل کو جاتی ہے اور خاک وجود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ کو باوجود ملنے آب کے گئی پس یہ طاقت آپ کے وجود کو خود حق سے ہے اگر ہوا و نار کو سفلی کرے اور خار کو گل سے بڑھائے وہ حاکم ہے ترجمہ: جو اللہ چاہتا ہے فعل کرتا ہے عین بیماری کو دوا کر دیتا ہے اگر وہ ہوا و نار کو سفلی کرے سیاہ و گدلا اور بھاری کرے اگر خاک و آب وہ علوی کرے راہ گردون کو دو پاؤں سے طے کرے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۳؎ کس کو طاقت الخ ۱۲ شعر یہ کس کو طاقت ہے کہ کہے یہ کیونکر ہے بہت سے جگر اس راہ میں خون ہو گئے پس یقین ہے کہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور خاکی کو کہے پروں کو کھول دے آتش کو کہا کہ جا ابلیس ہو اور زمین کے نیچے با تلبیس ہو آسمان پر اے آدم خاکی تو جا اور اے ابلیس ناری تو تحت الثریٰ کو جا یعنی حق تعالیٰ کو قدرت ہے کہ جو چاہے وہ کرے چنانچہ آگے حق کا بیان ہے فافہم ۱۲۔

عہ جسدن کہ آسمان پھاڑے جائیں گے ۱۲ عہ یعنی کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے ۱۲ عہ عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ۱۲

چار طبع و علت اولے نیم — در تصرف دایما من باقیم
کار من بے علت ست و مستقیم — نیست تقدیرم بعلت اے سقیم
عادت خود را اگر دانم بوقت — این غبار از پیش بنشانم بوقت
بحر را گویم کہ ہین پر نار شو — گویم آتش را کہ رو گلزار شو
کوہ را گویم سبک شو ہمچو پشم — چرخ را گویم فرو ریش چشم
گویم اے خورشید مقرون شو بماہ — ہر دو را سازم چو دو ابر سیاہ
چشمۂ خورشید را سازم خشک — چشمۂ خون را بفن سازیم مشک
آفتاب و مہ چو دو گاو سیاہ — یوغ بر گردن بہ بندو شان اگہ

چار طبع و علت اولے نہ مین — اور تصرف میرا کل آفاق مین
کام بے علت ہے میرا بس بھی — اور نہیں تقدیر علت سے مری
عادت اپنی کو مین پھیرون وقت پر — یہ غبار رہ بٹھاؤن وقت پر
میں کہون دریا کو اب تو نار ہو — میں کہوں آتش کو جا گلزار ہو
میں کہوں گہ کو سبک ہو مثل بال — میں کہون گردون کو دب جا جون ہلال
میں کہون خورشید ہو نزدیک ماہ — اور کردن دونوں کو جون ابر سیاہ
چشمۂ خورشید کو کردون مین خشک — چشمۂ خون کو کروں مین فن سے مشک
مہر و مہ ہین مثل دو گاو سیاہ — رکھتا ہوں ہے انکی گردن پر اگہ

انکار کردن فلسفی در آیۃ ان اصبح ماء کم غورا

مقرے میخواند از روے کتاب — ماء کم غورا ز چشمہ بندم آب
آب را در غورہا پنہان کنم — چشمہ ہا را خشک و خسکستان کنم
آب را در چشمہ کہ آرد دگر — جز من بے مثل با فضل و خطر
فلسفی منطقی مستہان — میگزشت از سوے مکتب آن زمان
چونکہ بشنید آیۂ او را بلند — گفت آریم آب را ما با کلند
ما بزخم بیل و تیزی تبر — آب را آریم از پستی زبر
شب بخفت و دید او یک شیر مرد — زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد

انکار کرنا فلسفی کا اس آیۃ سے ان اصبح ماء کم غورا

پڑھتا اک قاری تھا اک آیۃ کتاب — ماء کم غورا کہ کردون بند آب
ہین زمین میں آب کو پنہان کردن — اور چشمونکو میں خسکستان کرون
آب پھر چشمہ میں لائے کون جا — تجھ سوا بے مثل باخوف و رجا
فلسفی و منطقی اک بس ذلیل — گزرا مکتب کی طرف سے بادلیل
جو سنی آیت اس نے زور سے — یہ کہا میں لاؤن پانی کھود کے
ساتھ تیزی بتر زخم کدال — آب کو نیچے سے میں لاؤن نکال
شب کو سویا دیکھا اک مرد خدا — اک طمانچہ اسنے مارا اندھا کیا

اے چار طبع الخ، شعر نہیں چار طبع ہوں اور کل عالم میں میرا تصرف ہے میرا کام سب بے علت ہے اور میری تقدیر علت سے نہیں ہے یعنی فلاسفہ کا مقولہ ہے کہ عناصر چار طبع رکھتے ہیں و علت اولی عقل اول ہے پس مولانا فرماتے ہیں کہ ذات مقدس نہ چار طبع ہے و نہ علت اولی ہے بلکہ اس کا فعل بے علت ہے بقول بحر العلوم میں اپنی عادت پھیرتا ہوں وقت پر اور اس غبار راہ کو بٹھاون وقت پر میں کہوں کوہ کو کہ تو سبک ہو مانند بال کے اور گردوں کو کہوں تو ڈوب مانند ہلال کے میں کہوں تو خورشید نزدیک ماہ کے ہو اور دونوں کو کردوں مانند ابر سیاہ کے چشمہ خورشید کو میں خشک کردوں مہر و ماہ مانند دو بیل سیاہ کے ہیں کہ حق نے ان کو ہل میں جوتا ہے یعنی کل مخلوقات دست قدرت میں حق کے ہے جس سے جو چاہتا ہے کام لیتا ہے نہ بقول فلسفی کے کہ فعل حق کا علت سے ہے چنانچہ آگے تردید قول فلاسفہ میں بیان فرماتے ہیں ۱۲ ؎ پڑھتا الخ، شعر ایک قاری پڑھتا تھا اس آیت قرآن کو ان اصبح ماء کم غورا الخ یعنی اگر ہو وے پانی زمین میں تمہارا لے جانے والا کہ بند کردوں میں آب کو یعنی زمین آب کو پنہان کردوں اور چشموں کو خشک کردوں پھر چشمہ میں آب کو کون لائے جا کر میرے سوا کہ میں بے مانند ہوں ساتھ خوف و رجا کے ایک فلسفی منطقی ذلیل ایک مکتب کیطرف سے گذرا اسنے یہ آیت جو سنی کہ اسے زور سے پڑھتے تھے پس یہ کہا کہ میں لاؤں پانی کھود کر تیزی تبر و زخم کدال سے آب کو نیچے سے نکال لاؤں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ؎ شب کو الخ، شعر شب کو جو وہ سو گیا تو دیکھا کہ ایک مرد خدا نے اسکو ایک طمانچہ مار کر اندھا کیا اور کہا کہ ان دونوں آنکھوں کے چشموں سے تبر سے کھود کر نور نکال اگر سچا ہے جب کہ وہ خواب سے اٹھا خود کو اندھا پایا اور نور آنکھوں میں نہ پایا اگر وہ استغفار کرتا اور روتا تو اس کا نور گیا ہوا آتا و لیکن استغفار کرنا اپنے اختیار میں نہیں ہے اور نہ ذوق توبہ کا گزک ہر ایک مست کی ہے اسکی زشتی اعمال نے راہ توبہ کی اس کے دل پر بند کی یعنی توبہ بھی کرنا توفیق حق پر منحصر ہے تو یہ کچھ اپنے اختیار میں نہیں چنانچہ آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲ ؏ اگر ہو وے پانی تمہارا زمین میں جانے والا ۱۲

گفت زین دو چشمۂ چشم اے شقی
رہ زہر جست دو چشمش کور دید
گر بنالیدے و مستغفر شدے
لیک استغفار ہم در دست نیست
زشتی اعمال و شومی جحود
از نیاز و اعتقاد آن خلیل
ہمچنین بر عکس آن انکار مرد
دل بسختی ہم چو روئے سنگ گشت
چون شعیبی کو کہ تا او از دعا
یا بدریوزہ مقوقس از رسول
کہربائے مسخ آمد این دعا
ہر دلی را سجدہ ہم دستور نیست
ہین بہ پشت آن مکن جرم و گناہ
می بباید تاب و آبے توبہ را
آتش و آبے بباید میوہ را
تا نباشد برق دل و آب دو چشم
تا نباشد گریۂ ابر از مطر

با تو نورے بیار از صادقی
نور فائق زد و چشمش ناپدید
نور رفتہ از کرم ظاہر شدے
ذوق توبہ نقل ہر مست نیست
راہ توبہ بر دل او بستہ بود
گشت ممکن امر صعب و مستحیل
پس کند زر را و صلحے را نبرد
چون تنگا فد توبہ اگر را ہبر گشت
بہر کشتن خاک سازد کوہ را
سنگلاخے مزرعی شد با وصول
خاک قابل را کند سنگ و حصا
مزد رحمت قسم ہر مزدور نیست
کہ کنم توبہ در آیم در پناہ
شرط شد برق و سحابے توبہ را
واجب آمد ابر و برق این شیوہ را
کے نشیند آتش تہدید و خشم
تا نباشد خندۂ برق اے پسر

بولا ان دو چشمۂ چشموں سے تو
جو اٹھا تو پایا دعا آپ کو
کرتا استغفار اور روتا اگر
پر استغفار اپنے دست ہے
زشتی اعمال نے اُسکے اخی
اعتقاد و عجز ابراہیم سے
ایسے ہی بر عکس انکار اسکے سے
دل ہوا سخت ہے مثل سنگ کے
جون شعیب اب کون کھیتی کیلئے
یا مقوقس نے جو حضرت سے کہا
یہ دعا ہی کہربائے مسخ ہے
سجدہ ہر دل کا نہیں دستور ہے
اس بھروسہ پر نہ جرم و گناہ
آب و تاب اک چاہیئے توبہ کو بس
آگ پانی چاہیئے بس میوہ کو
ہو نہ جبتک برق دل و آب چشم
جبتک گریان ہو ابر سیاہ

لا تبر سے توڑ کر صادق ہے تو
نور آنکھوں کا نہ پایا دوستو
وہ گیا نور آتا اسکا سر بسر
ذوق توبہ جیسے میں نہیں ہر مست کے
راہ توبہ دل پہ اس کے بند کی
امر مشکل ہو گیا ممکن اسے
زر کو تانبا جنگ صلح کو کرے
کیسے پھاڑے توبہ کھیتی کے لئے
جو دعا سے کوہ کو مٹی کرے
سخت پتھر قابل کھیتی ہوا
سنگ سخت اک خاک قابل کو کرے
مزد رحمت کی نہ ہر مزدور کے
کہ کروں توبہ و پھر پاؤں پناہ
ابر و بجلی شرط ہے توبہ کو بس
ابر و بجلی ہے ضرور اس شیوہ کو
کب بجھے آتش غضب کی اور خشم
جبتلک خندان نہووے برق آہ

لے اعتقاد الخ ۲ شعر اور عجز ابراہیم سے امر مشکل انکو ممکن ہو گیا اور اسی طرح انکار اُسکے بر عکس زر کو مس اور صلح کو جنگ کر دیتا ہے دل کہ سختی سے مثل سنگ کے ہوا تو بہ کیسی اس کو پھاڑے کھیتی کے لئے کون مانند شعیب کے کوہ کو دعا سے مٹی کرے یا مقوقس نے جو حضرت سے کہا سنگ سخت قابل کھیتی ہوا یعنی مقوقس کہ ایک اصحاب رسول اللہ سے تھے حضرت سے عرض کی تا دعائے حضرت سے سنگ قابل زراعت کے ہوا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ کلے یہ دعا الخ ۶ شعر یہ دعا مسخ کی کہربائی ہے کہ سنگ سخت کو قابل زراعت کر دے ہر دل کو سجدہ کرنا دستور نہیں ہے مزدوری رحمت کی نہ ہر ایک مزدور لیتا ہے پس تو اس بھروسہ پر گناہ نہ کر کہ میں توبہ کر کے پناہ پاؤں توبہ کو بھی ایک آب و تاب چاہیئے ابر و بجلی شرط ہے توبہ کو آگے مثال ہے آگ و پانی چاہیئے میوہ کو ابر و بجلی ضرور ہے اس شیوہ کو جب تک برق دل اور آب چشم نہ ہو کب آتش غضب اور خشم کی بجھے یعنی توبہ کے بھروسہ پر تو گناہ نہ کر کہ عفو کرا لوں گا کیونکہ توبہ کے واسطے سوز و گداز چاہیئے جب توبہ قبول ہو باقی حال آگے اس کا بیان فرماتے ہیں مثال میں اسکی فافہم ۱۲

کلے جبتک ابر سیاہ گریہ کرنے والا نہ ہووے اور جبتک برق آہ خندہ کرنے والی نہ ہووے کب پیدا سبزہ ہو و ذوق وصال کا کب جاری ہووے آب زلال کا کب گلستان بھید کھولے چمن سے بنفشہ عہد باندھے سمن نے کب چنارہ ہاتھ کھولے واسطے دعا کے اور کب درختوں سے میوے جھڑ گئیں کب شگوفہ آستین نثار کے دے جھاڑے ایام بہار میں کب لالہ سرخ ہووے مثل خون کے گلاب کب درد فشانی اپنی کرے بلبل داخل ہوا اور گل بو دیوے کب مانند طالب فاختہ کوکو کرے یعنی جب تک گریۂ ابر چشم اور خندہ برق سوز دل نہ ہو کب توبہ قبول ہو اور کب راز الٰہی کھلے جیسے بغیر گریۂ ابر و خندہ برق کے سبزہ و باغ بہار تر و تازہ نہیں ہوتا ہے باقی حال اس کا مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲

کے بروید سبزۂ ذوق وصال — کے بجوشد چشمہ از آب زلال
کے گلستان راز گوید با چمن — کے بنفشہ عہد بندد با سمن
کے چنارے کف گشاید در دعا — کے درختے برفشاند میوہ ہا
کے شگوفہ آستین پر نثار — بر فشاندن گیرد ایام بہار
کے فروزد لالہ را رخ ہمچو خون — کے گل از کیسہ بر آرد زر برون
کے بباید بلبل وگل بو کند — کے چو طالب فاختہ کو کو کند
کے بگوید لک لک آن لک لک بجان — لک چہ باشد ملک لک یا مستعان
کے نماید خاک اسرار ضمیر — کے شود چون آسمان بستان منیر
از کجا آوردہ اند این حلہ ہا — من کریم و من رحیم کلہا
آن لطافت ہا نشان شاہدی ست — کہ بہر ساعت وجانش خدمتی ست
آن شود شاد از نشان کو دیدہ شاہ — چون ندید او را نباشد انتباہ
روح آنکس کو بہنگام الست — دید رب خویش وشد بیخویش مست
او شناسد بوے مے کہ مے نخورد — چون نخورد او مے چہ داند بوے کرد
زانکہ حکمت ہمچو ناقہ ضالہ است — ہمچو دلالان شہان را دالہ است
تو ببینی خواب در یک خوش لقا — کہ دہد وعدہ نشانے مر ترا
کہ مراد تو شود اینک نشان — کہ بہ پیش آید ترا فردا فلان
یک نشانے آنکہ او باشد سوار — یک نشانے کہ ترا گیرد کنار

کب ہو پیدا سبزۂ ذوق وصال — کب ہو جاری چشمۂ آب زلال
کب گلستان بھید کہوے باچمن — کب بنفشہ عہد باندھے باسمن
کب چنار اب ہاتھ کھولے باد عا — کب درختوں سے جھڑین یہ میوہ ہا
کب شگوفہ آستین بھر نثار — جھاڑنا پکڑے بایام بہار
کب ہو لالہ سرخ مثل خون کے — کب گلاب اپنی زرافشانی کرے
کب ہو داخل بلبل وگل بو کرے — کب چو طالب فاختہ کو کو کرے
کب [1] لک لک لک کرتی ہو لک کن بیان — لک ہے کیا الملک لک یا مستعان (ضرور کر لک واسطے تیرے ہے ١٢)
کب دکھائے خاک دل کے بھید کو — کب مثال چرخ بستان سبز ہو
پھر کہاں سے لائے ہیں یہ حلہ ہا — من کریم و من رحیم کلہا
وہ لطافت شاہدی کی ہے نشان — دم میں اس پر سیکڑون قربان ہیں جان
جس نے شہ دیکھا نشان سے ہو وہ خوش — اور نہ دیکھا ہو تو کیسے ہو وہ خوش
دید رب خویش وشد بیخویش مست — روح اسکی نے کہ ہنگام الست
بوے مے وہ جانے جسنے کھائی مے — جو نہ کھائے کو جانے کیا ہے شے
کیونکہ حکمت مثل ناقہ گم کے ہے — مثل دلالون کے شہ کو راہ دے
خواب [2] میں اک خوش لقا تجکو کہے — تجھسے یہ وعدہ وہ کرے اور دے پتے
ہون مرادین پوری یہ اسکی نشان — کہ تیرے نزدیک آئے کل فلان
اک نشان ہے یہ کہ وہ ہووے سوار — اک نشان ہے یہ تجھے لے در کنار

[1] کب یہ لک لک الخ شعر لک لک یہ کب کہتی ہے لک لک جان لے لک کیا ہے الملک لک یعنی ضرور کر ملک واسطے تیرے ہے اے خدا خاک کب دکھائے راز دل کو کب بستان سبز ہو مانند فلک پھر یہ لباس سبز کہاں سے لائے ہیں کل کا کریم اور رحیم ہوں آگے حقائق ہیں پس وہ لطافت شاہدی معشوق کا نشان ہے دم میں اس پر سیکڑوں جان قربان ہے جس نے شاہ کو دیکھا وہ نشان سے خوش ہو اس کی روح نے کہ ہنگام الست رب کو دیکھا وبیخود وست ہوئی کیونکہ بوے مے وہ جانے جس نے مے کھائی ہو اور جو مے کو نہ کھائے وہ کیا جانے کہ یہ کیا شے ہے یعنی یہ لطافت سبزہا نشان یار ہے جس نے یار کو بروز الست دیکھا ہے وہ نشان کے دیکھنے سے دنیا میں خوش ہوتا ہے کیونکہ حکمت مثل ایک شتر کھوئے ہوئے کے ہے اور مثل دلالون کے شاہ کو راہ بتاتی ہے یعنی بروز الست اولیاء اللہ کو حکمت مشاہدہ غایت ہوتی ہے جو جسم عنصری میں مثل شتر کے گم ہو گئی تھی اب وہ حکمت اولیاء اللہ کی رہبری کرتی ہے اسکو نشان واشارات کہتے ہیں جیسے قرآن ضالۃ المومن یعنی مومن کی گمی چیز کو قرآن بتا دیتا ہے خواجہ حافظ فرماتے ہیں ٥ آنکس ست اہل بشارت کہ اشارت داند نکتہ ہا ہست بسے محرم اسرار کجا۔ آگے اس مشاہدہ کی مثال ہے فافہم ١٢

[2] خواب الخ یعنی جیسے اک خوش لقا تجھ کو خواب میں دکھائی دے اور وہ تجھ سے وعدہ کرے اور پتے دیوے تیری مراد پوری ہو اور یہ اسکے نشان ہیں کہ تیرے نزدیک کل فلان آوے اک نشان یہ ہے کہ وہ سوار ہووے وایک نشان یہ ہے کہ وہ تجکو بغل میں لیوے اک نشان یہ ہے کہ ہنسے آگے تیرے اور ایک نشان یہ ہے کہ ہاتھ باندھے آگے تیرے اور ایک نشان یہ ہے کہ از راہ ہوا کے خواب تو کسی سے کل مت کہنا ذرا ان نشانوں سے زکریا کو بھی کہا ہے حضرت یحیی کے پیدا ہونے میں چنانچہ اس کا بیان آگے ہے فافہم ١٢ ۔

یک نشانے کہ بخندد پیش تو
یک نشانے آنکہ این خواب از بود

زاں نشاں با والد یحییٰ بگفت
تا سہ شب خامش کن این نیک و بدت

دم مزن سہ روز اندر گفتگو
ہین بیاور این نشاں را تو بگفت

این نشانہا گویدش ہمچوں شکر
این نشان آن بود کان ملک و جاہ

آنکہ سگریی بہ شبہائے دراز
آنکہ بے آں روز تو باریک شد

وانکہ وادی انچہ داری در زکات
رختہا وادی و خواب و رنگ رو

چند در آتش نشستی ہمچو عود
زیں چنیں بیچارگی با صد ہزار

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا
چونکہ شب آں خواب دیدی روز نشد

یک نشاں کہ دست بندد پیش تو
چوں شود فردا نگوئی پیش کس

کہ نیائی تا سہ روز اصلا بگفت
این نشاں باشد کہ یحییٰ آیدت

کہ سکوت است آیت منصور تو
این سخن را دار اندر دل نہفت

این چہ باشد صد نشانہائے دگر
کہ ہمی جوئی بیابی از اکہ

زانکہ میسوزی سحرگہ در نیاز
ہمچو دوکے گردنت باریک شد

چوں زکات پاکبازاں با جہات
سر فدا کردی و گشتی ہمچو مو

چند پیش تیغ رفتی ہمچو خود
خوے عشاق ست ناید در شمار

آنکہ بودی آرزو دیش سالہا
از امید آں دلت پیروز شد

اک نشاں بجو یہ ہنسے آگے ترے
اک نشان یہ خواب از راہ ہو

ان نشانوں سے زکریا کو کہا
نیک و بد سے تین شب تو چپ رہو

تین دن ہرگز نہ کرنا کچھ بیان
یہ نشان ہرگز نہ کہنا تو کبھی

وہ لیے ایسے نشاں شیریں تجھے
یہ نشاں وہ ہیں کہ ملک و جاہ سے

وہ کہ ساری رات بس روتا ہے تو
وہ کہ دن بے اسکے تیرہ ہے ترا

وہ کہ رکھتا تھا دیا سب با زکات
اور دیا ساماں و خواب و رنگ رو

آگ میں بیٹھا بہت تو مثل عود
اس طرح عشاق کی ہے سو ہزار

خواب میں دیکھا تھا تو نے جو کہ حال
جو کہ دیکھے خواب وہ اور دن ہو

اک نشاں یہ ہاتھ دے آگے ترے
تو کسی سے کل کو مت کہنا ذرا

تین دن ہرگز نہ کہنا کچھ بھلا
یہ نشاں ہے یحییٰ پیدا تیرے ہو

ہے ترا چپ رہنا نصرت کا نشان
بات یہ تو دل میں رکھنا مختفی

کیا ہیں یہ بل سیکڑوں تجھسے کہے
ڈھونڈھے تو اور پائے تو اللہ سے

وہ کہ تا وقت سحر جلتا ہے تو
اور گھل گھل کر تو تکلا سا بنا

جوں زکات پاکبازاں با جہات
سر کیا قرباں ہوا تو مثل مو

تیغ کے آگے گیا تو مثل خود
عجز کی عادت نہو اس کا شمار

چند گذرے آرزو میں اسکے سال
دل ترا امید سے خوشتر ہوا

ا ے نیک و بد الخ ۲ شعر تین شب نیک بد سے چپ رہو یہ نشان ہے کہ تیرے یحییٰ پیدا ہو اور تین دن ہرگز نہ کچھ کہنا تیرا چپ رہنا ہے نصرت کا نشان یہ نشان تو کبھی ہرگز نہ کہنا یہ بات تو دل میں پوشیدہ رکھنا ایسی ہی نشان شیریں تجھ سے کہے یہ کیا ہیں بلکہ سیکڑوں کہے یہ نشان وہ ہیں کہ ملک و جاہ سے وہ ڈھونڈھے اور اللہ سے تو پائے وہ نشان کہ تمام شب تو روتا ہے اور وہ نشان ہے کہ سحر تک تو جلتا ہے وہ نشان ہے کہ بغیر اسکے دن تیرا تیرہ ہے اور گھل گھل کے مانند تکلے کے بنا ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ وہ کہ الخ ۵ شعر وہ نشان ہے جو کہ تو رکھتا تھا سب زکات میں دیا مانند زکات پاک بازوں کے جہت میں اور سامان خواب و رنگ رو دیا اور سر قربان کرکے تو ہوا مانند بال کے تو آتش میں بہت جلا مانند عود کے اور تیغ کے آگے سر رکھا مانند خود کے اسی طرح عشاقوں کے سو ہزار عادت عجز کی ہے کہ اس کا شمار نہ ہووے پس خواب میں جو تو نے حال دیکھا تھا اس کی آرزو میں چند سال گزرے یعنی وہ خوش لقا مجھ کو خواب میں ایسے نشان بتائے جیسے حق نے حضرت زکریا کو یحییٰ کے پیدا ہونے میں حسب آرزو ان کے نشان بتائے تھے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۳ جو کہ دیکھے الخ ۸ شعر جب کہ وہ خواب دیکھے اور دن ہوا تیرا دل امید سے خوشتر رہا تو گرد جہان میں آنکھیں پھیر کر دیکھے کہ وہ نشان و علامت کہاں ہے اور مثل بتوں کے کانپے کہ دن گزرا اور وہ نشان ملا نہیں پس تو ہر گلی میں دوڑتا پھرے جیسے کسی کا بچہ گائے کا گم کوئی کہے کہ خواجہ خیر ہے تو کیوں دوڑتا ہے کیا تو رکھتا تھا کہ وہ گم گیا تو کہے کہ خیر ہے لیکن خیر میری کس کو طاقت ہے کہ بغیر میرے جانے اگر میں کہوں یہ نشان فوت ہو جائے تو میری موت ہے بس ہر ایک سوار کا منھ تکتا پھرے اور سوار کہے کہ تو مجکو دیوانے کے مانند مت تک یعنی خواب دنیا میں مرشد خوش لقا جبکہ عارف کو ایسے ہاتھ نہ نشان یار کے بتا دیتا ہے تو وہ ہر گلی و کوچہ میں یار کو دیکھتا پھرتا ہے اور ہر شخص کے منھ کو وہ تکتا ہے اسی کو سیر تشبیہہ و حسن پرستی کہتے ہیں بقول مولانا ــــ نہ من بیہودہ در ہر کوچہ و بازار میگردم ـ باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ـ

چشم گرداں کردہ بر جیب و راست
بر مثال برگ می ارزی کہ وائے
میدوی در کوئے و بازار و سرا
خواجہ خیر ست ایں دوا دو چیست ست
گوئیش خیر ست لیک ایں خیر من
گر بگویم یک نشانم فوت شد
بنگری در روئے ہر مردے سوار
گوئیش من صاحبے گم کردہ ام
دولتت پایندہ بادا اے سوار
چوں طلب کردی بجد آمد نظر
ناگہاں آمد سوارے نیک بخت
تو شدی بیہوش وافتادی بطاق
او چہ می بیند درایں شور چیست
ہر زماں کز وے نشانے میرسد
ماہی بیچارہ راپیش آمد آب
ایں نشاں در حق او باشد کہ دید
بس نشانے ہا کہ اندر انبیاست
ایں سخن ناقص بماند و بیقرار

کان نشان و آں علامتہا کجاست
گر رود روز و نشاں ناید بجائے
چوں کسے کو گم کند گوسالہ را
گم شدہ اینجا کہ داری کیست آں
کس نشاید کہ بداند غیر من
چوں نشاں شد فوت وقت مرگ شد
گو بدیت سنگہ مرا دیوانہ وار
رو بجستجوے او آوردہ ام
رحم کن بر عاشقاں معذور دار
جد خطا نکند چنیں آمد خبر
پس گرفت اندر کنارت سخت سخت
بیخبر گفت اینت سالوس و نفاق
او نداند کان نشان وصل کیست
شخص راجانے بجائے میرسد
ایں نشانہا تلک آیات الکتاب
آں دگر را کے نشاں آید پدید
خاص آں جاں را بود کو آشناست
دل ندارم بیدلم معذور دار

چشم اپنی پھیر تو گرد جہاں
مثل پتوں لگے تو کانپنے
ہر گلی میں دوڑتا بس تو پھرے
خیر ہے خواجہ تو ہے کیوں دوڑتا
تو کہے ہے خیر لیکن میری خیر
گر کہوں میں یہ نشاں ہو جائے فوت
تو پھرے تکتا ہر اک روے سوار
تو کہے[1] صاحب مرا گم ہو گیا
اے سوار اب رتبہ تیرا ہو سوا
جو طلب کوشش سے کی آیا نظر
ناگہاں آیا سوار اک نیک بخت
تو گرا بیہوش ہو کر خاک پے
کیا وہ جانے اسمیں یہ کیا شور ہے
ہر گھڑی[2] ہو پہنچے ہے اس سے اک نشان
جس طرح مچھلی کے آگے آئے آب
جسنے دیکھا اسکی نسبت ہے نشان
وہ نشاں کہیں ہیں درون انبیا
بات یہ ناقص رہی ہوں بیقرار

وہ نشان اور وہ علامت ہے کہاں
کہ یہ دن گزرے نشانی کچھ ملے
جوں کسی کی گائے کا بچہ گمے
کیا تو رکھتا تھا کہ وہ گم ہو گیا
کس کو طاقت ہے کہ جانے مجھ بغیر
جو نشان ہو فوت بس ہے میری موت
کہوے مجکو مت تکے دیوانہ وار
ڈھونڈھنے نکلا اسے میں جا بجا
رحم کر عشاق پرست ہو خفا
کب ہو کوشش میں خطا یہ ہے خبر
اور لیا تجھ کو بغل میں اسنے سخت
بیخبر کہوے ترا یہ مکر ہے
اور نشان وصل وہ کس کا رکھے
شخص کو جان کو ملے ہے ایک جان
یہ نشان ہیں تلک آیات الکتاب
دوسروں کو یہ نشاں کب ہو عیاں
خاص وہ جاں جانے جو ہے آشنا
اور نہیں جرأت کہ میں عاشق ہوں زار

[1] تو کہے الخ۔ شعر تو کہے میرا صاحب گم گیا ہے اسے میں ڈھونڈھنے نکلا ہوں جا بجا آئے وار تیرا مرتبہ سوا ہو تو رحم کر عاشق پر اور خفا مت ہو جو طلب کوشش سے کی یار نظر آیا کب خطا کوشش میں ہو کہ حدیث میں آیا ہے ناگہان ایک سوار نیک آیا اور تجکو بغل میں اسنے لیا تو بیہوش ہو کر گرا خاک پر اور بیخبر کہے کہ تیرا مکر ہے وہ کیا جانے کہ اس میں کیا شور ہے اور وہ کس کا نشان وصل رکھتا ہے تجھ سے یار کو دیکھا اس کی نسبت نشان ہے اور سروں کو یہ نشان کب ظاہر ہوا ہے اور یعنی صورت ناگہان ایک صورت بشر ہنگام تجسس عارف کو دیکھے اور وہ اس کو بغل میں لیوے کہ وہ بیہوش ہو جاوے اور غافلان بیخبر اس کو کہیں کہ یہ مکر کرتا ہے یعنی وہ پایا ہے کہ متمثل ہو کر اس صورت میں از راہ تشبیہ عارف کو وصال دیتا ہے اور کوئی اس بات کو نہیں پہچانتا ہے بلکہ مکر اسکا جانتا ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم [2] ہر گھڑی الخ۔ شعر ہر گھڑی یار سے ایک نشان پوچھتا ہے تو عارف کی جان کو ایک جان ملتی ہے جیسے مچھلی کے آگے پانی آتا ہے یہ نشان ہیں قرآن کے یعنی حق نے یہ اپنی نشانیاں قرآن میں فرمائی ہیں وہ نشان کہ اندر انبیاء علیہم السلام کے ہیں خاص وہ جان جانے کہ جو آشنا ہے یہ بات ناقص رہی کہ میں بیقرار ہوں اور جرأت نہیں ہے کیونکہ میں عاشق زار ہوں کب کوئی گن سکے ذرات اسرار کو خاصکر جو کہ عاشق بے عقل ہو میں گنتا ہوں برگہائے باغ کو اور میں گنتا ہوں بانگ کباب و زاغ کو یعنی شمار کرتا ہوں نشہائے حق کو اور نیکی اور بدی کو میں گن نہیں سکتا ہوں ولیکن ہدایت کے لئے میں گنتا ہوں باقی حال اس کا آگے مولانا رحمۃ اللہ تعالے بیان فرماتے ہیں فافہم۔

ذرہ ہا را کے تواند کس شمرد
می شمارم برگہائے باغ را
در شمار اندر نیاید لیک من
نحس کیوان یا کہ سعد مشتری
لیک ہم بعضے ازیں ہر دو اثر
تا شود معلوم آثار قضا
طالع آنکس کہ باشد مشتری
وانکہ را طالع زحل از ہر شرور
گر نگویم آں زحل استادہ را
بس کن اے بیہودہ تا زاں آفتاب
از کواکب در سپہر بیکراں
انچہ بردارد بداں مشغول شو
جنبش اختر نیاید جز عقیم
اذکر اللہ شاہ ما دستور داد
گفت اگرچہ پاکم از ذکر شما
لیک ہرگز نیست تصویر خیال
ذکر جسمانہ خیال ناقص است

خاصہ آں کو عشق از رے عقل برد
می شمارم بانگ کبک و زاغ را
می شمارم بہر رشد اے ممتحن
ناید اندر حصر اگرچہ بشمری
شرح باید کرد بہر نفع و ضرر
شمۂ مر اہل سعد و نحس را
شاد گردد از نشاط سروری
احتیاطش لازم آید در امور
ز آتشش سوزد مر آں بیچارہ را
آتشے ناید بیک بارہ تتاب
در دمے نے نور ماند نے نشان
وز دگر گفتار ہا معزول شو
بر ندارد جز کہ آں لطف رحیم
اندر آتش دیدہ ہا را نور داد
نیست لائق مر مرا تصویرہا
در نیاید ذات ما را بے مثال
وصف شاہانہ ازانہا خالص است

کب کوئی بس گن سکے ذرات کو
گنتا ہوں میں برگہائے باغ کو
گن نہیں سکتا ولیکن میں گنوں
نحس کیوان اور سعد مشتری
پر توان دونوں کے بعض آداب سے
تاکہ ہوں معلوم آثار قضا
ہو اگر طالع کسی کا مشتری
جس کا طالع ہو زحل ہر شر سے وہ
گر نہیں کہدوں زحل طالع کو میں
بس کر اے بیہودہ اس خورشید سے
اور ستارے جو کہ ہیں افلاک پے
جسکے متحمل ہوں بس تو وہ کہو
جنبش اختر بجز بیمار کے
حکم شہ نے اذکر اللہ کا دیا
بولا پاک اب ہوں تمہارے ذکر سے
پر کہیں عشاق تصویر و خیال
ذکر جسمانی خیال ناروا

خاص جو کہ عشق سے بے عقل ہو
گنتا ہوں میں بانگ کبک و زاغ کو
پس ہدایت کے لئے اے ذوفنون
گر گنے تو حصر کب ہوا اے اخی
شرح کر نفع و ضرر کے واسطے
اہل سعد و نحس کو اس سے ذرا
وہ رہے خوش اور کرے وہ سروری
چاہئے ہر امر میں محتاط ہو
وہ جلے بیچارہ اسکی آگ میں
دفعتہً آتش نہ بھڑکے اور جلے
نے نشان نور ان کا کچھ رہے
دوسری باتوں سے تو معزول ہو
نے اٹھائے جز بہ لطف حق اسے
نار میں نور آنکھ کو دکھلا دیا
اور نہیں لائق ہوں میں تصویر سے
پا سکے ہے میری ذات بے مثال
وصف شاہانہ ہے اس سے خوشنما

اے نحس کیوان الخ ۸ شعر کیوان کا نحس اور مشتری کا سعد اگر تو گنے کب حصر ہو ولیکن ان دونوں کے بعض اثروں سے شرح کو نفع اور ضرر کے واسطے تاکہ معلوم ہوں آثار قضائے اہل سعد و نحس کو ذرا اُس سے کسی کا طالع اگر مشتری ہووے وہ خوش اور سرور کرے اور جس کا طالع زحل ہو وہ ہر شر سے احتیاط کرے ہر امر میں اگر میں زحل طالع کو نہ کہوں وہ بیچارہ اسکی آگ میں جلے یعنی شقاوت وسعادت و نفع و نقصان آثار معنی کا واسطے ہدایت مخلوق کے میں کہتا ہوں ورنہ نعمات حق کا کب بیان ہو سکتا ہے آگے اس کی تشریح ہے فافہم ۱۲۔

۵۲ بس کرا الخ ۹ شعر اے بیہودہ بس کر اُس خورشید سے دفعتہً آگ نہ بھڑکے اور جلے اور ستارے جو کہ افلاک پر ہیں نہ کچھ نور و نشان اُن کا رہے وہ جسکے متحمل ہوں تو وہ کہو دوسری باتوں سے تو باز رہو جنبش اختر کی بجز بیمار عشق کے سوائے لطف حق کے کوئی نہیں اٹھا سکتا ہے حکم شاہ نے ذکر کرنے اللہ کا دیا اور نار میں نور آنکھوں کو دکھلا دیا ہے حق نے کہا میں پاک ہوں تمہارے ذکر سے اور لائق نہیں ہوں میں تصویر کے لیکن عاشق تصویر و خیال کا کہیں میری ذات بیمثال کو پا سکتا ہے ذکر جسمانہ خیال نادرست ہے اور وصف شاہانہ اس سے بہتر ہے یعنی حق نے حکم ذکر کرنے کا دیا مگر ذکر تشبیہ سے ذات حق کو مل سکتی ہے بجز ذکر تنزیہ کے یعنی حق کا ایک جسم تصور کرے اگر خیال کرے وہ خیال ناقص ہے بجز تنزیہ کے نہیں تو ذکر تنزیہ کو کر کہ یہ ملے جیسے کوئی نسبت شاہ کے کہے کہ شاہ جولاہا نہیں ہے یہ کچھ بہتر تعریف نہیں ہے مگر اس نے جانا نہیں ہے یعنی بادشاہ کی تعریف جولاہے سے تشبیہ دے کرکے مگر تعریف ہے مگر یہ تعریف بد ہے اسی حق کا ذکر از راہ تشبیہ جو تصویر کے ہیں گو ذکر ہے مگر یہ ذکر نادرست ہے مقابل میں ذکر تنزیہ کے چنانچہ اس کی مثال میں قصہ چرواہے کا آگے بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲۔

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست
ایں چہ مدح است ایں مگر آگاہ نیست

کوئی کہوے شہ کو جولاہا نہیں
یہ ہے کیا مدحت مگر جانا نہیں

مناجات کردن شبان با حق تعالیٰ در عہد موسیٰ علیہ السلام

دید موسیٰ یک شبانے را براہ
کو ہمی گفت اے خدا و اے الٰہ

تو کجائے تا شوم من چاکرت
چارقت دوزم کنم شانہ سرت

اے خدائے من فدایت جانِ من
جملہ فرزندان و خان و مانِ من

تو کجائی تا سرت شانہ کنم
چارقت را دوزم و بخیہ زنم

جامہ ات دوزم شپشہایت کُشم
شیر پیشت آورم اے محتشم

ور ترا بیمارئے آید بہ پیش
من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش

دستکت بوسم بمالم پایکت
وقت خواب آید بروبم جایکت

گر بہ بینم خانہ ات را من دوام
روغن و شیرت بیارم صبح و شام

ہم پنیر و نانہائے روغنین
خمرہا جغراتہا اے نازنین

سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام
از من آوردن ز تو خوردن طعام

اے فدائے تو ہمہ بزہائے من
اے بیادت ہی ہی و ہیہائے من

زیں نمط بیہودہ میگفت آں شبان
گفت موسیٰ با کیستت ای فلاں

گفت با آنکس کہ ما را آفرید
ایں زمیں و چرخ ازو آمد پدید

گفت موسیٰ ہائے خیرہ سر شدی
خود مسلماں ناشدی کافر شدی

اینچہ ژاژ است اینچہ کفر است و فشار
پنبہ اندر دہاں خود فشار

گند کفر تو جہاں را گندہ کرد
کفر تو دیبائے دیں را ژندہ کرد

مناجات کرنا چرواہے کا بدرگاہ حق بعہد موسیٰ علیہ السلام

دیکھا اک موسیٰؑ نے چرواہا براہ
کہہ رہا ہے اے خدا و اے الٰہ

تو کہاں ہے میں ترا چاکر بنوں
جوتا سیئوں اور ترے کنگھی کروں

اے خدا قربان تجھ پر میری جان
سب مرے فرزند اور سب خانمان

تو کہاں ہےؑ سر میں ترے کنگھی کروں
جوتیاں میں تیری ٹانکوں اور سیئوں

اور جوئیں دیکھوں ترے کپڑے سیئوں
دودھ آگے میں ترے لا کر رکھوں

اور تجھے بیماری گر آجائے پیش
میں بنوں غمخوار تیرا مثل خویش

ہاتھ چوموں پاؤں تیرے داب دوں
اور سوتے میں تری خدمت کروں

دیکھ لوں میں گر ترا گھر تو مدام
دودھ لاؤں اور گھی میں صبح شام

ہم پنیر اور روٹیاں بھی روغنیں
ہم شراب و ہم دہی اے نازنیں

پس پکا کر دوں تجھے میں صبح و شام
تجھ کو لانا اور تجھے کھانا طعام

بکریاں سب میری تجھ پر ہوں فدا
یاد میں تیری ہو میری ہہ و ہا

اس طرح کہتا تھا چرواہا وہاں
بولے موسیٰ کس سے کرتا ہے بیاں

بولا وہ جس نے مجھے پیدا کیا
اور زمین و آسمان برپا کیا

بولے موسیٰ ہائے تو بدتر ہوا
نے مسلماں تو ہوا کافر ہوا

کیسی یہ بیہودگی اور کفر ہے
منہ میں اپنے روئی اب تو ٹھونس لے

کفر نے تیرے جہاں گندہ کیا
دین کی دیبا کو گدڑی کر دیا

لے دیکھا الخ ۲ شعر حضرت موسیٰ نے ایک چرواہے کو راہ پر دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے اے خدا تو کہاں ہے میں تیرا چاکر ہوں جوتا سیئوں کنگھی
کروں اے خدا تجھ پر میری جان قربان اور میرے فرزند اور خانمان باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ے تو کہاں ہے تیرے سر میں کنگھی کروں
جوتیاں سیئوں اور ٹانکوں اور تیری جوئیں دیکھوں اور کپڑے سیئوں دودھ تیرے آگے لا کے رکھوں بیماری اگر تجھے پیش آجائے میں
تیرا غمخوار مثل اپنے اپنوں کے ہاتھ چوموں اور تیرے ہاتھ دابوں اور تو سوئے تیری خدمت کروں اگر میں تیرا گھر دیکھ لوں تو ہمیشہ
دودھ لاؤں اور گھی ہر صبح و شام ہم پنیر اور ہم روٹیاں روغنی ہمراہ و شراب و ہم دہی پکا کر تجھے صبح و شام دوں مجھ کو لانا
اور تجھ کو کھانا طعام کا ہے میری بکریاں تجھ پر قربان ہوں میرا ہو حق تیری یاد میں ہو اسی طرح چرواہا وہاں کہتا تھا موسیٰ
نے کہا کہ یہ تو کس سے کہتا ہے آگے جواب چرواہے کا ہے فافہم ۱۲ ۳ے بولا الخ ۶ شعر چرواہے نے کہا کہ جس نے مجھے پیدا
کیا ہے اور زمین و آسمان کو قائم کیا ہے موسیٰ نے کہا ہائے تو بدتر ہو گیا ہے تو مسلمان نہیں ہے وائے تو کافر ہو گیا
یہ کیسی بیہودگی اور کفر ہے منہ میں تو روئی ٹھونس تیرے کفر نے جہاں کو گندہ کیا دین کی دیبا کو گدڑی کر دیا جوتی اور پاتابہ جو
تم کو لائق ہے کب اس ذرہ کے خورشید کو روا ہے تو اس بیان سے اپنے منہ کو بند کر کہ آتش پیدا ہو اور خلق کو جلا دے باقی
حال آگے ہے فافہم ۱۲

چارق و پاتابہ لائق مر تراست ۔۔۔ آفتابے را چنیں ہا کے رواست
گر نہ بندی زیں سخن تو حلق را ۔۔۔ آتشے آید بسوزد خلق را
آتشے گر نامد است ایں دود چیست ۔۔۔ جان سیہ گشتہ رواں مردود چیست
گر ہمیدانی کہ یزداں داور ست ۔۔۔ تراز گستاخی ترا چوں باور ست
دوستی بے خرد چوں دشمنی است ۔۔۔ حق تعالیٰ زیں چنیں خدمت غنی ست
باکہ میگوئی تو ایں با عم و خال ۔۔۔ جسم و حاجت در صفات ذوالجلال
شیر او نوشد کہ در نشو و نماست ۔۔۔ چارق او پوشد کہ او محتاج پاست
ور برائے بندہ است ایں گفتگو ۔۔۔ آنکہ حق گفت او من است من خود او
آنکہ گفت اِنِّی مَرِضْتُ لَمْ تَعُدْ ۔۔۔ من شدم رنجور او تنہا نشد
آنکہ بے یسمع و بے یبصر شدہ است ۔۔۔ در حق آں بندہ ایں ہم بیہدہ است
بے ادب گفتن سخن با خاص حق ۔۔۔ دل بمیراند سیہ دارد ورق
گر تو مردے را بخوانی فاطمہ ۔۔۔ گرچہ یک جنس اند مرد و زن ہمہ
قصد خوں تو کند ناممکن است ۔۔۔ گرچہ خوشخوے و حلیم و موتمن است
فاطمہ مدح است در حق زناں ۔۔۔ مرد را گوئی بود زخم سناں
دست و پا در حق ما آسایش است ۔۔۔ در حق پاکی حق آلایش است
لَمْ یَلِدْ لَمْ یُولَدْ او را لائق است ۔۔۔ والد و مولود را او خالق است

جوتی اور پاتابہ لائق ہے تجھے ۔۔۔ کب روا خورشید کو اس طور سے
بند کر تو اس بیان سے حلق کو ۔۔۔ ورنہ آگ آکر جلائے خلق کو
گر نہ آئی آگ یہ کیوں ہے دھواں[ل] ۔۔۔ دل سیہ مردود کیوں جان رواں
گر تو جانے ہے کہ حق ہے دادور ۔۔۔ کیوں یہ گستاخی تو کرتا ہے بشر
دوستی بے عقل کی ہے دشمنی ۔۔۔ خدمتوں سے ایسی خالق ہے غنی
کس سے کہتا ہے چچا ماموں سے تو ۔۔۔ جسم حاجت نے صفات اللہ کو
دودھ پیوے ہو جسے بالیدگی ۔۔۔ جوتی وہ پہنے جو حاجت پاؤں کی
گر یہ بندہ کے لئے ہے گفتگو ۔۔۔ جسکو حق فرمائے وہ میں میں ہوں وہ
جو کہا اِنِّی مَرِضْتُ لَمْ تَعُدْ[ع] ۔۔۔ میں ہوا بیمار وہ تنہا نخود
جو کہ بی یسمع و بی یبصر ہوا[عہ] ۔۔۔ حق میں اس بندہ کے یہ بھی ہے برا
خاص حق کو بے ادب گر کچھ کہے ۔۔۔ مردہ دل ہوا اور سیہ باطن رہے
فاطمہ[ہے] گر تو کہے اک مرد کو ۔۔۔ مرد و زن گرچہ ہیں ایک ہی جنس تو
مستعد تیری ہلاکت کا ہو وہ ۔۔۔ گرچہ خوشخو اور ذی اخلاق ہو
فاطمہ تعریف ہے عورات کی ۔۔۔ مرد کو کہوے تو ہے بیہودگی
دست و پا سے ہم کو آسائش ملے ۔۔۔ پاکی حق میں وہ آلائش رکھے
لَمْ یَلِدْ[ہے] لَمْ یُولَدْ اسکو چاہئے ۔۔۔ باپ اور بیٹے کا وہ خلاق ہے

ل گر نہ آئی الخ۹ شعر اگر آگ نہیں آئی ہے تو یہ دھواں کیوں ہے اور دل سیہ اور جان مردود کیوں ہے اگر تو جانتا ہے کہ حق انصاف کرتا ہے پھر یہ گستاخی تو کیوں کرتا ہے بے عقل عقل کی دوستی کرنا دشمنی ہے ایسی خدمتوں سے اللہ غنی ہے یہ تو کس سے کہتا ہے کیا چچا ماموں سے جسم کی حاجت اللہ کو نہیں ہے دودھ وہ پئے جس کو بالیدگی ہو جوتی وہ پہنے جسکو حاجت پاؤں کی ہووے اگر یہ گفتگو بندہ کے لئے جس کو حق فرماتا ہے میں تو ہوں اور تو میں اور جو حق نے کہا انی مرضت لم تعد یعنی میں بیمار ہوا تو عیادت کو نہیں آیا سننے والا اور اس کی آنکھ سے دیکھنے والا میں ہو پس یہ بھی اس بندۂ فانی کے حق میں کہنا برائی ہے اگر بے ادب خاص حق کو کچھ کہے مردہ دل و سیاہ باطن ہووے یعنی بہ نسبت اس بندہ خاص کے حق میں فنا ہو کر ایک ہو گیا ہے یہ تشبیہ کی باتیں کرنا برا ہے نہ کہ نسبت حق کے یہ باتیں کہے مردہ دل و سیاہ باطن ہووے آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲ ﮯ فاطمہ گر تو الخ۹ شعر اگر تو ایک مرد کو فاطمہ کہے اگرچہ وہ مرد عورت ایک جنس سے ہیں لیکن وہ مستعد تیرے مارنے کو ہووے اگرچہ وہ خوشخو و ذی اخلاق ہووے کیونکہ فاطمہ عورت کی تعریف ہے اور مرد کو کہیں تو بیہودگی ہے دست و پا سے ہم کو آسائش ملتی ہے اور پاکی حق میں وہ آلائش رکھتی ہے کیونکہ لم یلد و لم یولد یعنی وہ نہ جنا گیا ہے نہ جنتا ہے اس کو چاہیئے باپ اور بیٹے کا وہ خالق ہے پیدائش توصیف جسم کی آئی ہے اور جو پیدا ہے وہ یہاں سے جستجو رکھتا ہے کیونکہ وہ اس دنیائے فانی سے اور خلق ہے مخلوق سے چھٹا ہے چرواہے نے کہا اے موسیٰ تو نے میرا منہ بند کر دیا اور اس ندامت سے میرا بند بند جلا دیا پس کپڑے پھاڑے اور ایک آہ کھینچی اور بیابان کی اس نے راہ لی یعنی چرواہا اس کلام موسیٰ کے سننے سے بسبب گستاخی ذکر تشبیہ سے پریشان ہو کر طرف صحرا کے بھاگا خطاب پر عتاب الٰہی موسیٰ کو آیا چنانچہ اس کا بیان آگے مولانا فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ع ۵ تحقیق میں بیمار ہوا تو عیادت کو نہ آیا ۱۲ عہ ۵ اسکے کانوں سے سننے والا اسکی آنکھوں سے دیکھنے والا ہے ۵ نہ جنتا ہے نہ جنا گیا ۱۲

هر چه جسم آید دلالت وصف اوست　هرچه مولود است او زین سوی جوست
آنکه از کون و فساد است او مهین　حادث است و محدثے خواهد یقین
گفت ای موسیٰ دہانم دوختی　وز پشیمانی تو جانم سوختی
جامه را بدرید و آہے کرد تفت　سر نهاد اندر بیابانے و رفت

جسم کی پیدائش آئی وصف ہے　جو ہے پیدا جستجو یاں سے رکھے
کیونکہ اب دنیاے فانی سے دہے　ہر وہ خلوق اور چھوٹا ہی مخلوق سے
بولا اے موسیٰ کیا سخنہ تو نے بند　اس ندامت سے جلایا بند بند
کپڑے پھاڑے اور کھینچی اک آہ　اور بیاباں کی طرف لی اُسنے راہ

وحی آمدن از حق تعالیٰ بعتاب بموسیٰ بجہت شبان

وحی آنا حق تعالیٰ سے موسیٰ کو پر عتاب بسبب چرواہے کے

وحی آمد سوے موسیٰ از خدا　بندهٔ ما را چرا کردی جدا
تو براے وصل کردن آمدی　نے براے فصل کردن آمدی
تا توانی پا منه اندر فراق　البغض الاشیاء عندی الطلاق[عہ]
هر کسے را سیرتے بنهاده ایم　هر کسے را اصطلاحے داده ایم
در حق او مدح در حق تو ذم　در حق او شهد و در حق تو سم
در حق او نور و در حق تو نار　در حق او درد و در حق تو خار
در حق او نیک در حق تو بد　در حق او خوب و در حق تو رد
ما بری از پاک و ناپاکی همه　از گران جانی و چالاکی همه
من نکردم خلق تا سودے کنم　بلکه تا بر بندگان جودے کنم
هندیان را اصطلاح هند مدح　سندیان را اصطلاح سند مدح
من نگردم پاک از تسبیح شان　پاک هم ایشان شوند و درفشان

وحی[لے] بھیجی حق نے موسیٰ سے کہا　کیوں جدا بندہ مرا تو نے کیا
آیا تو ہے وصل کرنے کیلئے　نے تو آیا فصل کرنے کیلئے
جبتلک سکتا ہے تو مت کر فراق　البغض الاشیاء عندی الطلاق
ہر[ٹ] کسی کی ایک خصلت ہم نے کی　ہر کسی کو اصطلاح ایک ہم نے دی
اسکے حق میں مدح تیرے حق میں ذم　اسکے حق میں شہد تیرے حق میں
اسکے حق میں نور تیرے حق میں نار　اسکے حق میں گل و تیرے حق میں
اسکے حق میں نیک تیرے حق میں بد　اسکے حق میں خوب تیرے حق میں
پاک ہوں پاکی و ناپاکی سے میں　اور گراں جانی و چالاکی سے میں
نے کیا پیدا کہ نفع ان سے لوں　بلکہ اور بندوں پہ میں بخشش کر
ہندیوں کی مدح ہندی اصطلاح　سندیوں کی مدح سندی اصطلا
انکی تسبیح سے نہ پاکی ہو مجھے　خود ہو پاکی انکو اس تسبیح سے

لے وحی بھیجی الخ ۱۳ شعر حق تعالے نے وحی بھیجی اور موسیٰ سے کہا کہ تو نے میرے بندہ کو کیوں جدا کیا تو وصل کرنے کے واسطے آیا ہے
تو جب تک سکتا ہے جدا مت کر ترجمہ میرے نزدیک چیز دشمنی کی گئی طلاق یعنی مفارقت ہے یعنی اے موسیٰ میں نے تجھ کو واسطے
وصل کرنے مخلوق کے بھیجا ہے کہ تا بندوں کو تو مجھ سے ملالے نہ کہ تو مجھ سے جدا کرے کیونکہ مفارقت کرنے والی چیز
میرا غضب ہوتا ہے چنانچہ اسکا بیان آگے ہے فافہم ۱۲ ٹ ہر کسی کی الخ ۸ شعر ہم نے ہر ایک کی ایک خصلت کی ہے اور ہر ایک
کو ایک اصطلاح دی ہے کہ وہ اس کے حق میں مدح تیرے حق میں ذم ہے اور اس کے حق میں شہد اور تیرے حق میں سم ہے اس
کے حق میں نور اور تیرے حق میں نار ہے اسکے حق میں گل اور تیرے حق میں خار ہے اس کے حق میں نیک اور تیرے حق میں بد ہے
اسکے حق میں خوب اور تیرے حق میں رد ہے میں پاکی و ناپاکی سے پاک ہوں اور گراں جانی اور چالاکی سے میں نے ان کو اسلئے نہیں پیدا
کیا کہ نفع ان سے لوں بلکہ بندوں پر بخشش کروں ہندیوں کی مدح ہندی اصطلاح میں ہے اور سندیوں کی اصطلاح سندی اصطلاح
ہے اُن کی تسبیح سے مجھ کو پاکی نہیں ہوتی ہے خود ان کو پاکی اس تسبیح سے ہوتی ہے اس کے حقائق آگے ہیں فافہم ۱۲ —

عہ مبغوض زیادہ چیز نزدیک میرے طلاق ہے ۱۲ —

ما بروں را ننگریم و قال را ۔ ما دروں را بنگریم و حال را
میں[1] نہ باہر دیکھتا ہوں قال کو ۔ میں تو اندر دیکھتا ہوں حال کو

ناظر اقلیم گر خاشع بود ۔ گرچہ گفت لفظ نا خاضع بود
دیکھتا ہوں قلب کو گر ہو خشوع ۔ گرچہ کہتا لفظ ہو وے بے خضوع

زانکہ دل جوہر بود گفتن عرض ۔ پس طفیل آمد عرض جوہر غرض
کیونکہ دل جوہر ہے اور کہنا عرض ۔ پس طفیلی ہے عرض جوہر غرض

چند ازیں الفاظ اضمار و مجاز ۔ سوز خواہم سازبا آں سوز ساز
تو ضمیر اور لفظ یہ کب تک کہے ۔ سوز چاہوں سوز پیدا کر تو لے

آتشے از عشق در جاں برفروز ۔ سر بسر فکر و عبارت را بسوز
عشق سے تو جان میں آتش لگا ۔ اور عبارت فکر کو بالکل جلا

موسیا آداب داناں دیگراند ۔ سوختہ جان در دانان دیگراند
موسیا آداب داناں اور ہیں ۔ سوختہ جان دل پریشاں اور ہیں

عاشقاں را ہر نفس سوزیدنیست ۔ بردہ ویران خراج و عشر نیست
عاشقوں کا جلنا ہر دم ہے رواج ۔ اجڑے گاؤں سے نہیں لیتے خراج

گر خطا گوید ورا خاطی مگو ۔ گر شود پر خون شہید آن را مشو
گر کہے[2] جھوٹ اسکو جھوٹا مت کہے ۔ گر لگا ہو خون شہید دل پہ نہ دھو

خون شہیداں را از آب اولیٰ تراست ۔ ایں خطا از صد صواب اولیٰ تراست
خون شہیدوں کا ہے بہتر آب سے ۔ سو صوابوں سے خطا یہ خوب ہے

در درون کعبہ رسم قبلہ نیست ۔ چہ غم ار غواص را پا چیلہ نیست
رسم قبلہ کعبہ کے اندر نہیں ۔ غوطہ زن جوتا نہ رکھے ڈر نہیں

تو ز سر مستان قلاوزی مجو ۔ جامہ چاکان را چہ فرمائی رفو
رہنمائی ڈھونڈھ مت مستوں سے تو ۔ جامہ چاکوں کو نہ فرما تو رفو

ملت عشق از ہمہ دینہا جداست ۔ عاشقاں را مذہب و ملت خداست
عشق کا مذہب ہے ہر دیں سے جدا ۔ مذہب و ملت ہے عاشق کا خدا

لعل را گر مہر نبود باک نیست ۔ عشق در دریائے غم غمناک نیست
لعل بے مہری سے ہوتا کم نہیں ۔ عشق کو دریائے غم میں غم نہیں

[1] میں نہ ظاہر الخ، شعر میں نہیں دیکھتا ہوں ظاہر قال کو میں دیکھتا ہوں اندر حال کو میں قلب کو دیکھتا ہوں اگر اس میں عجز ہے اگرچہ وہ لفظ ہو دے بے عجز کے کیونکہ دل جوہر ہے اور کلام عرض ہے پس عرض طفیلی ہے اور جوہر غرض ہے یعنی حق فرماتا ہے کہ بندہ کے ظاہر قول و فعل نہیں دیکھتا ہوں میں خیال و نیت کو دیکھتا ہوں کیونکہ دل جوہر ہے و قول عرض ہے اس واسطے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اموالکم و لکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم یعنی اللہ تعالےٰ نظر نہیں کرتا ہے طرف صورتوں کے و مالوں کے تمہارے و لیکن نظر کرتا ہے طرف قلبوں و اعمال تمہارے کے تو ضمیر اور لفظ یہ کب تک کہے گا میں سوز چاہتا ہوں تو سوز دل میں پیدا کر تو جان میں عشق سے آگ لگا اور عبادت و فکر بالکل جلا اے موسیٰ عقلمندوں کے آداب اور ہیں اور سوختہ جان و روح اور ہیں ہر دم عاشقوں کا جلنا رواج ہے کہ اجڑے گاؤں سے نہیں خراج لیتے ہیں یعنی دل عاشقوں کا آتش عشق سے سوختہ و شکستہ ہوتا ہے اُس سے پرشش اعمال کی کہاں ہے کیونکہ بادشاہ اجڑے گاؤں سے خراج نہیں چاہتا ہے آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲ [2] اگر کہے الخ، شعر اگر عشق میں کوئی جھوٹ کہے تم اسکو جھوٹا مت کہو اگر خون شہید پر لگا ہو مت دھو کیونکہ خون شہیدوں کا آب سے بہتر ہے یہ خطا صوابوں سے بہتر ہے یعنی خون سے جسم ناپاک ہوتا ہے طہارت اس کی آب سے ہے و لیکن شہید پر غسل نہیں ہے کیونکہ خون اس کا آب سے بہتر ہے پس جھوٹا نہ کہنا چاہیئے قبلہ کی رسم کعبہ میں نہیں غوطہ زن کو جوتیوں کے نہ ہونے سے ڈر نہیں ہے تو رہنمائی مستوں سے مت ڈھونڈھ اور جامہ چاکوں کا رفو کرنے کو مت کہو عشق کا مذہب ہر ایک دین سے جدا ہے لعل بے آب کے کم نہیں ہوتا ہے اور عشق کو دریائے غم میں غم نہیں ہوتا ہے یعنی جب کہ عاشق عشق میں کامل ہوا پھر اس کو حاجت رہبر کی نہیں خود عشق اس کا رہبر ہے جیسے لعل پر تو خورشید سے کامل ہوا پھر اس کو خورشید کی حاجت نہیں ہے بقول خواجہ حافظ سے عشق در دل کہ باشد رہبری در کار نیست + سیل بے رہبر بدریا میرساند خویش را ۔ پس عاشق وہ کام کرتا ہے کہ جس سے ترقی عشق کو ہو اس کو پابندی مذہب سے کچھ کام نہیں ہے جو کام خدا کے واسطے کرے وہ بہتر ہے کہ بنا مذہب معلوم ہو جیسے چرواہا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روکا اور وہ منزل مقصود کو پہنچا اسکا حال آگے ہے فافہم ۱۲

وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام از بہر عذر آن شبان

وحی آئی موسیٰ علیہ السلام پر بعذر کرنے کیلئے چرواہے کے

بعد ازاں در سر موسیٰ حق نہفت	رازہا کان نمی آید بگفت	بعدہ[1] موسیٰ سے خالق نے نہاں	راز دہ رکھے نہو ویں جو بیان
بردل موسیٰ سخنہا ریختند	دیدن و گفتن بہم آمیختند	کھولیں باتیں دل پہ موسیٰ کے ذرا	دیکھنے کہنے کو باہم کر دیا
چند بیخود گشت و چند آمد بخود	چند پرید از ازل سوے ابد	چند بیخود اور چند آئے بخود	چند ازل سے چلدیے سوے ابد
بعد ازاں گر شرح گویم ابلہی است	زانکہ شرح ایں ورائے آگہی است	شرح اسکی گر کروں ہے ابلہی	کیونکہ ہے شرح سوائے آگہی
گر بگویم عقلہا را بر کند	در نویسم بس قلمہا بشکند	گر کہوں ہیں عقل کو احمق کرے	گر لکھوں میں تو قلم کو شق کرے
در بگویم شرحہائے معتبر	تا قیامت باشد آں بس مختصر	گر کہوں میں شرح اسکی اے بسیر	تا قیامت جب بھی ہووے مختصر
لاجرم کوتاہ کردم من زبان	گر تو خواہی از درون خود بخواں	اس لیے روکا زباں کو ذو فنوں	گر تو چاہے پڑھ لے اپنے اندروں
چونکہ موسیٰ ایں عتاب از حق شنید	در بیاباں در پے چوپان دوید	جب[2] سنا موسیٰ نے حق سے یہ عتاب	بھاگا چرواہے کے پیچھے بس شتاب
بر نشان پاے آں سرگشتہ راند	گرد از پردہ بیاباں بر فشاند	نقش پا پر اس پریشان کے گیا	خاک جھاڑی دامن صحرا سے جا
گام پاے مردم شوریدہ خود	ہم ز گام دیگراں پیدا بود	مرد شوریدہ کے پاؤں کا نشان	دوسروں کے نقش پا سے ہے عیاں
یک قدم چوں رخ ز بالا تا نشیب	یک قدم چوں پیل رفتہ بر اریب	اک قدم جوں رخ کے تھا سیدھا گیا	اک قدم جوں پیل کے اڑا گیا
گاہ چوں موجے برافرازاں علم	گاہ چوں ماہی روانہ بر شکم	گاہ مثل موج لہراتا گیا	پیٹ کے بل گاہ جوں مچھلی چلا
گاہ بر خاکے نوشتہ حال خود	ہمچو رمالے کہ رملے بر زند	گاہ لکھا خاک پر اپنا عمل	جس طرح رمال ڈالے ہے رمل
گاہ حیران ایستادہ گہ دواں	گاہ غلطاں ہمچو گوی از صولجان	گاہ بھاگا گہ کھڑا حیران ہو	گاہ لوٹا گیند کے مانند دو

[1] بعدہ موسیٰ سے الخ، شعر بعدہ حق تعالےٰ نے موسیٰ سے وہ پوشیدہ راز رکھے کہ جو بیان نہ ہو ویں اور باتیں دل پر موسیٰ کے کھولیں کہ کہنے و دیکھنے کو باہم کر دیا تھوڑی دیر بیخود اور تھوڑی دیر خود میں آئے اور تھوڑی دیر ازل سے چل دیئے طرف ابد کے یعنی حق تعالےٰ نے بعد اس کے موسیٰ کے دل پر راز تشبیہ و تنزیہ کے باہم کھولے کہ تھوڑی دیر راز تشبیہ و تنزیہ سے ہوش میں رہے اور تھوڑی دیر راز تنزیہ سے بیہوش ہوئے اور تھوڑی دیر ازل سے ابد کو گئے اگر میں اسکی شرح کروں احمقی ہے کیونکہ آگہی سے وہ سوا ہے اگر میں کہوں عقل کو احمق کرے اور اگر میں لکھوں قلم کو شق کرے اگر میں اسکی شرح کروں تا قیامت جب بھی مختصر ہو اس لئے میں نے زبان کو روکا اگر تو چاہے اپنے دل میں پڑھ لے یعنی ماہیت حق کا بیان نہیں ہو سکتا ہے اگر تو چاہتا ہے اپنے باطن میں دیکھ لے آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ [2] جب سنا الخ، شعر جب کہ موسیٰ نے یہ عتاب حق سے سنا پیچھے چرواہے کے جلد بھاگے نقش قدم پر اس پریشان کے گئے اور دامن صحرا سے جا کر خاک جھاڑی مرد شوریدہ کے قدم کا نشان دوسروں کے نقش قدم سے ظاہر ہے کیونکہ ایک قدم مانند رخ کے سیدھا گیا تھا اور ایک قدم مانند پیل کے اڑا گیا تھا یعنی نقش قدم دیوانہ کا دوسروں کے نقش قدم سے ظاہر ہے کیونکہ اہل عقل مانند رخ شطرنج کے سیدھا گیا اور دیوانہ مانند پیل شطرنج کے اڑا گیا پس نقش قدم عاقل کا نقش قدم دیوانہ سے علیحدہ ہے گاہ وہ مثل موج کے لہراتا گیا اور گاہ پیٹ کے بل مثل مچھلی کے چلا خاک پر اپنا عمل لکھا جس طرح رمال ڈالتا ہے رمل گاہ بھاگا اور گاہ حیران کھڑا رہا اور گاہ مانند گیند کے وہ لوٹا خاک پر یعنے نقش قدم کے پتے پر حضرت موسیٰ اس چرواہے کے پیچھے گئے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

عاقبت دریافت او را و بدید — گفت مژده ده که دستوری رسید
هیچ آدابی و ترتیبی مجو — هر چه میخواهد دل تنگت بگو
کفر تو دین ست و دینت نور جان — ایمنی وز تو جهانی در امان
ای معاف یفعل الله ما یشاء — بی محابا رو زبان را برگشا
گفت ای موسی ازان بگذشته ام — من کنون در خون دل آغشته ام
من ز سدرهٔ منتهی بگذشته ام — صد هزاران ساله زانسو گشته ام
تازیانه بر زدی اسپم بگشت — گنبدی کرد و ز گردون در گذشت
محرم ناسوت ما لاهوت باد — آفرین بر دست و بر بازوت باد
حال من اکنون برون از گفتن ست — اینچه میگویم نه احوال من است
نقش می بینی که در آئینه ایست — نقش تست آن نقش آن آئینه نیست
دم که مرد نائی اندر نای کرد — درخور نائیست نی درخور مرد
هان و هان گر حمد گوئی و سپاس — همچو نافرجام آن چوپان شناس
حمد تو نسبت بدان گر بهتر است — لیک آن نسبت بحق هم ابتر ست
چند گوئی چون غطا برداشتند — کین بود است آنچه می پنداشتند
این قبول ذکر تو از رحمت ست — چون نماز مستحاضه رخصت ست
در نماز او چو آلوده ست خون — ذکر تو آلوده تشبیه و چون

پایا آخر کار اور دیکھا اسے — بولا مژدہ ہو اجازت ہے تجھے
کچھ نہ تُو کر آداب و ترتیب کو — جو ترا دل چاہے اب تو وہ کہو
کفر تیرا دین دین ہے نور جان — امن تجھ کو تجھ سے عالم کو امان
اے معاف یفعل الله ما یشاء — بے تامل جا زبان کو کر کے وا
بولا موسیٰ ؑ میں گذارش سے گیا — خون دل میں اب میں آلودہ ہوا
میں تو سدرہ منتہی سے بڑھ گیا — سیکڑوں برسوں کی رہ کو طے کیا
ایسا کوڑا میرے گھوڑے کو لگا — اک تڑپ میں آسمان طے کر گیا
محرم ناسوت ہے لاہوت ہے — آفرین ہے دست و بازو پر ترے
حال میرا اب ہے باہر قال سے — میں یہ کہتا ہوں یہ میرا حال ہے
نقش آئینہ میں جو تجھکو ملے — نقش تیرا ہے نہ آئینہ کا ہے
دم جو مرد نائی سے نے میں بھرے — لائق نے ہو نہ لائق مرد کے
حمد خالق کی جو کرتا ہے بیان — نامبارک کی مثال چروا ہے کے جان
حمد تیری اسکی نسبت گر ہے خوب — پر بہ نسبت حق کے ہے وہ باعیوب
حمد کب تک کہوے جب پردہ اٹھا — وہ نہ نکلے جو کہ تو تھا جانتا
ذکر ہے مقبول رحمت سے ترا — جون نماز استحاضہ ہے روا
اور نماز اسکی جو خون آلودہ ہے — ذکر آلودہ ترا تشبیہ سے

ل پایا الخ ۲ شعر آخر کار اسے پایا و دیکھا اور کہا کہ مژدہ ہو جواب تجھ کو اجازت ہے کچھ آداب و ترتیب تو نہ کر جو تیرا دل چاہے اب تو وہ کہہ کہ کفر تیرا دین و دین تیرا نور جان ہے تجھ کو امن اور تجھ سے عالم کو امان ہے اے تو معاف ہے ۔ ترجمہ ہے کہ جو چاہتا ہے اللہ فعل کرتا ہے بے تامل تو جا اور زبان کو اپنی کھول یعنے جو تو پہلے کہتا تھا بہ نسبت اللہ کے وہی کہہ کیونکہ عاشق تو اپنے فعل کا مختار ہے آگے جواب چروا ہے کا ہے فافہم ۱۲ ؎ بولا الخ ۵ شعر چروا ہے نے کہا کہ اے موسیٰ اس سے میں گزر گیا اور اب میں خون دل میں آلودہ ہوا یعنے مقام تنزیہ اب مجھے کھل گیا میں تو اب سدرۃ المنتہی سے بڑھ گیا اور سیکڑوں برسوں کی راہ کو طے کیا میرے گھوڑے کو ایسا کوڑا لگا کہ ایک تڑپ میں گردون کو طے کر گیا محرم ناسوت کا ساتھ لاہوت کے ہوا آفرین ہو جیو تیرے دست و بازو پر اب میرا حال قال سے جدا ہے جو میں کہتا ہوں میرا حال نہیں ہے آگے اس کی مثال مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ؎ نقش آئینہ الخ ۲ شعر جو کہ تجھکو نقش آئینہ میں دیکھے وہ نقش تیرا ہے آئینہ کا نہیں ہے مرد نائی نے جو دم نے میں بھرے لائق نے کے نہ ہو مرد نائی کے ہو جو تو حمد خالق کی بیان کرتا ہے مثل چروا ہے کے نامبارک تو جان حمد تیری اگرچہ اس کی نسبت بہتر ہے ولیکن حق کی نسبت بدتر ہے تو حمد کب تک کہے جب پردہ اٹھا وہ نہیں نکلے جو جانتا تھا یعنے جو تو حق کو سمجھتا تھا بوقت پردہ اٹھنے کے وہ نکلے اور وہی حقیقت تجھ پر کھلے تیرا ذکر رحمت سے مقبول ہے مانند نماز استحاضہ والی کے جو کہ خون آلودہ ہے تیرا ذکر تشبیہ سے آلودہ ہے یعنی تیرا ذکر تشبیہ ایسا ہے جیسے نماز استحاضہ والی عورت کی کہ مقبول نہیں ولیکن وہ رحمت سے مقبول فرماتا ہے ۔
باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

خون پلیدست و بآبے میرود / این پلیدے جہل قائم تر بود
کان بغیر از آب لطف کردگار / کم نہ گردد از درون مرد کار
در سجودت کاش رو گردانیے / معنی سبحان ربی دانیے
کاے سجودم چون وجودم ناسزا / مر بدی را تو نکوئی دہ جزا
این زمین از حلم حق دارد اثر / تا نجاست برد و گلہا داد بر
تا بپوشد او پلیدیہاے ما / در عوض بر روید ازوے غنچہا
پس چو کافر دید کو در داد و جود / کمتر و بے مایہ تر از خاک بود
از وجود او گل و میوہ نہ رست / جز فساد جملہ پاکیہا نجست
گفت واپس رفتہ ام من در ذہاب / حسرتا یا لیتنی کنت تراب
کاش از خاکے سفر نہ گزیدمے / ہمچو خاکے دانۂ می چیدمے
چون سفر کردم مرا رہ آزمود / زین سفر کردن رہ آوردم چہ بود
زان ہمہ میلش سوے خاکست کو / در سفر سودے نہ بیند پیش رو
روے واپس کردنش زان حرص و آز / روے در رہ کردنش صدق و نیاز
ہر گیا را کش بود میل علا / در مزیدست و حیات و در نما
چونکہ گرداند سر سوے زمین / در کمی و خشکی و نقص و غبین
میل روحت چون سوے بالا بود / در تزاید مرجعت آنجا بود

خون ہی ناپاک اور جائے آب سے[۱] / یہ پلیدی جہل کی قائم رہے
کہ سوائے آب لطف اللہ کے / دور کب ہو دل سے مرد آگاہ کے
کاش سجدہ میں تو رخ کو پھیرتا / معنے سبحان ربی جانتا
اے مرا سجدہ ہے جوں تن ناروا / تو بدی کی نیکی دے مجکو جزا
حلم حق سے یہ زمین رکھے اثر / کہ نجاست لے دوے گل اور ثمر
تا پلیدی کو ہماری وہ چھپائے / اور غنچے اسکے عوض وہ کھلائے
دیکھا جو جود و داد میں کفار نے / خود کو کمتر اور بدتر خاک سے
نے اُگا گل میوہ انکے جسم سے / جز پلیدی جملہ پاکی سے ورے
بولے ہم نے چھوڑ دی راہ صواب / حسرتا یا لیتنی کنت تراب
ہم نہیں کرتے سفر بس خاک سے / مثل خاک ہم دانہ چنتے کاشکے
آزمایا اس سفر میں راہ نے / فائدہ کیا اس سفر سے ہم کو ہے
کیونکہ رغبت انکو تھی بس خاک سے / کب سفر سے دیکھتے وہ فائدے
انکے منہ کا پھیرنا ہے حرص و آز / انکا رہ کو دیکھنا صدق و نیاز
گھاس جو رغبت رکھے سوے علا[۲] / زندگی زیادہ ہے اور نشو و نما
اور جو سوے زمین رغبت رکھے / نیستی خشکی اور نقصان ہے
روح کو رغبت تری اعلیٰ سے ہو / ہو ترقی ہیں کہ مرجع اسکا وو

۱ خون ہے الخ ۹ شعر خون کی ناپاکی پانی سے جاتی رہتی ہے اور یہ پلیدی جہل کی قائم رہتی ہے کہ سوائے لطف اللہ کے کب دور ہو مرد آگاہ کے دل سے کاش تو رخ کر سجدہ میں پھرتا تب سبحان ربی الاعلیٰ کے معنی جانتا ہے یعنی سجدہ میں تو فنا حق کا ہوتا تو پاکی رب کے معنی جانتا اور کہتا کہ اے حق سجدہ میرا مثل تن تیرے ناروا ہے تو بدی کی جزا مجکو نیک دے زمین حلم حق سے یہ اثر رکھتی ہے کہ نجاست لیتی ہے اور گل و ثمر دیتی ہے تاکہ ہماری پلیدی کو وہ چھپائے اور اس کے عوض غنچہ کھلائے کفار نے بروز حشر جود و داد میں دیکھا خود کو کمتر و بدتر خاک سے کہ گل و میوہ ان کے جسم سے نہ اُگا جملہ پاکی سے بجز پلیدی کے تو کہا کہ ہم نے چھوڑ دی راہ صواب افسوس کاشکے ہم خاک ہوتے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ ہم نہیں کرتے الخ ۱۲ شعر ہم کاشکے سفر آخرت نہیں کرتے خاک سے اور مثل خاک کے دانہ چنتے راہ نے سفر میں آزمایا ہم کو فائدہ اس سفر سے کیا ہے کیونکہ انکو رغبت تھی خاک سے کب سفر میں وہ فائدے دیکھتے ان کے منہ کا پھرنا حرص و ہوا ہے اور راہ کو دیکھنا ان کا صدق و نیاز ہے یعنے کفار بروز حشر جو اپنے نیک عمل کی جزا بجز پلیدی کے نہ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہم خاک ہوتے تو بہتر تھا کہ خاک سے غنچہ تو بہتر پیدا ہوتے ہیں اور ہم سے بجز پلیدی کے کچھ پیدا نہ ہوا پس راہ آخرت سے اُن کا پھرنا حرص و ہوا ہے اور راہ کی طرف رجوع کرنا ان کا صدق و نیاز ہے آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲ ۳ گھاس الخ ۳ شعر جو گھاس کہ طرف علا کے رغبت رکھے ہے اس کو زندگی و نشو و نما زیادہ ہے اور جو طرف زمین کے رغبت رکھے نیستی و خشکی و نقصان ہے اگر تیری روح کو رغبت اعلیٰ سے ہووے تو ترقی ہو کہ وہ اس کا مرجع ہے اور اگر زمین کی طرف توجہ ہے ڈوبنے والا ہے تو حق دوست نہیں رکھتا ڈوبنے والے کو یعنی کفار کو جو کہ رغبت خاک سے ہے روز حشر کے وہ عذاب دیکھ کر خاک کی ہونے کی تمنا کرینگے اور جو روح کہ راغب اعلیٰ کی ہے کیونکہ اسکی اصل اعلیٰ ہے وہ اسراف راغب ہوگی اور فنا ہونیوالی کو دوست نہ رکھیگی پس تو اپنی روح کو طرف اعلیٰ کے راغب کر کہ نجات ہو اور رجوع بمقصد ہے فافہم ۱۲

درنگون سازی سرت سوے زمین / افلے حق لا احب الافلین

گر توجہ تجکو ہے سوے زمین / افلے عشق لا احب الافلین

سوال موسیٰ علیہ السلام از حق تعالیٰ در سر غلبہ ظالمان

گفت موسیٰ اے کریم کارساز / اے کہ یکدم ذکر تو عمر دراز

نقش کژ مژ دیدم اندر آب و گل / چون ملایک اعتراضی کرد دل

کز چہ مقصودست نقشے ساختن / واندران تخم فساد انداختن

آتش ظلم و فساد افروختن / مسجد و سجدہ کنان را سوختن

مایۂ خون نابہ و زرد ابہ را / جوش دادن از برائے لابہ را

من یقین دانم کہ عین حکمت است / لیک مقصودم عیان و رویت است

آن یقین میگویدم خاموش کن / حرص رویت گویدم نے جوش کن

مر ملائک را نمودی سر خویش / کاین چنین نوشی ہمی ارزد بہ نیش

عرضہ کردی نور آدم را عیان / بر ملایک گشت مشکلہا بیان

حشر تو گوید کہ سر مرگ چیست / میوہا گویند سر برگ چیست

سر خون و نطفہ حسن آدمی است / سابق ہر بیشی آخر کمی است

لوح را اول بشوید بیوقوف / آنگہے برو نویسد او حروف

خون کند دل را ز اشک مستہان / بر نویسد بروے اسرار آنگہان

وقت شستن لوح را باید شناخت / کہ مرا آنرا دفترے خواہند ساخت

سوال کرنا موسیٰ علیہ السلام کا حقتعالے سے بھید میں غلبہ ظالموں کے

بولے[۱] موسیٰ اے کریم کارساز / ذکر اک دم کا ترا عمر دراز

آب و گل میں نقش جو ٹیڑھا ملا / اعتراض اک جون ملک دل نے کیا

کیوں بنانا نقش کا مقصود ہے / اور کیوں تخم فساد اس میں رکھے

آگ بھڑکانا فساد و ظلم کی / سجدہ و ساجد جلا دینا بھی

نطفہ و مضغہ کو کرنا منجمد / واسطے بازی درازی کے بجد

عین حکمت ہے یہ مجکو ہے یقین / پر مرا مقصد ہے رویت ہو کہیں

وہ یقین کہتا مجھے خاموش ہو / حرص رویت کہتی ہے پر جوش ہو

راز اپنا تو فرشتوں کو کہا / نوش ایسا نیش کے لائق ہوا

نور آدم کر دیا تو نے عیان / ہو گئی مشکل ملائک پے عیان

حشر[۲] کہتا کہ راز مرگ کیا / میوہ کہتا ہے کہ راز برگ کیا

راز خون و نطفہ حسن آدمی / پہلے ہو زیادہ وہ پھر آخر کو کمی

ایک پہلے دھوئے تختی بیوقوف / بعدہ اُس پر لکھے وہ بس حروف

اشک خواری سے کرے وہ دلکو خون / بعدہ اُس پر لکھے راز درون

تختی دھوتے وقت وہ پہچان لے / کہ کرینگے ایک دفتر ہم اُسے

---

۱ بولے موسیٰ الخ ۹ شعر موسیٰ نے کہا کہ اے کریم کارساز تیرا ذکر ایک دم کا عمر دراز کے برابر ہے نقش کج مجکو آب و گل میں ملا دل نے اعتراض مثل فرشتون کے کیا کہ نقش کے بنانے سے مقصود کیا ہے اور تخم و فساد کے اسمین کیوں رکھے آگ بھڑکانا فساد اور ظلم کی اور ساجد و سجدہ کو جلا دینا بھی نطفہ اور مضغہ کو منجمد کرنا ہے واسطے بازی و زاری کے کوشش سے یہ مجکو یقین ہے کہ عین حکمت ہے لیکن میرا مقصد ہے کہ رویت ہو مجھے یقین کہتا ہے تو خاموش ہو اور حرص رویت کہے ہے کہ جو شخص پر جوش ہو راز اپنا تو حق نے فرشتوں کو کہا اور ایسا نوش لائق نیش کے ہوا نور آدم تو نے ظاہر کر دیا کہ مشکل ملائک پر ظاہر ہو گئی یعنی فرشتوں نے آدم کے پیدا کرنے میں سوال حق تعالیٰ سے کیا اور ظہور نور آدم سے انکو وہ راز کھل گیا اور مشکل حل ہو گئی جو کہ میرا دل بھی اس راز پر اعتراض رکھتا ہے پس مجکو بھی رعایت کرا دے چنانچہ اس اعتراض کی کجی مخلوق کا جواب آگے ہے کہ ہر ایک خلق اپنا خود راز بیان کرتی ہے اور عارف فافہم ۱۲ ۲ حشر کہتا ہے الخ ۹ شعر حشر کہتا ہے کہ راز مرگ کا کیا ہے میوہ کہتا ہے کہ راز برگ کا کیا ہے یعنی نتیجہ مرگ کا حشر ہے اور نتیجہ برگ کا میوہ ہے راز خون و نطفہ کا حسن آدمی ہے کہ اول زیادہ و آخر کو کمی ہے آگے مثال ہے ایک نادانستہ پہلے تختی دھووے بعدہ اس پر حروف لکھے اشک خواری دل کو خون کرے بعدہ اس پر راز باطن لکھے تختی دھونے کے وقت وہ پہچان لے کہ ہم کرینگے ایک دفتر اس سے یعنی اسی طرح حق ہنگام پیدائش انسان کی جان لیتا ہے کہ یہ کام اس سے لونگا پھر آگے مثال ہے جو تو نے بنیاد گھر کی ڈالی تو پہلی بنیاد کھود ڈالے اور مٹی کو نکالیں چاہ سے بعدہ زمین سے پانی نکلے لڑکے حجامت سے روتے ہیں کہ وہ کام کا بھید نہیں جانتے ہیں مرد حجام کو دام دیتا ہے اور نوازتا ہے نشتر خون آشام کو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

ع ڈوبنے والا ہے تو حق نہیں دوست رکھتا ہے ڈوبنے والوں کو ۱۲۔

چون اساس خانه نو افگنند　　اولین بنیاد را بر می کنند
گل برآرند اول از قعر زمین　　تا باخر بر کشی ماء معین
از حجامت کودکان گریند زار　　که نمیدانند ایشان سر کار
مرد خود زر می دهد حجام را　　می نوازد نیش خون آشام را
می دود حمال ای بار گران　　می رباید بار را از دیگران
جنگ حمالان برائے بار بین　　اینچنین ست اجتهاد کار دین
چون گرانی ها اساس راحت ست　　تلخها هم پیشوائے نعمت است
حفت الجنة بمکروها تنا　　حفت النیران من شهواتنا
تخم مایه آتشت شاخ ترست　　سوخته آتش قرین کوثر ست
هر که در زندان قرین محنتی ست　　آن جزائے لقمها و شهوتے ست
هر که در قصرے قرین دولتے ست　　آن جزائے کارزار و محنتی ست
هر که را دیدی بزر و سیم فرد　　وانکه اندر کسب کرد او صبر کرد
آنکه بیرون از طبائع جان اوست　　منصب خرق سببها آن اوست
بے سبب بیند چو دیده شد گذار　　تو که در حسے سبب را گوش دار
بے سبب بیند نه از آب و گیاه　　چشمه چشمه معجزات انبیاء
این سبب همچو طبیب ست و علیل　　این سبب همچون چراغ ست و فتیل
شب چراغت را فتیلے نو بتاب　　پاکدان زینها چراغ آفتاب

جو نئی بنیاد ڈالے گھر کی تو　　کھود ڈالے پہلی تو بنیاد کو
پہلے مٹی کو نکالیں چاہ سے　　بعدہ نکلے زمین سے آب ہے
روتے ہیں لڑکے حجامت سے جو زار　　کو نہیں وہ جانتے ہیں سر کار
دام دیتا مرد ہے حجام کو　　اور نوازے نیش خون آشام کو
[۱] دوڑتا حمال سوئے بار ہے　　دوسروں سے وہ درم لیجاتا ہے
لڑتے ہیں حمال بوجھ کیلئے　　اجتہاد دین بھی ہے اس طور سے
رنج و سختی جو بنا راحت کی ہے　　اور تلخی پیشوا نعمت کی ہے
گھیرے ہیں جنت کو مکروہات سب　　گھیرے ہیں دوزخ کو بھی شہوات سب
[۲] تخم آتش کا ہے تیری شاخ پر　　سوختہ آتش کا کوثر میں گزر ہے
قرب جو زندان میں محنت سے رکھے　　وہ جزا کھانے کی اور شہوت کی ہے
قصر میں جو قرب دولت سے رکھے　　وہ جزا کوشش کی اور محنت کی ہے
سیم و زر میں جسکو یکتا پائے تو　　کسب میں اُسنے کیا ہے صبر کو
جسکی جان غالب طبیعت پر رہے　　ترک اسباب اسکی جان و ملک ہے
بے سبب دیکھے جو چھوٹے آنکھ سے　　تو مطیع حس سبب پہچان لے
بے سبب دیکھے نہ آب و گھاس سے　　چشم چشم انبیاء کے معجزے ہیں
[۳] یہ سبب مثل طبیب اور ہے علیل　　یہ سبب مثل چراغ اور ہے فتیل
بتی ہر شب چاہیے تو تیرا چراغ　　پاک جان ان سب سے سورج کا چراغ

[۱] دوڑتا الخ یہ شعر حمال بوجھ سے دوڑتا ہے اور دوسروں سے درم لیجاتا ہے حمال بوجھ کے لئے لڑتے ہیں اسیطرح کوشش کاموں کی سے رنج و سختی جو راحت کی بنیاد ہے اور تلخی نعمت کی پیشوا ہے باقی حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] تخم آتش کا الخ یہ شعر تیری شاخ تخم آتش کی ہے آتش کے جلے ہوئے کا کوثر میں گزر ہے یعنی آسودگی دنیا تخم دوزخ کی ہے اور مفلسی دنیا جنت کو جاتا ہے آگے مثال اسکی ہے زندان میں جو قرب محبت سے رکھتا ہے وہ جزا کھانے کی اور شہوت کی ہے جو قصر میں دولت سے قرب رکھتا ہو وہ جزا کوشش و محنت کی ہے جسکو تو سیم و زر میں یکتا پاتا ہے اس نے کسب میں صبر کیا جس کی جان غالب طبیعت پر ہے جانو کہ ترک اسباب اسکی ملک ہے جو بے سبب دیکھے وہ آنکھ سے چھوٹے تو مطیع حس کا ہے سبب کو پہچان لے بے سبب دیکھے پانی اور گھاس سے چشمہ چشمہ معجزے انبیاء علیہم السلام کے یعنی جو کہ بے سبب دیکھے کسی چیز کو چشم پابند حس کی نذر ہے اور جو پابند حس کی ہے اس کو چاہیے کہ اب اسکو گاہ رکھے گھاس پانی کے سبب سے ظاہر ہووے آگے بیان اسباب کا ہے فافہم ۱۲ [۳] یہ سبب الخ یہ شعر یہ سبب مثل طبیب اور بیمار کے ہے یہ سبب مثل چراغ اور بتی کے ہے تیرے چراغ کو ہر شب نئی بتی چاہیے اور چراغ خورشید ان سب سے پاک جان جان کے چھت کے واسطے تو کہگل کر چرخ کی چھت کہگل سے پاک ہے یعنی کار دنیا کے لئے سبب ہوتے ہیں اور کار حق کے لئے سبب نہیں ہیں پس تو اسباب کا پابند ہے اور جان کو اپنی صاف کر افسوس جو یار اپنا ہم سوز ہو خلوت شب کی گزری اور دن ہوگیا جلوہ ماہ کا بجز شب کے نہیں ہوتا ہے تو یار کو مت ڈھونڈھ بجز درد دل کے یعنی افسوس فرقت یار کی جلا دیتی ہے کہ خلوت شب اسباب کی دور ہوئی اور دن بے اسبابی کا ظاہر ہوا کیونکہ جلوہ ماہ کا شب کو ہوتا ہے یعنی پردہ سبب میں یار ملتا ہے اور وہ سبب جاتا رہا ہے افسوس ہے پس تو اے عارف یار کو درد دل کے سبب تلاش کر کہ یار ملے۔ آگے ان اسباب کا بیان ہے فافہم ۱۲ ۔

رو تو لنگی ساز بہر سقف جان	سقف گردون از لنگی پا کدان	گر تو لنگی جان کی چھت کیواسطے	چرخ کی چھت پاک تو لنگی سے ہے
دہ کہ چون دلدار ما غم سوز شد	خلوت شب در گذشت و روز شد	آہ جو غم سوز یار اپنا ہوا	گزری خلوت شب کی اور دن ہوگیا
جز بشب جلوہ نباشد ماہ را	جز بدرد دل مجو دلخواہ را	ماہ جلوے کا بجز شب کے نہ ہو	ڈھونڈ مت جز درد دل کے یار کو
ترک عیسیٰ کردہ خر پروردۂ	لاجرم خر بروں پردۂ	۱ تو نے چھوڑا عیسیٰ اور خر کو لیا	مثل خر پردہ سے تو باہر رہا
طالع عیسیٰ است علم و معرفت	طالع خر نیست اے تو خر صفت	طالع عیسیٰ کا ہے علم و معرفت	خر کا طالع ہے نہیں اے خر صفت
نالۂ خر بشنوی رحم آیدت	پس ندانی خر خرے فرمایدت	خر کا نالہ سنکے رحم آئے تجھے	تو نہ جانے خر خرے فرمائے ہے
رحم بر عیسیٰ کن و بر خر مکن	طبع را بر عقل خود سرور مکن	رحم کر عیسیٰ پہ خر پر مت کرے	عقل پر تو طبع کو غلبہ نہ دے
طبع را ہل تا بگرید زار زار	تو از دستان او وام جان گزار	طبع کو تو چھوڑ تا روتی رہے	چھین تو اس سے جان کا قرض دے
سالہا خر بندہ بودے بس بود	زانکہ خر بندہ ز خر واپس بود	خر کا تو برسوں سے بندہ ہی تو ہے	کیونکہ خر کے پیچھے خر بندہ چلے
زاخروہنّ مراد نفس تست	کو بآخر باید و عقلت نخست	آخروہنّ مراد اس نفس سے	کہ وہ آخر اور اول عقل ہے
ہم مزاج خر شدست این عقل پست	فکرش اینکہ چون علف آرد بدست	۲ ہم مزاج خر ہے تیری عقل پست	فکر یہ ہے کیسے گھاس آئے بدست
آن خر عیسیٰ مزاج دل گرفت	در مقام عاقلان منزل گرفت	ہم مزاج دل خر عیسیٰ ہوا	عاقلوں کی جائے پر تکیہ کیا
زانکہ غالب عقل بود و خر ضعیف	از سوار زفت گردد خر نحیف	کیونکہ غالب تھی خر تھا ضعیف	ہووے خر اسوار فربہ سے نحیف
در ضعیفی عقل تو اے خر بہا	این خر پژمردہ گشتست اژدہا	اور ضعیفی عقل تیری سے ہوا	یہ خر مردہ مثال اژدہا
گر ز عیسیٰ گشتۂ رنجور دل	ہم از و صحت رسد او را مہل	دل ترا عیسیٰ سے گر دقت رکھے	اسکو مت چھوڑ اس سے بس صحت ملے
اے مسیح خوش نفس چونے ز رنج	کہ نبود اندر جہان بے رنج گنج	اے مسیح خوش نفس مت کر تو رنج	کہ جہاں میں ہی نہیں بے رنج گنج

۱ تو نے الخ شعر تو نے عیسیٰ کو چھوڑا اور خر کو لیا تب مثل خر کے پردہ سے باہر رہا عیسیٰ کا طالع علم و معرفت اور خر کا وہ طالع نہیں ہے یعنی عیسیٰ روح اور جسم خر ہے پس روح کو علم و معرفت نصیب ہے خر کا نالہ سن کر تجھ کو رحم آئے اور تو نہیں جانتا ہے کہ خر اپنا خرپن کہتا ہے رحم عیسیٰ پہ کر اور خر پہ نہ کر اور طبع کو غلبہ نہ دے عقل پر طبع کو تو چھوڑ دے کہ تا روتی رہے اس سے چھین اور قرض جان کا ادا کر یعنی پرورش طبع کی جو تو کرتا ہے اس سے چھین لے اور جان کی پرورش کر تو خر کا برسوں سے بندہ ہی تو ہے کیونکہ خر بندہ خر کے پیچھے چلتا ہے آخروہنّ یعنی عورتیں دام شیطان کی ہیں مراد بس نفس سے ہے کہ عقل اول ہے اور وہ آخر ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ ہم مزاج الخ شعر تو ہم مزاج خر ہوا اور عقل پست ہوئی یہ فکر ہے گھاس کیسے ہاتھ آئے خر عیسیٰ ہم مزاج دل ہوا اور عقلمندوں کی جگہ پر تکیہ کیا کیونکہ عقل غالب تھی اور خر ضعیف تھا خر ضعیف ہوتا ہے سوار فربہ سے اور ضعیفی عقل تیری ہے یہ خر مردہ مانند اژدہا کے ہوا دل تیرا اگر عیسیٰ سے وقت رکھتا ہے تو اس کو مت چھوڑ کہ صحت تجھ کو اس سے حاصل ہو اے مسیح خوش نفس تو رنج مت کر کہ جہان میں بغیر رنج کے گنج نہیں یعنی خر حضرت عیسیٰ کا جو ہم مزاج دل ہوا عاقلوں کے ہمنشین ہوا اور تیرا خر تن بہ سبب ضعیف ہونے عقل کے اژدہا ہوا اگر تیرا دل روح سے دقت رکھتا ہے تو اس کو مت چھوڑ کہ بعد رنج کے گنج معرفت حاصل ہوگا پس تو پرورش روح کی کر اور نفس کو مار کہ موجب نجات ہو — چنانچہ باقی حال اس کا آگے بیان فرماتے ہیں۔ فافہم ۱۲

چونی اے عیسیٰ ز دیدار یہود — چونی اے یوسف ز اخوان حسود
تو شب و روز از پے این قوم غمر — چون شب و روزے مدد بخشاے عمر
چونی از صفرائیان بے ہنر — چہ ہنر زاید ز صفرا درد سر
تو ہمان کن کہ کند خورشید شرق — با نفاق و حیلہ و دزدی و زرق
تو عسل ما سرکہ در دنیا و دین — دفع این صفرا بود سر کنگبین
سرکہ افزودیم ما قوم زحیر — تو عسل بفزا کرم را وا مگیر
این سزید از ما چنین آید ز ما — ریگ اندر چشم چہ افزاید عمی
آن سزد از تو ایا کحل عزیز — کہ بیابد از تو ہر ناچیز چیز
ز آتش این ظالمانت دل کباب — از تو جملہ اہد قومی بد خطاب
کان عودی در تو گر آتش زنند — این جہان از عطر و ریحان پر کنند
تو نہ آن عودی کز آتش کم شود — تو نہ آن روحے کہ اسیر غم شود
عود سوزد کان عود از سوز دور — باد کے حملہ برد بر اصل نور
اے ز تو مر آسمان ہا را صفا — اے جفائے تو نکوتر از وفا
زانکہ از عاقل جفائے گر رود — از وفائے جاہلان آن بہ بود
عاقل آرد معرفت را در میان — جاہل آرد معرفت را بر زبان
گفت پیغمبر عداوت از خرد — بہتر از مہرے کہ از جاہل رسد

کیسے ہو عیسیٰ یہودوں سے تم اب — کیسے ہو یوسف حسودوں سے تم اب
رات دن اس قوم احمق کیلئے — دے عمر کو پشت جون دن رات کے
کیسے ہو صفرائیان بے ہنر — پیدا کیا صفرے سے ہو اک درد سر
تو بھی وہ کر جو کرے خورشید ہے — ساتھ دزدی اور نفاق و مکر کے
شہد تو ہم سرکہ با دنیا و دین — دفع صفر کو کرے سر کنگبین
اہل بخشش ہم کرین سرکہ سوا — تو سوا کر شہد اے اہل سخا
اسکے ہم لائق یہ ہم سے آئے ہی — کیا کرین خاک آنکھ مین اندھا کرے
وہ تجھے لائق ہے سرمہ اے عزیز — کہ ہر یک ناچیز پائے تجھ سے چیز
ظالمون نے دل کیا تیرا کباب — اور تجھ سے اہد قومی کا خطاب
عود کی تو کان جلائے گر عدو — یہ جہان پر عطر ہووے اے نکو
عود نے تو وہ کہ ہو آتش سے کم — روح نے تو وہ کہ ہووے تجکو غم
عود جلتا اور نہ کان عود ہے — باد کا حملہ کب اصل نور پے
اے صفائی تجھ سے گردون کو ملے — اے جفا تیری وفا سے نیک ہے
کیونکہ عاقل سے اگر ہووے جفا — ہے وہ جاہل کی وفا سے خوشنما
لائے عاقل معرفت کو درمیان — لائے جاہل معرفت کو بر زبان
بولے پیغمبر نزاع عاقلان — بہتر الفت سے جو رکھیں جاہلان

لہ کیسے ہو الخ ۹ شعر کیسے ہو تم اے عیسیٰ اب یہودیوں سے کیسے ہو تم اے یوسف اب حسودوں سے یعنی اے عیسیٰ روح یہود نفس سے دا اے یوسف روح حسود نفس سے کیا حال ہے کہ رات دن اس قوم احمق کے لئے مدد عمر کو دے مانند دن رات کے کیسے تم ہوائے صفرائیو بے ہنر کہ صفرا سے کیا پیدا ہوا ایک درد سر تو بھی وہ کر جو خورشید کرتا ہے اہل دزدی و نفاق و مکر کے ساتھ تو شہد ہم سرکہ دنیا و دین میں صفرے کو دفع کرے سکنجبین ہم اہل بخشش سرکہ سوا کرین تو شہد سوا کر اے اہل سخا ہم اسکے لائق یہ ہم سے آتا ہے خاک آنکھ کے اندر کیا کرے اندھا کرے وہ تجھے لائق ہے سرمہ اے عزیز کہ ہر ایک ناچیز تجھ سے پائے ظالموں نے تیرا دل کباب کیا اور تو اہد قومی کا حق سے خطاب کرتا ہے یعنی ہدایت کر اے حق قوم میرے کو یعنی یا جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تم شہد ہو سرکہ ہم ہوں جب تم مل کر سکنجبین بنو تو صفرائے نفس دفع ہو کیونکہ ظالموں نے تم کو رنج دیا۔ تم نے ان کی دعا مانگی آگے حال حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے فافہم ۱۲ ملہ عود کی الخ ۴ شعر تو عود کی کان ہے اگر عدو تم کو جلا دے تم کو جہان عطر سے بھر جائے تو وہ نہیں ہے کہ آتش سے کم ہو جائے تو روح نہیں ہے کہ تجکو غم ہووے عود جلتا ہے اور کان عود نہیں جلتی ہے باد کا حملہ کب ہو نور کی اصل پر آئے تجھ سے صفائی گردون کو ملے اے تیرے جفا وفا سے بہتر ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ملہ کیونکہ الخ ۳ شعر کیونکہ عاقل سے اگر جفا ہووے وہ جاہل کی وفا سے خوشنما ہے عاقل معرفت کو درمیان لائے اور جاہل معرفت کو زبان پر لائے یعنی عاقل معرفت پر عمل کرے اور جاہل علم تال اسکا رکھتا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عداوت عاقلوں کی بہتر ہے الفت سے جاہلوں کی دوستی کرنا نادان سے بہتر ہے اور دانا دشمن نے نادان دوست نہیں بہتر ہے یعنی آپ کی جفا سے نادان کی وفا نہیں بہتر کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں جیسے سوار نے مار خوار کو مار کر بلا سے چھوڑایا چنانچہ قصہ اس کا آگے فرماتے ہیں مثال میں فافہم وہ سوار جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۱۲ ۔

دوستی با مردم دانا نکوست | دشمن دانا بہ از نادان دوست | دوستی دانا سے بہتر ہے ولا | دانا دشمن دوست نادان سے بھلا

رنجانیدن امیر خفتہ را کہ مار در دہانش رفتہ بود

عاقلے بر اسپ می آمد سوار ؎ — در دہان خفتۂ می رفت مار
آن سوار آن را بدید و می شتافت — تا رہاند مار را فرصت نیافت
چونکہ از عقلش فراوان بد مدد — چند دبوسے قوی بر خفتہ زد
خفتہ از خواب گران چون بر جہید — یک سوار ترک با دبوس دید
بے محابا ترک و تو سے گران — چونکہ از زدن کوفت او شد دوان
خفتہ زان زخم گران بر جست زود — گفت حیران گفت آیا این چہ بود
زد چو او را زخم آن دبوس سخت — زد گریزان تا بزیر یک درخت
سیب پوسیدہ بسے بد ریختہ — گفت ازین خور اے بدرد آویختہ
سیب چندان مر ورا در خورد داد — کز دہانش باز بیرون می فتاد
بانگ میزد کاے امیر آخر چرا — قصد من کردی چہ کردم مر ترا
گر ترا ز اصل ست با جانم ستیز — تیغ زن یکبارگی خونم بریز
شوم ساعت کہ شدم بر تو پدید — اے خنک آنرا کہ روے تو ندید
بے خیانت بے گنہ بے بیش و کم — ملحدان جائز ندارند این ستم
میجہد خون از دہانم با سخن — اے خدا آخر مکافاتش تو کن
ہر زمان میگفت او نفرین نو — اوش میزد کاندرین صحرا بدو
زخم دبوس سوار ہمچو باد — میدوید و باز بر رو می فتاد

رنجیدہ کرنا امیر کا ایک خفتہ کو کہ سانپ اسکے منہ میں گھسا تھا

عاقل اک گھوڑے پہ آتا تھا سوار ؎ — منہ میں اک خفتہ کے بس گھستا تھا مار
اسکو دیکھا اور دوڑا وہ سوار — نے ملی فرصت بھگاتا تا وہ مار
جو مدد اسکو تھی از بس عقل سے — گرز اس خفتہ کے اسنے جڑ دیا
خفتہ اٹھا خواب شیریں سے اس آن — دیکھا ترک اسوار با گرز گران
بے ترک نے گرز گران — اسکے بس مارے تو بس بھاگا جوان
کو واٹھا وہ خفتہ اس ضربات سے — ہو کے حیران بولا یہ کیا بات ہے
بس ہوا زخمی لگا جو گرز سخت — بھاگ کر کے وہ گیا زیر درخت
سیب بوسیدہ پڑے تھے بس وہان — بولا ان کو کھا تو اے عاجز جوان
اسقدر سیب اسکو کھلوائے وہان — کر اگلنے بس لگا اس کا دہان
تب وہ بولا اے امیر آخر یہ کیوں — بے جفا دیکھے کرے ہے قصد خون
گر حقیقت میں لڑائی تجھ سے ہے — قتل کر یکبارگی تلوار سے
تھی بری ساعت کہ میں تجھکو ملا — ہے وہ اچھا جسکو نے اب تو ملا
بے خیانت بے گنہ بے بیش و کم — رکھتے ہیں جائز نہ ملحد یہ ستم
ٹپکے خون ہر بات میں منہ سے مرے — اے خدا بدلا تو اسکا آپ دے
گالیاں دیتا تھا وہ ہر دم اُسے — مارتا وہ اسکو چل تو دوڑ کے
ضرب وہ گرز کی بس بھاگتا — ٹھہرتا جو وہ اُسے پھر مارتا

لہ عاقلی الخ یعنی ایک عاقل گھوڑے پر سوار آیا اور ایک خفتہ کے منہ میں سانپ گھسا دیکھا سوار اس کو دیکھ کر دوڑا فرصت نہ ملی کہ وہ سانپ دبکاتا جو کہ اس کو عقل کی مدد تھی اس خفتہ کے چند گرز اس نے مارے وہ خفتہ خواب سے بیدار ہوا اور سوار کو با گرز گران دیکھا سوار نے بے محابا گرز مارے کہ وہ جوان اٹھ کر بھاگا وہ خفتہ اچھل پڑا ضرب گرز سے اور حیران ہو کر کہا یہ کیا بات ہے پس وہ زخمی ہوا جب گرز لگا اور بھاگ کر ایک درخت کے نیچے گیا سیب بوسیدہ وہاں پڑے تھے سوار نے کہا اس کو تو کھا اے مرد عاجز باقی حال آگے ہے فافہم ١٢ لہ اس قدر سیب وہاں اس کو کھلوائے کہ اس کا دہان اگلنے لگا تب مرد نے کہا اے امیر یہ کیوں قصد خون کیا ہے بے تکلف اگر حقیقت میں تجھ سے لڑائی ہے یکبارگی تلوار سے قتل کر دے وہ بری ساعت تھی کہ میں تجھ کو ملا وہ اچھا ہے کہ جس کو تو نہ ملا بغیر خیانت و بغیر گناہ و بغیر بیش و کم ملحد بھی جائز نہیں رکھتے ہیں یہ ستم ہر بات میں خون میرے منہ سے ٹپکتا ہے اے خدا تو اس کا بدلا دے وہ گالیاں ہر دم دیتا اس سوار کو اور سوار اس کو مارتا کہ دوڑ کے چل گرز کی ضرب سے پس وہ بھاگا جو ٹھہرتا تو پھر اسے مارتا۔ باقی حال آگے ہے فافہم ١٢

تا شبانگه می کشید و می کشاد   تا ز صفرا قے شدن بر وے فتاد
زو بر آمد خوردها زشت و نکو   مار با آن خورده بیرون جست ازو
چون بدید از خود برون آن مار را   سجده آورد آن نکوکردار را
سهم آن مار سیاه و زشت زفت   چون بدید آن دردهاں از وے برفت
گفت تو خود جبرئیل رحمتی   یا خداوندی که ولی نعمتی
اے مبارک ساعتے که دیدیم   مرده بودم جان تو بخشیدیم
اے خنک آنرا که بیند روے تو   یا در افتد ناگهان در کوے تو
تو مرا جویان مثال مادران   من گریزان از تو مانند خران
خر گریزد از خداوند از خری   صاحبش در پے ز نیکو اختری
نز پے سود و زیان می جویدش   لیک تا گرگش ندرد یا ددش
اے روان پاک بستوده ترا   چند گفتم ژاژ بیهوده ترا
اے خداوند و شهنشاه و امیر   من نگفتم جهل من گفت آن مگیر
شمه زین حالے اگر دانستمی   گفتن بیهوده کے تانستمی
بس ثنایت گفتمی اے خوش خصال   گر مرا یک رمز میگفتی ز حال
لیک خامش کرده می آشوفتی   خامشانه بر سرم میکوفتی
شد سرم کالیوه عقل از سر بجست   خاصه این سر را که مغزش کمتر است
عفو کن اے خوبرو و خوب کار   آنچه گفتم از جنون اندر گزار

شام تک[۱] اسکو وہ دوڑاتا پھرا   تا وہ بس صفرا سے قے کرنے لگا
نکلا سب کھایا پیا اچھا برا   سانپ بھی کھانے کے ساتھ اسکے گرا
جو کہ دیکھا مار وہ نکلا ہوا   سجدہ اس خوشخو کو وہ کرنے لگا
ڈر سے اس مار سیاہ و زشت کے   جو کہ دیکھا رنج سب جاتے رہے
بولا تو جبرئیل ہے رحمت ہے تو   یا خداوند و ولی نعمت ہے تو
ہے[۲] مبارک یہ گھڑی دیکھا تجھے   میں تھا مردہ تو نے جان بخشی مجھے
اے وہ اچھا ہے کہ منہ دیکھا ترا   یا ترے کوچے میں وہ جا کر پڑا
تو مجھے ڈھونڈھے مثال مادران   اور بھاگوں تجھ سے میں مثل خران
بھاگے خر مالک سے از راہ خری   مالک اسکے پیچھے بہر برتری
نے وہ ڈھونڈھے فائدے کیواسطے   لیک اسکو گرگ بود ضائع کرے
اے تو جان ہے لائق مدح و ثنا   کسقدر تجھکو کہا میں نے برا
اے خداوندا نہ یہ میں نے کہا   جہل نے میرے یہ سب کچھ ہے کہا
گر[۳] ذرا اس حال سے میں جانتا   کب تجھے بیہودہ میں کہتا بھلا
بس ثنا کرتا میں تیری قال سے   جو مجھے اک رمز کہتا حال سے
منہ سے تھا چپ اور مجھ کو مارتا   خاموشانہ سر کو میرے کوٹتا
سر پریشان اور عقل اس سے کی گئی   خاص وہ سر مغز کی جس میں کمی
عفو کر اے خوبرو و ذوفنون   جو کہا میں نے ہے از راہ جنون

[۱] شام تک الخ ۵ شعر شام تک وہ اس کو دوڑاتے پھرا یہاں تک کہ وہ صفرے سے قے کرنے لگا سب کھایا پیا اچھا برا اسکا نکلا۔ سانپ بھی کھانے کے ساتھ اس کے گرا جب کہ خود سے سانپ نکلتا دیکھا سجدہ اس خوشخو کو کرنے لگا اس سانپ سیاہ و زشت کے خوف سے جو کچھ رنج دیکھے تھے دور ہو گئے اور کہا کہ تو جبرئیل رحمت کرنے والا ہے یا خداوند صاحب نعمت ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [۲] ہے مبارک الخ ۲ شعر یہ مبارک ساعت ہے کہ تجھے دیکھا میں مردہ تھا تو نے جان مجھ کو دی اے وہ شخص اچھا ہے کہ منہ ترا دیکھا یا تیرے کوچہ میں وہ گیا اور میں بھاگتا ہوں تجھ سے مثل خر کے خر مالک سے بھاگتا ہے از راہ خری کے اور مالک اس کے پیچھے ہے برتری سے وہ فائدہ کے واسطے نہیں ڈھونڈھتا ہے لیکن اسلئے کہ اس کو گرگ ضائع نہ کرے اے تو جان ہے لائق مدح و ثنا کے کب تک میں تجھ کو برا کہوں اے خداوند میں نے نہیں کہا یہ میرے جہل نے سب کچھ کہا۔ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [۳] گر ذرا الخ ۷ شعر اگر میں اس حال سے ذرا جانتا تو یہ بیہودہ پن کب کر سکتا بس تیری ثنا میں قال سے کرتا اگر ایک رمز تو کہتا حال سے تو منہ سے چپ تھا اور مجھے مارتا تھا اور خاموشوں کی مانند میرا سر کوٹتا تھا اس سے سر پریشان اور عقل گئی تھی خاص کر وہ سر کہ جس میں مغز کی کمی تو معاف کر اے خوب رو جو کچھ میں نے از راہ جنون کے کہا ہے سوار نے کہا اگر میں کہتا اس کی رمز کو تو ترا پتّا پانی اگر میں اس دم تجھ کو سانپ کا حال کہتا خوف سے تیری ایک بار ہی جان جاتی یعنی وہ سوار جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور مرد خفتہ غافلان دنیا اور سانپ نفس امارہ کہ حضور نے بتہدید غافلان کو مار نفس کے دل میں ہونے سے واقف کر کے راستی پر لائے چنانچہ آگے حضور کا حال ہے فافہم ۱۲ ـ

گفت اگر من گفتمے رمزے ازاں
گر ترا من گفتمے اوصاف مار
مصطفیٰ گوید اگر گویم براست
زہرہ ہائے پردلان برہم درد
نے دلش را تاب ماند ورنیاز
ہمچو موشے پیش گربہ لاشود
اندرو نے حیلہ ماند نے روش
ہمچو بوبکر ربابی تن زنم
تا محال از دست من حالے شود
چوں ید اللہ فوق ایدیہم بود
پس مرا دست دراز آمد یقین
دست من بنمود بر گردوں ہنر
با ضعیفاں شرح قدرت کے رواست
خود بدانی چوں برآری سر زخواب
گر ترا من گفتمے ایں ماجرا
مر ترا نے قوت خوردن بدے
می شنیدم فحش وخر میراندم

زہرہ تو آب گشتے آں زماں
ترس از جانت برآوردی دمار
شرح آں دشمن کہ در جان شماست
نے رہ ودرہ نے غمکاری خورد
نے تنش را قوت صوم ونماز
ہمچو نیشے پیش گرگ از جا رود
بس کنم ناگفتہ تاں من پرورش
دست چوں داؤد در آہن نہم
مرغ پر برکندہ را بالے شود
دست ما را دست خود فرمود احد
بر گذشتہ زآسمان ہفتمین
مقریا بر خواں کہ انشق القمر
شرح قدرت بہر ضعف عقلہاست
ختم شد واللہ اعلم بالصواب
آندم از تو جاں تو گشتی جدا
نے رہ وپروائے قے کردن بدے
رب یسر زیر لب میخواندم

بولا گر میں کہتا اسکے رمز کو
گر تجھے کہتا میں اسدم وصف مار
مصطفیٰ[1] بولے اگر میں سچ کہوں
پردلان وقت کا پتا پھٹے
نے ہو دل کو طاقت ناز ونیاز
مثل چوہا پیش گربہ کے ہولا
نے رہے کچھ اسمیں حیلہ نے روش
مثل بوبکر ربابی چپ رہوں
تا محال اس ہاتھ سے میرے ہو حال
اور ید اللہ[2] فوق ایدیہم جو ہے
پس یقین دست دراز آیا مرا
دست قدرت میرے دیکھو چرخ پر
یہ صفت بھی ضعف عقلوں کیلئے
خود تو جانے جو تو ہو بیدار خواب
گر تجھے کہتا یہ ظاہر ماجرا
ہوتی نے کھانیکی کچھ قوت تجھے
خر بھگاتا گالیاں سنتا تھا میں

تیرا پتہ پانی ہوتا جان لو
ڈر سے تیری جاں جاتی ایکبار
شرح دشمن کی جو ہے تیرے درون
نے ہو کام اور نے وہ رستہ چل سکے
نے ہو تن کو قوت روزہ نماز
گرگ کے آگے ہو جوں برہ فنا
نے کہے ان کے کروں میں پرورش
ہاتھ میں داؤد سان آہن کو لوں
اور لنڈورے مرغ کے آجائیں بال
ہاتھ میرا ہاتھ اپنا حق کہے
ساتویں افلاک کے اوپر گیا
پڑھ تو اے قاری کہ انشق القمر
شرح قدرت کب ضعیفوں کیلئے
ختم کر واللہ اعلم بالصواب
تجھ سے اس دم تیری جان ہوتی جدا
ہوتی قے کرنیکی نے قدرت تجھے
رب یسر زیر لب پڑھتا تھا میں

[1] مصطفیٰ الخ، شعر رسول اللہ نے فرمایا اگر میں سچ کہوں شرح دشمن کی جو تیرے دل میں ہے بہادروں کا پتا پھٹے نہ کام ہو اور نہ راہ چل سکے نہ دل کو طاقت ناز ونیاز کی ہو نہ تن کو قوت روزہ نماز کی ہو آگے مثال ہے مثل موش آگے گربہ کے لاہو اور مثل بز آگے گرگ کے فنا ہو نہ اس میں حیلہ وہ نہ روش رہے اور بے ان کے کہے میں پرورش کروں مثل ابوبکر ربابی کے خاموش رہوں داؤد کے مانند آہن کو ہاتھ میں لوں تا میرے ہاتھ سے موم ہو محال حال اور مرغ لنڈورے کے آجائیں پر وبال باقی حال آگے ہے فافہم، [2] اور ید اللہ الخ ۵ شعر جو ہاتھ اللہ کا غالب ہے اوپر ہاتھ میرے کے ہے حق میرے ہاتھ کو اپنا کہتا ہے پس میرا یقین دست دراز آیا ہے کہ ساتوں فلک پر گیا ہے میرے دست قدرت کو چرخ پر مت دیکھو اے قاری تو پڑھ انشق القمر کہ یہ صفت کرنا بھی ضعیف عقلوں کے واسطے ہے اور شرح قدرت کی کب ضعیف عقلوں کے واسطے ہے یعنی میرا دست قدرت دست خدا ہے کہ آسمان پر تصرف کرتا ہے جیسے شق القمر کرنا پس یہ مثال کم عقلوں کے واسطے ہے ورنہ میری قدرت کا بیان کب ضعیف عقل سمجھ سکتے ہیں اگر تو خواب غفلت سے بیدار ہو تو خود کو جانلے ختم کر اس بات کو کہ اللہ خوب جانتا ہے آگے رجوع بقصہ ہے فافہم [3] گر تجھے الخ ۵ شعر اے مرد اگر تجھ سے یہ ظاہر ماجرا کہتا تیری جان اسی دم نکل جاتی نہ تجھے کھانے کی کچھ قوت ہوتی نہ قے کرنے کی قدرت ہوتی میں گالیاں سنتا تھا اور خر کو دوڑاتا تھا رب یسر یعنی اے رب آسان کر زیر لب پڑھتا تھا اور سبب کہنا دستور نہیں ہے اور نہ تجھے چھوڑنے کا مقدور ہے ہر دم ساتھ درد دل کے کہتا تھا ترجمہ: اے رب میرے ہدایت کر میری قوم کو تحقیق وہ نہیں جانتے ہیں آگے حال مرد کا ہے فافہم، [4] ہاتھ اللہ کا غالب ہے انکے ہاتھوں پر۔

از سبب گفتن مرا دستور نیست — ترک تو کردن مرا مقدور نیست
ہر زمان میگفتم از درد درون — اھد قومی انہم لا یعلمون
سجدہ ہا میکرد آن رستہ زرنج — کای سعادت وی مرا اقبال و گنج
از خدا یابی جزاہای شریف — قوت شکرت ندارد این ضعیف
شکر حق گوید ترا ای پیشوا — آن لب و چانہ ندارم وان نوا
دشمنی عاقلان زینسان بود — زہر ایشان ابتہاج جان بود
دوستی ابلہان رنج و ضلال — این حکایت بشنو از بہر مثال

اور سبب کہنا نہیں دستور ہے — چھوڑنا تجھ کو نہیں مقدور ہے
ہر گھڑی کہتا تھا با درد درون — اھد قومی انھم لا یعلمون
سجدہ بس کرتا تھا وہ وارستہ رنج — اے سعادت تو مرے اقبال و گنج
اور خدا سے تو جزا پائے شریف — شکر کی طاقت نہ رکھے یہ ضعیف
شکر تیرا حق کرے اے پیشوا — وہ دہان و لب نہ رکھتا ہوں ذرا
ایسی جانو دشمنی عاقلاں — زہر بھی دیویں تو ہووے فرح جان
دوستی احمقاں رنج و ملال — یہ حکایت تم سنو بہر مثال

حکایت آں مرد ابلہ کہ مغرور بود بر تملق خرس

حکایت اس مرد احمق کی کہ مغرور تھا اوپر تملق ریچھ کے

اژدہای خرس را در می کشید — شیر مردی رفت و فریادش رسید
شیر مردانند در عالم مدد — آن زمان کافغان مظلومان رسد
بانگ مظلومان ز ہر جا بشنوند — آن طرف چون رحمت حق میدوند
آن ستونہای خللہای جہان — آن طبیبان مرضہای نہان
محض مہر و داوری و رحمت اند — ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند
این چہ یاری میکنی یکبارگیش — گوید از بہر غم و بیچارگیش
مہربانی شد شکار شیر مرد — در جہان دارو نجوید غیر درد

اژدہا اک ریچھ کو تھا کھینچتا — شیر مرد اک اسکا حامی جا ہوا
شیر مرد عالم میں وہ ہیں کہ کریں — بس مدد مظلوم کی جب شر سنیں
بانگ مظلوموں کی جس جا سے سنیں — اس طرف جوں رحمت اللہ پھریں
دو جہاں پر خلل کے ہیں ستون — درد دل کے ہیں طبیب ذو فنون
محض رحمت اور مہر و داد ہیں — مثل حق بے علت اور رشوت نہ لیں
یہ تو کیا اکبارگی یاری کرے — وہ کہے بیچارگی کے واسطے
مہربانی ہے شکار شیر مرد — نے جہاں میں ڈھونڈھے دارو غیر درد

۱؎ سجدہ الخ ۵ شعر وہ مرد یہ سنکر سجدہ کرتا تھا کہ اے اقبال گنج تو میری سعادت ہے اور تجھ کو خدا جزائے خیر دے اور میں ضعیف اسکے شکر کی طاقت نہیں رکھتا ہوں اے پیشوا تیرا شکر حق کرے اور میں وہ دہان و لب نہیں رکھتا ہوں عقلمندوں کی دشمنی ایسی جانو کہ اگر وہ زہر دیویں تو فرحت ہووے دوستی احمق کی رنج و وبال ہے یہ حکایت تم سنو واسطے مثال کے یعنی دوستی اولیاء اللہ کی مثل اس سوار کے جانو کہ بے خواہش نفع جبر کرکے پہونچاتے ہیں اور دوستی احمقان اہل دنیا کی رنج و ملال پہونچاتی ہے چنانچہ اسکا حال آگے حکایت میں مثالاً بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲؎ حکایت ششم احمقوں کی دوستی میں رنج و ملال ہے ۱۲ ۳؎ اژدہا الخ ۲ شعر ایک اژدہا ریچھ کو کھینچتا تھا کہ ایک شیر مرد اس کا جا کر حامی ہوا آگے حقائق ہیں عالم میں وہ شیر مرد ہیں کہ مدد کریں مظلوم کی جب فساد اس کا سنیں اس طرف مانند رحمت اللہ کے دوڑیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۴؎ وہ جہاں الخ ۳ شعر وہ جہاں پر خلل کے ستون ہیں اور مرض دل کے طبیب دانا ہیں محض رحمت اور مہر اور داد ہیں اور مثل حق کے بے علت دوست ہیں یہ ایکبارگی تو کیا یاری کرتا ہے وہ کہوے کہ بیچارگی کے واسطے کرتا ہوں آگے حقائق ہیں شیر مرد سے کہے کہ تو ریچھ کی ایکبارگی کیا مدد کرتا ہے شیر مرد کہے کہ اس کی بیچارگی کیواسطے کرتا ہوں آگے حقائق ہیں شیر مرد کی مہربانی شکار ہے کہ جہاں میں دارو بغیر درد کے نہیں ڈھونڈھتا جس جگہ درد ہے دوا وہاں جاتی ہے جس جگہ فقر ہے توشہ وہاں جاتا ہے تشنگی پیدا کر و پانی کم ڈھونڈھ کہ بالا و پست سے تا پانی دستیاب ہوا اور خطاب ہو وسقاھم ربھم شرابا طھورا یعنی پلائی ان کو رب ان کے نے شراب پاک پس تو تشنہ رہو اللہ خوب جانتا ہے یعنی مرشد ان کامل خود جوئیندہ طالب صادق ہیں پس تو تشنگی و صداقت خود میں پیدا کر۔ پانی تلاش کم کر کہ تیری تشنگی خود مرشد کو کھینچ لائے گی آگے اس کا حال ہے فافہم ۱۲ ۔

۵؎ اے رب میرے ہدایت کر قوم میری کو تحقیق وہ نہیں جانتے ہیں ۱۲ ۔

ہر کجا دردے دوا آنجا رود	ہر کجا فقرے نوا آنجا رود	جس جگہ ہے درد واں جا دوا	جس جگہ ہے فقر واں جاے نوا
آب کم جو تشنگی آور بدست	تا بجوشد آبت از بالا و پست	تشنگی کر پیدا پانی ڈھونڈھ کم	پست و بالا سے ہو تا پانی بہم
تا سقٰہم ربہم آید خطاب	تشنہ باش واللہ اعلم بالصواب	تا سقٰہم ربہم کا ہو خطاب	تشنہ رہ واللہ اعلم بالصواب
آب رحمت بایدت رو پست شو	وانگہاں خور خمر رحمت مست شو	آب رحمت چاہے تو جا پست ہو [1]	بادۂ رحمت کو پی اور مست ہو
رحمت اندر رحمت آید تا بسر	بر یکے رحمت فرو ما اے پسر	رحمت اندر رحمت آئے تا بسر	ایک رحمت پر نہ ٹھہر اب تو پسر
چرخ را در زیر پا آر اے شجاع	بشنو از فوق فلک بانگ سماع	آسماں کو زیر پا لا اے شجاع	تا فلک پر تو سنے بانگ سماع
پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش	تا بگوشت آید آں بانگ خروش	کان سے وسواس کی روئی نکال	تا سنے بانگ خروش اے اہل حال
پاک کن دو چشم را از موے عیب	تا ببینی باغ و سروستان غیب	عیب کے پر بال سے کر آنکھ پاک	کر دیکھے باغ غیب اے اہل خاک
دفع کن از مغز و از بینی زکام	تا کہ ریح اللہ آید در مشام	کر دماغ اپنے سے تو دفع زکام [2]	تا کہ ریح اللہ سونگھے تو مدام
ہیچ مگزار از تپ صفرا اثر	تا بیابی از جہاں طعم شکر	مت تپ صفرا سے چھوڑ اب کچھ اثر	تا جہاں سے پائے تو ذوق شکر
دارو ے مردی کن و عنین مشو	تا بروں آید صد گون خوبرو	کر دوا مردی کی مت عنین ہو	تا کہ پیدا خوب رو بس تجھ سے ہو
کندۂ تن را ز پائے جاں بکن	تا کند جولاں بپائے ایں چمن	گر تو کندہ تن کا پائے جاں سے دور	تا کرے گلگشت باغستان نور
غل بخل از دست و گردن دور کن	بخت نو دریاب از چرخ کہن	طوق بخل اب دست و گردن سے نکال	بخت نو ے چرخ سے اے خوشخصال
در نمی تانی بکعبہ لطف پر	عرضہ کن بیچارگی بر چارہ گر	گر نہ اڑ سکتا ہے کعبہ لطف پر	چارہ گر پر عجز کو ظاہر تو کر
زاری و گریہ قوی سرمایہ ایست	رحمت کلی قوی تر دایہ ایست	زاری و گریہ ہے سرمایہ قوی	رحمت کلی ہے اک دایہ قوی
دایہ و مادر بہانہ جو بود	تا کہ کے آں طفل گریاں میشود	ماں و دائی ہیں بہانہ ڈھونڈھتی	تا کہ کب وہ طفل روئے اے اخی

۱؎ آب رحمت الخ ۵ شعر آب رحمت جو تو چاہتا ہے جا پست ہو اور بادۂ رحمت کو پی و مست ہو یعنی پانی نشیب کی طرف جاتا ہے پس تو خود کو عاجز و پست کر کہ آب رحمت تیری جانب آئے رحمت اندر رحمت کے ہے تو سر تک غرق ہو اور ایک رحمت پر قانع نہ ہو یعنی رحمت کہ پانچوں حواس کی تو حاصل کر آگے حواس خمسہ کا بیان ہے آسمان کو نیچے پاؤں کے لاتا تو فلک پر سنے آواز سماع کو یعنی الہام الہی کو کان سے وسوسہ کی روئی کو نکال تا کہ تو سنے خروش اہل حال کو چشم کو عیب کے پر بال سے پاک کرتا کہ تو دیکھے بستان غیب کو باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

۲؎ کر دماغ الخ ۸ شعر تو اپنے دماغ سے زکام دفع کرتا کہ خوشبو اللہ کی تو ہمیشہ سونگھے تپ صفرائے نفس سے تلخی کا کچھ اثر مت چھوڑ تا کہ جہاں سے تو شکر پائے مردی کی دوا کر اور عنین مت رہو تا کہ تجھ سے خوب رو پیدا ہو یعنی روح تیری اس عالم میں جسم سے پیدا ہو اس کندہ تن کو جان کے پاؤں سے دور کر کہ باغ نور میں تو گلگشت کرے پتنگ اردو میں کندہ فارسی میں اس چوب کو کہتے ہیں کہ قیدی کے پاؤں میں بجائے بیڑی کے ڈالتے ہیں اور بدن سے تشبیہ رکھتا ہے کہ وہ جان کے پاؤں میں پڑا ہے طوق بخل کا دست و گردن سے نکال اور بخت کو آسمان سے حاصل کر اگر کعبہ لطف پر اڑ نہیں سکتا ہے تو اپنی عسر چارہ گر پر ظاہر کر گریہ و زاری بڑی پونجی ہے رحمت کلی ایک دایہ قوی ہے ماں اور دائی بہانہ ڈھونڈھتی ہیں تا وہ کب طفل روئے یعنی مادر حق دایہ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ خلق حق سے پیدا ہیں اور رسول اللہ تربیت کرتے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

طفل حاجات شمارا آفرید　　تا بنالید و شود شیرش مزید

گفت ادعوا اللہ بزاری مباش　　تا بجوشد شیرہائے مہرباش

ہائے ہوئے باد و شیر افشاں ابر　　در غم مایند یکساعت تو صبر

فی السماء رزقکم بشنیدہ　　اندریں پستی چہ بر چفسیدۂ

ترس و نومیدیت داں آواز غول　　میکشد گوش تو با قعر سفول

ہر ندائے کہ ترا بالا کشید　　آں ندائے داں کہ از بالا رسید

ہر ندائے کہ ترا حرص آورد　　بانگ گرگے داں کہ او مردم درد

ایں بلندی نیست از روئے مکان　　ایں بلندیہاست سوی عقل و جان

ہر سبب بالاتر آمد از اثر　　سنگ و آہن فائق آمد بر شرر

آں فلانے فوق آں سرکش نشست　　گرچہ در صورت بہ پہلویش نشست

فوقی آنجاست از روئے شرف　　جائے دور از صدر باشد مستخف

سنگ و آہن زینجہت کہ سابق است　　در عمل ہنگام فوقی ایں لائق اند

واں شرر از روئے مقصودی خویش　　ز آہن و سنگ است زیں رو در پیش پیش

طفل ہے حاجت کو تری پیدا کیا　　تا وہ روئے اور دودھ ہووے سوا

بولا ادعوا اللہ تو زاری سے کر　　تہر کے تا دودھ کو ہو جوش تر

شیر بارش اور باد ہائے ہوا　　ہیں ہمارے غم میں اور کر صبر تو

فی السماء رزقکم تو نے سنا　　کس لئے پستی میں ہے لپٹا ہوا

ہے صدائے غول نومیدی تری　　کھینچے اسفل کو ترے کان اے اخی

جس ندا نے کھینچا اعلیٰ کو تجھے　　وہ ندا اعلیٰ سے آئی جان لے

جس ندا سے حرص پیدا تجھ میں ہو　　ہے وہ بانگ گرگ پھاڑے مرد کو

یہ بلندی ہے نہ از روئے مکان　　یہ بلندی ہے سوئے عقل اور جان

ہر سبب آیا اثر پر فوق ہے　　سنگ و آہن کو شرر پر فوق ہے

فوق اس سرکش سے بیٹھا وہ فلاں　　گرچہ بیٹھا ہے برابر وہ عیاں

وہ جگہ ہے فوق از راہ شریف　　دور جو جا صدر سے ہو ہے خفیف

سنگ و آہن اس لئے سابق ہوا　　اور عمل میں فوق کے لائق ہوا

اور شرر وہ از رہ مقصود کے　　سنگ و آہن سے ہے فائق اس لئے

۱ے طفل الخ ۵ شعر تیری حاجت کو ایک طفل پیدا کیا ہے تاکہ وہ روئے اور دودھ سوا ہووے کہا ہے کہ یاد کرو تم اللہ کو زاری کیساتھ تاکہ مہر کے دودھ کو جوش زیادہ ہو شیر بارش ہوا ہوائی ہمارے غم میں ہیں اور تو صبر کر اوپر آسمان کے تمہارا رزق ہے تو نے اس کو سنا پھر تو پستی میں کس لئے آلودہ ہوتا ہے یہ تیری ناامیدی صدائے غول ہے اور اسفل کی طرف تیرے کان کھینچتی ہے یعنی تیرا رزق آسمان پر ہے اور بصورت آب بارش نازل ہو کر زمین میں سے قسم قسم کی صورتیں پکڑ کر کے ظاہر ہوتا ہے پھر تو آسمان کی طرف کیوں نہیں متوجہ ہوتا ہے یا رزق روحی سے مراد ہے کہ مثل ہوا و بارش جان پر برستا ہے اور یہ ناامیدی تیری زمین کی جانب تجھے کھینچتی ہے اسمیں تیرا نقصان ہے پس تو آسمان کی جانب رجوع کرتا کہ تیری ترقی ہو باقی اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

۲ے جس ندا نے الخ ۷ شعر اعلا کو جس ندا سے تجھے کھینچا جان کہ وہ ندا اعلیٰ سے آئی ہے اور جس ندا سے حرص تجھ میں پیدا ہو وہ ندا گرگ مردم پھاڑنے والی کی ہے یہ بلندی از روئے مکان کے نہیں ہے یہ بلندی سوئے عقل و جان کی ہے یعنی یہ عروج عقل و جان سے ہے نہ مکان سے ہر سبب اثر پر فوق سے آیا جیسے سنگ و آہن کو شرر پر فوق ہے آگے مثال ہے فوق اُس سرکش سے وہ فلاں بیٹھا ہے اگرچہ بظاہر وہ برابر بیٹھا ہے وہ جگہ فوق ہے از راہ شرافت کے اور جو دور صدر سے ہو خفیف ہے اسی طرح سے سنگ و آہن اول ہو اور عمل میں لائق فوق ہوا یعنی از روئے نشست قربت صدر کے جیسے کوئی فوق ہو سرکش سے ایسے ہی سنگ و آہن فوق ہیں شرر سے اول آتے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

۳ے اور شرر الخ ۱ شعر اور شرر از راہ مقصود کے سنگ و آہن کے پہلے اور آخر شرر ہے ولیکن دونوں جسم ہیں اور شرر جان شرر تو بعدہ ہے زمانہ میں ولیکن سنگ و آہن بہ صفت میں بڑھ کے ہے یعنی جیسے سنگ و آہن دل ہوتا ہے و بعدہ شرر ہوتا ہے اور مقصود کی شرر اول ہے و سنگ و آہن بعد ہے ولیکن مقصود میں اثر اول ہے و سبب بعد ہے مثال دوسری شاخ زمانہ میں اول ہے و ثمر آخر ہے لیکن شاخ سے فائق ہے ہنر میں جو کہ مقصود شجر کا ثمر ہے پس ثمر اول ہے اور آخر شجر ہے یعنی آدم و حوا مثل سنگ آہن کے اندر زمانہ کے اول ہیں و جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں و آدم بعد ہیں بموجب حدیث شریف کے الآخرون السابقون یعنی میں پچھلا آ[illegible] ہوں اگلوں کے، آگے رجوع بقصہ ہے اژدہا اور ریچھ کا تو پھر حال کہہ کہ تشبیہ و مثال طول رکھتی ہے باقی حال قصے کا آگے ہے فافہم ۱۲ -

سنگ و آہن اول و پایان شرر   لیک ایں ہر دو تن اند و جان شرر
کاں شرر کاندر زماں واپس تر است   در صفت از سنگ و آہن برتر است
در زمان شاخ از ثمر سابق تر است   در ہنر از شاخ او فائق تر است
چونکہ مقصود از شجر آمد ثمر   پس ثمر اول بود آخر شجر
سوے خرس و اژدہا کردیم باز   زانکہ طولے دارد اضمار و مجاز
خرس چوں فریاد کرد از اژدہا   شیر مردے کردش از چنگش رہا
حیلت و مردی بہم دادند پشت   اژدہا را او بدیں قوت بکشت
اژدہا را او بدیں حیلت ببست   تاکہ آں خرس از بلاکی تن برست
اژدہا را ہست قوت حیلہ نیست   لیک فوق حیلۂ تو حیلتے است
ماکراں بسیار لیکن باز بیں   در نبی واللہ خیر الماکرین
حیلہ خود را چو دیدی باز رو   کز کجا آمد سوے آغاز رو
ہر چہ در پستی است آمد از علا   چشم را سوے بلندی نہ ہلا
روشنی بخشد نظر اندر علا   گرچہ اول خیرگی آرد بلا
چشم را در روشنائی خوے کن   گر نہ خفاشی نظر آں سوے کن
عاقبت بینی نشان نور تست   شہوت حالی حقیقت گور تست
عاقبت بینی کہ صد بازی بدید   مثل آں نبود کہ یک بازی شنید
زاں یکے بازی چناں مغرور شد   کز تکبر ز اوستاداں دور شد
سامری وار آں ہنر در خود چو دید   او ز موسیٰ از تکبر سر کشید

سنگ و آہن پہلے اور آخر شرر   یہ ہیں دونوں تن شرر جان اے پسر
جو شرر تو بعد ہے اندر زماں   سنگ و آہن سے ہے فائق وہ یہاں
پہلے شاخ اندر زماں آخر ثمر   شاخ سے فائق ہے پر اندر ہنر
جو کہ مقصود شجر ٹھہرا ثمر   پس ثمر اول ہے اور آخر شجر
اژدہا اور ریچھ کا پھر کہہ تو حال   طول رکھتا ہے یہ تشبیہ و مثال
اژدہا[1] کی ریچھ نے فریاد کی   شیر مرد آیا رہائی اس سے دی
حیلہ مردی نے مدد باہم جو کی   اژدہا کی جان اس قوت سے لی
باندھا اس حیلہ سے اسنے اژدہا   تاکہ وہ ریچھ اس ہلاکت سے بچا
اژدہا رکھتا ہے قوت حیلہ نے   فوق اک حیلہ ہے حیلہ پر ترے
ہیں بہت مکار لیکن کر یقین   حق کہے واللہ خیر الماکرین
حیلہ اپنے کو جو دیکھے پھر کے جا   جس جگہ سے وہ ہے آیا واں پہ جا
آیا جو اعلیٰ سے اس پستی میں ہے   سوے اعلیٰ آنکھ رکھنا چاہیے
روشنی[2] اعلیٰ میں تجکو دے نظر   گرچہ پہلے خیرگی سے ہو ضرر
روشنی کا آنکھ کو عادی کرو   تو نہ چمگادڑ ہے دیکھ اس سمت کو
عاقبت بینی نشاں نور ہے   اور شہوت حال کی کوری رکھے
عاقبت بیں وہ کہ سو بازی رکھے   کب ہو مثل اسکے کہ اک بازی کرے
ایسا مغرور ایک بازی سے ہوا   خود کو برتر اوستادوں سے کیا
سامری ساں خود میں دیکھا جو ہنر   پھیرا بس مغرور ہو موسیٰؑ سے سر

[1] اژدہا الخ، شعر ریچھ نے جو اژدہا کی فریاد کی شیر مرد آیا اور اس سے رہائی دی حیلہ اور مردی نے جو باہم مدد کی اور اس قوت سے اژدہا کی جان لی اس نے اس حیلہ سے اژدہا کو باندھا تاکہ ریچھ اس ہلاکت سے بچا اژدہا قوت رکھتا ہے حیلہ نہیں رکھتا ہے لیکن تیرے حیلہ پر ایک حیلہ فوق ہے بہت مکار ہیں و لیکن تو یقین کر کہ حق کہتا ہے واللہ خیر الماکرین یعنی اللہ جزا دیتا ہے مکاروں کو اگر اپنے حیلہ کو دیکھتا ہے لوٹ کر جا اور جس جگہ سے وہ آیا ہے وہاں پر لوٹ کر جا آیا اعلیٰ سے اس پستی میں تو ہے پس اعلیٰ کی طرف آنکھ رکھنا چاہیئے یعنی تو اپنی اصل کیطرف پھر رجوع کر آگے اس کے حقائق ہیں فافہم ۱۲ [2] روشنی الخ، شعر اعلیٰ میں روشنی تجھ کو نظر دے اگرچہ خیرگی سے اول ضرر ہووے آنکھ روشنی کا عادی کر تو چمگادڑ نہیں ہے اُس طرف کو دیکھ عاقبت بینی نشان نور کا ہے اور حال شہوت اندھاپن رکھتی ہے عاقبت بین وہ ہے کہ سو بازی رکھے اور اس کی مثال کب ہو جو ایک بازی کرے ایک بازی سے ایسا مغرور ہوا کہ خود کو برتر استادوں سے کیا آگے مثال ہے سامری کے مانند جو خود بین ہنر دیکھا مغرور ہو کر موسیٰ سے منہ پھیرا یعنی عاقبت بینی بہتر ہے نقد حال دیکھنے سے کیونکہ عاقبت بینی میں سو ہنر ہیں ایک ہنر پر حال بین کو مغرور نہ ہونا چاہیئے جیسے سامری نے ایک ہنر پر غرہ کیا اور موسیٰؑ سے کہ عاقبت بین تھے مغلوب ہوا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ -

او زموئی آں ہنر آموختہ	وز معلم چشم را بر دوختہ	[1] اسنے سیکھا وہ ہنر موسی سے تھا	آنکھ پھیری پھر معلم سے بھلا
لاجرم موشئے دگر بازی نمود	تاکہ آں بازی او جانش ربود	اس لیئے موسی نے بازی اور کی	تاکہ اس بازی سے اسکی جان لی
اے بسا دانش کہ اندر سر دود	تا شود سرور بداں خود سر رود	اے بہت دانش کہ پیدا سر میں ہے	تا ہو سردار اس سے اور دے سر کو دو
سر نخواہی کہ رود تو پاے باش	در پناہ قطب صاحب راے باش	سر نہ دینا چاہے گر تو پاؤں ہو	اور پناہ قطب عالم میں رہو
گرچہ شاہی خویش فوق او مبین	گرچہ شہدی جز نبات او مچین	فوق اس سے مت ہو گرچہ شہ ہے تو	شہد گرچہ تو ہے شکر اس سے لے
فکر تو نقش ست و فکر اوست جان	نقد تو قلب ست و نقد اوست کان	فکر تیری تن ہے اس کی فکر جان	نقد تیرا کھوٹا اس کا نقد کان
او توئی خود را بجو در روے او	گوے کو کو فاختہ ساں سوے او	وہ توہی ہے خود کو انہیں ڈھونڈھ تو	کر تو کو کو فاختہ وار اس کی سو
در نخواہی خدمت اہل صفا	ہمچو خرسے در دہاں اژدہا	[2] اہل دل کی گر نہ تو خدمت کرے	اژدہا کے منہ میں تو جوں ریچھ ہے
بو کہ استادے رہاند مر ترا	وز خطر بیروں کشاند مر ترا	ہے امید استاد تجکو دے چھڑا	اور خطر سے تجکو کردے وہ رہا
زارے مسکین چہ زورت نیست ہین	چونکہ کوری سر مکش از راہ بین	زور تجکو گر نہیں زاری تو کر	کیونکہ تو اندھا ہے وہ ہے راہ بر
تو کم از خرسے نمی نالی ز درد	خرس رست از درد چوں فریاد کرد	ریچھ سے تو کم نہیں رولے بسیر	ریچھ چھوٹا درد سے فریاد کر
اے خدا آں سنگ دل را موم کن	نالہ اش را تو خوش و مرحوم کن	اے خدا اس سنگ دل کو موم کر	اسکا نالہ تو خوش و مرحوم کر

گفتن نابینائے سائل کہ من دو کورے دارم مرا رحم کنید

کہنا اندھے سائل کا کہ میں دوہرا اندھا ہوں مجھ پر رحم کرو

آں یکے کورے ہمی گفت الاماں	من دو کوری دارم اے اہل زماں	[1] ایک وہ کہتا تھا اندھا الاماں	میں ہوں دوہرا اندھا اے اہل زماں
پس دو بارہ رحمتم آرید ہاں	چوں دو کوری دارم از اہل زماں	پس دو بار اب رحم تم مجھ پر کرو	دوہرا اندھا پن ہے مجھ میں جان لو

[1] اس نے الخ یعنی شعر وہ ہنر اسنے موسیٰ سے سیکھا تھا اور پھر معلم سے اس نے آنکھ پھیری اسلیئے موسیٰ نے ایک اور بازی کی یہاں تک کہ اس بازی نے اسکی جان لی آگے حقائق ہیں اے شخص بہت سی دانش ہیں کہ سر میں پیدا ہوں کہ اس سے سردار ہو اور وہ اس کا سر لیں اگر تو سر نہیں دینا چاہتا ہے پاؤں ہو اور پناہ قطب عالم میں رہو یعنی افزونی عقل سے اگر تجکو نخوت نہیں ہے تو اپنے کو عاجز کر اور مرشد کی پناہ میں رہو اگرچہ تو شہد ہے شکر اس سے لے کیونکہ تیری فکر تن ہے اور اس کی فکر جان ہے تیرا نقد کھوٹا اور اسکا نقد کان کا ہے وہ تو ہی ہے تو خود کو اس میں ڈھونڈھ اور فاختہ کی مانند کو کو اس کی طرف کر یعنی خود کو مرشد میں تلاش کر کہ راہ معرفت کی تجھے ملے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] اہل دل الخ ۵ شعر اگر تو اہل دل کی خدمت نہ کرے اژدہائے نفس کے منہ میں تو مانند ریچھ کے ہے امید ہے کہ مرشد تجھ کو چھڑا دے اور خطر سے تجھکو بچا دے اگر تجکو زور نہیں ہے تو زاری کر کیونکہ تو اندھا ہے اور وہ راہبر ہے تو ریچھ سے کم نہیں ہے نالہ کر کے ریچھ درد سے چھوٹا تو فریاد کر اے خدا اس سنگدل کو موم کردے اور اسکے نالہ کو خوش اور مرحوم کر دے یعنی اے خدا اس مخاطب کے دل سنگین کو مثل موم کے نرم کر دے اور نالہ کو اسکے خوش آواز کر دے کہ مرحوم ہو چنانچہ اس کا قصہ آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [1] ایک وہ الخ ۲ شعر ایک اندھا کہتا تھا الاماں کہ میں دوہرا اندھا ہوں اے اہل زمانہ کے پس دو بار رحم تو مجھ پر کرو کیونکہ اندھا پن دوہرا مجھ میں ہے پس مردم تعجب سے یہ کہتے تھے کہ دوہرے اندھے پن کو تو اپنے بیان کر ایک اندھا پن تو ہم کو دکھائی دیتا ہے دوسرا کیا ہے وہ ہم کو دکھلا کہا کہ بد آواز ناخوش صدا ہوں میری بد آواز دوسرا اندھا پن ہے کیونکہ دل میں بد آواز غم پیدا کرتی ہے اور محبت خلق کی کم کرتی ہے میری بد آواز پنا جس جگہ جائے غم اور غصہ اور کینہ پیدا کرے پس رحم دوہرا اندھے دوہرے پر کرو اور ایسے نفس کو تم آسودہ کرو کہ جو دوہرا اندھا ہے باقی حال اس کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

از تعجب مردمان گفتند لیک — این دو کوری را بیان کن نیک نیک
زانکہ یک کوریست می بینیم ما — آں دگر کوری کدام آن وانما
گفت زشت آوازم و ناخوش نوا — زشت آوازی و کوری شد دوتا
بانگ زشتم مایہ غم می شود — مہر خلق از بانگ من کم می شود
زشت آوازم بہر جاکہ رود — مایہ خشم و غم و کیں می شود
بر دو کوری رحم را دوتا کنید — ایں چنیں ناگنج را گنجا کنید
کرد نیکو چوں بگفت ایں راز را — لطف آوازِ دلش آواز را
زشتی آوازکم شد زیں گلہ — خلق شد بادی بہ رحمت یک دلہ
دانکہ آواز دلش ہم بد بود — آں سہ کوری زشتے سرمد بود
لیک وہابان کہ بے علت دہند — بو کہ دستے بر سرِ زشتش نہند
چونکہ آوازش خوش و مرحوم شد — زو دل سنگین دلاں چوں موم شد
نالہ کافر چو زشت ست و شہیق — زاں نمیگردد اجابت را رفیق
اخسئوا بر زشت آواز آمدست — کو ز خون خلق چون سگ بود دست
چونکہ نالہ خرس رحمت کش بود — نالہ ات نبود ایں ناخوش بود
دانکہ با یوسف تو گرگے کردہ — باز خون بے گناہے خوردہ
توبہ کن وز خوردہ استفراغ کن — در جراحت کہنہ شد زو داغ کن
باز گرد از گرگے اے روباہ پیر — نصرت از حق سے طلب نعم النصیر

بس تعجب سے یہ کہتے مردمان — دو ہیں اندھے پن کو کرہم سے بیان
ایک اندھا پن تو ظاہر ہے ہمیں — دوسرا کیا ہے تو دکھلا دے ہمیں
بولا بد آواز ہوں ناخوش صدا — میری آواز اندھا پن ہے دوسرا
دل میں بد آواز غم پیدا کرے — اور محبت خلق کی وہ کم کرے
جائے بد آواز میری جس جگے — کینہ غم غصہ کی وہ پونجی بنے
رحم دوہرا اندھے دوہرے پر کرو — ایسے تم مفلس کو آسودہ کرو
کردیا[1] اچھا کہا جو راز کو — لطف بانگ دل نے اس آواز کو
خوش وہ آواز اس گلہ سے ہوگیا — اس سے بس الفت ہر اک کرنے لگا
جسکا بد آواز دل ہووے اگر — ہے وہ تہرا اندھا بد ازلی بسر
اہل بخشش دیتے ہیں جو بے سبب — سر پہ اسکے ہاتھ رکھیں کیا عجب
جو کہ آواز اسکی خوب و خوش ہوئی — سنگدل خلق اس سے مثل موم تھی
نالہ[2] کافر ہے بد اور بانگ خر — اس لئے مقبول نے ہوتا مگر
اخسئوا آیا ہے بد آواز پے — خلق کے خون سے وہ جون سگ مست تھے
ریچھ کا نالہ تو رحمت یاب ہے — اور ترا نالہ نہو کمیاب ہے
گرگ پن تو جان یوسف سے کیا — اور خون اک بے گنہ کا کھا لیا
توبہ کر کھائے سے استفراغ کر — زخم کہنہ ہے تو اس کو داغ کر
بھیڑیا پن تو چھوڑ اے روباہ پیر — حق سے نصرت کر طلب نعم النصیر

تتمہ حکایت خرس و آں ابلہ کہ بآں خرس اعتماد کردہ بود

باقی قصہ ریچھ اور اُس بیوقوف کا کہ اسنے ریچھ پر اعتماد کیا تھا

[1] کردیا الخ ۵ شعر جو راز کہا تو اچھا کر دیا اس کو لطف بانگ دل نے اس گلہ کرنے سے وہ خوش آواز ہوگیا اور اس سے بس الفت ہر ایک کرنے لگا جس کا دل اگر بد آواز ہووے وہ ازلی اندھا ٹھہرا اہل بخشش جو بے سبب دیتے ہیں اگر اس کے سر پر ہاتھ رکھیں کیا تعجب ہے جبکہ آواز اسکی خوب و خوش ہوگئی سنگدل اس سے مثل موم کے ہوا یعنی اس اندھے کی بد آواز خوش ہوئی اور ہر ایک اس سے الفت کرنے لگا آگے حقائق ہیں فافہم ۱۲ [2] نالہ کافر الخ ۸ شعر کافر کا نالہ بد آواز خر ہے اسواسطے مقبول نہیں ہوتا ہے واسطے بد آواز کے قرآن میں آیا ہے قال اخسئوا فیہا ولا تکلمون یعنی کہا اللہ نے چپ رہو دوزخ میں کلام مت کرو خونریزی خلق میں مانند سگ کے مست تھے ریچھ سے نالہ تو رحمت پائے اور تیرا نالہ نہیں وہ نالہ ناخوش ہے تو جان لے کہ گرگ پن یوسف سے کیا یا خون ایک بیگنہ کا کھایا ہے توبہ کر اور کھائے ہوئے سے استفراغ کر اگر زخم کہنہ ہے اس کو داغ کر گرگ پن کو چھوڑ دے اے روباہ پیر حق سے نصرت طلب کہ نیک مدد کرنے والا ہے یعنی خدا کی طرف تو رجوع کر اور افعال ذمیمہ ماضیہ سے توبہ کر کہ حق تعالیٰ مدد کرنے والا ہے تاکہ دل تیرا نور عرفان سے روشن ہو اور جہاں تجھ پر مہربان ہو آگے قصہ ریچھ کا ہے فافہم ۱۲

خرس ہم از اژدہا چوں وارہید ۔ واں کرم زاں مرد مردانہ بدید
جو ہوا ریچھ اژدہا سے بس رہا ۔ اور کرم بھی پایا اس نے مرد کا

چوں سگ اصحاب کہف آں خرس ۔ شد ملازم در پے آں یار غار
جوں سگ اصحاب کہف اس ریچھ نے ۔ پیروی کی واسطے اس مرد کے

آں مسلماں سر نہاد از خستگی ۔ خرس حارس گشت از دلبستگی
وہ مسلماں تھک کے اسدم پڑ گیا ۔ اور نگہبان ریچھ اسکا بس ہوا

آں یکے بگذشت و گفتش حال چیست ۔ اے برادر مر ترا ایں خرس کیست
ایک نے آ پوچھا اسے کیا ہے حال ۔ ریچھ تیرے ساتھ کیوں ہے خوشخصال

قصہ وا گفت از حدیث اژدہا ۔ گفت بر خرسے منہ دل ابلہا
اژدہا اور ریچھ کا قصہ کہا ۔ بولا مت کر اعتبار اس ریچھ کا

دوستی ز ابلہ بتر از دشمنی ست ۔ او بہر حیلہ کہ دانی راندنیست
دشمنی سے دوستی ابلہ کی بد ۔ دفع ہر حیلہ سے کر از راہ کد

گفت واللہ از حسودے گفت ایں ۔ ورنہ خرسے چہ نگر ایں مہر بیں
بولا[۲] واللہ یہ حسد ہے مت کہو ۔ ریچھ پن مت دیکھ دیکھ اس مہر کو

گفت مہر ابلہاں عشوہ دہ است ۔ ایں حسودے من از مہرش بہ است
بولا مہر ابلہاں دیتے ہے دغا ۔ مہر سے اسکی حسد میرا بھلا

ہے بیا با من بزن ایں خرس را ۔ خرس را مگزیں مہل تو جنس را
ساتھ میرے چل تو چھوڑ اس ریچھ کو ۔ ریچھ تو مت رکھ شریک جنس ہو

گفت رو رو کار خود کن اے حسود ۔ گفت کارم ایں بد و بحثت نبود
بولا جا کام اپنا کر تو اے حسود ۔ بولا مجھ کو بحث سے تیرے نہ سود

من کم از خرسے نباشم اے شریف ۔ ترک او کن تا منت باشم حریف
میں نہ کم اس ریچھ سے ہوں اے لطیف ۔ چھوڑ اسکو میں ہوں تیرا حریف

بر تو دل میلرزدم زاندیشۂ ۔ با چنیں خرسے مرو در بیشۂ
تجھ پہ دل دکھتا ہے اس افکار سے ۔ ریچھ کے ہمراہ جنگل میں رہے

ایں دلم ہرگز نہ لرزید از گزاف ۔ نور حق ست ایں نہ دعوی و نہ لاف
یہ نہ دل دکھتا ہے از راہ گزاف ۔ نور حق ہے یہ نہ دعوی ہے نہ لاف

مومنم ینظر بنور اللہ شدہ ۔ ہاں وہاں بگریز ازیں آتشکدہ
مومن ینظر بنور اللہ ہوں ۔ بھاگ اس آتشکدہ سے ذوفنون

ایں ہمہ گفت و بگوشش در نرفت ۔ بدگمانی مرد را سدیست زفت
[۳] کی نصیحت اس نے نے اسنے سنی ۔ سد رہ ہے مرد کو یہ بد ظنی

دست او بگرفت و دست از وے کشید ۔ گفت رفتم چوں نۂ یار رشید
ہاتھ پکڑا اس سے کھینچا ہاتھ کو ۔ بولا جاتا ہوں نہیں ہے یار تو

---

[۱] جو ہوا الخ ۲ شعر جب ریچھ اژدہا سے چھوٹا اور شیر مرد کا کرم پایا مانند سگ اصحاب کہف کے ریچھ نے پیروی اس مرد کی کی وہ مسلمان اُسدم تھک کر لیٹ رہا اور نگہبان وہ ریچھ اس کا ہوا ایک نے اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے اور یہ ریچھ تیرے ساتھ کسواسطے ہے اسنے اژدہا اور ریچھ کا قصہ کہا اُس شخص نے کہا کہ ریچھ کا اعتبار نہ کر احمق دوستی دشمنی سے کرتا ہے ہر حیلہ سے اس کو دفع کر از راہ کوشش کے آگے جواب شیر مرد کا ہے فافہم ۱۲ [۲] بولا واللہ الخ ۸ شعر شیر مرد نے کہا کہ واللہ یہ حسد سے مت کہہ ریچھ پن کو مت دیکھ اور اس کی محبت کو دیکھ ناصح نے کہا کہ محبت احمقوں کی دغا دیتی ہے اس کی محبت سے میرا حسد بہتر ہے میرے ساتھ تو چل اور اس ریچھ کو چھوڑ ریچھ کو ہمراہی میں نہ رکھ اور شریک جنس ہو مرد نے کہا جا تو اپنا کام کر اے حاسد ناصح نے کہا مجھ کو تیری بحث سے فائدہ نہیں میں نہیں ہوں کم اس ریچھ سے اے شریف اسکو چھوڑ کہ میں تیرا یار ہوں اس فکر سے دل دکھتا ہے کو تو ریچھ کے ہمراہ جنگل میں رہے یہ دل از راہ جھوٹے کے نہیں دکھتا ہے یہ نور حق ہے نہ دعوے ہے نہ لاف ہے میں مومن ہوں اور دیکھنے والا ہوں ساتھ نور اللہ کے آہن و آتشکدہ سے اے ہوشیار بھاگ یعنی یہ نفس تیرا ریچھ ہے اس کے ہمراہ اس صحرا فنا میں مت رہ مجھ عارف کے ہمراہ چل آگے حال عارف ہے فافہم ۱۲ [۳] کی نصیحت الخ ۵ شعر اس نے نصیحت کی اور اس نے نہیں سنی یہ بد ظنی سد راہ مرد کو ہے ہاتھ جو پکڑا تو اس سے ہاتھ کو کھینچا اور کہا کہ جاتا ہوں تو یار نہیں ہے کہا جا میرا غم خوار مت رہ اور اب معرفت مت تراش اے لاف گو پھر کہا تیرا دشمن نہیں ہوں ولیکن لطف ہووے اگر تو میرے ہمراہ چلے مرد نے کہا میں سوتا ہوں تو مجھکو چھوڑ اور جا کہا یار سے آخر باوفا ہو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

گفت رو با من تو غمخوارہ مباش ۔ بوالفضولا معرفت کمتر تراش
بانہ گفتش من عدوے تو نیم ۔ لطف باشد گر بیائی در سیم
گفت خوابستم مرا بگذار و رو ۔ گفت آخر یار را انقاد شو
تا بجنسی در پناہ مقبلی ۔ در جوار دوستی صاحبدلے
در خیال افتاد مرد انہ جد او ۔ خشمگیں شد زد بگردانید رو
کیں مگر قصد من آمد خونی است ۔ یا طمع داری گدائے توقی است
یا گرد لبست است با یاران بدین ۔ کہ بترساند مرا زیں ہم نشین
یا حسد دارد ز چہر یار من ۔ کایں چنیں جد میکند در کار من
خود نیامد ہیچ از خبث سرش ۔ یک گماں نیک اندر خاطرش
ظن نیکش جملگی بر خرس بود ۔ او مگر خرس را ہمجنس بود
بدگمان وابلہ و نا اہل بود ۔ در شقاوت او مطیع جہل بود
بدرگ خود رائے و بدبخت بد ۔ گمرہ و مغرور کور و خوار و درو
خرس را بگزیدہ بر صاحب کمال ۔ روسیہ حاصل بتہ فاسد خیال
عاقلے را از خرے تہمت نہاد ۔ خرس را دانست اہل مہر و داد

بولا جا غمخوار یار است رہو ۔ مت تراش اب معرفت اے لاف گو
پھر کہا دشمن نہ تیرا ہوں ولے ۔ لطف ہووے گر میرے ہمرہ چلے
بولا میں سوتا ہوں مجھ کو چھوڑ جا ۔ بولا آخر یار سے ہو باوفا
تا کہ مقبل کی پنہ میں سوے تو[۱] ۔ اہل دل کے پاس اک جا پائے تو
اسکی سعی سے وہ خیال اندر پڑا ۔ غصہ ہو کر اس سے روگرداں ہوا
آیا میرے قصد کو خونی ہے یہ ۔ یا گدا طامع دلا تو ہی ہے یہ
یا کہ آیا شرط کر یاران سے ۔ کہ ڈرائے مجکو اس اعلان سے
یا حسد رکھتا ہے مہر یار سے ۔ کام میں کوشش جو کرتا ہی مرے
خبث باطن سے نہ لایا وہ جوان ۔ اک گماں نیک دل کے درمیان
ریچھ پر اسکے گماں نیک تھا ۔ ریچھ کا شاید کہ وہ ہمجنس تھا
بدگمان[۲] اور ابلہ اور نا اہل تھا ۔ اور شقاوت سے مطیع جہل تھا
اصل بد خودرائے بد کردار تھا ۔ گمرہ و مغرور اندھا خوار تھا
ریچھ چاہا چھوڑا یہ صاحب کمال ۔ روسیہ حاصل بتہ ناقص خیال
ایک عاقل کو خری سے بد کہا ۔ ریچھ کو جانا کہ ہے اہل وفا

گفتن موسیٰ گوسالہ پرست را کہ این خیال اندیشی و حزم از کجاست — کہنا موسیٰ کا ایک گوسالہ پرست کو کہ یہ خیال اندیشی تری کہاں سے ہے

گفت موسیٰ با یکے اہل خیال ۔ کاے بد اندیشی ز شقاوت در ضلال
بولے موسیٰ[۳] اک خیال اندیش سے ۔ کہ بد اندیشی سے تو گمراہ ہے

[۱] تا کہ مقبل الخ۔ شعر تا کہ مقبل کی پنہ میں تو سوے اور اہل دل کے پاس تو جا پائے اسکی کوشش سے وہ ایک خیال میں اور غصہ ہو کر اس سے روگرداں ہوا کہ یہ میرے قصد کو آیا ہے و خونی ہے یا ایک گدا طمع والا ہے یا کہ یاروں سے شرط کر کے آیا ہے کہ مجھکو ڈرائے اس اطلاع سے یا محبت یار سے حسد رکھتا ہے میرے کام میں جو کوشش کرتا ہے آگے قول مولانا کا ہے وہ جوان خبث باطن سے نہ لایا ایک گمان نیک دل میں ریچھ پر گمان نیک تھا شاید کہ وہ ریچھ کا ہمنشین تھا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

[۲] بدگمان الخ۔ شعر بدگمان ابلہ اور نا اہل تھا اور شقاوت سے مطیع جہل کا تھا اصل بد اور خودرائے اور بدکردار تھا گمراہ اور اندھا اور مغرور خوار تھا ریچھ کو چاہا اور صاحب کمال کو چھوڑا روسیاہ اور خراب حاصل اور خیال ناقص تھا خری سے ایک عاقل کو بُرا اور ریچھ کو اہل وفا جانا یعنی بندہ نفس نیک کاملوں کو بُرا جانتے ہیں اور اُن کی اطاعت سے روگرداں ہو کر نفس پرستوں کے مطیع رہتے ہیں جیسے موسیٰ نے گوسالہ پرست سے کہا چنانچہ ان کا قصہ مثال کے طور پر آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

[۳] بولے موسیٰ الخ۔ شعر یہ موسیٰ نے ایک خیال اندیش سے کہا کہ اس اندیشۂ بد سے تو گمراہ ہے سو تجھ کو گمان میری نبوت میں ہے باوجود دانستن دلیل و خلق کے کہ صدہا معجزے مجھ سے عیاں دیکھے تو خیال و گمان بڑھاتا ہے اور خیال فکر سے تو تنگ ہو کر طعنے کرتا ہے میری نبوت پر دریا سے میں نے گرد ظاہر کی تب فرعونیوں کی شر سے تم چھوٹے چالیس برس کھانا چرخ سے آیا اور پتھر سے نہر نکال کر جاری کی میرے ہاتھ میں چوب اژدہا ہو گئی و میرے دشمن پر پانی خون ہوا میرا کف دست خورشید اور عصا مار بنا اور آفتاب میرے نور کے عکس سے روشن ہوا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

صد گمانت بود در پیغمبریم — با چنین برہان و این خلق کریم
سو گمان تجکو نبوت میں مرے — با وجود ایسی دلیل و خلق کے

صد ہزاران معجزہ دیدی ز من — صد خیالت میفزود و شک و ظن
دیکھے صد ہا معجزے مجھ سے عیاں — ہے بڑھاتا تو خیالات و گمان

از خیال و وسوسہ تنگ آمدی — طعنہ بر پیغمبریم میزدی
تنگ ہو کر تو خیال و فکر سے — طعنے کرتا ہے نبوت پر مرے

گرد از دریا بر آوردم عیاں — تا رہیدید از شر فرعونیاں
گرد دریا سے کری میں نے عیاں — تب چھٹے فرعونیوں کے شر سے یاں

ز آسمان چل سال کاسہ خوان رسید — وز دعایم جوے از سنگے دوید
خوان آیا خرج سے چالیس سال — نہر کر دی جاری پتھر سے نکال

چوب شد در دست من نر اژدہا — آب خون شد بر عدوے ناسزا
چوب ہوئی ہاتھ میں میرے اژدہا — دشمنوں پر میرے پانی خون ہوا

شد عصا مار و کفم شد آفتاب — آفتاب از عکس نورم شد شہاب
لاٹھی سانپ اور کف مرا سورج بنا — پھر عکس نور سے روشن ہوا

این دو صد چندین و چندین گرم و سرد — از تو اے سرد آن توہم کم نکرد
اسقدر[1] صد ہا یہ گرم و سرد نے — وہم تجھ دل سے نہ تیرے کم کیے

بانگ زد گوسالۂ از جادوئی — سجدہ کردی کہ خدائے من توئی
ایک گوسالہ کی سن آواز کو — کر کے سجدہ بولا میرا رب ہے تو

آن توہمہات را سیلاب برد — زیرکی باردت را خواب برد
وہ توہم تیرے بالکل بہہ گئے — وہ خیال اب خواب تیرے ہو گئے

چون نبودی بدگمان در حق او — چون نہادے سر چنان ای زشت خو
کیوں نہیں تو با گمان اس سے ہوا — کیوں رکھا سر اسکے آگے بس جھکا

چون خیالت نامد از تزویر او — وز فساد سحر احمق گیر او
کیوں نہ آیا اسکے دھوکے کا خیال — کہ فساد سحر سے کرتا ہے چال

سامری خود کہ باشد اے جہان — کہ خدائے بر تراشد در جہان
سامری کی کیا حقیقت اے جہان — کہ تراشے اک خدا کو وہ یہاں

در خدائی گاؤ چون یکدل شدے — وز ہمہ اشکالہا عاطل شدے
کیوں[2] خدائے گاؤ میں اک دل ہوا — اور سب اشکل سے تو عاطل ہوا

گاؤ می شاید خدائی را بلاف — در رسولی ام تو چون کردی خلاف
گاؤ لائق ہے خدائی کو یہ لاف — اور نبوت میں مرے تجکو خلاف

پیش گاوے سجدہ کردی از خری — گشت عقلت صید سحر سامری
گاؤ کو سجدہ کیا از رہ خری — عقل ہوئی تسخیر سحر سامری

چشم دزدیدی ز نور ذو الجلال — اینت جہل وافر و عین ضلال
نور حق کے سے چرائے آنکھ کو — ہے ترا یہ جہل و گمراہی سنو

شہ بر آن عقل و گزینش کہ تراست — چون تو کان جہل را کشتن سزاست
تف یقین و عقل پر جو تجکو ہے — کیونکہ کان جہل کے لائق تو ہے

گاؤ زرین بانگ زد آخر چہ گفت — کاحمقان را اینہمہ رغبت شگفت
گاؤ زریں نے یہ کیا آواز دی — احمقوں کو اس پہ کیوں رغبت ہوئی

زان عجب تر دیدہ از من بسے — لیک حق را کے پذیرد ہر خسے
مجھ سے دیکھا بس عجائب اس سے تر — کب کرے حق کو پذیرا ہر بشر

[1] اس قدر الخ ۲ شعر اس قدر صد ہا گرم و سرد نے اے مردہ دل تجھ سے وہم نہ کم کئے ایک گوسالہ کی آواز سنکر سجدے کئے اور کہا کہ میرا رب ہے وہ توہم تیرے بالکل بہہ گئے اور وہ خیال اب تیرے خواب ہو گئے تو اس سے بدگمان کیوں نہیں ہوا اور کیوں اسکے آگے سر جھکایا اور اسکے دھوکے کا کیوں نہیں خیال آیا کہ فساد سحر سے چال کرتا ہے کیا حقیقت ہے سامری کی کہ ایک خدا کو وہ یہاں تراشتا ہے یعنی روح موسیٰ ہے اور سامری نفس ہے اور وجود گوسالہ ہے کہ غافل دنیا باوجود کمالات روح کی اس سے منکر ہو کر اپنے گوسالہ تن کی پرستش بسبب دھوکا دینے نفس کے کرتے ہیں اور روح سے منکر رہتے ہیں چنانچہ باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ [2] کیوں الخ ۷ شعر تو خدائے گاؤ میں کیوں ایک دل ہوا اور سب مشکلوں سے کیوں معطل ہوا واسطے خدائی کے گاؤ لائق ہے از راہ جھوٹ کے اور نبوت میں میری تجھ کو خلاف ہے گاؤ کو سجدہ کیا از راہ خری کے اور عقل سحر سامری میں تسخیر ہوئی حق کے نور سے آنکھ چرائی تیری جہل و گمراہی ہے تیرے یقین و عقل پر تف ہے کیوں جہل کے کان کو تو لائق ہے گاؤ زمین نے فقط آواز دی احمقوں کو اسپر رغبت ہو گئی اس سے زیادہ عجائب مجھ سے دیکھے کب حق کو قبول کرتا ہے ہر ایک بشر باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

باطلاں راچہ رباید باطلی — عاطلان راچہ خوش آید عاطلی
زانکہ ہر جنسے رباید جنس خود — گاؤ سوئے شیر نرکے رو نہد
گرگ بر یوسف کجا عشق آورد — جز مگر از مکر تا اورا خورد
چوں ز گرگی وارہد محرم شود — چوں سگ کہف از بنی آدم شود
چوں محمدؐ را ابو بکرؓ نکو — دید صدقش گفت ھذا صادقا
چون ابوبکرؓ از محمد برد بو — گفت ھذا الیس وجہ کاذبا
چوں نہ بد بوجہل از اصحاب درد — دید صد شق القمر باور نکرد
دردمندی کش ز بام افتاد طشت — زو نہاں کردیم حق پنہاں نگشت
وانکہ او جاہل بد از دردش بعید — چند بنمودیم داد آنرا ندید
آئینۂ دل صاف باید تا درو — واشناسی صورت زشت از نکو

باطلوں کو کون کھینچے باطلی — عاطلوں کو کیا خوش آئے عاطلی
کیونکر کھینچے جنس کو بس جنس ہے — گاؤ کب جاتا ہے جانب شیر کے
گرگ بس یوسف پہ کیونکر عشق لائے — پر سوائے مکر تا کہ اسکو کھائے
گرگ پن سے جو چھٹے محرم بنے — جوں سگ کہف اک بنی آدم بنے
دیکھا جو بوبکر نے صدق نکو — مصطفےٰ کا بولا ھذا صادقا
پائی جو بوبکر نے احمد سے بو — بولا ھذا الیس وجہ کاذبا
جو نہ تھا بوجہل اہل درد سے — کب یقین شق القمر پر ہوا اسے
دردمند ایسا کہ وہ ظاہر ہوا — حق چھپایا ہم نے لیکن کھل گیا
اور وہ جاہل کہ درد اسکو نہ تھا — جسقدر دکھلایا نے اس کو دکھا
آئینہ ہو صاف دل کا اسمیں تا — صورت بد نیک سے جانے جدا

ترک کردن آں مرد ناصح پند آں مغرور خرس را

ترک کرنا اس مرد ناصح کا نصیحت کو اس مغرور ریچھ سے

آں مسلماں ترک آں ابلہ گرفت — زیر لب لاحول گویان رہ گرفت
گفت چوں از جد و پندوا ز جدال — در دل او بیش میراند خیال
پس رہ پند و نصیحت بستہ شد — امر اعرض عنھم پیوستہ شد
چوں دوایت می فزاید درد پس — قصہ بر طالب بگو برخواں عبس
چونکہ اعمیٰ طالب حق آمدہ است — بہر فقر او نشاید سینہ خست

ترک ابلہ کو مسلماں نے کیا — زیر لب لاحول کہتا چل دیا
بولا میری جہد و کوشش پند سے — بس خیال اسکے بہت دل میں بسے
راستہ پند و نصیحت کا رکا — امر اعرض عنھم وارد ہوا
ہوا دوا سے تجکو افزوں روگ جب — قصہ طالب سے کہو اور پڑھ عبس
حق کا طالب ایک اندھا آیا جو — فقر کی خاطر نہ دل خستہ کرو

لہ باطلوں کو الخ۔ اشعر باطلوں کو کون کھینچے باطل کیونکہ جنس کو جنس کھینچتی ہے اور کب گاؤ شیر کیطرف جاتا ہے گرگ کیونکر یوسف پر عشق لائے لیکن سوائے مکر کے کہ اسکو کھالے گرگ پن سے چھٹے اور محرم بنے مانند سگ کہف کے ایک بنی آدم بنے آگے مثال ہے دیکھا جو ابوبکر نے احمد سے جو سچائی تو کہا یہ ہنیں ہے منہ جھوٹ کہنے والا جو ابوجہل اہل درد سے نہ تھا کب شق القمر پر یقین اُسے ہوا ایسا دردمند کہ وہ ظاہر ہوا ہمنے حق تو چھپایا ولیکن ظاہر ہوگیا اور وہ جاہل کہ اسکو درد نہ تھا جسقدر اسکو دکھلایا مگر نہ دیکھا آئینہ صاف دل کا ہو کہ اسمیں صورت بدنیک سے جدا جانے یعنی جس کو حقیقت روح کی کھل گئی وہ اس کی طرف مثل ابوبکر صدیقؓ کے راغب ہوا اور جسکو نہ کھلی وہ مانند ابوجہل کے منکر ہوا پس درد دل میں چاہیئے کہ روح و نفس میں اسکو فرق معلوم ہو نہ مثل مرد مغرور ریچھ کے دربلا گرفتار ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ لہ ترک ابلہ الخ ہم شعر اس مسلمان نے مرد ابلہ کو چھوڑا جو زیر لب لاحول کہتا چلدیا اور کہا کہ میری بحث و کوشش و نصیحت سے اسکے دلمیں بہت خیال پیدا ہوئے راستہ پند و نصیحت کا بند ہوا اور حکم وارد ہوا کہ روگردانی کرو تم انسے تجکو دوا سے درد زیادہ ہو پس قصہ طالب سے کہو اور پڑھ عبس و تولی یعنی ترشرو کیا اپنے کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اور منھ پھیرا قصہ اسکا یہ ہے کہ ایک روز جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دعوت صناد ید قریش میں مشغول تھے کہ عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے آئے و عرض کی یا رسول اللہ مجھے تعلیم کرو جو کہ تعلیم کی اللہ نے تمکو بس حضرت انکے دخل در معقول ہونے سے ترشرو ہوئے کہ عبد اللہ باہر مایوس ہو کر چلے گئے کہ آیت مذکور حضور پر نازل ہوئی از بحر العلوم چنانچہ مولانا اسی قصہ کو آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ لہ حق کا طالب الخ ۵ شعر ایک نابینا حق کا طالب جو آیا واسطے فقر کے اسکو دل خستہ نہ کر تجھ کو امر اسکی تلقین کا خیال ہے تاکہ علم مجھ سے سیکھیں اہل قال اے احمد تو نے جانا کہ قوم شاہونکی سنکر خوش ہو کر شاید سرور ہوں دین کے اور خوش رہیں کہ عرب کے سردار و سردار ہیں تاکہ یہ شہرت پہونچے بصرہ اور تبوک کو کیونکہ آدمی او پر دین بادشاہ اپنے کے ہوتے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ عہ روگردانی کرو انسے ۱۲۔

توحریصی بر رشاد مهتران / تا بیاموزند علم از سروران
احمدا دیدی که قومے از ملوک / مستمع گشتند گفتے خوش که بوک
این رئیساں یار دین گردند خوش / بر عرب انبیا سرند و بر حبش
بگذرد این صیت از بصره تبوک / زانکه الناس علی دین الملوک
زین سبب از تو ضریر مهتدی / رو بگردانیدی و تنگ آمدی
کاندرین فرصت کم افتد این مناخ / تو زیارانی و وقت تو فراخ
مزدحم میگردیم در وقت تنگ / این نصیحت میکنم نے خشم و جنگ
احمدا نزد خدا این یک ضریر / بهتر از صد قیصرست و صد وزیر
یاد الناس معادن هین بیار / معدنی باشد فزون از صد هزار
معدن لعل و عقیق مکتبس / بهتراست از صد هزاران کان مس
احمدا اینجا ندارد مال سود / سینه باید پر ز عشق و درد و دود
اعمے روشن دل آمد در مبند / پند او را ده که حق اوست پند
گر دو سه ابله ترا منکر شوند / تلخ کے گردی چو هستی کان قند
گر دو سه احمق ترا تهمت نهد / حق برائے تو گواهی میدهد
گفت از اقرار عالم فارغم / آنکه حق باشد گواه او را چه غم
گر خفاشی را ز خورشیدی خوریست / آن دلیل آمد که او خورشید نیست
نفرت خفاشگان باشد دلیل / که منم خورشید تابان و جلیل

تجکو ہے امرا کی تسکین کا خیال / تاکہ سیکھیں علم تجھ سے اہل قال
جانا تو نے احمدا قوم شہان / خوش ہوئے سن کر کہ شاید سروران
یار ہووئیں دین کے اور خوش ہیں / کہ عرب کے سرور و سرور رہیں
پہونچے یہ آوازہ با بصرہ تبوک / کیونکہ الناس[ع] علی دین الملوک
اس[ل] سبب تجھ سے وہ اندھا ملتجی / پھر گیا بس تنگ ہوکر منہ ابھی
ایسا موقع کم یہ فرصت میں پڑے / تو ہے یارا در وقت تیرے ہیں بڑے
ہے ہجوم اب مجھ پہ اندر وقت تنگ / پند کرتا ہوں نہیں ہیں خشم و جنگ
احمدا اندھا یہ ہے پیش خدا / سو وزیر اور بادشاہوں سے بڑا
یاد الناس معادن کو تو کر / معدنی ہوتا ہے بہتر سب سے زر
لعل اور یاقوت کی بہتر ہے کان / بس ہزاران کان مس سے رکھ تو کان
احمدا[۲] رکھتا نہیں یاں مال سود / چاہیئے سینہ میں عشق درد و دود
آیا روشن دل ہے اندھا درد مند / پند کر اسکو کہ ہے حقدار پند
گر ہوں منکر تجھ سے ابلہ خود پسند / تلخ تو کب ہوکر ہے تو کان قند
تجھ پہ تہمت ایک دو احمق رکھے / حق گواہی دیوے تیرے واسطے
بولے کیا انکار عالم سے الم / جسکا حق ہووے گواہ کیا اسکو غم
نفع گر خفاش لے خورشید سے / ہے دلیل اسکی نہ وہ خورشید ہے
نفرت خفاشگاں ہووے دلیل / کہ میں ہوں خورشید تابان و جلیل

لے اس سبب سے الخ ۶ شعر اس سبب سے وہ اندھا ملتجی تجھ سے پھر گیا پس تنگ ہو کر فرصت میں ایسا موقع کم پڑے تو یار ہے اور وقت تیرا بڑا ہے تنگ وقت میں اب مجھ پر ہجوم ہے میں تجھے نصیحت کرتا ہوں غصہ نہیں ہوتا ہوں اے احمد یہ اندھا نزدیک خدا کے سو وزیر و بادشاہ سے بہتر ہے تو یاد کر کہ آدمی معدن ہے اور زر معدنی بہتر ہوتا ہے سب سے آگے مثال ہے لعل و یاقوت کی کان بہتر ہے ہزاروں کان مس سے تو کان رکھ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ے احمدا الخ ۷ شعر اے احمد یہاں مال فائدہ نہیں رکھتا ہے سینہ میں چاہیئے عشق و سوز و درد اندھا دردمند روشن دل آیا ہے اسکو نصیحت کر کہ حقدار نصیحت ہے اگر ابلہ خود پسند تجھ سے منکر ہوں تو تلخ کب ہو کہ وہ کان قند ہے ایک دو احمق تجھ پر تہمت حق واسطے تیرے گواہی دیوے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انکار عالم سے کیا الم ہے جس کا حق ہووے گواہ اس کو کیا غم ہے آگے مثال ہے اگر خفاش نفع خورشید سے لے اس کی دلیل ہے کہ وہ خورشید نہیں نفرت خفاش کی دلیل ہووے کہ میں خورشید تاباں ہوں دلیل دن کی یعنی حضرت نے فرمایا کہ انکار عالم سے مجھے رنج نہیں ہے کیونکہ جس خورشید سے خفاش کو نفع ہو وہ خورشید نہیں بلکہ وہ خورشید ہے کہ جس سے خفاش کو نفرت ہو پس منکروں کا انکار میرے واسطے بہتر ہے چنانچہ اس کی مثال دوسری آگے ہے فافہم ۱۲ ـ

عہ آدمی اوپر دین بادشاہ اپنے کے ہیں ۱۲ ـ

گر گلابے را جعل راغب شود — آں دلیل نا گلابے می بود
گر شود قلبے خریدار محک — در محکے اش در آید نقص و شک
دزد شب خواہد نہ روز ایں را بدان — شب نیم روزم کہ تابم در جہاں
فارقم فاروقم غربیل وار — تا کہ کاہ از من نمی یابد گذار
آرد را پیدا کنم من از سبوس — تا نمایم ایں نقوش ست آں نفوس
من چو میزان خدایم در جہاں — وا نمایم ہر سبک را از گراں
گاؤ را داند خدا گوسالۂ — خر خریدارے و در خور کالۂ
من نہ گاوم تا کہ گوسالہ ام خرد — من نہ خارم کاشترے از من چرد
او گمان دارد کہ بر من جور کرد — بلکہ از آئینہ من رو گفت گرد

کیڑا[۱] گوبر کا اگر چاہے گلاب — ہے دلیل اسکی نہ وہ خود ہے گلاب
کھوٹا زر چاہے کسوٹی کو اگر — ہے کسوٹی پن میں نقصان و ضرر
چور شب چاہے نہ دن تو اسکو جان — شب نہیں میں دن ہوں چمکاؤں جہاں
فرق میں کرتا ہوں چلنی کی مثال — بھوسی تا آٹے سے دیتا ہوں نکال
کردوں آٹے کو میں بھوسی سے عیاں — تا دکھاؤں نفس اور نقش جہاں
میں[۲] جہاں میں ہوں جو میزان خدا — میں کروں ہلکے کو بھاری سے جدا
جانتا گوسالہ رب ہے گاؤ کو — خر کو جانے جو خریدار اسکا ہو
میں نہیں ہوں گاؤ تا گوسالہ لے — خار نے ہوں اونٹ تا مجھکو چرے
وہ گمان رکھے ستم مجھ پر کیا — بلکہ آئینہ کیا میرا صفا

تملق دیوانہ با جالینوس و وہم کردن جالینوس

تملق کرنا دیوانہ کا جالینوس سے اور وہم کرنا جالینوس کا

گفت جالینوس با اصحاب خود — مر مرا تا آں فلاں دارو دہد
پس بدو گفت آں یکے کاے ذوفنون — ایں دوا خواہند از بہر جنون
دور از عقل تو ایں دیگر مگو — گفت در من کرد یک دیوانہ رو
ساعتے در روے من خوش بنگرید — چشم کم زد آستینے بر درید
گر نہ جنسیت بدی در من ازو — کے رخ آوردے بمن آں زشت خو

بولا[۳] جالینوس اپنے یار سے — وہ دوا لا جلد اور تو مجھکو دے
ایک نے اس سے کہا اے ذوفنون — یہ دوا ہے واسطے دفع جنون
دور تیری عقل سے مت کہہ یہ تو — بولا اک دیوانہ آیا میرے سو
ایک ساعت اس نے منہ دیکھا مرا — آنکھ ماری آستین کو شق کیا
جنسیت[۴] اس سے اگر مجھ میں نہ تھی — کیوں توجہ میری جانب اُسنے کی

۱ کیڑا الخ شعر اگر کیڑا گوبر کا گلاب چاہے اسکی دلیل ہے کہ وہ خود گلاب نہیں ہے اگر کھوٹا زر کسوٹی چاہے پس کسوٹی پن میں اسکے نقصان ہے اگر چور شب چاہے دن تو اس کو جان کہ میں شب نہیں دن ہوں کہ جہاں روشن کروں میں فرق کرنیوالا ہوں مانند چلنی کے کہ بھوسی آٹے سے جدا کردوں میں آٹے کو بھوسی سے ظاہر کردوں تا دکھاؤں نفس اور نقش جہاں کو یعنی دکھاؤں کہ دین حق و باطل کو علیحدہ علیحدہ کردیتا ہے اور اچھے و بُرے کو جدا جدا باقی حال آگے ہے فافہم ۲ میں جہاں میں الخ ہہ شعر میں جہاں میں میزان خدا ہوں میں کرتا ہوں ہلکے کو بھاری سے جدا آگے مثال ہے گوسالہ رب جانتا ہے گاؤ کو خر وہ جانے جو خریدار خر کا ہو میں گاؤ نہیں تا کہ گوسالہ مجھے لے میں خار نہیں ہوں کہ اونٹ مجھے چرے وہ گمان رکھتا ہے کہ اُس نے مجھ پر ستم کیا بلکہ میری آنکھ کو اس نے صفا کیا یعنی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں میزان ہوں ہلکے و بھاری کو جدا جدا کردیتا ہوں اس واسطے ناقص مجھ سے متنفر ہیں اور ناقص کو رغبت ناقص کے ساتھ ہوا کرتی ہے اور مجھ پر اسکا ستم باعث نفع ہے گو بظاہر وہ مجھ پر ستم کرتے ہیں جیسے دیوانہ جالینوس کے ساتھ تملق کرتا تھا چنانچہ قصہ اسکا آگے مثال میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۳ بولا جالینوس الخ ہہ شعر جالینوس نے اپنے یار سے کہا کہ وہ دوا لا جلد مجھے دے ایک نے اس سے کہا کہ اے دانا یہ دوا واسطے دفع جنون کے ہے دور تیری عقل سے یہ تو مت کہہ کہ ایک دیوانہ میری طرف آیا ایک ساعت اس نے میرا منہ دیکھا آنکھ ماری اور میری آستین چاڑی باقی حال آگے ہے فافہم ۴ جنسیت الخ ہہ شعر اگر جنسیت مجھ میں اس میں نہ تھی کیونکر توجہ اسنے میری طرف کی اگر مجھ کو جنس نہ پاتا وہ کب آتا و غیر جنس اپنے سے کب کوئی ملتا ہے آگے مثال ہے کہ دو شخص باہم ملیں گے مشبہ ان کے درمیان قدر اشتراک ہوتا ہے مرغ بغیر جنس اپنے کے کب اڑے صحبت ناجنس کی گور کے مانند ہے یعنی جالینوس نے دیوانہ کے لپٹنے سے خود کو دیوانہ جانا کہ بغیر جنسیت کے کوئی کسی سے کب مشترک ہوتا ہے چنانچہ اسکی مثال میں قصہ زاغ و لکلک کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گرندیدے جنس خود کے آمدے　کے بغیر جنس خود را بر زدے
چوں دو جنس بر ہم زنند بے ہیچ شک　در میان شان ہست قدر مشترک
کے پرد مرغے بجز با جنس خود　صحبت ناجنس گور ست و لحد

آتا کب گر جنس نے پایا مجھے　غیر جنس بنے سے کوئی کب ملے
جوکہ در باہم ملیں بے شبہ و شک　درمیان انکے ہے قدر مشترک
مرغ کب بے جنس اپنے کے اڑے　صحبت ناجنس مثل اک گور کے

سبب پریدن و چریدن مرغے کہ مرغ دیگر ہمجنس او نبود

سبب اڑنے و چرنے ایک مرغ کا ساتھ اس مرغ کے کہ وہ ہمجنس اسکا نہ تھا

آں حکیمے گفت دیدم در تگے　در بیابان زاغ را در لکلکے
در عجب ماندم بجستم حال شان　تا چہ قدر مشترک یابم نشان
چوں شدم نزدیک حیران دو زنگ　خود بدیدم ہر دو آں بودند لنگ
خاصہ شہبازی کہ او عرشی بود　با یکے جغدے کہ او فرشی بود
آں یکے خورشید علیین بود　دین یکے کرمے کہ بر سرگیں بود
آں یکے یوسف رخی عیسیٰ نفس　دین دگر کرمے و یا خر یا جرس
آں یکے پراں شدہ در لامکان　دین یکے در کاہ داں ہمچو سگان
آں یکے سلطان عالی مرتبت　دین یکے در گلخنے در تعزیت
آں یکے خلقے ز ادراکش خجل　دین دگر از بینوائی منفعل
آں یکے سرور شدہ ز اہل نہاں　دین دگر در خاک خواری لس نہاں
بلبلاں را جائے می زیبد چمن　مر جعل را در چمین خوشتر وطن
باز بان معنوی گل با جعل　ایں ہمی گوید کہ اے گندہ بغل
گر گریزانی ز گلشن بے گماں　ہست آں نفرت کمال گلستان

وہ حکیم اب بولا دیکھا میں نے ہے　ساتھ بھی جنگل میں لکلک زاغ کے
ہو کے حیران ڈھونڈھا انکے حال کو　انکی تا شرکت کا سبب معلوم ہو
جو گیا نزدیک میں حیران وہاں　دیکھا لنگڑا میں نے دونوں کو عیاں
خاص وہ شہباز کہ عرشی ہو وہ　ساتھ اک الو کے جو فرشی ہو وہ
ایک وہ خورشید علیین کا ہو　ایک یہ کیڑا کہ بس سرگین کا ہو
ایک وہ یوسف رخ و عیسیٰ نفس　ایک یہ کیڑا و یا خر یا خرس
ایک وہ کرتا ہے سیر لامکان　ایک یہ گھورے پہ ہے مثل سگاں
ایک وہ سلطان عالی مرتبا　ایک یہ گلخن میں باحال تبا
ایک وہ بخشش سے خلق اسکی خجل　ایک یہ افلاس سے ہے منفعل
ایک وہ ہے سرور اہل زمان　ایک یہ ہے گرد خواری میں نہاں
بلبلوں کو زیب دے ہے جائے چمن　آئے خوش کیڑوں کو گوبر کا وطن
پھول کیڑوں کو زبان حال سے　یہ کہے کہ اے نجاست کے بھرے
تو اگر گلشن سے بھاگے بیگماں　وہ تنفر ہے کمال گلستان

لے وہ حکیم الخ۔ اس حکیم نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے جنگل میں ساتھ زاغ کے لک لک بھی حیران ہو کر اُن کے حال کو ڈھونڈھا تا کہ انکی شرکت مجھے معلوم ہوئے جب کہ میں حیران انکے نزدیک گیا میں نے لنگڑا ان دونوں کو ظاہرا دیکھا آگے حقائق اسکے ہیں خاص کر وہ شہباز کہ عرشی ہو ساتھ ایک الو کے جو فرشی ہو یعنی روح کا ساتھ نفس امارہ کے شریک ہونا اس پیرایہ میں مولانا بیان فرماتے ہیں ایک کہ خورشید علیین کا ہو ایک کیڑا گوبر کا ایک وہ کہ یوسف و عیسیٰ نفس ہو ایک یہ کیڑا یا خر یا خرس ہو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ایک وہ کہ الخ یہ شعر ایک وہ کہ کرتا ہے سیر لامکاں کی ایک یہ گلخن پر باحال تباہ ہے ایک وہ کہ سلطان عالی مرتبہ ہے ایک یہ ہے کہ بخشش سے اسکی خلق خجل ہے ایک یہ کہ افلاس سے منفعل ہے ایک وہ کہ سردار ہے اہل زمانہ کا ایک یہ کہ گرد خواری میں پوشیدہ ہے چمن بلبلوں کو زیب دیتا ہے اور کیڑوں کو وطن گوبر کا خوش آتا ہے کیڑے کو زبان حال سے گل یہ کہے کہ اے نجاست کے بھرے اگر تو گلشن سے بیگمان بھاگے وہ تیرا تنفر کمال گلستان کا ہے یعنی نفس کو روح سے ملنا نقصان روح ہے اور نفس کا متنفر ہونا کمال روح ہے چنانچہ عارفوں کا نفس اُن کی روح سے بیزار رہتا ہے اور جس کا روح سے خوش ہو جان لو کہ روح اسکی ناقص ہے باقی آئندہ حال اس کے آگے ہے فافہم ۱۲۔

غیرت من بر سر تو دور باش ... میزند کاے خس ازینجا دور باش
در بیامیزی تو با من اے دنی ... ایں گماں آید که از کان منی
گر در آمیز و زنقصان من است ... زانکه پندارند که زان من است
گر در آمیز و بمن آں زہرناک ... ہوش دور یا باشد و ماہی و خاک
حق مرا چوں از پلیدی پاکداشت ... چوں سزد بر من پلیدے را گماشت
یک رگم از ایشاں بدو آں زاید بلید ... در من آں بد رگ کجا خواہد رسید
یک نشان آدم آں بود از ازل ... که ملا یک سر نہندش از محل
یک نشان دیگراں که آں بلیس ... نہندش سر که منم شاہ و رئیس
پس اگر ابلیس ہم ساجد شود ... او نبودے آدم او غیرے بود
ہم سجود ہر ملک میزان اوست ... ہم جحود آں عدو برہان اوست
ہم گواه اوست اقرار ملک ... ہم گواه اوست کفران سگک
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد ... تا چه کرد آں خرس با آں شیر مرد

میری غیرت مارے چوب دور باش ... سر پہ تیرے کہ ہو دور اے بد معاش
اور اگر مجھ سے ملے تو اُن کے ... یہ گمان ہو کہ مرا ہم جنس ہے
گر ملے تو مجھ سے ہے نقصان مرا ... کیونکہ جانے ملک تو میرا ہوا
مجھ سے گر آکر ملے وہ زہرناک ... ہوش دور یا ہووے اور مچھلی و خاک
پاک حق نے جو پلیدی سے کیا ... پس پلیدی کیسی مجھ پر ہو روا
مجھ میں اک رگ انکی تھی وہ کاٹ دی ... کیسے بد رگ مجھ میں اب وہ آئیگی
اک نشان آدم کا تھا وہ جان لے ... کہ فرشتے سجدہ کرتے تھے اسے
اک نشان تھا اور وہ کہ وہ بلیس ... نے کیا سجدہ کہ میں خود ہوں رئیس
کرتا گر ابلیس بھی سجدہ اسے ... وہ نہ آدم ہوتا ہوتا غیر سے
اسکے ہر سجدہ ملک میزان ہے ... اسکی انکار عدو برہان ہے
ہم گواہ اسکا ہے اقرار ملک ... ہم گواہ اسکا ہے اس کافر کا شک
لوٹ تو بے انتہا یہ بات ہے ... کیا کیا پھر مرد سے اس ریچھ نے

تتمہ قصۂ آں مرد مغرور بر وفائے خرس

باقی قصہ اُس مرد کا مغرور او پر وفا ریچھ کے تھا

شخص خفت و خرس میراندش مگس ... وز ستیز آمد مگس زو باز پس
چند بارش راند از روے جواں ... آں مگس پس باز می آید دواں

مرد سویا ریچھ جھلتا مکھیاں ... ضد سے مکھی بار بار آتی وہاں
چند بار اسکو اڑایا ریچھ نے ... پھر وہ منھ پر آکے بیٹھی مرد کے

۱۱ میری غیرت الخ ۲ شعر میری غیرت چوب دور باش مارے تیرے سر پر کہ اے بد معاش تو دور ہو اور اگر تو مجھ سے آن کر ملے یہ گمان ہو کہ مرا ہمجنس ہے اگر مجھ سے آن کر ملے نقصان ہے کیونکہ جانے تو کہ میرا ملک ہوا اگر مجھ سے ملے وہ زہرناک ہوش و دریا ہووے اور مچھلی و خاک حق نے پاک جو پلیدی سے کیا پس پلیدی مجھ پر کیسے روا ہو مجھ میں اک رگ اُن کی تھی وہ کاٹ ڈالی بد رگ اب کیسے مجھ میں آ ملے گی یعنی روح کہتی ہے کہ اگر نفس مجھ سے آکے ملے اسکو نقصان ہے جیسے موش کو آب میں اور مچھلی کو خاک میں اور جو مجھ میں اشتراک نفس سے ایک رگ پلیدی دنیا کی تھی وہ میں نے کاٹ ڈالی کہ تا مجھ میں نہ آسکے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۱۲ اک نشان الخ ۲ شعر اک نشان وہ آدم کا تھا تو جان لے کہ فرشتے اسے سجدہ کرتے تھے ایک نشان اور وہ تھا کہ ابلیس نے سجدہ نہ کیا کہ میں خود رئیس ہوں یعنی آدم میں ایک نشان عقل کا تھا کہ اس جنسیت سے فرشتوں نے انہیں سجدہ کیا اور دوسرا نشان یہ کہ خودی نہ رکھتے تھے کہ اس سبب شیطان متنفر ہوا اگر ابلیس بھی سجدہ کرتا آدم نہ ہوتا غیر سے ہوتا ہر ایک سجدہ ملک میزان اس کی ہے انکار عدو برہان اس کی ہے اقرار ملک کا بھی گواہ اسکا ہے اور رشک کا بھی گواہ اسکا ہے تو لوٹ یہ باب بے انتہا ہے کہہ کہ کیا کیا اس مرد ریچھ نے یعنی جس روح میں جنسیت نفس امارہ کی ہے نفس اس سے رغبت رکھتا ہے اور جس میں نہیں ہے نفس اس سے بیزار ہے پس شیر مرد کا ریچھ سے ملنا خالی جنسیت سے نہیں چنانچہ باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۱۳ مرد سویا الخ ۲ شعر شیر مرد سویا اور ریچھ مکھیاں جھلتا تھا اور ضد سے مکھی بار بار آتی تھی ریچھ نے چند بار اسکو اڑایا پھر وہ منھ پر مرد کے آکر بیٹھی ریچھ مکھی پر غصہ ہوکر گیا اور کوہ پر سے ایک پتھر اٹھا کر لایا پس مکھی وہاں پر بیٹھی تھی دیکھا کہ منہ پر اس خفتہ کے مکان رکھتی ہے اس پتھر کو مکھی پہ اٹھا کر مارا کہ مکھی اسمیں فنا ہو پتھر نے منھ کو پارہ پارہ کر دیا اس مثل کو عالم میں مشہور کیا لہٰذا دوستی احمق کی وبال جان ہے آگے حقائق ہیں فافہم ۱۲ -

خشمگین شد با مگس خرس و برفت — برگرفت از کوہ سنگے سخت زفت
سنگ آورد و مگس را دید باز — بر رخ خفتہ گرفتہ جائے ساز
برگرفت آں آسیا سنگ و بزد — بر مگس تا آں مگس واپس خزد
سنگ روئے خفتہ را خشخاش کرد — ویں مثل بر جملہ عالم فاش کرد
مہر ابلہ مہر خرس آمد یقین — کیں او مہر است و مہر او کین
عہد او سست است و ویران و ضعیف — گفت او زفت و وفائے او نحیف
گر خورد سوگند ہم باور مکن — بشکند سوگند مرد کژ سخن
چونکہ بے سوگند گفتش بد دروغ — تو میفت از مکر سوگندش بدوغ
نفس او میر است و عقل او اسیر — صد ہزاراں مصحفش خود خوردہ گیر
چونکہ بے سوگند پیمان بشکند — گر خورد سوگند او بد تر کند
زانکہ نفس آشفتہ تر گردد ازاں — کہ کنی بندش بہ زنجیر گراں
چوں اسیری بند بر حاکم نہد — حاکم آں را بدرد بیروں جہد
بر سرش کوبد ز خشم آں بند را — میزند بر روئے او سوگند را
تو ز اوفوا بالعقود دست شو — احفظوا ایمانکم با او مگو
ہر کہ او گوید بر نزد ما دروغ — در نگیر و گفت سوگندش فروغ
وانکہ داند عہد ہا کہ می کند — تن کند چوں تار و گرد او تند

غصہ ہو کر ریچھ مکھی پر گیا — کوہ پر سے لایا پتھر وہ اٹھا
لایا پتھر دیکھی مکھی پھر وہاں — منہ پر اس خفتہ کے رکھتی ہے مکاں
مارا اس پتھر کو مکھی پر اٹھا — تاکہ مکھی اس کے اندر ہو فنا
پارہ پارہ منہ کو پتھر نے کیا — اس مثل کو فاش عالم پہ کیا
مہر ابلہ[۱] مہر ریچھ اک ہے یقین — کینہ اسکا مہر و مہر اسکی ہے کین
عہد اس کا سست ہے اور ہے ضعیف — ہے قوی قول اور وفا اسکی نحیف
گر قسم کھائے تو مت کر اعتبار — لاف گو توڑے قسم کو ایک بار
بے قسم اس نے کہا جو جھوٹ تھا — تو قسم سن کر نہ لے سر پر بلا
نفس اسکا حاکم عقل اسکی اسیر — سیکڑوں قرآن وہ کھائے ہے شریر
بے قسم کھائے وہ پیمان توڑ دے — گر قسم کھائے تو وہ بد تر کرے
کیونکہ نفس اس سے زیادہ ہو خفا — بند بھاری میں اسے رکھے پھنسا
جیسے[۲] قیدی قید حاکم پر رکھے — حاکم اسکو توڑے اور جلدی چھٹے
سر پہ مارے خشم سے اس بند کو — مارے منہ پہ اسکے وہ سوگند کو
ہاتھ اوفوا بالعقودش سے تو دھو — احفظوا ایمانکم کو مت کہو
جو وہ کہتا ہے میں جانوں تو دروغ — کس طرح اسکی قسم پائے فروغ
جانے وہ کہ عہد کرتا کس سے ہے — نارسا تن کو کرے اس پر تنے

[۱] محبت احمق کی محبت ریچھ کی ہے اور کینہ اس کا محبت اور محبت اس کی کینہ ہے اقرار اس کا سست وضعیف ہے قول قوی اور وفا اس کی نحیف ہے اگر وہ قسم کھائے تو اس کا اعتبار نہ کر خلاف کر قسم کو ایک بار توڑے بے قسم اس نے جو جھوٹ کہا تھا تو مکرر قسم سے بلا میں مت پڑ کیونکہ نفس اس کا حاکم اور عقل اس کی اسیر ہے سیکڑوں قرآن سر پہ اٹھاتا ہے بغیر قسم کھائے کے وہ پیمان توڑتا ہے اگر قسم کھائے تو بدتر کرتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ خفا ہووے اور بھاری قید میں اسے پھانسے یعنی احمق کا فعل ریچھ کا ہے کہ جو عہد کرتا ہے توڑتا ہے کیونکہ اس کا نفس طالب ہے اگر قسم کھا کر بدعہدی کرے تو اور رسوا برا کرے پس بدعہد کی قسم کا کیا اعتبار ہے اگر قسم کھا کر وہ وہ عہد کرے تو نفس اسکو زیادہ قید میں پھنسائے چنانچہ اس کی مثال آگے ہے فافہم ۱۲۔ [۲] جیسے الخ ۵ شعر جیسے ایک قیدی حاکم پر قید رکھے اور حاکم اس قید کو جلد توڑ ڈالے اور اس قید کو اس کے سر پر مارے اسی طرح اسی طرح نفس اس قسم کو اس کے منہ پر مارے اور کہے کہ چھوڑ اوفوا بالعقود کو یعنی وفا کرو تم عہد کی اور مت کہو احفظوا ایمانکم کو یعنی نگاہ رکھو تم قسموں کو اپنی جو وہ احمق کہتا ہے میں دروغ جانتا ہوں اس کی قسم پھر کس طرح فروغ پائے پس یہ بات وہ شخص جانتا ہے کہ عہد کس سے کرتا ہے اور تار کے مانند اپنا جسم اس پر تنتا ہے یعنی عارف کو چاہیئے کہ جو مرشد سے عہد کرے تو اس کے ایفائے عہد میں کوشش کرے اور خود کو ریاضت سے مانند تار کے کرے و لیکن بدعہدی نہ کرے کہ آفت و وبال اس کا نہ آئے جیسے ایک اصحاب نبی کا بسبب گستاخی کے آفت بیماری میں پڑا اور حضور نے اسکی عیادت کو جا کر اس بلا سے نجات دی چنانچہ وہ قصہ آگے مثال میں بیان فرماتے ہیں۔

رفتن رسول خدا بعیادت صحابی رنجور و فائدہ آں

جانا حضرت رسول خدا کا واسطے عیادت بیمار صحابی کے اور فائدہ اسکا

از صحابہ خواجہ بیمار شد / و اندراں بیماری او چوں تار شد
مصطفیٰ آمد عیادت سوے او / چوں ہمہ لطف و کرم بد خوے او
در عیادت رفتن تو فائدہ است / فائدہ آں باز با تو عائد است
فائدہ اول کہ آں شخص علیل / بو کہ قطبے باشد و شاہ جلیل
چوں تو چشم دل نداری اے عنود / کہ نمیدانی تو ہیزم را ز عود
چونکہ گنجے ہست در عالم مرنج / ہیچ ویران را مدان خالی ز گنج
قصد ہر درویش میکن از گزاف / چوں نشان یابی بجد میکن طواف
چوں ترا آں چشم باطن بیں نبود / گنج می پندار اندر ہر وجود
ور نباشد قطب یار رہ بود / شہ نباشد فارس اسپہ بود
پس صلہ یاراں رہ لازم شمار / ہر کہ باشد گر پیادہ در سوار
ور عدو باشد ہم ایں احسان نکوست / کہ باحسان بس عدو گشتست دوست
ور نگردد دوست کینش کم شود / زانکہ احسان کینہ را مرہم شود
بس فوائد ہست غیر ایں ولیک / از درازی خائفم اے یار نیک
حاصل ایں آمد کہ یار جمع باش / ہمچو بت گر از حجر یارے تراش

اک[1] ہوئے بیمار اصحاب نبی / تن ہوا مانند تار ان کا سبھی
مصطفیٰ انکی عیادت کو گئے / جو کہ تھا لطف و کرم عادات سے
بس عیادت میں ہے تجکو فائدہ / فائدہ تجہ پر پھرے ہے قاعدہ
فائدہ اول کہ وہ شخص علیل / ہووے شاید قطب اور شاہ جلیل
جو نہیں تو چشم باطن کور رکھے / کہ نہیں جانے تو لکڑی عود سے
گنج ہے عالم میں کچھ مت کر تو رنج / رکھتا ہے ہر ایک بس ویرانہ گنج
ڈھونڈھ ہر درویش کو تو جا بجا / جب پتا پائے تو کوشش کرکے جا
چشم باطن ہی نہیں ہے جو تجھے / جان تو ہر جسم میں اک گنج ہے
گر نہ[2] ہووے قطب رہ کا یار ہو / شہ نہووے گر تو شہ اسوار ہو
سالکان راہ سے تیار ہو / کوئی ہو پیادہ ہو یا اسوار ہو
گر ہو دشمن بھی تو یہ احسان کر / دوست ہو احسان سے دشمن بتر
گر نہووے دوست تو کینہ ہو کم / کیونکہ احسان کینہ کا مرہم اتم
فائدے اسکے سوا از بس ہیں لیک / طول سے ڈرتا ہوں میں ای یار نیک
ہے یہ حاصل جمع کا ہو یار باش / مثل بت گر یار پتھر سے تراش

[1] اک ہوے الخ ۸ شعر ایک اصحاب نبی بیمار ہوے اور ان کا بدن مثل تار کے ہوا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انکی عیادت کو گئے جو کہ لطف و کرم عادت سے تھا آگے اسکے حقائق ہیں تجکو عیادت میں بہت فائدہ ہے اور فائدہ تجہ پر پھرے یہ قاعدہ ہے فائدہ اول یہ ہے کہ وہ شخص بیمار شاید قطب و بزرگ ہو تو چشم باطن جو نہیں رکھتا ہے کہ لکڑی کو عود سے نہیں جانتا ہے کیونکہ گنج عالم میں ہے اور تو رنج مت کر کہ ہر ایک ویرانہ گنج رکھتا ہے تو ڈھونڈھ ہر ایک درویش کو جا بجا اور کوشش کر کے جا جب تو پتا پائے جو تجھے چشم باطن میں نہیں ہے ہر جسم میں تو ایک گنج جان یعنی اولیا اللہ جسم انسانوں میں پوشیدہ ہیں پس تو ہر فرد بشر پر گمان اولیا کا رکھ کہ تا تجھے اولیا اللہ ملے ورنہ بسبب غفلت و بے تعظیمی کے مواخذہ گستاخی میں تو پڑے پس بہر کیف ساتھ ہر ایک کے بہ تواضع و مدارات پیش آ کہ نفع ہے چنانچہ باقی اسکا حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] گر نہ ہووے الخ ۷ شعر اگر قطب نہ ہووے راہ کا یار ہووے اگر شاہ نہووے شاہ کا پیادہ ہووے سالکان راہ سے تو ملتا رہ کوئی ہو سوار یا پیادہ ہو یعنی تو ہر ایک سے ملتا رہ خواہ وہ کامل ہو یا ناقص ہو اگر دشمن بھی ہووے تو اس سے بھی یہ احسان کر کہ وہ دوست ہووے احسان سے اگر دوست نہ ہووے تو کینہ کم ہو کیونکہ احسان مرہم ہے کینہ کا اور فائدے اس سے از بس سوا ہیں لیکن میں ڈرتا ہوں طول سے حاصل یہ ہے کہ تو جمع کا یار رہ اور بت گر کے مانند پتھر کے یار تراش کیونکہ جرگہ اور انبوہ قافلہ رہزنوں کو بھگاتا ہے راہ سے یعنی تو مرشد کو اختیار کر کہ عوائق نفسانی و خطرات سے بچے رہو کیونکہ صحبت اولیا صحبت حق ہے چنانچہ اس صحبت کا حال آگے قصہ موسیٰ میں بیان فرماتے ہیں۔

زانکہ ابوہے وجمع کاروان	رہزناں را بشکنند پشت سناں	کیونکہ جرگہ اور ہجوم کارواں	رہزنوں کو کرتا ہے بس بے نشاں

وحی کردن حقتعالے بموسیٰ کہ چرا لعیادت من نیامدی

وحی بھیجنا حقتعالے کا موسیٰ پر کہ کسواسطے ہماری عیادتکو نہ آیا

آمد از حق سوے موسیٰ این عتیب	کاے طلوع ماہ دیدہ تو ز جیب
مشرقت کردم ز نور ایزدی	من حقم رنجور گشتم نامدی
گفت سبحانا تو پاکی از زیان	این چہ رمز است این بکن یارب بیان
باز فرمودش کہ در رنجوریم	چون نہ پرسیدی تو از روے کرم
گفت یارب نیست نقصانے ترا	عقل گم شد این گرہ را برگشا
گفت آرے بندہ خاص گزین	گشت رنجور او منم نیکش ببین
ہست معذوریش معذوری من	ہست رنجوریش رنجوری من
ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا	او نشیند در حضور اولیا
از حضور اولیا گر بگسلے	تو ہلاکی زانکہ جزوی نہ کلی
ہر کرا دیو از کریمان وابرد	بے کسش یابد سرش را وابرد
یک بدست از جمع رفتن یک زمان	مکر شیطان باشد این نیکو بدان

سوئے موسیٰ حق سے یہ آیا عتیب	ای طلوع ماہ دیکھا نور جیب
نور یزداں سے تجھے مشرق کیا	تو نہ آیا میں خدا بیمار تھا
بولا اے حق تو زیاں سے پاک ہے	رمز یہ کیا ہے تو کہدے اب مجھے
پھر کہا کہ میں ہوا بیمار تھا	پوچھنا میرا نہ کیوں تو نے کیا
بولا یارب تجکو کب نقصان ہے	عقل گم ہے بھید اسکا کھولدے
بولا سچ ہے خاص بندہ اک مرا	ہوگیا بیمار وہ میں ہی تو تھا
اسکی معذوری ہے معذوری مری	اسکی رنجوری ہے رنجوری مری
ہمنشینی چاہے جو اللہ سے	اولیا کی وہ حضوری میں رہے
گر نہ ہو تو اولیا کا ہم نشین	تو مٹے گا کیونکہ جزو ہے کل نہیں
دیو لیجاے کریموں سے جسے	بیکس اسکو پاکے اور جان اسکی لے
جانا ایک بالشت جرگہ سے جسے	مگر شیطان اسکو ہووے خوب جان

جدا کردن باغبان صوفی و فقیہ و علوی را از ہم

جدا کرنا باغبان کا صوفی و فقیہ و شریف کو آپس سے

باغبانے چوں نظر در باغ کرد	دید چوں دزداں بباغ خود سہ مرد	باغباں نے باغ میں جو کی نظر	دیکھے اسنے تین چور اس جاے پر

لہ سوے موسیٰ الخ، شعر موسیٰ کی جانب حق کی طرف سے یہ عتاب آیا کہ اے طلوع ماہ تو نے نور جیب سے دیکھا نور حق نے تجکو مشرق کیا میں خدا بیمار تھا اور تو بیمار پرسی کے لئے نہ آیا موسیٰ نے کہا کہ اے خدا تو زبان سے پاک ہے اس میں کیا رمز ہے تو مجھ سے کہدے پھر حقتعالی نے کہا میں بیمار ہوا تھا تو میرے پوچھنے کو کیوں نہیں آیا کہا یارب کب تجکو نقصان ہے عقل میری گم ہے اسکا بھید کھول دے حق نے کہا یہ سچ ہے میرا ایک خاص بندہ بیمار ہوگیا وہ میں ہی تو تھا اسکی معذوری میری معذوری ہے اسکی رنجوری میری رنجوری ہے یعنی خاصان حق حق ہیں چنانچہ اس کے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سے ہمنشینی الخ ۸ شعر جو کوئی ہمنشینی چاہے اللہ سے وہ اولیا کی حضوری میں رہے اگر تو اولیا کا ہمنشین نہ ہو تو ہلاک ہو کیونکہ تو جزو ہے کل نہیں ہے یعنی تو ابھی قطرہ ہے اور اپنے دریا میں واصل نہیں ہوا ہے پس دیو جس کو کریموں یعنی مرشد سے لے جائے اسکو بے کس و ناچار پائے اور اس کی جان لے اور ایک بالشت جرگہ سے جانا ایک ساعت وہ مکر شیطان ہے تو خوب جان لے یعنی حضوری مرشد سے دم بھر علیحدہ ہونا شیطان کا فریب جان کہ وہ تجکو بلا میں پھانسے گا پس اس حضوری مرشد سے مراد حضوری ظاہر ویا حضوری باطن ہے کہ ہیبت مرشد شیطان کو نہیں چھوڑتی اور جو کوئی مرشد سے ظاہر و باطن علیحدہ ہوا اسکو دیو نے بلا میں پھانسا جیسے ایک باغبان نے تین چوروں کو مارا چنانچہ اسکا قصہ آگے مثال میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سے باغبان الخ ۵ شعر باغ میں جو ایک باغبان نے نظر کی تین چور اس نے ایک جا دیکھے ایک صوفی اور ایک فقیہ و ایک شریف اور ہر ایک شوخ اور فضول اور خفیف کہا کہ ان سب سے مجکو حجت ہے لیکن جمع ہیں اور جمع رحمت ہے کیونکہ اب میں ان تینوں پر غالب آؤں پہلے ایک ایک نفر کو جدا کردوں جبکہ تنہائی ہو تو اسکو سزا دوں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

یک فقیه و یک شریف و صوفیی
هر یکی شوخی فضولی بوجیی
گفت با اینها مرا صد حجت است
لیک جمع اند و جماعت رحمت است
بر نیایم یک تنه با سه نفر
پس ببرم شان نخست از یکدگر
هر یکی را من بسوی افگنم
چونکه تنهاشان کنم سر بر کنم
حیله کرد و کرد صوفی را براه
تا کند یارانش را با او تباه
گفت صوفی را برو سوی وثاق
یک گلیم آور برای این رفاق
رفت صوفی گفت خلوت با دو یار
تو فقیهی وین شریف نامدار
ما بفتوائے تو نانے می خوریم
ما بپر دانش تو می پریم
وین دگر شهزاده و سلطان ماست
سید است از خاندان مصطفاست
کیست آن صوفی شکم خوار خسیس
تا بود با چون شما شاهان جلیس
چون بیاید مر ورا پنبه کنید
هفته بر باغ و راغ من تنید
باغ چه بود جان من آن شماست
ای شما بوده مرا چون چشم راست
وسوسه کرد و مر ایشان را فریفت
آه کز یاران نمی باید شکیفت
چون بره کردند صوفی را و رفت
خصم شد اندر پیش با چوب زفت
گفت ای سگ صوفی کو از ستیز
اندر آیید باغ مردم تیز تیز
این جنیدت ره نمود و بایزید
از کدامے شیخ و پیرت این رسید
کوفت صوفی را چو تنها یافتش
نیم کشتش کرد و سر بشگافتش
گفت صوفی آن من بگذشت لیک
ای رفیقان پاس خود دارید نیک
مر مرا اغیار دانستید هان
نیستم اغیار تر زین قلتبان

ایک صوفی ایک فقیہ اور اک شریف
تھا ہر اک شوخ اور فضول اور کثیف
بولا ان سب سے ہی سو حجت مجھے
پر ہیں جمع جمع رحمت آئی ہے
کیونکر اک ہی آؤں غالب تین پر
پہلے کر دوں میں جدا اک اک نفر
میں ہر اک کو ہر طرف بھیجوں جدا
جبکہ تنہا ہو تو اس کو دوں سزا
حیلہ[1] کر کے بھیجا صوفی کو براہ
تا کرے یاروں کو ساتھ اسکے تباہ
بولا صوفی کو کہ جا چوپال سے
لا تو کمل ان رفیقوں کے لئے
جو گیا صوفی کہا دو یار سے
تو فقیہ اور یہ شریف اک مرد ہے
ہم ترے فتوے سے روٹی کھاتے ہیں
عقل کے پر سے تیرے ہم اڑتے ہیں
دوسرا شہزادہ اور سلطان مرا
اور سید خاندان مصطفیٰ
کون وہ صوفی ہے خوار اک بھک منگا
تا کہ ساتھی ہووے تم سے شاہ کا
جو وہ آئے اس کے تم حامی نہ ہو
ایک ہفتہ باغ میں میرے رہو
باغ کیا یہ جان تمہاری ملک ہے
تم مجھے ہو مثل سیدھی آنکھ کے
دھوکا[2] دیکر ان کو مائل کر لیا
آہ یاروں سے نہ ہو تو بس جدا
بھیجا صوفی کو جو واں اور وہ گیا
باغباں لے سونٹا پیچھے سے چلا
بولا اے سگ تو نہ صوفی ظلم سے
باغ میں لوگوں کے آئے کس لئے
یہ جنید و بایزید پیر نے
رہ بتائی یا ملی کس پیر سے
مارا صوفی کو جو وہ تنہا ملا
توڑا سر اور کر دیا بس ادھ مرا
بولا صوفی وقت گزرا میرا پر
اے رفیقو تم رکھو اپنی خبر
جانا اک اغیار تم نے اب مجھے
میں نہیں ہوں غیر تر اس مرد سے

[1] حیلہ کر کے الخ یہ شعر صوفی کو حیلہ کر کے راہ پر بھیجا تاکہ یاروں کو اس کے ساتھ تباہ کرے صوفی سے کہا کہ جا چوپال میں سے کمل تو لا ان رفیقوں کے لئے جب کہ صوفی گیا دونوں یار رہے تو فقیہ سے کہا کہ تو مرد شریف ہے ہم تیرے فتوے سے روٹی کھاتے ہیں اور تیری عقل پر سے ہم اڑتے ہیں دوسرا شہزادہ اور سلطان میرا ہے اور سید خاندان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے صوفی کون ہے ایک خوار بھک منگا جلیس وہ تم سے شاہ کا ہو وے اگر وہ آئے تم اس کے حامی مت ہو اور ایک ہفتہ باغ میں میرے تم رہو باغ کیا چیز ہے یہ جان تمہاری ملک ہے تم مجھ کو مانند سیدھی آنکھ کے بجائے باقی اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ —

[2] دھوکا الخ یہ شعر ان کو دھوکا دے کر اپنا مائل کر لیا افسوس کہ تو اپنے یاروں سے جدا نہ ہو جو وہاں صوفی کو بھیجا اور وہ گیا تو باغبان سونٹا لے کر پیچھے سے چلا اور کہا کہ اے سگ تو صوفی نہیں ہے ظلم سے باغ میں لوگوں کے آتا ہے یہ جنید اور بایزید سے تجھ کو راہ ملی جبکہ وہ تنہا ملا تو صوفی کو مارا اور سر توڑا اور ادھ مرا کر دیا صوفی نے کہا میرا وقت گزرا لیکن اے رفیقو تم اپنی خبر رکھو تم نے مجھ کو ایک اغیار جانا میں اس مرد سے اغیار سوا نہیں ہوں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ —

آنچہ خوردم من شمارا خوردنی است
رفت برمن بر شما ہم رفتنی است

ایں جہاں کوہست گفت و گوے تو
چوں ز صوفی گشت فارغ باغبان

کاے شریف من برو سوے وثاق
بردر خانہ بگو قیما زرا

چوں بره کردش بگفت اے مرد دین
او شریفے می کند دعوے سرد

برزن و بر فعل زن دل می نہید
خویشتن را بر علیؓ و بر نبیؐ

ہر کہ باشد از زنا و زانیاں
ہر کہ برگردد سرش از چرخہا

آنچہ گفت آں باغبان بوالفضول
گر نبودے او نتیجہ مرتداں

خواند افسونہا شنید آں از فقیہ

ہم چنیں ضربت سزاے ہر دنی است
ایں چنیں غصہ شمارا خوردنی است

از صدا ہم بازآید سوے تو
یک بہانہ کرد زاں پس جنس آں

کز بہر چاشت پختستم رقاق
تا بیارد آں رقاق و قاز را

تو فقیہے ظاہر است ایں و یقین
مادر او را کہ داند تا چہ کرد

عقل ناقص و انگہانی اعتمید
بستہ است اندر زمانہ ہر غبی

ایں برد ظن در حق ربانیاں
ہمچو خود گردندہ بیند خانہ را

حال او بد دور زاولاد رسولؐ
کے چنیں گفتے براے خانداں

در پیش رفت آں ستمگار سفیہ

میں نے جو کھایا تمھیں کھانا پڑا
مجھ پہ گزرا اب گزرنا تم پہ ہے
یہ جہاں ہے کوہ تیری گفتگو
جو ہوا صوفی سے فارغ باغباں
اٹھ اے شریف اب جا طرف چوپال کے
در پہ جا نوکر سے میرے تم کہو
جو گیا وہ تب کہا اے مرد دین
ہے شریفی کے یہ لائق مدعی
عورتوں کے فعل پہ تجکو یقین
خود کو اولاد علیؓ آل نبیؐ
جو کہ زانی اور زنا سے ہوتا ہے
جیسے چرخی پہ کسی کا سر پھرے
باغباں نے جو کہا از رہ فضول
گر نہ ہوتا وہ نتیجہ مرتداں
پس فقیہ نے وہ فسوں اسکا سنا

ایسا ٹپنا ہے کمینے کی سزا
ایسا غصہ اب تمھیں کھانا پڑے
جوں صدا یہ پھر کے آئے تیرے سو
پھر بہانہ اک کیا دونوں سے واں
روٹی پکی ہے تمہارے واسطے
تا کہ وہ لا دیوے روٹی گوشت کو
ہے تو عالم یہ ہے ظاہر اور یقین
اسکی ماں کا فعل کیا جانے کوئی
عقل ناقص اعتماد اس پہ کہیں
ہر زمانے میں ہو جانے ہر غبی
یہ گمان ربانیوں پہ کرتا ہے
اسطرح سے اسکا سارا گھر پھرے
حال وہ اسکا تھا نہ آل رسول
ایسا کب کہتا وہ بہر خانداں
وہ ستمگر اسکے پیچھے دان گیا

لے میں نے الخ یہ شعر میں نے جو کھایا ہے اب تمہیں کھانا پڑا ایسی مار کھانا کمینہ کی سزا ہے مجھ پر جو گزرا ہے تم پر گزرنا ہے ایسا غصہ اب تمکو کھانا پڑے گا آگے اس کے حقائق ہیں یہ جہاں کوہ ہے اور تیری گفتگو مانند صدا کے پھر کر تیری جانب آتی ہے یعنی جو دوسرے پر کریگا وہی اسپر لوٹ کر آئیگا بقول چاہ کن را چاہ در پیش جبکہ باغبان صوفی سے فارغ ہوا پھر ان دونوں سے وہاں بہانہ کیا باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ —
لے اے شریف الخ یہ شعر اے شریف چوپال کی طرف جا کہ روٹی تمہارے کھانے کے لئے پکی ہے تو میرے دروازے پہ جاکر نوکر سے کہہ کر وہ گوشت روٹی لادے جبکہ وہ گیا تب کہا اے مرد دین تو فقیہ ظاہر ہے اور یہ مدعی شریفی کے لائق نہیں ہے اس کی ماں کا فعل کوئی کیا جانے عورتوں کے فعل پر تجکو یقین ہے عقل ناقص اعتماد اس پر کہیں کرتی ہے خود کو اولاد علی و آل نبیؐ ہر زمانہ میں جانتا ہے ہر ایک غبی آگے حقائق ہیں جو کوئی زانی اور زنا سے ہوتا ہے یہ گمان بد ربانیوں پر کرتا ہے یعنی جو شخص حرامی بچہ ہوتا ہے اہل سادات کی نسبت یہ گمان بد کرتا ہے جیسے اس باغبان نے بہ نسبت اس شریف کے تیرہ دلی سے کیا عیاذاً باللہ آگے اسکی مثال ہے فافہم ۱۲ لے جیسے چرخی الخ یہ شعر جیسے کسی کا چرخ پر سر پھرے اپنے مانند گھر اسے پھرتا ہوا دیکھے باغبان نے جو از راہ فضول کے کیا وہ اسکا حال تھا آل رسول کا نہ تھا اگر وہ نتیجہ مرتدوں کا نہ ہوتا ایسا کب کہتا بہ نسبت خاندان نبوی کے پس فقیہ نے وہ اس کا فسون سنا اور ستمگر وہاں اسکے پیچھے گیا اور کہا اے خر یہاں کون تجکو لایا چوری پیغمبر کی کیا میراث ہے شیر کا بچہ شیر کی ہمشکل ہوتا ہے تو پیغمبر سے کیا شباہت رکھتا ہے سید کے ساتھ اس نے وہ حرکت کی کہ آل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو خارجی کرتے ہیں یعنی آل نبیؐ سے اس باغبان نے دنیا کے واسطے گستاخی کی جیسے خارجی کرتے ہیں پس عارف کو چاہیئے کہ جو خود کو سید کہے بلا تحقیق اسکا ادب و تعظیم کرے کہ دراصل وہ تعظیم جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اگر جو شخص آسودگی دنیا کے سبب سے سادات کرام کو حقیر دیکھیگا بلاشک اس کی دنیا دارنی خراب و برباد ہوجائے گی چنانچہ حقائق اس کے آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ —

گفت ای خر اندریں باغت کہ خواند — دزدی از پیغمبرت میراث ماند
شیر را بچہ ہمی ماند بدو — تو بہ پیغمبر چہ می مانی بگو
با شریف آں کرد آں دوں از کجی — کہ کند با آل یٰسین خارجی
تا چہ کین دارند دایم دیو و غول — چوں یزید و شمر با آل رسولؐ
شد شریف از زخم آں ظالم خراب — با فقیہ او گفت با چشم پر آب
پای دار اکنوں کہ گشتی فرد و کم — چوں دہل شو زخم میخور بر شکم
گر شریف و لائق ہمدم نیم — از چنیں ظالم ترا کمتر نیم
مر مرا دادی بدیں صاحب غرض — احمقی کردی ترا بئس العوض
شد از و فارغ بیامد کای فقیہ — چہ فقیہی ای تو ننگ ہر سفیہ
فتوی‌یت اینست ای بریدہ دست — کاندر آئی و نگوئی امر ہست
بوحنیفہ داد ایں فتوے ترا — شافعی گفت است ایں ای ناسزا
اینچنیں رخصت بخواندی ای وسیط — یا بدست ایں مسئلہ اندر محیط
ایں بگفت و دست بر وے بر کشاد — دست او کیں دلش را داد داد
گفت حقست بزن دستت رسید — ایں سزای آنکہ از یاراں برید
من سزاوارم بایں و صد چنیں — تا چرا بریدم از یاران بکیں
گوش کردم آں ہمہ افسوس تو — بر زنم بر سر کہ شد ناموس تو
زد ورا القصہ بسیار و بجست — کرد بیرونش ز باغ و در ببست
ہر کہ تنہا ماند از یاران خود — اینچنیں آید مر او را جلہ بد

بولا اے خر کون یاں لایا تجھے — چوری پیغمبر کی کیا میراث ہے
شیر کا بچہ مشابہ شیر کے — کیا پیمبر سے شباہت ہے تجھے
ساتھ سید کے وہ حرکت اس نے کی — آل احمد سے کرے جو خارجی
کسقدر کینہ رکھے دیو پلید — آل احمد سے کہ جوں شمر و یزید
زخم ظالم سے ہوا سید خراب — بس فقیہ سے بولا با چشم پر آب
کہ تو اب ٹھہرا رہو تنہا ہوا — پیٹ کٹوا اپنا اب تو ڈھول سا
میں شریف و لائق ہمدم نہیں — ایسے ظالم سے بچے میں کم نہیں
جو دیا اہل غرض کو اب مجھے — احمقی کا بدعوض تجھ کو ملے
اس سے فارغ ہو کے آیا تو کہا — ای فقیہ تو ننگ ہر بد ذات کا
ای کٹے ہاتھ اب ترا فتویٰ یہ ہی — کہ تو اندر آئے اور بے حکم کے
بوحنیفہ نے ہے یہ فتویٰ دیا — شافعی نے کیا یہی تجھ سے کہا
یہ اجازت پائی ہے اندر وسیط — یا کہ ہے یہ مسئلہ اندر محیط
یہ کہا[۲] اور اس پہ چھوڑا ہاتھ کو — دل کے کینہ سے کہا شاباش ہو
بولا اب ہر ایک قدرت ہے تجھے — ہے سزا اسکی جو یاروں سے پھرے
میں ہوں لائق اسکے اور بلکہ سوا — کیوں ہوا یاروں سے اپنے میں جدا
مکر و حیلہ سب ترا میں نے سنا — مار مجکو تاکہ دل خوش ہو ترا
مارا القصہ اسے بس خوب سا — باغ سے در بند کر خارج کیا
اپنے یاروں سے کوئی تنہا رہے — اسکے اوپر ایسی مار آ کر پڑے

[۱] کس قدر الخ ۹ شعر کس قدر کینہ رکھتا ہے دیو پلید آل احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مانند یزید و شمر کے پس اُس ظالم کے زخم سے جو سید خراب ہوا تو فقیہہ سے کہا با چشم پر آب کر تو اب ٹھہرا رہو جو تو تنہا ہوا ہے پیٹ کٹوا اپنا مانند ڈھول کے میں شریف لائق ہمدمی کے نہیں ہوں اور ایسے ظالم سے میں تجھے کم نہیں ہوں جو تو نے اہل غرض کو مجھے دیا اس احمقی کا عوض تجھ کو ملے گا پس باغبان اس سے فارغ ہو کر آیا تو کہا کہ اے فقیہہ تو ہر بد ذات کا ننگ ہے اے دست بریدہ تیرا فتویٰ یہ ہے کہ تو بغیر اجازت لئے اندر آئے بوحنیفہؒ نے یہی فتویٰ دیا اور شافعیؒ نے یہی تجھ سے کہا تو نے یہی اجازت پائی ہے وسیط میں یا کہ یہ مسئلہ ہے محیط میں یعنی وسیط محیط نام کتابوں فقہ کا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

[۲] یہ کہا الخ ۸ شعر یہ کہا اور اس پر ہاتھ چھوڑا کینۂ دل نے اُس سے شاباس کہا کہ اب تو مار مجھے قدرت ہے اور یہ اسکی سزا ہے کہ جو یاروں سے جدا ہوا ہے میں اس کے لائق ہوں بلکہ سوا کے کیوں یاروں سے اپنے میں جدا ہوا تیرا مکر و حیلہ میں نے سنا تو مجھ کو مار تاکہ تیرا دل خوش ہووے القصہ اس کو خوب مارا اور باغ سے نکال کر دروازہ بند کر دیا آگے حقائق ہیں کہ جو کوئی اپنے یاروں سے تنہا ہووے اسکے اوپر ایسی گزرے یعنی خود کو یاران طریقت سے علیحدہ نہ کر اور شریک حال رکھ کہ نفس و شیطان سے تجھے امان ہووے اس واسطے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک صحابہ کرام کے شریک حال رنج و راحت میں رہتے تھے چنانچہ عبادت کا یہی نتیجہ ہے آگے حال اس کا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

رجعت بہ قصہ مریض و عیادت پیغمبر علیہ السلام

پھرنا طرف قصہ مریض و عیادت حضرت پیغمبر علیہ السلام

این عیادت از برای این صلاست ۔ وین صلا از صد محبت حاملہ است
چون عیادت رفت پیغمبر بدید ۔ آن صحابی را کہ در نزعے رسید
چون شوی دور از حضور اولیا ۔ در حقیقت گشتہ دور از خدا
چون نتیجہ ہجر ہمراہان غم است ۔ کے فراق روے شاہان زان کم است
سایہ شاہان طلب ہردم شتاب ۔ تا شوی زان سایہ بہتر ز آفتاب
رو بجسپ اندر پناہ مقبلے ۔ بو کہ آزادت کند صاحبدلے
گر سفر داری بدین نیت برو ۔ در حضر باشد ازین غافل مشو
فاختہ سان روز و شب کوکو کو ۔ گنج پنہانی ز درویشی بجو
در بدر میگرد و میرد کو بجو ۔ جستجو کن جستجو کن جستجو
ناتوانی ز اولیا رو بر متاب ۔ جہد کن واللہ اعلم بالصواب

ہے[1] عیادت اس صلے کے واسطے ۔ سو محبت کو صلہ یہ رکھتا ہے
جب رسول حق عیادت کو گئے ۔ اس صحابی کو جو دیکھا نزع سے
جو حضور اولیا سے تو ہو دور ۔ درحقیقت جان خود کو حق سے دور
جو نتیجہ ہجر یاروں کا ہے غم ۔ کب فراق روئے شاہان اس سے کم
سایہ شہ کی طلب ہر دم رہے ۔ تا ہو اس سایہ میں بہتر شمس سے
جا تو رہ اندر پناہ مقبلے ۔ تا کرے آزاد صاحبدل تجھے
گر سفر کو جائے اس نیت سے جا ۔ اور حضر میں گر رہے غفلت نہ لا
رات[2] دن جوں فاختہ کر کو کو ۔ ڈھونڈھ درویشوں سے مخفی گنج کو
دربدر پھرتا رہو اور کو بجو ۔ جستجو کر جستجو کر جستجو
اولیا سے تو نہ پھر جبتک ہو تا ۔ سعی کر واللہ اعلم بالصواب

رفتن بایزید بسطامی بہ کعبہ و در راہ بخدمت بزرگے رسیدن و گفتن آن بزرگ کہ کعبہ منم

جانا بایزید بسطامی کا کعبہ کو اور پہونچنا خدمت میں ایک بزرگ کے راہ میں اور کہنا اس بزرگ کا کہ میں کعبہ ہوں

[1] ہے عیادت الخ یعنی عیادت ہے اس صلہ کے واسطے اور یہ صلہ سو محبت رکھتا ہے یعنی اس عیادت سے غرض شریک حال رہنا ہے جب رسول حق عیادت کو گئے تو اس صحابی کو نزع میں دیکھا آگے حقائق ہیں جو اولیا کی حضوری سے تو دور ہو حقیقت میں خود کو حق سے جدا جان لے جب کہ ہجر یاروں کا نتیجہ غم ہے فراق روئے شاہان اس سے کم ہے یعنی ظل پیر سے وہ نور تجھ کو حاصل ہو کہ آفتاب سے تو غالب ہو جائے تو پناہ مقبولوں کی میں رہ تا صاحب دل تجھے آزاد کرے اگر سفر کو تو جائے تو اس نیت سے جا اور اگر حضر ہو تو غفلت مت لا یعنی ہمیشہ تو مرشد کی خدمت میں رہ اگر سفر کرے بہ نیت تلاش صاحب دل جا اور اگر حضوری مرشد میں رہے تو غافل مت رہ چنانچہ باقی حال اسکا مولانا آگے اس کے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] رات دن الخ شعر رات دن مانند فاختہ کے کو کو کر اور ڈھونڈھ گنج پوشیدہ پھرتا رہ دربدر کو بکو جستجو کر جستجو جب تک تجھ کو طاقت ہے اولیا سے مت پھر اور سعی کر اللہ خوب جانتا ہے یعنی ہمیشہ تلاش اولیا اللہ کی کرتا رہ کہ ان کے پرتو سے ترقی مقامات سلوک و انکشاف و اسرار و کشود عوارف ہو جیسے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے تلاش اولیا اللہ کی چنانچہ ان کا قصہ آگے مثال میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

مرا طواف کن

سوے مکہ شیخ امت بایزید — از برائے حج وعمرہ می دوید
او بہر شہرے کہ رفتی از نخست — او عزیزاں را بجروی باز جست
گرد میگشتے کہ اندر شہر کیست — کو برارکان بصیرت متکی است
گفت حق اندر سفر ہر جا روی — باید اول طالب مردے شوی
قصد گنجے کن کہ ایں سود و زیاں — در تبع آید تو آں را فرع داں
ہر کہ کارد قصد گندم باشدش — کاہ خود اندر تبع می آیدش
کہ بکاری بر نیاید گندمے — مردمے جو مردمے جو مردمے
قصد کعبہ کن چو وقت حج بود — چونکہ رفتی مکہ ہم دیدہ شود
قصد در معراج دید دوست بود — در تبع عرش وملائک ہم نمود
سید الاعمال بالنیات گفت — نیت خیرت بسی گلہا شگفت
نیت مومن بود بہ از عمل — اینچنیں فرمود سلطان ازل

میرا طواف کر

سوئے مکہ بایزید پیشوا — واسطے حج اور عمرے کے چلا
پہونچتا جس شہر میں تو پہلے وہ — دوستان حق کی کرتا جستجو
گشت کرتا کہ یہاں پر کون ہے — تکیہ ارکان بصیرت پر رکھے
حق نے فرمایا سفر جس جا کرو — پہلے مرد حق کے تم طالب رہو
گنج کو تو ڈھونڈھ یہ سود و زیاں — اسمیں شامل ہے تو اسکو فرع جان
کھیتی بوئے اور گندم اس سے لے — گھانس شامل اسکے تجکو خود ملے
گھانس بوے گندم اس سے کب اُگے — ڈھونڈھ مرد اور ڈھونڈھ مرد اور ڈھونڈھ
قصد کعبہ کر جو حج کا وقت ہے — جبکہ جائے مفت مکہ دیکھ لے
قصد تھا معراج میں دیدار کا — پر ملک اور عرش مفت انکو ملا
سید الاعمال بالنیات ہے — خیر نیت سے تری سب گل کھلے
نیت مومن فزوں اعمال سے — یوں ہی فرمایا شہ ابرار نے

حکایت پیر و مرید

خانۂ نو ساخت روزے نو مرید — پیر آمد خانۂ او را بدید

حکایت پیر و مرید

اک مرید نو کا جو اک گھر بنا — دیکھنے کو پیر اس گھر کے گیا

۱ے سوئے مکہ الخ ۵ شعر جانب مکہ کے بایزید پیشوا واسطے حج کرنے و عمرے کے چلا جس شہر میں وہ پہونچتا تو پہلے دوستان حق کی جستجو کرتا اور گشت کرتا کہ یہاں پر کون ہے وہاں پر کون ہے جو تکیہ ارکان بصیرت پر رکھتا ہے یعنی اس شہر کا صاحب خدمت باطنی کون ہے آگے اس کے حقائق ہیں حق تعالے نے فرمایا کہ جس جا تم سفر کرو اول مرد خدا کے طالب رہو یعنی یہ حکم حق تعالی نے اگلے صحیفوں میں کہا ہے قرآن میں نہیں تو گنج تو تلاش کر کہ یہ سود و زیاں اس میں شامل ہے اور تو اس کو فرع جان لے آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲ ۔

۲ے کھیتی بوئی الخ ۶ شعر کھیتی بوئی اور گندم اس سے لئے اور اسکے شامل گھانس خود تجھ کو ملی اگر گھانس بوئے گندم اس سے کب اُگے مرد ڈھونڈھ اور مرد ڈھونڈھ اور مرد ڈھونڈھ قصد کعبہ کا کر اگر حج کا وقت ہے جب کہ جائے مکہ کو مفت دیکھے معراج میں قصد دیدار کا تھا لیکن فرشتے و عرش ان کو مفت دکھائی دیئے ترجمہ:۔ سردار اعمالوں کی نیت ہے بہتر اعمال سے اس طرح فرمایا ہے جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے بموجب حدیث شریف نیۃ المومن خیر من عملہ وعمل المنافق خیر من نیتہ یعنی نیت مومن کی بہتر ہے عمل اس کے سے و عمل منافق کا بہتر ہے نیت اس کی سے یعنی انسان دنیا کا کرے ساتھ نیت خیر کے گو اس میں نفع دنیا ہو وہ مضر نہیں ہے چنانچہ نیت کے معاملہ میں حکایت پیر و مرید کی آگے فرماتے ہیں ۱۲ فافہم ۱۲ ۳ے اک مرید الخ ۲ شعر ایک مرید نے گھر نیا بنایا اور پیر اس گھر کے دیکھنے کو گیا اس مرید سے شیخ نے پوچھا اور امتحان اس نیک مرد سے لیا کہ یہ روزن اس میں کس لئے رکھا ہے کہا نور آنے کو واسطے کہا پیر نے بیان کیا کہ وہ فرع ہے بیان کر تو نیاز تاکہ اس راہ سے تو بانگ نماز سنے اور نور مفت تجھ کو ملے تجھ کو یہ چاہیئے کہ نیت اس کی تو کر آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ ۔

گفت شیخ اک نو مرید خویش را — امتحان کرد آں نکو اندیش را
اس مرید نو سے پوچھا شیخ نے — اور لیا اک امتحان اس نیک سے

روزن از بہر چہ کردی ای رفیق — گفت تا نور اندر آید از طریق
کہ یہ روزن کس لئے اسمیں رکھا — بولا نور آنے کو اک رستہ کیا

گفت اک فرع است ایں باید نیاز — تا ازیں رہ بشنوی بانگ نماز
بولا وہ یہ فرع یاں کر تو نیاز — تا سنے اس رہ سے تو بانگ نماز

نور خود اندر تبع می آیدت — نیت آنرا کن کہ آں میبایدت
نور آئے صفت خود تجکو ملے — نیت اسکی کر تجھے یہ چاہئے

بایزید اندر سفر جستے بسے — تا بیابد خضر وقت خود کسے
اس[1] سفر میں ڈھونڈھتا تھا بایزید — تا کہ خضر وقت پائے وہ سعید

دید پیرے با قدی ہمچوں ہلال — بود در روے فر و گفتار رجال
دیکھا اس نے پیر اک مثل ہلال — اسمیں تھا انسان کا کروفر و قال

دیدہ نا بینا و دل چوں آفتاب — ہمچو پیلے دیدہ ہندوستان بخواب
آنکھ اندھی اور دل چوں آفتاب — جیسے ہاتھی دیکھے ہندوستان بخواب

چشم بستہ خفتہ بیند صد طرب — چوں کشاید آں نہ بیند ای عجب
بند[2] آنکھیں خفتہ دیکھے سو طرب — جو کھلے آنکھیں نہ دیکھے یہ عجب

بس عجب در خواب روشن میشود — دل درون خواب روزن میشود
ہے عجب دل خواب میں روشن رہے — اور اندر خواب کے روزن کھلے

وانکہ بیدار است و بیند خواب خوش — عارف است او خاک او در دیدہ کش
جو کہ ہو بیدار دیکھے خواب کو — ہے وہ عارف سرمہ کر خاک اسکی کو

بایزید او را چو از اقطاب یافت — مسکنت بنمود در خدمت شتافت
بایزید[3] اک قطب اسکو جان کر — واسطے خدمت کے دوڑا اسکے گھر

پیش او بنشست می پرسید حال — یافتش درویش و ہم صاحب عیال
اسکے آگے بیٹھا پوچھا اسکا حال — پایا درویش اسکو اور صاحب عیال

گفت عزم تو کجا اے بایزید — رخت غربت را کجا خواہی کشید
بولا جاتا ہے کہاں اے بایزید — اور ارادہ ہے کہاں کا اے سعید

گفت قصد کعبہ دارم از ولہ — گفت ہیں با خود چہ داری زاد رہ
بولا کعبہ کا ارادہ ہے مرا — بولا رکھتا زاد راہ اب تو ہے کیا

گفت دارم از درم نقرہ دویست — نک ببستہ سخت بر گوشہ ردیست
بولا رکھتا ہوں میں بس دو سو درم — یہ بندھے چادر میں ہیں بیش و نہ کم

گفت طوفے کن بگردم ہفت بار — دیں نکوتر از طواف حج شمار
بولا میرا طوف کر لے سات بار — طوف حج سے بہتر اس کو کر شمار

واں درمہا پیش من نہ ای جواد — دانکہ حج کردی و شد حاصل مراد
وہ درم رکھ میرے آگے اے جواد — حج ہوا تو جان اور حاصل مراد

عمرہ کردی عمر باقی یافتی — صاف گشتی بر صفا بشتافتی
عمر باقی پائے جو عمرہ کیا — صاف تو ہووے صفا مروہ کیا

[1] اس سفر میں الخ ۵ شعر اس سفر میں بایزید ڈھونڈھتا تھا کہ وہ خضر وقت پائے اس نے ایک پیر کو پایا مانند ہلال کے کہ اس میں کر و فر قابل انسان کے تھا آنکھ اندھی اور دل مانند آفتاب کے جیسے ہاتھی خواب میں ہندوستان دیکھے یعنی وہ بظاہر نابینا تھا ولیکن روشن دلی سے غیب میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہاتھی خواب میں ہندوستان دیکھتا ہے آگے حقائق ہیں فافہم ۱۲ [2] بند آنکھیں الخ ۳ شعر خفتہ بند آنکھیں کیے سو خوشی دیکھے جو کھلے تو آنکھوں سے نہ دیکھے یہ تعجب ہے تعجب ہے کہ دل خواب میں روشن رہے اور اندر خواب کے روزن کھلے جو کہ ہے بیدار اور دیکھے خواب کو وہ عارف ہے اس کی خاک پا کو سرمہ کر و لینے جیسے خواب میں روزن دل کا کھلتا ہے اور خفتہ تماشا اس جہاں کا دیکھتا ہے جو کہ بیداری میں تماشا خواب کا دیکھے وہ عارف ہے اسکی خاک ہونا چاہیئے آگے قصہ ہے فافہم ۱۲ [3] بایزید الخ ۸ شعر بایزید اس کو ایک قطب جان کر خدمت کے لئے اُس کے گھر گیا اس کے آگے بیٹھا اور حال اس کا پوچھا اسکو درویش اور صاحب عیال پایا کہا کہ اے بایزید کہاں جاتا ہے اور ارادہ کہاں کا ہے بایزید نے کہا کہ میرا ارادہ کعبہ کا ہے کہا کہ اب کیا زاد راہ رکھتا ہے بایزید نے کہا دو سو درم یہ چادر میں بندھے ہیں بیش و کم نہیں کہا کہ میرا طواف سات بار کر لے اور طواف حج سے اس کو بہتر جان لے وہ درم میرے سامنے رکھ دے سمجھ لے کہ تیرا حج ہوا اور مراد حاصل ہوئی تو جان لے کہ عمرہ کیا باقی اور صفا اور مروہ گیا تو صاف ہوا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

حق آں حقے کہ جانت دیدہ است / کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
کعبہ ہر چندے کہ خانہ بر او ست / خلقت من نیز خانہ سر او ست
تا بکرد آں خانہ را در وے نرفت / واندریں خانہ بجز آں حی نرفت
چوں مرا دیدی خدا را دیدہ / گرد کعبہ صدق بر گردیدہ
خدمت من طاعت و حمد خدا است / تا نپنداری کہ حق از من جدا است
چشم نیکو باز کن در من نگر / تا بہ بینی نور حق اندر بشر
کعبہ را یکبار بیتے گفت یار / گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار
بایزیدا کعبہ را دریافتی / صد بہا و عز و صد فر یافتی
بایزید آں نکتہ را ہوش داشت / ہمچو زریں حلقہ اش در گوش داشت
آمد از وے بایزید اندر مزید / منتہی در منتہے آخر رسید

[۱]ہے قسم اس حق کی جو تجکو دکھا / کہ مجھے بہتر گھر اپنے سے کیا
کعبہ گرچہ خانۂ ستار ہے / میری خلقت خانۂ اسرار ہے
گھر بنا اسمیں نہ وہ جیسے گیا / اور نہ اس گھر میں بجز اسکے رہا
مجکو دیکھا تو نے تو دیکھا خدا / گرد کعبہ صدق کے اب تو پھرا
میری خدمت کرنا ہے حمد خدا / تا نہ جانے تو کہ حق مجھ سے جدا
کھول اپنی آنکھ مجھ میں کر نظر / تا تو دیکھے نور حق اندر بشر
کعبہ کو اکبار ہے بیتی کہا / مجھ کو ستر بار یا عبدی کہا
بایزیدا[۲] پایا تو نے کعبہ کو / بیش اور اچھا در با جاہ ونکو
بایزید اس راز پر رکھتا تھا ہوش / مثل حلقہ زر انہیں کرتا بگوش
بایزید ان سے ترقی میں ہوا / منتہی میں منتہے آخر ملا

دانستن پیغمبر صلعم کہ سبب رنجوری آں شخص از گستاخی بودہ است

جاننا پیغمبر علیہ السلام کا کہ بیماری اس شخص کی بسبب گستاخی کے ہے

چوں پیمبر دید آں بیمار را / خوش نوازش کرد یار غار را
زندہ شد او چوں پیمبر را بدید / گوئیا آں دم مر او را آفرید
گفت بیماری مرا ایں بخت داد / کامد ایں سلطان بر من بامداد
تا مرا صحت رسید و عافیت / از قدوم ایں شہ پر خاصیت
اے خجستہ رنج و بیماری و تب / اے مبارک درد و بیداری شب

جو نبی[۳] نے دیکھا اس بیمار کو / خوش نوازا اپنے یار غار کو
جو نبی کو دیکھا تو زندہ ہوا / گویا اس دم پھر سے وہ پیدا ہوا
بولا بیماری نے یہ کھولے نصیب / کہ مرے گھر آئے اللہ کے حبیب
تا مجھے صحت ملی اور عافیت / شہ کے آنے سے کہ جو ہے با صفت
اے مبارک رنج و بیماری و تب / اے مبارک درد و بیداری شب

[۱] ہے قسم الخ شعر قسم ہے اس خدا کی کہ جو تجھکو دکھا کہ مجھ کو اپنے گھر سے بہتر کیا اگرچہ کعبہ خانۂ ستار ہے ولیکن میری خلقت خانۂ اسرار ہے جیسے گھر نہیں بجز اس کے کوئی نہ رہا تو نے مجھ کو دیکھا تو خدا کو دیکھا اور اگر کعبہ صدق کے گرد اب تو پھرا میری خدمت کرنا خدا کی خدمت ہے تاکہ تو نہ جانے کہ حق مجھ سے جدا ہے تو اپنی آنکھیں کھول کر مجھ میں نظر کرتا کہ تو دیکھے نور خدا کا بشر میں کعبہ کو گھر اپنا ایک بار کہا ہے اے بندے میرے مجھ سے ستر بار کہا یعنی اولیاء اللہ فانی ذات مطلق ہیں اور خدا سے جدا نہیں ہیں باقی حال اس کا آگے ہے۔ فافہم ۱۲ [۲] بایزید الخ ۳ شعر اے بایزید تو نے کعبہ کو پایا بیش قیمت اور باجاہ ونکو بایزید اس راز پر کان رکھتا تھا اور مثل حلقۂ زر کے انہیں کان میں ڈالتا تھا بایزید نے ان سے ترقی پائی اور منتہی ہوا منتہی کو آخر کو ملا یعنی بایزید علیہ الرحمہ نے باوجود کمال کے اور کمال مدارج اولیاء بزرگ سے حاصل کئے آگے قصہ عیادت حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہے فافہم ۱۲ [۳] جو نبی نے الخ ۵ شعر جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیمار کو دیکھا بہت نوازش کی اس اپنے یار پر جو نبی کو دیکھا تو زندہ ہوا گویا اس دم وہ پھر نئے سر سے پیدا ہوا اور کہا کہ بیماری نے یہ نصیب کھولے کہ میرے دیکھنے کو آئے اللہ کے حبیب تاکہ مجھ کو صحت ملے اور عافیت شاہ کے آنے سے کہ جو باصفت ہے اے مبارک رنج و بیماری و تپ اے مبارک درد و بیداری شب مجھ کو پیروی میں اپنی لطف ہے یہ مرض اللہ نے ایسا دیا کہ تا خواب سے نیم شب کو وہ مجھے اٹھا دیتا ہے تاکہ شب بھر میں مانند بھینس کے نہ سوؤں حق نے درد بخشا ہے اپنے لطف سے مجھے یعنے وہ مرض اس کو باعث مغفرت ہوا کیونکہ وہ بسبب گستاخی کے گرفتار ہوا تھا چنانچہ آگے حقائق اس کے ہیں فافہم ۱۲

تا مرا در پیری از لطف و کرم　　حق چنیں رنجوری داد و سقم
درد پشتم داد تا من ہم ز خواب　　بر جہم ہر نیم شب لابد شتاب
تا نخسپم جملہ شب چوں گاؤمیش　　دردہا بخشید حق از لطف خویش
زیں شکستن رحم شاہاں جوش کرد　　دوزخ از تہدید شاں خاموش کرد
رنج گنج آمد کہ رحمتہا درو ست　　مغز تازہ شد چو بخراشید پوست
اے برادر موضع تاریک و سرد　　صبر کردن بر غم و سستی و درد
چشمہ حیوان و جام مستی است　　کاں بلندیہا ہمہ در پستی است
آں بہاراں مضمرست اندر خزاں　　پر بہارست ایں خزاں مگریز ازاں
ہمرہ غم باش و با وحشت بساز　　می طلب در مرگ خود عمرے دراز
آنچہ گوید نفس تو کاینجا بدست　　مستنوش چوں کار او ضد آمدست
تو خلافش کن کہ از پیغمبراں　　اینچنیں آمد وصیت در جہاں
مشورہ در کارہا واجب شود　　تا پشیمانی در آخر کم بود
سعیہا کردند بسیار انبیا　　تا کہ گردان شد بریں سنگ آسیا
نفس میخواہد کہ تا ویراں کند　　خلق را گمراہ و سرگرداں کند
گفت امت مشورہ با کہ کنیم　　انبیا گفتند با عقل امیم
گفت اگر کودک درآید یا زنی　　کو ندارد عقل و رائے روشنی

مجکو اب پیری میں اپنی لطف سے　　یہ مرض ایسا دیا اللہ نے
بس دیا درد کمر تا خواب سے　　نیم شب کو وہ اٹھاتا ہے مجھے
تا نہ شب بھر سوؤں میں جوں بھینس کے　　درد بخشا حق نے اپنے لطف سے
ہووے[1] دل شکنی سے رحم شہ کو جوش　　اور دوزخ ڈر سے انکے ہو خموش
رنج گنج آیا کہ رحمت اسمیں ہی　　مغز تازہ ہو کہ جب چھلکا چھلے
اے برادر جاے تیرہ سرد پر　　صبر کرنا اور غموم و درد پہ
چشمہ حیوان و مستی کا ہے جام　　کہ بلندی ہے وہ پستی میں تمام
وہ بہار اندر خزاں کے ہے چھپی　　اس خزاں سے بھاگ تو تو اے اخی
ہو موافق غم سے کر وحشت سے ساز　　اور طلب کر موت میں عمر دراز
نفس[2] گر تجکو کہے یہ بد ہے جا　　مت سنے جو کام اسکا ضد ہوا
کر خلاف اسکے کہ حضرت نے کہا　　اس وصیت کو جہاں میں برملا
مشورہ ہر کام سے واجب رکھو　　تا پشیمانی نہ آخر تم کو ہو
انبیا نے جو بہت کوشش کری　　آسیا اس سنگ پر تب ہے پھری
نفس چہتا ہے کہ تا ویران کرے　　خلق کو گمراہ و سرگرداں کرے
بولی امت مشورہ کس سے کرے　　انبیا بولے امام عقل سے
بولے[3] گر عورت ہو یا کہ طفل ہو　　کہ نہ انکی روشنی ہے عقل کو

[1] ہووے الخ، شعر دل شکنی سے رحم شاہ کو جوش ہووے اور دوزخ ان کے ڈر سے خاموش ہو، رنج آیا ہے گنج کہ رحمت اس میں ہے مغز تازہ ہووے جبکہ چھلکا چھلے اے برادر جائے تیرہ و سرد پر اور غم و درد پر صبر کرنا چاہیے کہ وہ چشمہ حیوان و جام مستی کا ہے کہ وہ بلندی پستی میں بالکل ہے وہ بہار اندر خزاں کے ہے پوشیدہ تو اس خزاں سے مت بھاگ غم و وحشت سے موافقت کر تو مرگ میں طلب کر عمر دراز کو باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ [2] نفس گر الخ، شعر اگر نفس تجکو کہے کہ جگہ یہ ہے تو اسے مت سن کہ اس کا کام حسد ہے اس کے خلاف کر پیغمبر نے کہا ہے اس وصیت کو جہاں میں برملا ہر کام میں مشورہ واجب رکھو کہ آخر تجھ کو پشیمانی نہ ہووے انبیاء علیہم السلام نے جو کوشش بہت کی تب آسیا اس سنگ پر پھری ہے یعنی کوشش انبیاء سے تب یہ کام مشکل آسان ہوا ہے یعنی یہ نفس راستی دین پر چلا ہے نفس چاہتا ہے کہ ویران کرے اور خلق کو گمراہ و سرگرداں کرے کہو کہ مشورہ امت کس سے کرے انبیا نے کہا کہ امام عقل سے یعنی مرشد سے مشورہ کرو تا نفس اس سے کشتہ ہو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] بولے عورت الخ، شعر کہ اگر عورت یا طفل ہو کہ ان کی عقل کو روشنی نہیں ہے انبیاء نے کہا ان سے مشورہ کرے برخلاف اس کے کر جو تجھ سے کہے نفس مکار ہے اور حیلہ کرتا ہے مشورہ افعال میں نفس سے کر اس کے برعکس چل جو تجھ سے کہے اگر اس کی لڑائی سے غالب ہو تو نہ ہووے یار کے نزدیک جا اور اس سے ہمت لے یعنی مرشد سے ہمت چاہ اور اگر نفس نماز پڑھنے کو کہے اس وقت کو ٹال کر پھر پڑھ لے کہ نماز پھر بھی ہو لی چنانچہ اس کا آگے مولانا فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گفت با او مشورہ کن انچہ گفت
تو خلاف آن کن و در راہ افت
نفس خود را زن شناس از زن بتر
زانکہ زن جزو ست نفست کل شر
مشورت با نفس خود گر میکنی
ہر چہ گوید کن خلاف آن دنی
گر نماز و روزہ می فرمایدت
نفس مکارست مکرے زایدت
مشورہ با نفس خود اندر فعال
ہر چہ گوید عکس آن باشد کمال
رہ نیابی با وے واستیز او
رو بر دیارے بگیر آمیز او
عقل قوت گیرد از عقل دگر
پیشہ گر کامل شود از پیشہ گر
من ز مکر نفس دیدم چیزہا
کو برد از سحر خود تمیزہا
وعدہا بدہد ترا تازہ بدست
کو ہزاران بار آنہا را شکست
عمر اگر صد سال خود مہلت دہد
اوت ہر روزے بہانہ نو نہد
گرم گوید وعدہ ہاے سرد را
جادوے مردی ببندد مرد را
اے ضیاء الحق حسام الدین بیا
کہ نروید بے تو از شورہ گیا
از فلک آویختہ شد پردہ
از پے نفرین دل آزردہ
این قضا را ہم قضا داند علاج
عقل خلقان در قضا کے جست کاج
اژدہا گشتست آن مار سیاہ
آنکہ کرمے بود افتادہ براہ
اژدہا و مار اندر دست تو
شد عصا اے جان موسی ست تو
حکم خذہا لاتخف دادت خدا
تا بدستت اژدہا گرد و عصا
ہیں ید بیضا نما اے بادشاہ
صبح تو بکشا ز شبہاے سیاہ

بولے شوری کر تو اس سے جو کہے
برخلاف عقل چل اس راہ سے
نفس کو تو جان عورت سے بتر
کیونکہ عورت جزو کل نفس ای پسر
مشورہ گر نفس اپنے سے کرے
کر خلاف اسکے وہ جو تجھ سے ہے
گر نماز و روزہ کو تجھ سے کہے
نفس ہے مکار وہ حیلہ کرے
مشورہ افعال میں گر نفس سے
چل تو برعکس اسکے جو تجھ سے کہے
گر نہ ہو غالب تو اسکی جنگ سے
یار کے جا پاس ہمت اس سے لے
عقل کو ہے عقل سے جاہ و جلال
پیشہ گر کو پیشہ گر سے ہی کمال
دیکھی مکر نفس سے بس میں نے چیز
کہ وہ لیجاتا ہے جادو سے تمیز
وعدہ کرتا ہے وہ تجھ سے تازہ تر
اور ہزاروں بار توڑے سر بسر
سو برس کی عمر مہلت دے تجھے
وہ تجھے ہر روز دھوکا ایک دے
گرم کہوے وعدہ ہائے سرد کو
سحر سے نامرد کردے مرد کو
اے ضیاء الحق حسام الدین قوم آ
بے ترے اگتی نہ شورہ سے گیا
پردہ لٹکایا گیا افلاک سے
واسطے نفرت دل بیمار کے
اس قضا کی بھی قضا جانے علاج
کب قضا سے عقل خلق ہو ہم مزاج
وہ ہوا مار سیہ اک اژدہا
جو کہ اک کیڑا تھا رستے میں پڑا
ہاتھ میں تیرے ہوا مار اژدہا
پس عصا ای جان موسیٰ برملا
حکم خذہا لاتخف حق نے کہا
اژدہا ہو ہاتھ میں تیرے عصا
ہاں ید بیضا دکھا اے بادشاہ
صبح تو دکھلا کہ ہیں راتیں سیاہ

۱ عقل کو الخ۲ شعر عقل سے ہے عقل کو جاہ و جلال پیشہ گر کو پیشہ گر سے ہے کمال میں نے مکر نفس سے ایک چیز دیکھی کہ وہ جادو سے تمیز لے جاتا ہے وہ تجھ سے ہے وعدہ کرتا ہے تر و تازہ اور ہزاروں بار اس کو توڑتا ہے بالکل سو برس کے عمر کی مہلت اگر حق تجھ کو دے نفس ہر روز تجھ کو دھوکا دے سرد وعدوں کو گرم کہے اور سحر سے مرد کو نامرد کردے آگے حقائق ہیں اے ضیاء الحق حسام الدین تو آکہ بغیر تیرے زمین شور سے گیاہ نہیں اگتی ہے یعنی یا رسول اللہ تم میری مدد کرو کہ دل تیرہ سے نور باطن ظہور کرے کیونکہ ظلمت نفس کی غالب ہے اور طول امل میں ڈالتی ہے باقی حقائق آگے ہیں فافہم ۱۲ ۲ پردہ الخ ۶ شعر آسمان سے پردہ لٹکایا گیا کرتا انوار باطنہ کو وہ نہ دیکھ سکیں اس قضا کا علاج قضا جانتی ہے کب قضا سے عقل مخلوق کی ہم مزاج ہو سکے وہ مار سیہ ایک اژدہا ہوا جو کہ راہ میں ایک کیڑا پڑا تھا تیرا ہاتھ میں مارا اژدہا ہو عصا اے جان موسیٰ کی اور حق نے حکم دیا ترجمہ ۱۲ پکڑو تم اور مت ڈرو کہ اژدہا تیرے ہاتھ میں عصا ہو جاوے دکھلا اے بادشاہ نور صبح تو دکھلا کہ راہیں سیاہ ہیں یعنی اے رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تم دل میرا روشن کردو ظلمت نفس کی چھائی ہوئی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

دوزخے افروخت بروے دم فسوں — اے دم توازدم دریا فزوں
بحر مکارست وبنمودہ کفے — دوزخ ست از مکر بنمودہ تفے
زاں نماید مختصر در چشم تو — تا زبوں بینی وجنبد خشم تو
ہمچنانکہ لشکرے انبوہ بود — مر پیمبر را بچشم اندک نمود
تا براشیاں زد پیمبر بے خطر — ور فزوں دیدی ازاں کردی حذر
آں عنایت بود وفضل ایزدی — احمدا ورنہ تو بد دل می شدی
کم نمود او را و اصحاب ورا — آں جہاد ظاہر و باطن خدا
تا میسر کرد یسرے را بدو — تا ز عسرے او بگرداند رو
کم نمودن مر ورا پیروز بود — کہ حقش یارش طریق آموز بود
آنکہ حق پشتش نباشد در ظفر — وائے گر باشد نماید شیر نر
وائے گر صد را یکے بیند ز دور — تا بجالش اندر آید از غرور
زاں نماید ذوالفقارے حربہ — زاں نماید شیر نر چوں گربہ
تا دلیر اندر رفتد احمق بجنگ — واندر آرد شاں بدیں حیلت بچنگ
تا بپائے خویش باشد آمدہ — آں فلیوان جانب آتشکدہ
کاہ برگے مینماید تا تو زود — پف کنی و در ربائی از وجود
ہاں کہ آنکہ کوہہا بر کندہ است — زو جہاں گریاں و او در خندہ است
مینماید تا بکعب ایں آب جو — صد چو عوج بن عنق شد غرق او

بھڑکے ہے دوزخ تو پھونک اس پر افسوں — ہے دم دریا سے تیرا دم فزوں
بحر ہے مکار جھاگ اپنی دکھائے — اور دوزخ مکر سے گرمی بتائے
مختصر دکھلائے تجکو اسلئے — تو تو عاجز جان کر غصہ کرے
جیسے اک لشکر تھا انبوہ کثیر — نزد پیغمبر وہ تھا از بس حقیر
یاران کو تا نبی نے بیخطر — گر زیادہ دیکھتے کرتے حذر
وہ عنایت تھی بفضل ایزدی — ورنہ ہوتی تجکو احمد بے دلی
کم دکھایا انکو اصحاب انکے کو — ظاہر و باطن جہاد اللہ نے دو
کردیا آساں یسیر کو حاصل انہیں — تا نہ عسرت سے وہ منہ کو پھیر لیں
کم دکھانا خاص ان کو فتح تھی — حق تھا انکا یار و ہادی ای اخی
حق مدد جس کی نہ نصرت سے کرے — ہائے بلی کو وہ شیر نر کہے
ہائے سو کو ایک دیکھے دور سے — تا کہ مغروری سے وہ آکر لڑے
مثل اک حربہ دکھائے ذوالفقار — اور دکھائے شیر نر کو گربہ وار
تا دلیری میں پڑے احمق لڑے — وہ اسی حیلہ سے اس کو مارے
تا کہ اپنے پاؤں سے وہ بیہدہ — آئے چل کر جانب آتشکدہ
گھاس کا پتا جو اک تن پر پڑے — پھونک مارے اسکو تو جلدی اڑائے
جو پہاڑوں کو اکھیڑے جائے ہے — اس سے نالاں ہو جہاں اور وہ ہنسے
ہے بتاتا ٹخنے تک اس آب کو — مثل عوج بن عنق سو غرق ہوا

۱ے بھڑکی ہے الخ، شعر دوزخ بھڑکی ہے تو اس پر افسون پھونک، کیونکہ دم دریا سے تیرا دم افیزون ہے نفس کا
دریا مکار ہے کہ اپنے کف دکھاتا ہے اور نفس کی دوزخ مکر سے گرمی بتاتی ہے اس لئے مختصر تجھ کو دکھلائے کہ
تو عاجز جان کے غصہ کرے آگے مثال ہے جیسے ایک لشکر انبوہ کثیر تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا از بس
حقیر تب نبی نے ان کو بے خطر مارا اگر زیادہ دیکھتے تو پرہیز کرتے وہ عنایت بفضل خدا تھی ورنہ تجھ کو اے احمد
بے دلی ہوتی ان کو اور ان کے اصحاب کو کم دکھایا آیا وہ جدا و ظاہر و باطن یعنے حق تعالی نے لشکر کفار کا
حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو کم دکھایا کہ تا فتح و نصرت حاصل ہو باقی
حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ے کر دیا الخ، شعر انھیں حاصل راحت کر دی تا کہ رنج سے وہ منہ کو پھیر لیں کم
دکھلانا ان کو خاص فتح تھی کیونکہ حق ان کا یار و ہادی تھا اور جس کی نصرت سے حق مدد نہ کرے افسوس سو کو ایک
دیکھے دور سے تاکہ وہ مغرور سے آکر لڑے مثل ایک حربہ کے دکھائے ذوالفقار اور دکھائے شیر نر کو گربہ کے
مانند تاکہ دلیری میں پڑے اور احمق لڑے اور وہ اسی حیلہ سے مار لے تاکہ اپنے پاؤں سے وہ بیہودہ جانب آتشکدہ
کے آئے چل کر آگے مثال اس کی بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۳ے گھاس الخ، شعر ایک پتا گھاس کا اگر تن پر پڑے
تو اس کو پھونک مارے تو جلدی اڑے جو کہ پہاڑوں کو اکھیڑے تو جان لے کہ اس سے جان نالاں ہو اور
وہ ہنسے اس آب کو ٹخنے تک بتاتا ہے مگر مثل عوج بن عنق کے سو غرق ہوں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ –

بنماید موج خونش تل مشک — می نماید قعر دریا خاک خشک
خشک دید آں بحر را فرعون کور — تا درو راند ز سرمستی و زور
چوں درآمد در تگ دریا فتاد — زانکہ چشمش ز اصل نابینا فتاد
دیدہ بینا از لقائے حق شود — حق کجا ہمراز ہر احمق شود
قند بیند خود شود زہر قتول — راہ بیند خود بود آں بانگ غول
اے فلک در فتنہ آخر زماں — تیز میگردی بدہ آخر امان
خنجر تیز تو اندر قصد ما — نیش زہر آلودہ در فصد ما
اے فلک از رحم حق آموز رحم — بر دل موران مزن چوں مار زخم
حق آنکہ چرخہ چرخ ترا — کرد گرداں بر فراز ایں سرا
کہ دگرگوں گردی و رحمت کنی — پیش ازاں کز بیخ مارا برکنی
حق آنکہ دایگی کردی نخست — تا نہال ما ز خاک و آب رست
حق آں شہ کہ ترا صاف آفرید — کرد چنداں مشعلہ در تو پدید
آنچناں معمور و باقی داشتت — تا کہ دہری از ازل پنداشتت
شکر دانستیم آغاز ترا — انبیا گفتند آں راز ترا
آدمی داند کہ خانہ حادث است — عنکبوتی نے کہ در وے عابث است

۱؎ موج خون کو وہ دکھاوے ڈھیر مشک — اور دریا کو کرے وہ خاک خشک
خشک دریا دیکھا جو فرعون نے — جا پڑا اسمیں وہ مستی زور سے
جو گھسا دریا کے اندر رہ گیا — کیونکہ اسکو اصل سے اندھا کیا
آنکھ بینا تو لقا سے حق کے ہو — حق کہاں ہمراز ہر احمق سے ہو
قند دیکھے زہر قاتل ہووے وہ — راہ دیکھے پر وہ بانگ غول ہوا
۲؎ اے فلک تو تیز پھرتا ہے ہر آن — فتنہ آخر زماں میں دے امان
تیز خنجر تیرا میرے قصد میں — تو ہے زہری نیش میرے فصد میں
اے فلک تو رحم حق سے سیکھ رحم — مور پر جوں مار تو مت مار زخم
ہے قسم اسکی کہ چرخہ چرخ کو — تیرے قربان کر دیا اس گھر پہ جو
کہ دگرگوں گردش رحمت کرے — پہلے اس سے کہ ہمیں ویران رکھے
ہے قسم اس کی کہ دایہ بن گیا — آب و گل سے تا نہال اپنا اگا
ہے قسم اس کی تجھے پیدا کیا — تجھ میں اتنا مشعلہ چمکا دیا
تجھکو وہ ۳؎ معمور اور باقی کیا — دہریوں نے تجھکو تا ازلی کیا
شکر ہم نے جانا آغاز اب ترا — انبیا نے راز جو تیرا کہا
آدمی جانے کہ حادث گھر وہ کب — اور نہ مکڑی اسمیں جو بازی کرے

۱؎ موج الخ ۵ شعر موج خون کو اگر دکھائے مشک کا ڈھیر اور دریا خشک، کو وہ کرے خاک خشک، دریا کو خشک دیکھا جو فرعون نے زور مستی وہ اس میں جا پڑا جبکہ دریا کے اندر وہ گھسا رہ گیا کیونکہ اس کو اصل سے اندھا کیا حق تعالیٰ کی لقا سے آنکھ بینا ہو ہر احمق کا حق کب ہمراز ہو کب دیکھے زہر قاتل وہ ہو راہ دیکھے لیکن وہ بانگ غول ہو یعنی حق تعالیٰ جس کا مددگار ہوتا ہے اس کو لشکر گراں قلیل دکھلاتا ہے کہ تا وہ اُسپر حملہ کرکے فتح و نصرت پائے اور جس کا حق مددگار نہیں ہوتا ہے تو اس کو لشکر قلیل گراں دکھلاتا ہے تاکہ وہ بھاگے اور اگر لشکر گراں قلیل بھی بتائے تاکہ وہ اس پر گرے اور مارا جائے اسی طرح نفس عارف کی نظر میں قلیل دکھلاتا ہے کہ تا وہ اس دشمن قوی کو مارے اور غافلوں کی نظر میں قوی دکھلاتا ہے کہ وہ اس سے عاجز ہو کر اطاعت اسکی کرے چنانچہ باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۲؎ اے فلک الخ، شعر اے فلک تو ہر آن تیز پھرتا ہے آخر زمانہ کے فتنہ سے امان دے تیرا خنجر تیز ہے میرے قصد میں تو نیش زہر آلودہ ہے میری قصد میں اے فلک تو حق کے رحم سے رحم سیکھ مور پر مانند مار کے زخم مت مار اس کی قسم ہے کہ جس نے چرخہ چرخ کو تیرے قربان اس گھر پر کہ اور ہی ڈھنگ پر گردش و رحمت کرے اس سے اول کہ ہم کو ویران کرے اس کی قسم ہے کہ جس نے دایہ پن کیا اور آب و گل سے تا نہال ہمارا اگا اس کی قسم ہے کہ تجھے پیدا کیا اور تجھ میں اس قدر شعلہ چمکایا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۳؎ تجھکو الخ ۴ شعر اس قدر تجھ کو باقی و معمور کیا کہ تا دہریوں نے تجھ کو ازلی کہا شکر ہے کہ ہم نے جانا آغاز تیرا جو کہ انبیاء نے راز تیرا کہا آدمی جانتا ہے کہ یہ گھر حادث ہے اور مکڑی نہیں ہے کہ جو اس میں بازی کرے پھر کب جانتا ہے کہ کس کا باغ ہے کہ خزاں میں مرگ اور بہار میں جینا ہے یعنی حقیقت عالم کی آدمی کب جانتا ہے کہ حادث نو پیدا ہے اور مکڑ پھر کیا جانے کہ خزاں و بہار اس کی موت و حیات ہے پس دہریا کہ عالم کو قدیم کہتا ہے وہ مثل مکڑی کے ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

پشہ کے داند کہ ایں باغ از کے است / در بہاراں زاد و مرگش در دے است
کرم کاندر چوب زاید سست حال / کے بداند چوب را وقت نہال
ور بداند کرم از ماہیتش / عقل باشد کرم باشد صورتش
عقل خود را می نماید رنگہا / چوں پری دور است ازاں فرسنگہا
از ملک بالاست چہ جائے پری / تو مگس پری بہ پستی می پری
گرچہ عقلت سوے بالا می پرد / مرغ تقلیدت بہ پستی می شود
علم تقلیدی وبال جان ماست / عاریہ است و ما نشستہ کان ماست
زیں خرد جاہل ہمی باید شدن / دست در دیوانگی باید زدن
ہر چہ بینی سود خود زاں مگریز / زہر نوش و آب حیواں را بریز
ہر کہ بستاید ترا دشنام دہ / سود و سرمایہ بمفلس وام دہ
ایمنی بگذار و جائے خوف باش / بگذر از ناموس و رسوا باش فاش
آزمودم عقل دور اندیش را / بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را

جانے کب مچھر یہ کس کا باغ ہی / کہ خزاں مرگ و بہار اندر جیے
پیدا ہو لکڑی میں کیڑا سست حال / جانے کب لکڑی کو وہ وقت نہال
کیڑا اسکی ماہیت گر جان لے / عقل ہو صورت میں وہ کیڑا رہے
عقل خود کو بس دکھانے رنگ سے / چوں پری صورت سے کوسوں دور ہے
کیا پری کی جا ملک سے بڑھ کے ہے / تو ہے اک مکھی کہ پستی میں اڑے
گرچہ تیری عقل بالا پر اڑے / مرغ تقلیدی ہے پستی میں پڑے
علم تقلیدی وبال جان مجھے / عاریت ہے میں نے جانا ملک ہے
ہونا جاہل چاہیے اس عقل سے / اور بس دیوانہ بننا چاہیے
فائدہ جو دیکھے اس سے بھاگ جا / زہر پی اور آب حیواں کو گرا
جو کرے تعریف گالی اسکو دے / مفلسوں کو مال و زر اپنا تو دے
خوف میں رہ امن کو تو کر رہا / چھوڑ ننگ اور ہو تو رسوا برملا
آزمایا عقل دور اندیش کو / بعدہ دیوانہ کردوں خویش کو

عذر گفتن دلقک با سید کہ چرا فاحشہ بنکاح در آوردی

عذر کرنا دلقک کا بادشاہ سے کہ کسواسطے فاحشہ کے ساتھ نکاح تو نے کیا

گفت با دلقک شبے سید اجل / قحبہ را خواستی تو از عجل
با من ایں را بازمی بایست گفت / تا ت میکردم بیک ستورہ جفت
گفت نہ ستورہ صالح خواستم / قحبہ گشتند و زغم من کاستم
خواستم ایں قحبہ را با معرفت / تا ببینم چوں شود در عاقبت

مسخرے دلقک سے شہ نے یہ کہا / تو نے کیوں قحبہ کو جلدی کر لیا
چاہیے تھا مجھ سے اسکو پوچھتا / شادی کرتا تیری ستورہ سے تا
بولا میں نے تو کریں صالح زناں / قحبہ نکلیں انکے غم سے تھا بجاں
میں نے یہ قحبہ کری عرفاں کو / تاکہ دیکھوں کیسی آخر میں وہ ہو

اے پیدا ہوا الخ یہ شعر کیڑا لکڑی میں پیدا ہوا سست حال کب جانے لکڑی کے وقت نہال کو اگر کیڑا اس کی ماہیت جان لے وہ عقل ہو وے اور کیڑا صورت میں رہے اور عقل خود کو رنگوں سے دکھائے اور مانند پری کے صورت سے کوسوں دور رہے پری کی کیا جگہ فرشتہ سے بڑھ کے ہے اور تو ایک مکھی ہے کہ پستی میں اڑتا ہے اگرچہ تیری عقل بلندی پر اڑے لیکن مرغ تقلیدی ہے کہ پستی میں جا پڑے علم تقلیدی مجکو وبال جان ہے اور عاریت ہے لیکن میں نے جانا ملک ہے پس اس عقل سے جاہل ہونا چاہیئے باقی حال اسکا مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ؎ فائدہ الخ یہ شعر جو فائدہ دیکھے اس سے بھاگ جا زہر لے اور آب حیواں پھینک دے جو تیری تعریف کرے اس کو گالی دے اور مفلسوں کو اپنا مال و زر دے خوف میں تو رہ اور امن کو چھوڑ اور ننگ چھوڑ اور رسوا ہو آزمایا عقل دور اندیش کو بعدہ خود کو دیوانہ کردوں یعنی اس عقل ظاہری کو چھوڑ اور دیوانہ ہو کر راہ لے بقول استاد کے ؎ دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند۔ پس اس عقل کے ترک کرنے میں مولانا قصہ دلقک کا مثال میں آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ؎ مسخرے الخ یہ شعر بادشاہ نے مسخرے دلقک سے یہ کہا کہ تو نے جلدی کیوں قحبہ کو کر لیا مجکو چاہیئے تھا کہ اسکو مجھ سے پوچھتا کہ میں تیری شادی کرتا عورت ستورہ سے دلقک نے کہا میں نے نو عورت صالح کیں وہ قحبہ نکلیں کہ ان کے غم سے بجان تھا پس یہ قحبہ میں نے عرفان کو کی تاکہ دیکھوں کہ آخر اس کی کیسی ہو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

عقل را ہم آزمودم من بسی | زیں سپس جویم جنونِ معرضی
آزمایا[۱] اسلئے میں نے عقل کو | بعدہ ڈھونڈھوں جنون جس جا پہ ہو

بحیلت در سخن آوردن سائل شیخ بہلول را کہ خود را دیوانہ نمودہ بود

حیلہ سے باتیں کرنا سائل کی شیخ بہلول سے کہ اس نے خود کو دیوانہ بنایا تھا

آں یکے میگفت خواہم عاقلے | مشورت آرم بادو در مشکلے
آں یکے گفتش کہ اندر شہر ما | نیست عاقل غیر آں مجنون نما
بر نئے گشتہ سوارہ نک فلاں | میدواند در میاں کودکان
گوہری بازد بروزان و شبان | در جہاں گنج نہاں جان جہاں
صاحب رائے است و آتش پارۂ | آسمان قدر ست و اختر پایۂ
فر او کروبیان را جان شد است | او درین دیوانگی پنہاں شد است
لیک ہر دیوانہ را جاں نشمری | سر منہ گوسالہ را چوں سامری
چوں ولی آشکارا با تو گفت | صد ہزاران غیب و اسرار نہفت
مر ترا آں فہم و آں دانش نبود | واندانستی تو سرگیں راز عود
از جنوں خود را ولی چوں پردہ ساخت | مر ورا اے کور کے خواہی شناخت
گر ترا باز است آں دیدہ یقیں | زیر ہر سنگے یکے سرہنگ بیں
پیش آں چشمے کہ باز و رہبر ست | ہر گلیمے را کلیمے در بر ست

ایک بولا چاہتا عاقل کو ہوں | مشورہ مشکل میں تا اس سے کروں
ایک بولا کہ ہمارے اب یہاں | غیر اس مجنون کے عاقل ہے کہاں
لاٹھی پہ اسوار اب بہلول ہے | دوڑتا ہے ساتھ وہ اطفال کے
رات دن وہ گیند کھیلے ہے یہاں | گنج پوشیدہ ہے وہ جان جہاں
اہل رائے آگ کا پر کالہ وہ | آسمان قدر اور اختر پایہ وہ
مرتبہ اسکا فرشتوں کی ہے جان | وہ ہوا دیوانہ پن میں بس نہاں
جان ہر دیوانہ کو مت جان اخی | سر نہ رکھ گوسالہ کو جوں سامری
جو ولی نے ظاہر اکجہ سے کہے | راز پوشیدہ ہزاراں غیب کا
وہ نہیں تھی عقل و دانش کجہ تجھے | تو نہیں جانے تھا گوبر عود سے
جو ولی پردہ جنوں میں خود چھپے | اسکو اے اندھے تو کیونکر پا سکے
گر کھلی ہے تیری وہ چشم یقیں | دیکھ پیادہ زیر سنگ اندر کمین
جو کھلی ہے آنکھ اسکے سامنے | ہر کلیم اللہ چھپا کمبل میں ہے

[۱] آزمایا الخ ۳ شعر اسی طرح میں نے بہت عقل کو آزمایا ہے بعدہ ڈھونڈھوں جنون کو جس جا پر ہو کہ راحتی حاصل ہو ایک شخص نے کہا کہ میں عقلمند کو چاہتا ہوں تا مشکلات میں مشورہ اس سے کروں ایک شخص نے کہا کہ ہمارے یہاں دیوانہ کے سوا کوئی عاقل نہیں ہے چنانچہ شیخ بہلول کا قصہ آگے مثال میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] لاٹھی الخ ۸ شعر بہلول لاٹھی پر سوار ہے اور لڑکوں کے ساتھ دوڑتا ہے رات دن وہ گیند کھیلتا ہے یہاں اور گنج پوشیدہ و جان جہاں ہے اہل رائے و آتش کا پرکالہ ہے آسمان قدر اور اختر پایہ ہے اسکا مرتبہ جان فرشتوں کی ہے اور وہ دیوانہ پن میں پوشیدہ ہوا ہے آگے خفا لوق ہیں کہ تو ہر دیوانہ کو جان مت جان اور مثل سامری کے ہر گوسالہ کے آگے سر نہ رکھ یعنی ہر دیوانہ کامل و با معنی نہیں ہوتا ہے تو مثل گوسالہ کے اسے مت پوج جو ولی تجھ سے ظاہر کئے ہزاروں راز پوشیدہ و غیب رکھے وہ عقل و دانش تجھ کو نہیں تھی تو نہیں جانتا تھا گوبر کو عود سے اور جو ولی کہ پردۂ جنون میں چھپے اے اندھے اسکو کیونکر پا سکے یعنی اولیاء اللہ نے راز بیان کیا وہ تو سمجھ نہ سکا اور جو اولیا کہ دیوانگی میں چھپا ہے اس کا حال تو کیونکر معلوم کر سکتا ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ [۳] گر کھلی ۲ شعر اگر تیری چشم یقین کھلی ہے ہر ایک سنگ کے نیچے پیادہ شاہی دیکھے جو آنکھ کھلی ہے اس کے سامنے ہر ایک کلیم کمل میں پوشیدہ ہے یعنے ہر وجود میں وہ شاہ موجود ہے چشم بینا چاہیئے ولی کو شہرت دیتا ہے دل اور جس کو وہ چاہے کردے منجلی کون اس کی عقل سے آشنا ہو کیونکہ اس نے خود کو دیوانہ کیا ہے آگے مثال ہے جیسے چور بینا ایک اندھے کی چوری کرے اس کو چور راہ میں کیسے ملے اندھا کب جانے کہ وہ چور خود اگر اس سے ملے کتا کاٹے اندھے گدڑی پوش کو اور تکلیف کے کو کب پہچانیں یعنی اولیاء اللہ جس کو چاہتے ہیں روشن دل کر دیتے ہیں اور ان کی عقل کو کوئی نہیں پہچان سکتا ہے بسبب کور دلی کے چنانچہ اس کی مثال میں قصہ اندھے فقیر کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

هر ولی را هم ولی شهره کند / هر کرا او خواست با بهره کند
کس نداند از خرد او را شناخت / چونکه او مر خویش را دیوانه ساخت
چون بدزدد دزد بینا رخت کور / هیچ یابد دزد را او در عبور
کور نشناسد که دزد او که بود / گرچه خود بر وے زند دزد عنود
چون گزد سگ کور صاحب ژنده را / کے شناسد آن سگ درنده را

دیتا ہے شہرت ولی کو بھی ولی / اور جسے چاہے وہ کرے منجلی
کون اسکی عقل سے ہوا آشنا / کیونکہ اس نے خود کو دیوانہ کیا
چور بینا چوری اندھے کی کرے / چور اسکو راہ میں کیسے ملے
جانے کیا اندھا کہ وہ ہی چور ہے / اگرچہ وہ چور آکے اس سے خود ملے
کاٹے کتا اندھے گدڑی پوش کو / کٹکھنے کتے کو کب پہچانے وہ

حملہ کردن سگ بر گدائے کور

حملہ کرنا کتے کا اوپر اندھے فقیر کے

یک سگے در کوے بر کورے گدا / حملہ می آورد چون شیر وغا
سگ کند آہنگ درویشان بخشم / در کشد سر خاک درویشان بچشم
کاے امیر صید وے شیر شکار / دست دست تست دست از من بدار
کز ضرورت دم سگ را آن حکیم / کرد تعظیم و لقب دادش کریم
گفت او ہم از ضرورت اے اسد / از چو من لاغر شکارے چہ رسد
گور میگیرند یارانت بدشت / کور میگیری تو در کوچہ بگشت
گور میجویند یارانت بصید / کور میجوئی تو در کوچہ بکید
آن سگ عالم شکار گور کرد / وین سگ بیمار قصد کور کرد
علم چون آموخت سگ رست از ضلال / میکند در بیشہ ہا صید حلال
سگ چو عالم گشت شد چالاک و زفت / سگ چو عارف گشت اصحاب کہف

کتا کوچے میں گدائے کور پر / حملہ کرتا تھا بمثال شیر نر
قصد فقرا خشم سے کتا کرے / خاک فقرا ماہ آنکھوں میں رکھے
اے امیر صید اے شیر شکار / تجکو قدرت ہے نہ رکھ مجھ سے تو کار
اس دم سگ کی ضرورت سے حکیم / کرتا تعظیم و لقب رکھا کریم
پس کہا اس نے ضرورت سے اے شیر / مجھ سا لاغر صید سے کب تو ہو سیر
گور صحرائی پکڑتے تیرے یار / تو کرے اندھے کا کوچہ میں شکار
یار تیرے گور کا ڈھونڈھیں شکار / ڈھونڈھے تو اندھے کو کوچہ میں اے یار
وہ سگ عالم تو مارے گور کو / اور یہ سگ مستعد اندھے کا ہو
علم سیکھا تو گیا سگ سے ضلال / کرتا وہ صحرا میں ہے صید حلال
سگ جو عالم ہو تو ہووے تیز رو / سگ جو عارف ہو اصحاب کہف ہو

۱ کتا کوچہ میں الخ یہ شعر ایک کتا کوچہ میں اندھے گدا پر مثل شیر کے حملہ کرتا تھا آگے حقائق ہیں قصد فقیروں کا خشم سے کتا کرتا ہے اور خاک پا فقیروں کی ماہ آنکھوں میں رکھتا ہے کتے کی آواز سے اندھا عاجز ہوا پس اندھا اس کی تعظیم کرنے لگا کہ اے امیر صید و اے میر شکار تجھ کو قدرت ہے تو مجھ سے کام مت رکھ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ اس دم سگ الخ یہ شعر وہ حکیم اس دم سگ کی بضرورت تعظیم کرتا اور اس کا کریم لقب رکھا پس اس نے ضرورت سے کہا اے شیر مجھ سے لاغر شکار سے تو کب سیر ہو تیرے یار گور صحرائی پکڑتے ہیں تو اندھے کا کوچہ میں شکار کرتا ہے تیرے یار شکار گور خر کا ڈھونڈھتے ہیں تو اندھے کو ڈھونڈھتا ہے کوچہ میں علم سیکھا تو سگ سے گمراہی گئی کہ جنگل میں وہ صید حلال کرتا ہے یعنی سگ نفس ہے اور اندھا غافلان دنیا سے مراد ہے پس غافلان دنیا اپنے نفس کی اسی طرح خوشامد کرتے ہیں جو سگ نفس کہ اصلاح پذیر ہوا وہ صحرائے معنی میں گور اسرار و انوار کا شکار حلال کرتا ہے باقی حقائق آگے ہیں فافہم ۱۲ ۳ سگ الخ یہ شعر جو سگ عالم ہو تیز رو ہووے جو سگ کہ عارف ہو اصحاب کہف ہووے سگ نے جانا کہ میرا صید کون ہے اے خدا نور آشنا کون ہے اندھا اندھے پن سے کچھ نہیں جانتا ہے بلکہ جہل سے نہیں پہچانتا ہے زمین اندھے سے اندھی سوا نہیں ہے کہ وہ فضل حق سے دشمن کو جانتی ہے ہمیشہ یعنی اندھی سوا ہے اندھے انسان سے مگر وہ زمین اپنے دشمن کو جانتی ہے اور وہ زمین جانتا ہے پس معلوم ہوا کہ اندھے پن سے نہیں بلکہ جہل سے نہیں جانتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

سنگ شناسا شد کہ میر صید کیست
کور شناسا شد نہ از بی‌چشمی است
نیست خود بی‌چشم‌تر کور از زمین
نور موسیٰ دید و موسیٰ را نواخت
رجف کرد اندر ہلاک ہر دغی
خاک و باد و آب و نار با شرر
بالعکس آن ز غیر حق خبیر
لابرم اشفقن منہا جملہ شان
گفت بیزاریم جملہ زین حیات
چون بماند از خلق ماند او یتیم
چون ز کورے دزد دزد کالۂ
تا نگوید دزد او را کان منم
کے شناسد کور دزد خویش را
چون نبوید ہم بگیر او را تو سخت
پس جہاد اکبر آمد عصر دزد
کالۂ حکمت کہ گم کردہ دل است
کور دل با جان و با سمع و بصر
ز اہل دل جو از جہاد آنرا مجو

اے خدا آن نور آشنا شد صید چیست
بلکہ از جہل ست از پر خشمی است
این زمین از فضل شد خصم مبین
خسف قارون کرد قارون را گداخت
فہم کرد از حق کہ یا ارض ابلعی
بیخبر از ما و از حق با خبر
بیخبر از حق با چندین نذیر
کند شد زامیز حیوان جملہ شان
کہ بود با خلق حی با حق موات
انس حق را قلب می باید سلیم
می کند آن کور عمیانا لکد
گر تو دزدی ہم کہ دزد پرفنم
چون ندارد نور چشم و آن ضیا
تا بگوید او علامتہائے درخت
تا بگوید کہ چہ برد آن زن بمزد
پیش اہل دل یقین آن حاصل ست
می نداند دزد شیطان را اثر
کہ جہاد آمد خلائق پیش او

سنگ نے جانا کون میر صید ہے
اندھے پن سے اندھا نے کچھ جانتا
نے زمین اندھے سے ہی اندھا سوا
نور موسیٰ[۱] دیکھ ہوئی موسیٰ نواز
جنبشین کر کر کے ہر دغی
خاک[۲] و باد و آب و آتش پر شرر
ہم ہیں الٹے غیر حق سے باخبر
اس لئے اشفقن منہا جملہ وہ
بولے ہم اس زندگی سے تنگ ہیں
خلق کے جو ساتھ ہے وہ ہے یتیم
چور اک اندھے کی جو چوری کرے
چور کب اسکو کہے ہیں ہوں وہ چور
اندھا کب پہچانے اپنے چور کو
جو کہے وہ تو پکڑ مضبوط اسے
ہے[۳] جہاد اکبر اب تنگی کور
دل سے جو اسباب حکمت گم گیا
دل کا اندھا جان کان اور آنکھ سے
اہل دل سے لے جہادوں سے نہ لے

اے خدا نور آشنا ہیں کون سے
جہل سے بلکہ نہیں پہچانتا
فضل حق سے جانے دشمن کو سدا
کھینچا قارون کو ہوا قارون گداز
تو سمجھ حق ہے کہ یا ارض ابلعی
بیخبر ہم سے و حق سے باخبر
بیخبر ہم حق سے با این خوف و ڈر
ربط حیوان سے رہی بس کند ہو
مردہ با حق زندہ با دنیا رہیں
انس حق کو چاہیئے قلب سلیم
اندھا اندھوں کی طرح زاری کرے
جو تری چوری کرے پرفن ہوں چور
جو نہ آنکھوں میں رکھے وہ نور کو
تا بتائے وہ پتے اسباب کے
تا کہے کیا لے گیا وہ گندہ چور
اہل دل کو ہے یقین واصل ہوا
چور شیطان کا اثر کب پا سکے
اور خلائق کو جہاد اک جان لے

ا؎ نور موسیٰ الخ ۴ شعر نور موسیٰ دیکھ زمین موسیٰ نواز ہوئی کھینچا قارون کو اور قارون کی گلانے والی ہوئی زمین نے جنبشوں سے کافروں کو تباہ کیا۔ ترجمہ:۔ کرا دے زمین تنگل نے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲؎ خاک و باد الخ ۹ شعر خاک و باد و آب و آتش ہم سے بے خبر اور حق سے خبردار ہے اور ہم اسکے برعکس غیر حق سے باخبر اور حق سے بے خبر باوجود اس خوف و ڈر کے اسلئے اشفقن منہا یعنی ڈرے اس سے وہ حیوانوں کے ربط سے رہ گئے کند ہو کر بولے ہم اس زندگی سے تنگ ہیں کہ مردہ ساتھ حق کے اور زندہ ساتھ خلق کے ہم رہیں جو خلق کے ساتھ ہے وہ یتیم ہے اور انسیت حق کو قلب سلیم چاہیئے آگے مثال ہے ایک چور اندھے کی چوری کرے اور اندھا اندھے کی طرح زاری کرے جب تک چور اس کو کہے اے کور میں ہوں چور جو تیری چوری کرے اندھا کب پہچانے اپنے چور کو جو کہ آنکھوں میں وہ نور نہیں رکھتا ہے جب تک کہ وہ کہے تو مضبوط پکڑے اسے تا کہ وہ اپنے اسباب کو بتائے آگے حقائق ہیں فافہم ۱۲ ۳؎ ہے جہاد الخ ۵ شعر پس چور کو تنگ کرنا جہاد اکبر ہے تا کہ وہ کہے کہ کیا چور لے گیا ہے جو اسباب حکمت دل سے گم گیا وہ اہل دل کو یقین ہے حاصل ہوا جان و کان آنکھ سے دل کا اندھا چور شیطان کا اثر کب پا سکے اہل دل سے لے جہادوں سے مت لے اور خلق کو ایک جہاد جان لے یعنی وہ چور شیطان ہے اور تیرہ دل اندھا ہے کہ اس کا اسباب نور چشم دل و حکمت تھی شیطان نفس نے چرا لی ہے تو اسپر تنگی کر اسی کو جہاد اکبر کہتے ہیں آگے رجوع بقصہ

باز میگردیم سوے راز جو — تا شود ہم مشورت یار راز گو
مشورت جوئیدہ آمد نزد او — کاے اب کودک شدہ رازے بگو
گفت رو زین حلقہ کین در باز نیست — باز گرد امروز روز راز نیست
گر مکان را رہ بدے در لامکان — ہمچو شیخان بودمی من بر دکان

اب میں پھرتا ہوں سوے راز جو — تاکہ ہو وین ہم مشیر راز گو
راز جو بہلول کے نزدیک ہو — بولا اے بابا کہو اس راز کو
بولا اس حلقہ سے جا در نے کھلا — آج تو جا دن نہیں ہے راز کا
گر مکاں کو لامکاں میں ہوتی راہ — مثل شیخوں کے میں ہوتا اہل جاہ

خواندن محتسب مست خراب افتادہ را بسوے زندان

لیجانا محتسب کا ایک مست کو زندان میں اور جواب دینا اسکا

محتسب در نیم شب جائے رسید — در بن دیوار مردے خفتہ دید
گفت اے مستے چہ خوردستی بگو — گفت ازان خوردم کہ ہست اندر سبو
گفت آخر در سبو وا گو کہ چیست — گفت ازان کہ خوردہ ام گفت این خفی ست
گفت آنچہ خوردۂ آن چیست آن — گفت آن کاندر سبو مخفی ست من
دور می شد این سوال و این جواب — ماند چون خر محتسب اندر خلاب
گفت او را محتسب ہین آہ کن — مست ہو ہو کرد ہنگام سخن
گفت گفتم آہ کن ہو می کنی — گفت من شادم تو از غم منحنی
آہ از درد و غم بیدادی است — ہوے ہوے میکشان از شادی است

نیم شب کو محتسب اک جا گیا — زیر دیوار اسکو سوتا اک ملا
بولا اٹھ اے مست کیا کھایا کہو — بولا وہ کھایا ہے جو مٹکے میں ہو
بولا کیا مٹکے میں ہے کر تو بیان — بولا کھایا اس سے جو کچھ تھا نہان
بولا جو کچھ کھایا تو نے کیا ہے وہ — بولا وہ مٹکے میں جو اخفا ہے وہ
دور ہوتا تھا سوال اور یہ جواب — محتسب جون خر رہا اندر گل آب
بولا اس سے محتسب کر آہ تو — مست نے کی در جواب آوازہ ہو
بولا میں آہ کو کہوں تو ہو کرے — بولا میں تو خوش ہوں اور تو غم رکھے
آہ درد و غم ستم سے ہوتی ہے — ہو نکلتی ہے خوشی اور عیش سے

لے اب میں پھر پھرتا ہوں الخ یہ شعراب میں پھر پھرتا ہوں طرف راز جو کے تاکہ ہم مشیر راز گو کا ہوں راز جو پہلے نزدیک جاکر بولا اے بابا اس راز کو کہو بہلول نے کہا کہ اس حلقہ سے جا یہ در نہیں کھلتا آج تو جا راز کا دن نہیں ہے اگر مکان کی لامکان میں راہ ہوتی مثل شیخون کے مین بھی اہل جاہ ہوتا یعنی معنی قید بیان سے باہر ہے اور اگر راز معنے کا بیان ہوتا تو مین بھی مثل شیخون کے دکاندار ہوتا کیوں خراب حال پھرتا چنانچہ محتسب و مست کا قصہ مثال میں آگے بیان فرماتے ہیں فافہم۔ ۲ے نیم شب کو الخ یہ شعر محتسب نیم شب کو ایک جا گیا زیر دیوار اس کو ایک سوتا ہوا ملا کہا اے مست اٹھ کیا کھایا ہے کہو کہا وہ کھایا ہے جو مٹکے میں ہے بولا مٹکے میں کیا ہے بیان کر بولا جو کچھ کھایا اس سے ہے بولا وہ پوشیدہ ہے بولا جو کچھ تو نے کھایا ہے وہ کیا ہے بولا جو مٹکے میں کہا کہ وہ پوشیدہ ہے یہی سوال و جواب کا دور ہوتا تھا محتسب مانند خر کے کیچڑ میں حیران رہا دور اس کو کہتے ہیں کہ ایک شئی موقوف ہو اول پر جیسے وجود مرغ کا موقوف ہے بیضہ پر اور وجود بیضہ کا موقوف ہے مرغ پر محتسب نے اس سے کہا تو آہ کر مست نے جواب اس کے مین آوازہ ہو کی محتسب بولا کہ میں تو آہ کرنے کو کہتا ہوں تو ہو کرتا ہے بولا میں تو خوش ہوں اور تو غم کھاتا ہے آہ درد و غم سے ہوتی ہے اور ہو عیش و خوشی سے نکلتی ہے یعنی وہ مست عشق الٰہی لفظ ہو کہتا تھا کہ مقام ہو عیش عشاق ہے کہ عاشق کو وہاں فناء کامل ہوتی ہے اور مقام ہو کو لامکان بھی کہتے ہیں اور آہ نفس سے تعلق رکھتی ہے اور حالت فراق میں عاشق سے نکلتی ہے چونکہ وہ مست دل سے وصال رکھتا ہے اس واسطے ہو کہتا ہے اور محتسب آہ نفسانی کرنے سے شر کو معلوم کرنا چاہتا تھا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

محتسب گفت این ندانم خیز خیز معرفت متراش بگزار این ستیز
گفت رہ من از کجا تو از کجا گفت مستی خیز تا زندان بیا
گفت مست اے محتسب بگزار و رو از برہنہ کے توان بردن گرو
گر مرا خود قوت رفتن بدی خانۂ خود رفتمی دین کے شدی
من اگر با عقل و با امکانمے ہمچو شیخان بر سر دکانمے
گر مرا رائے و تدبیرے بدی ہمچو شیخان جاہ و توقیرے بدی
ہم مرا زنبیل و دریوزہ بدی ہم نذورات ہمہ روزہ بدی

محتسب[۱] بولا نہ جانوں ہو کھڑا مت تراشے معرفت اے جنگ زا
بولا جا تو میں کہاں اور تو کہاں بولا چل اے مست تا زندانیان
مست بولا محتسب جا چھوڑ تو کب برہنہ سے تو جیتے شرط کو
ہوتی چلنے کی اگر قوت مجھے اپنے گھر جاتا یہ ہوتا کس لئے
ہوتا میں با عقل و با امکان اگر ہوتا مثل شیخ میں دکان پر
ہوتیں گر رائیں و تدبیریں مری ہوتیں مثل شیخ توقیریں مری
ہوتی از زنبیل و گدائی بھی مجھے ہوتی نذریں سارے دن کی بھی مجھے

دوم بار در سخن کشیدن سائل آن بزرگ را تا حال او معلوم گردد

دوسری بار کہنا سائل کا اُس بزرگ کو تا حال اُسکا معلوم ہو

گفت آن طالب کہ آخر یک نفس ای سوارہ برنے این سو ران فرس
راند سوئے او کہ ہان زد تر بگو کاسپ من بس توسنست و تند خو
تا لگد بر تو نہ کوبد دور باش از چہ میپرسی بیان کن خواجہ تاش
او مجال راز دل گفتن ندید رو برون شو کرد و در لاغش کشید
گفت میخواہم درین کوچہ زنے کیست لائق از برائے چون منے
گفت سہ گونہ زن اند اندر جہان آن دو رنج و این یکے گنج روان
آن یکے را چون بخواہی کل ترا ست وین دگر نیمے ترا نیمے جدا ست

بولا[۲] وہ طالب کہ اک دم میری ہو اے سوار نے تو دوڑا اسپ کو
گھوڑا دوڑا کر کہا جلدی کہو گھوڑا ہے منہ زور میرا تند خو
لات ماریگا کہیں تو دور ہو پوچھتا ہے کیا تو اے خواجہ کہو
راز کہنے کی نہ قدرت جو ملی مسخرے پن سے کہا ہٹ جا ابھی
بولا[۳] میں نے چاہا تھا عورت یہاں کونسی لائق ہے میرے کر بیان
بولا عورت تین ہیں اندر جہان دو ہیں رنج اور ایک ہی گنج روان
ایک وہ جو تو کرے کل ہو تری دوسری آدھی تری آدھی جدی

۱؎ محتسب بولا الخ۔ شعر محتسب نے کہا میں نہیں جانتا تو کھڑا ہوا اور معرفت مت تراش اے جنگ جو مست نے کہا تو جا میں کہاں اور تو کہاں کہا اے مست چل تو زندان تک مست نے کہا تو جا چھوڑ تو کب برہنہ سے شرط جیتے اگر چلنے کی مجھ کو طاقت ہوتی تو گھر جاتا یہ کاہے کو ہوتا اگر میں با عقل و با امکان ہوتا مثل شیخ کے دکان پر ہوتا اگر میری رائیں تدبیریں ہوتیں مثل شیخ کے میری توقیریں ہوتیں تو زنبیل اور گدائی مجھ کو ہوتی نذریں تمام دن کی مجھ کو ملتیں یعنی میں بھی مثل پیرون دکاندار کے صاحب مال ہوتا اور بینوائی میں کیو نکر گرفتار رہتا پس ثابت ہوا کہ جو اہل سعی ہیں وہ پابند آسایش دنیا نہیں ہیں پریشان حال رہتے ہیں آگے قصہ سائل کا ہے فافہم ۲؎ بولا وہ الخ یہ شعر اس طالب نے کہا کہ ایک دم میری طرف اے سوار لاٹھی کے دوڑا گھوڑے کو بہلول نے گھوڑا دوڑا کر کہا جلدی کہو کہ میرا گھوڑا منہ زور تند خو ہے لات نہ کہیں مارے تو دور ہو تو کیا پوچھتا ہے اے خواجہ کہو راز کہنے کی جو قدرت نہ ملی مسخرے پن سے کہا اب ہٹ جا باقی حال قصہ کا آگے ہے فافہم ۳؎ بولا میں الخ۔ شعر کہا میں نے عورت کرنا چاہتا ہوں یہاں پر کونسی لائق ہے میرے بیان کر کہا تین قسم کی عورتیں جہان میں ہیں دو سے رنج اور ایک سے گنج ہے ایک جو تو کرے وہ کل تیری ہو دوسری آدھی تیری آدھی جدی ہو تیسری وہ جو تیری کچھ نہیں ہو یہ تو نے سنا اے مدعی جلد ہے تو گھوڑا لات نہ مارے تجھے کہ تو گرے اور پھر اٹھ نہ سکے شیخ ہمراہ لڑکوں کے چلدیا پھر اس جوان نے اس کو آواز دی کہ تو آ اور تفسیر اسکی کہہ تو کہتا ہے کہ عورتیں تین کرو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ –

وان سوم ایہیچ اوترا نبود بدان
تاترا اسپم نہ پراند لگد
شیخ راند اندر میان کودکان
کہ بیا آخر بگو تفسیر این
راند سوے او وگفتش بکر خاص
وانکہ نیمی ہست نو بیوہ بود
چون زشوہر اولش کودک بود
دور شو تا اسپ نیندازد لگد
ہائے وہوے کرد شیخ و باز راند
باز بانگش کرد سائل کہ بیا
باز راند این سو بگو زد ترچہ بود
گفت اے شہ باچنین عقل وادب
تو درائے عقل کلی در بیان
گفت این اوباش راے میزنند
دفع می گویم مرا گویند نے
باوجود تو حرام ست وخبیث
در شریعت نیست دستور کہ ما
زین ضرورت گیج و ویرانہ شدم
ظاہرا شوریدۂ وشیدا شدم

این شنیدی دور شو رفتم روان
کہ نیفتی بر نخیزی تا ابد
بانگ زد بار دگر اورا جوان
این زمان سہ نوع گفتی برگزین
کل ترا باشد زغم یابی خلاص
وانکہ ہیچ ست آن عیال باولد
مہر کل خاطرش آن سو رود
سم اسپ تو سنم بر تو رسد
کودکان را باز سوے خویش خواند
یک سوالم ماند اے شاہ کیا
کہ زمیدان آن بچہ گویم ربود
اینچہ شبدست اینچہ فعل ست اے عجب
آفتابے در جنون چونے نہان
تا درین شہر خودم قاضی کنند
نیست چون تو عالمے صاحب فنے
کہ کم از تو در قضا گوید حدیث
کمتر از تو شہ کنیم و پیشوا
زین گروہ از عجز بیگانہ شدم
لیک در باطن ہمانم کہ بدم

تیسری وہ کچھ نہیں ہووے تری
تا نہ گھوڑا لات مارے اب تجھے
شیخ بس لڑکوں کے ہمراہ چلدیا
کہ تو آتفسیر اس کی تو کہو
اسکے پاس آکر کہا کر باکرا
جو کہ آدھی ہے نئی وہ رانڈ ہے
اگلے شوہر سے جو اولاد اسکی ہو
دور ہو تو لات گھوڑے کی چلے
ہائے وہو کی شیخ نے پھر چلدیا
پھر پکارا اسکو سائل نے کہ آ
پھر وہ آیا کہ کہو کیا رہ گیا
بولا اے شہ باوجود اس عقل کے
تو سوا ہے عقل کل سے در بیان
بولا کرتے مشورت اوباش ہیں
کرتا ہوں انکار کہتے ہیں نہیں
تیری ہوتی ہے بدتر اور حرام
ہے نہ دستور اب ہماری شرع میں
اس ضرورت سے میں دیوانہ ہوا
ظاہرا مجنون و دیوانہ ہوا

یہ سُنا تو نے تو جا اے مدعی
کہ گرے تو اور کبھی نے اٹھ سکے
پھر پکارا اور جوان نے یہ کہا
عورتیں تو تین کہتا ہے کرو
کل تری ہو غم سے تو ہووے رہا
وہ نہیں کچھ ہے جو زن بچہ رکھے
کل محبت اسکی اس شوہر سے ہو
سم نہ گھوڑے کا ترے جاکر لگے
اور لڑکوں کو بخود مائل کیا
اک سوال اور میرا باقی رہ گیا
کہ وہ لڑکا گیند میرے لے گیا
تجھکو یہ فعل اور حیلے کس لئے
شمس ہی پھر کیوں جنوں میں ہے نہاں
تا مجھے اس شہر کا قاضی کریں
تجھ سا عالم باعمل جگ میں نہیں
تجھ سے کم اندر قضا کھوے کلام
پیشوا ہم تجھ سے کمتر کو کریں
اس گروہ سے آپ بیگانہ ہوا
پر میں باطن میں وہی ہوں جو کہ تھا

[1] اس کے پاس الخ۔ شعر اس کے پاس آکر کہا کہ باکرہ کر کہ کل تیری ہووے اور تو غم سے چھوٹے اور آدھی عورت نئی رانڈ ہے اور وہ کچھ نہیں ہے کہ جو عورت بچہ رکھتی ہے اگلے شوہر سے جو اُس کی اولاد ہو کل محبت اس کی اس شوہر سے ہو تو دور ہو کہ گھوڑے کی لات چلیگی تیرے سم گھوڑے کا نہ جالگے ہائے ہو شیخ نے کی اور پھر چلدیا اور لڑکوں کو اپنی طرف مائل کیا پھر سائل نے اسکو پکارا کہ آ کہ میرا ایک سوال اور باقی رہ گیا ہے یعنی عورتین تین قسم کی ہین باکرہ رانڈ و ذی اولاد مگر باکرہ بہتر ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔
[2] پھر وہ آیا الخ۔ شعر وہ آیا کہ کہو کیا رہ گیا ہے کہ وہ لڑکا میرے گیند لے گیا ہے کہا اے بادشاہ باوجود اس عقل کے تجکو یہ فعل اور حیلے کس واسطے ہیں تو سوائے عقل کل کے بیان میں ایک شمس ہے جنون میں کیوں پوشیدہ ہے کہا کہ اوباش مشورہ کرتے ہیں کہ مجھے اس شہر کا قاضی کرین میں انکار کرتا ہوں تو کہتے ہیں تجھ سا عالم باعمل جگ میں نہیں ہے تیرے ہوتے بدتر اور حرام ہے کہ تجھ سے کم اندر قضا کے حکم کرے ہماری شرع میں دستور نہیں کہ تجھ سے کمتر کو ہم پیشوا کرین اس ضرورت سے میں دیوانہ ہوا ہوں اور اس گروہ سے خود بیگانہ ہوا ہوں مین ظاہر مین مجنون دیوانہ ہوا ولیکن میں باطن مین وہی ہون جو کہ تھا میری عقل گنج اور میں ویرانہ ہون گنج اگر ظاہر کروں دیوانہ ہوں آگے حقائق ہین فافہم ۱۲۔

عقل من گنجست من ویرانہ ام
گنج اگر پیدا کنم دیوانہ ام

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد
این عسس را دید و در خانہ نشد

دانش من جوہر آمد نے عرض
این بہائے نیست بہر ہر غرض

کان قند و نیستان شکرم
ہم زمن می روید و من میخورم

علم تقلیدی و تعلیم است آن
کز نفور مستمع دارد فغان

چون پئے دانش نہ بہر روشنی است
ہمچو طالب علم دنیائے دنی است

طالب علم ست بہر عام و خاص
نے کہ تا یابد ازین عالم خلاص

ہمچو موشی ہر طرف سوراخہا
میکند غافل ز انوار بقا

ہمچو موشے ہر طرف سوراخ کرد
چونکہ نورش راند از در گشت سرد

چونکہ سوئے دشت و نورش رہ نبود
ہمدران ظلمات جہدی می نمود

گر خدایش پر دہد او با خرد
برہد از موشے و چون مرغا پرد

در نجوید پر بماند زیر خاک
نا امید از رفتن راہ سماک

علم گفتارے کہ آن بیجا بود
عاشق روئے خریدان بود

گرچہ باشد وقت بحث علم زفت
چون خریدارش نباشد مرد و رفت

مشتری من خدا یست و مرا
میکشد بالا کہ اللہ اشترے

خونبہاے من جمال ذوالجلال
خونبہائے خود خورم کسب حلال

عقل میری گنج و میں ویرانہ ہوں
گنج اگر ظاہر کروں دیوانہ ہوں

وہ[1] ہے دیوانہ نہ دیوانہ ہوا
دیکھ اس شحنہ کو نے گھر میں چھپا

عقل ہے جوہر مری اور نے عرض
یہ نہیں رکھتی ہے قیمت ہر غرض

کان قند اور نیستان شکر کا ہوں
مجھ سے اگتا ہے وہ میں ہی کھاتا ہوں

علم[2] تقلیدی و تعلیم اک ہے وہ
نے سنے کوئی تو اس کو رنج ہو

بہر دانش ہے نہ بہر روشنی
جیسے طالب علم دنیائے دنی

چاہتا ہے علم بہر عام و خاص
نے کہ اس عالم سے پاوے وہ خلاص

مثل چوہا کرتا وہ سوراخ ہے
کیونکہ غافل ہے بقائے نور سے

ہر طرف سوراخ جوں چوہا کیا
نور نے جو روکا تو الٹا پھرا

نور و جنگل کیطرف جو رہ نہ تھی
اسکو اس ظلمت میں بس کوشش رہی

گر خدا پر دیوے اسکو عقل سے
چوہا پن چھوڑے مثال مرغ اڑے

گر نہ ڈھونڈھے پر تو نیچے خاک کے
رہوے نا امید وہ افلاک سے

علم[3] فانی جو کہ وہ بیجان ہے
عاشق روے خریداں ہے

علم گرچہ بحث کے وقت ہو قوی
جو نہ پائے مشتری ہو مردنی

مشتری حق ہے مرا سوے علا
مجکو کھینچے ہے کہ اللہ اشترے

خونبہا میرا جمال ذوالجلال
کھاؤں اپنا خونبہا کسب حلال

[1] وہ ہے الخ یہ شعر وہ دیوانہ نہیں ہوا ہے کہ اس شحنہ کو دیکھ کر گھر میں نہیں چھپا ہے یعنی وہ شخص دیوانہ نہیں ہوا ہے میری عقل جوہر ہے عرض نہیں رکھتی ہیں کان قند و نیستان شکر کا ہوں کہ مجھ سے اگتا ہے وہی میں کھاتا ہوں کہ مجھ سے میں عارف ہوا اور شاہ ہیں جو عرفان کشف ہوتا ہے مجھ میں صرف ہوتا ہے آگے علم تقلیدی کا بیان ہے فافہم [2] علم تقلیدی الخ یہ شعر وہ ایک علم تقلیدی ہے و تعلیم ہے کہ جو نہ سنے تو اسکو رنج ہووے تو وہ علم واسطے دانش کے ہے نہ واسطے روشنی کے جیسے طالب العلم دنیا کا سیکھتا ہے اور چاہتا ہے علم واسطے خاص و عام کے اس عالم سے خلاص ہونے کو نہیں چاہتا ہے اس کی مثال ہے مثل چوہے کے وہ ہر طرف سوراخ کرتا ہے اور بقاے نور سے غافل ہے مثل چوہے ہر طرف سوراخ کیا نور نے جو روکا تو وہ واپس پھرا نور و جنگل کیطرف جو راہ نہ تھی اس واسطے اسکو ظلمت میں کوشش رہی اگر خدا اسکو عقل سے پر دیوے چوہا پن چھوڑے اور مرغ کے مانند اڑے اور اگر پر نہ ڈھونڈھے نیچے خاک کے نا امید رہوے افلاک سے یعنی علم تقلیدی دنیا کمانے کو سیکھنا اور وصول الی اللہ سے باز رہنا مثل چوہے کے ظلمت میں رہنا اور روشنی سے بھاگنا ہے اگر خدا چاہے عرفان دے کر مثل مرغ کے اڑاوے باقی حال آگے ہے فافہم [3] علم فانی الخ یہ شعر جو کہ علم فانی بیجان ہے عاشق خریداران کے منھ کا ہے یعنی اہل قال سامعین منھ کو تکتے ہیں کہ کیا تعریف کرتے ہیں یعنی مدح پسند ہیں اگر علم بحث کے وقت قوی ہے تو خریدار نہ پائے تو مردہ ہوا اور میرا مشتری اللہ ہے اور کھینچتا ہے طرف اعلی کے ترجمہ۔ خریدار اللہ ہے میرا خونبہا جمال حق ہے کسب حلال سے میں اپنا خونبہا کھاتا ہوں پس تو ان خریداران مفلس سے نہ لے مشت گل کیا خریداری کریگے گل مت کھا اور گل مت لے اگر گل کھائیگا تو ہمیشہ زرد رو ہو تو گل سے پیدا ہے سب گل ہے تو اسکو مت کھا اور خدا سے نور کھا کہ نور سے نوری ہووے ورنہ گل کھانے سے زرد رو ہوگا یعنی شرمندہ روز حشر کے ہوگا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

این خریداران مفلس را بهل / چه خریداری کند یکمشت گل
گل مخور گل را مخور گل را مجو / زانکه گل خوردست دائم زرد رو
دل بخر تا دائما باشی جوان / از تجلی چهره ات چون ارغوان
طالب دل شو که تا باشی چو گل / تا شوی خندان و فرحان مثل گل
دل نباشد آنکه مطلوب گل است / این سخن را روی بر صاحب دل است
یارب این بخشش نه حد کار ماست / لطف تو لطف خفی را خود سزاست
دستگیر از دست ما ما را بخر / پرده را بردار و پرده ما مدر
بازخر ما را ازین نفس پلید / کاردش تا استخوان ما رسید
از چو ما بیچارگان این بند سخت / که گشاید جز تو ای سلطان بخت
اینچنین قفل گران را ای ودود / که تواند جز که فضل تو گشود
ما ز خود سوی تو گردانیم سر / چون توئی از ما بما نزدیک تر
با چنین نزدیکی دوریم دور / درچنین تاریکی بفرست نور
این دعا هم بخشش و تعلیم تست / ورنه در گلخن گلستان از چه رست
درمیان خون و روده فهم و عقل / جز به اکرام تو نتوان کرد نقل
از دو پاره پیه آن نور روان / موج نورش میرود تا آسمان
گوشت پاره که زبان آمد ازو / میرود سیلاب حکمت همچو جو
سوی سوراخی که نامش گوشهاست / تا بباغ جان که میوه ش هوشهاست
شاهراه باغ جانها شرع اوست / باغ و بستانهای عالم فرع اوست

ان خریداران مفلس سے نہ مل / کیا خریدار یں یہ مشت گل
گل نہ ڈھونڈ اور گل نہ کھا لے نہ تو / گل جو کھائے ہو ہمیشہ زرد رو
مول لے دل تا ہمیشہ ہو جوان / اور تجلی سے ہو منہ جوں ارغوان
طالب دل ہو کہ تا ہو مثل گل / تا ہو تو ہشیار و خندان مثل گل
رہ نہیں ہے دل جو ہی مطلوب گل / جانتے اس بات کو ہیں اہل دل
اے خدا بخشش نہ یہ حد ہے مری / لطف تیرا لائق لطف خفی
مول لے ہم کو ہمارے ہاتھ سے / کھول دے پردہ و رسوا مت کرے
مول لے پھر ہمکو تو اس نفس سے / پہونچی ہڈی تک چھری اب اسکی ہے
کون ہم بیچارگوں سے بند سخت / تجھ سوا اب کھولے اے سلطان بخت
ایسے بھاری قفل کو اب اے خدا / کون کھولے فضل تیرے کے سوا
تیری جانب ہم پھرے خود آپ سے / ہے تو نزدیک زیادہ ہم سے ہے
باوجود اس قرب کے ہم ہیں دور / ایسی تاریکی میں اب تو بھیج نور
یہ دعا تعلیم و بخشش تجھ سے ہے / ورنہ گلخن میں گلستان کب اگے
درمیاں اس خون و رگ کے فہم و عقل / جز کرم تیرے نہ ہو سکتی ہے نقل
نور دو ٹکڑوں سے چربی کے یہاں / موج مارے نور پھرتا آسمان
گوشت کا ٹکڑا کہ جو ہے وہ زبان / سیل حکمت نہر سان اس سے رواں
جانب سوراخ کہ نام اسکا گوش / باغ جان تک کہ ہے میوہ اسکا ہوش
باغ جان کی راہ اسکی شرع ہے / اور جان کا باغ اسکی فرع ہے

لے مول الخ ۱ شعر دل کو مول لے تا ہمیشہ تو جوان ہو اور تجلی سے مثل ارغوان کے منہ سرخ ہو طالب دل کا ہو کہ مثل گل ہو تا خوش و خندان مثل گل ہو کہ مثل ہونا خوش اور وہ دل نہیں ہے جو مطلوب دل کا ہو بس اہل دل اس بات کو جانتے ہیں آگے مناجات ہے اے خدا یہ بخشش تیری میرے حد امکان سے باہر ہے تیرا لطف لائق لطف پوشیدہ کے ہے ہم کو ہمارے ہاتھ سے مول لے اور پردہ کھول دے اور رسوا مت کرے یعنی ہم کو اس صورت سے چھڑا دے پھر ہم کو مول لے اس صورت سے کہ اس کی چھری ہڈی تک اب پہونچی ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ـ ۵۲ کون ہم بیچاروں سے الخ ۲ شعر ہم بیچاروں کا تجھ سے سوا کون ہے اے سلطان بخت اے خدا ایسے بھاری قفل کو تیرے فضل کے سوا کون کھولے تیری جانب ہم خود آپ سے پھرے تو ہم سے زیادہ نزدیک ہم سے ہے باوجود اس قرب کے ہم دور ہیں ایسی تاریکی میں اب تو نور بھیج یعنے ہم تیرے قریب ہیں مگر بسبب ظلمت نفس کے تجھ کو پہچان نہیں سکتے ہیں تو نور دل عنایت کر تا کہ پہچانیں یہ وہ تعلیم و بخشش تجھ سے ہے ورنہ گلخن میں گلستان کب اگتا ہے فہم و عقل درمیان اس خون و رگ کے بجز تیرے کرم کے نقل نہیں کر سکتے ہیں نور دو ٹکڑے چربی سے بظاہر موج مارے آسمان تک باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ـ ۵۳ گوشت کا الخ ۳ شعر ٹکڑا گوشت کا کہ جو زبان ہے حکمت کی سیل اس سے رواں ہے جانب سوراخ کے نام اس کا گوش ہے باغ جان تک کہ میوہ اس کا ہوش ہے اس کی شرع باغ جان کی راہ ہے اور باغ بیان کا اس کی شاخ ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ـ

اصل و سرچشمہ خوشی آنست آن زود بجری تحتہا الانہار خوان
قصۂ رنجور گو با مصطفا زانکہ لطف حق ندارد منتہا
شکر نعمت چون کنی چون شکر تو نعمت تازہ بود ز احسان او
عجز. تو از شکر شکر آمد تمام فہم کن دریاب قد تم الکلام

ہے[1] وہ سرچشمہ خوشی کی ایک جڑھ جلدی تجری تحتہا الانہار پڑھ
قصۂ بیمار کہہ با مصطفا کیونکہ لطف حق نہ رکھے انتہا
شکر نعمت کب ہو شکر اب کل ترے نعمت تازہ ہو احسان اسکے سے
تیرا عجز. شکر شکر آیا تمام تو سمجھ لے اب ہوا آخر کلام

نصیحت کردن رسول اللہ بیمار را و دعا آموزیدن اورا

نصیحت کرنا رسول اللہ کا بیمار کو اور دعا سکھانا اس کو

گفت پیغمبر مر آن بیمار را چون عیادت کرد یار زار را
کہ مگر نوعے دعائے کردۂ از جہالت زہر ہائے خوردۂ
یاد آورد چہ دعائے گفتۂ چون ز مکر نفس مے آشفتۂ
گفت یادم نیست الا ہمتے دار با من یادم آید ساعتے
از حضور نور بخش مصطفے پیش خاطر آمد او را آن دعا
ہمت پیغمبر روشن کدہ پیش خاطر آمدش آن گم شدہ
تافت زان روزن کہ از دل تا دلست روشنی کو فرق حق و باطلست
گفت اینک یادم آمد ای رسول آن دعا کہ گفتہ ام من از فضول
چون گرفتار گنہ می آمدم ہمچو غرقہ دست و پائے میزدم
پر گنہ باب کشایش می زند غرقہ دست اندر حشایش میزند
از تو تہدید و وعیدے می رسد مجرمان را ز عذابات شدید

بولے[2] پیغمبر یہ اس بیمار سے جو عیادت کو گئے اس یار کے
گر کسی صورت دعا تو نے ہی کی زہر کھایا ہے جہالت سے اجی
یاد کر لے کیا دعا تو نے کری مکر سے ہے نفس کی حالت بری
بولا مجھکو تو نہیں کچھ یاد ہے تم کرو ہمت تو یاد آئے مجھے
پایا[3] پرتو جو حضور مصطفے آگئی یاد اسکی دلمیں وہ دعا
ہمت پر نور احمد سے دلا دل میں اسکے یاد آیا وہ گما
جسکی روزن سے کہ دل سے دلکو ہی روشنی کہ فرق حق باطل کرے
بولا اب یاد آئی مجھکو ای رسول وہ دعا جو کی تھی از راہ فضول
ہیں گرفتار گنہ ہوتا جو تھا دست و پا ہیں مارتا جو ڈوبتا
بخشش اپنی پر گنہ ہے چاہتا ہاتھ سے پکڑے ہے تنکا ڈوبتا
تجھسے آتی تھیں وعید بینشین مجرموں کو ان عذابوں سے جو ہیں

[1] ہے وہ الخ یہ شعر دہ سرچشمہ خوشی کی ایک جڑ ہے جلدی تجری من تحتہا الانہار پڑھ یعنی جان کو شریعت سے تازگی ہے جیسے باغ جنت کو نہروں سے قصہ بیمار کا کہو ساتھ مصطفے کے کیونکہ لطف حق کی انتہا نہیں ہے تیرے سب شکر نعمت کب ادا ہوں اس کے احسان سے نعمت تازہ ہو یعنی جو شکر کیا وہ شکر اس کے احسان سے نعمت ہو کر لوٹ آیا پھر اس نعمت کا شکر کب ہو گے تیرا عجز. شکر شکر تمام آیا ہے تو سمجھ لے اب کلام آخر ہوا یعنی شکر سے عاجز ہونا یہی شکر ہے آگے قصہ نصیحت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے فافہم۔ [2] بولے الخ یہ شعر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا یہ اس بیمار سے جو عیادت کو اس یار کی گئے تھے کہ کسی طرح کی دعا تو نے کی ہے اور زہر کھایا ہے جہالت سے اے اجی یاد کر لے کیا دعا تو نے کی ہے نفس کے مکر سے حالت بری ہے کہا کہ مجھ کو تو کچھ یاد نہیں ہے تم ہمت کرو تو ہم کو یاد آئے باقی اسکا حال آگے ہے فافہم ۱۲۔ [3] پایا الخ یہ شعر جو حضور مصطفے کا پرتو پایا کہ اسکے دل میں تھا وہ دعا یاد آگئی ہمت پر نور احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے دل میں وہ گمان یاد آیا آگے حقائق میں اس روزن سے کہ دل کو دل سے راہ ہے جسکی روشنی کہ فرق حق و باطل میں کرے یعنی توجہ دل سے گئی تھی یاد آئی صحابہ نے کہا یا رسول اللہ اب مجھ کو یاد آئی وہ دعا جو از راہ فضول کے کی تھی جس میں گرفتار گناہ ہوتا تھا اور ہاتھ پاؤں مارتا تھا مانند ڈوبتے کے اپنی بخشش پر گناہی سے چاہتا تھا جیسے ڈوبتا تنکے کو پکڑتا ہے تجھ سے وعید و بینشین ہیں آتی تھیں جو کہ مجرموں کو عذابوں سے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

مضطرب میگشتم و چارہ نبود ‌ بند محکم بود و قفل ناکشود
نے مقام صبر نے راہ گریز ‌ نے امید توبہ نے جاے ستیز
نے بغیر حق تعالے یار من ‌ اینچنین دشوار آمد کار من
ہمچو ہاروت و چو ماروت از حزن ‌ آہ میکردم کہ اے خلاق من

مضطرب ہیں ہوتا اور چارہ نہ تھا ‌ قید سخت اور قفل بھاری نے کھلا
نے مقام صبر نے جانے کی راہ ‌ نے امید توبہ نے لڑنے کی چاہ
نے سوا اللہ کے کوئی میرا یار ‌ ایسی مشکل میں پڑا ہے میرا کار
غم سے جون ہاروت اور ماروت کے ‌ آہ کرتا ہیں کہ اے خالق مرے

ذکر دشواری عذاب و سختی آن

ذکر مشکلات عذاب آخرت و سختی اسکی کا

از خطر ہاروت و ماروت آشکار ‌ چاہ بابل را نمودند اختیار
تا عذاب آخرت اینجا کشند ‌ گربزند و عاقل و ساحر وشند
نیک کردند و بجاے خویش بود ‌ سہل تر باشد ز آتش رنج دود
حد ندارد وصف رنج آنجہان ‌ سہل باشد رنج دنیا پیش آن
اے خنک آنکو جہادے می کند ‌ بر بدن زجرے و دادی کند
تا ز رنج آن جہانے وارہد ‌ بر خود این رنج عبادت می نہد
من ہمی گفتم کہ یارب آن عذاب ‌ ہم درین عالم بران بر من شتاب
تا دران عالم فراغت باشدم ‌ در چنین درخواست حلقہ میزدم
اینچنین رنجوری پیدا ام شد ‌ جان من از رنج بے آرام شد
ماندہ ام از ذکر و از اوراد خود ‌ بیخبر گشتم ز خویش و نیک و بد
گر نمی دیدم کنون من روے تو ‌ اے خجستہ دے مبارک بوے تو
بیشدم از دست من یکبارگی ‌ کردیم شاہانہ این غمخوارگی

ڈر سے بس ہاروت اور ماروت نے ‌ چاہ بابل کو کیا منظور ہے
تا عذاب آخرت دنیا میں ہو ‌ عاقل و مکار جادوگر ہیں وہ
پس کیا اچھا و لائق اپنے ہے ‌ ہے دھوین کا رنج آسان آگ سے
اُس جہان کا رنج نے کچھ حد رکھے ‌ اسکے آگے رنج دنیا سہل ہے
وہ بہت اچھا جو کرتا ہے جہاد ‌ جسم پر اپنے کرے بس ظلم و داد
اُس جہان کے رنج سے تا کہ چھٹے ‌ خود پے اس رنج و عبادت کو رکھے
مین یہی کہتا تھا یارب وہ عذاب ‌ مجھ پہ اس عالم مین تو کرلے شتاب
تاکہ اس عالم مین فارغ مین ہون ‌ اسلئے درخواست میں بھی کرتا ہون
ایسی بیماری ہوئی پیدا مجھے ‌ جان بیماری سے بے آرام ہے
سب ذکر و وظائف چھٹ گئے ‌ بیخبر خود سے ہون بد اور نیک سے
گر تمہارا منہ نہ اب میں دیکھتا ‌ نے مبارک بو تمہاری سونگھتا
میں گیا تھا ہاتھ سے اکبارگی ‌ کی مری شاہانہ یہ غمخوارگی

لہ مضطرب الخ یہ شعر میں بیقرار ہوتا ہوں اور کچھ علاج نہ تھا قید سخت اور قفل بھاری بے کھلا تھا نہ مقام صبر کا و نہ جائے پناہ تھی نہ امید توبہ کی اور نہ لڑنے کی قدرت تھی نہ سوا اللہ کے کوئی میرا یار تھا ایسی مشکل میں میرا کام پڑا تھا میں غم سے مانند ہاروت اور ماروت کے آہ کرتا تھا کہ اے خالق میرے یعنی میں اس گناہ سے اپنے پریشان تھا ۱۲ سکہ ڈر سے الخ یہ شعر خوف سے ہاروت و ماروت نے چاہ بابل کو منظور کیا ہے کہ تا عذاب آخرت دنیا میں وہ عاقل و مکار جادوگر ہیں پس اچھا کیا اور اپنے لائق کیا کہ رنج دھوین کا آگ سے آسان ہے جہان کا رنج انتہا نہیں رکھتا ہے رنج دنیا اس کے آگے سہل ہے یعنی دنیا کی فضیحتی بہتر ہے رسوائی عقبی سے باقی حقائق آگے ہیں فافہم ۱۲ سکہ وہ بہت اچھا الخ یہ شعر اے وہ شخص بہت اچھا ہے جو جہاد کرتا ہے اور اپنے جسم پر ظلم و داد کرتا ہے تاکہ اس جہان کے رنج سے چھٹے اور اس رنج عبادت کو خود پر رکھے آگے رجوع بقصہ ہے پس میں بھی یہی کہتا تھا کہ یارب وہ عذاب مجھ پر اسی عالم میں تو جلد کرلے تاکہ میں اُس عالم میں فارغ رہوں اس لئے میں بھی درخواست کرتا ہوں مجھ کو ایسی بیماری پیدا ہوئی اور جان بیماری سے بے آرام ہوئی میرے ذکر و وظائف چھٹ گئے خود سے بد و نیک سے بیخبر ہوں اگر اب میں تمہارا منہ نہ دیکھتا اور نے مبارک بو تمہاری سونگھتا میں ایکبارگی ہاتھ سے گیا تھا بادشاہوں کے مانند یہ آپ نے غمخواری میری کی آگے جواب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ہے فافہم ۱۲

گفت ہے ہے این دعا دیگر مکن — بر مکن تو خویش را از بیخ و بن
بولے ہے ہے یہ دعا تو پھر نہ کر — جڑ سے خود کو مت اکھیڑ اب تو بشر

تو چہ طاقت داری اے مور سقیم — کہ نہد بر تو جہاں کوہ عظیم
کیا تجھے طاقت ہے اے مور سقیم — تو جو رکھے خود پہ یہ بار عظیم

گفت توبہ کردم اے سلطان کہ من — از سر جلدی نلافم این سخن
بولا میں نے توبہ کی اے شاہ دین — جھوٹ شیخی سے میں کہتا ہوں نہیں

این جہاں تیہ است و تو موسیٰ ما — از گنہ در تیہ ماندہ مبتلا
یہ جہاں ہے تیہ اور موسیٰ ہو تم — میں پھنسا ہوں تیہ میں لے خوب بوجھ

سالہا می رویم و در آخیر — ہمچنان در منزل اول اسیر
راہ برسوں ہم چلے اور بس اخیر — ویسا ہی ہوں پہلی منزل میں اسیر

ذکر قوم موسیٰ علیہ السلام و پشیمانی ایشان

ذکر قوم موسیٰ علیہ السلام کا اور پشیمان ہونا اس قوم کا

قوم موسیٰ راہ می پیمودہ اند — آخر اندر گام اول بودہ اند
قوم موسیٰ نے بہت سی رہ چلی — پر قدم اول میں آخر کو رہی

راز می گفتند پیدا و نہان — جملہ مرد و زن و پیر و جوان
راز یہ کہتے تھے ظاہر اور نہاں — جملہ مرد و زن و کل پیر و جوان

گر دل موسیٰ ز ما راضی بدے — تیہ را راہ و کران پیدا شدے
ہوتا ہم سے راضی گر موسیٰ کا دل — تیہ کا جاتا کنارہ ہم کو مل

در بکل بیزار بودے او ز ما — کے رسیدے خوان ما را از سما
ہوتا گر بیزار بالکل ہم سے وہ — آسمان سے پاتے ہم کب خوان کو

کے ز سنگے چشمہا جوشان شدے — در بیابان تا امان جان شدے
ہوتے کب پتھر سے یہ چشمے رواں — کرتے صحرا میں وہ کب جان کی اماں

بل بجائے خوان خود آتش آمدے — اندریں منزل لہب بر ما زدے
بلکہ آگ آتی بجائے خوان کے — مارتی شعلہ ہمیں اس جائے پے

چون دو دل شد موسیٰ اندر کار ما — گاہ خصم ماست گاہے یار ما
موسیٰ دو دل ہیں ہمارے کام میں — گاہ یار و گہ عدو جانے ہمیں

خشمش آتش می زند در رخت ما — حلم او رد می کند تیر بلا
اسکی نار خشم سامان دے جلا — حلم اسکا پھیر دے تیر بلا

کے بود کہ حلم گردد خشم نیز — نیست این نادر ز لطفت اے عزیز
ہووے کب کہ حلم یہ غصہ بنے — لیک تیرے لطف سے کب دور ہے

سلہ بولے الخ ۵ شعر حضرت نے فرمایا یہ دعا پھر تو نہ کر اور خود کو جڑ سے مت اکھیڑ اے مور عاجز تجکو کیا طاقت ہے جو تو خود پر رکھے یہ بار عظیم کہا اب میں نے توبہ کی اے شاہ دین میں شیخی سے جھوٹ نہیں کہتا ہوں یہ جہاں مثل تیہ کے ہے اور تم مانند موسیٰ کے ہو میں تیہ میں پھنسا ہوں یا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں برسوں راہ چلا اور آخر میں ویسا ہی ہوں پہلی منزل میں اسیر یعنی یا رسول اللہ میں نے اس دنیا کے امورات میں بہت سعی و کوشش کی مگر ہنوز روز اول ہے تم موسیٰ کے مانند ہو اس بلا سے نجات دو چنانچہ یہ قصہ موسیٰ کا آگے مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲

سلہ قوم موسیٰ الخ ۹ شعر قوم موسیٰ نے بہت سی راہ طے کی مگر آخر کو اول قدم میں رہے راز یہ باہم کہتے تھے ظاہر و نہاں جملہ زن و مرد کل پیر و جوان کہ اگر موسیٰ ہم سے راضی ہوتے تو کنارہ تیہ کا ہم کو مل جاتا اور اگر بیزار بالکل ہم سے ہوتے تو آسمان سے ہم خوان کب پاتے اور چشمے پتھر سے کب رواں ہوتے اور صحرا میں جان کی کب امان کرتے بلکہ بجائے خوان کے آتش آتی اور ہمیں شعلہ مارتی اس جا پر باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ موسیٰ دو دل الخ ۵ شعر ہمارے کام میں موسیٰ دو دل ہیں کبھی یار اور کبھی دشمن جانتے ہیں ہمیں اس کے آگے غصہ کے سامان آگ جلا دے اور حلم اس کا تیر بلا پھیر دے یہ کب ہووے کہ حلم اسکا غصہ بنے مگر تیرے لطف سے کب دور ہے آگے قول مولانا کا ہے روبرو تعریف کرنا خوش نہ تھا اس لئے نام موسیٰ رکھا ورنہ کب لائق ہے کہ نام موسیٰ کا لوں تیرے آگے یعنی یہاں جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام موسیٰ رکھ لیا ہے کہ روبرو نام لینا شایاں نہیں ہے اس واسطے یہ حال حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام موسیٰ بیان کیا کہ رموز میں بیان حال بہتر ہے ظاہر کہنے سے آگے رجوع بقصہ بیمار ہے فافہم ۱۲

مدح حاضر وحشت از بہر ایں	نام موسیٰ می برم قاصد چنیں	سامنے تعریف کرنا خوش نہ تھا	نام موسیٰ اس لئے میں نے لیا
ورنہ موسیٰ کے روا دارد کہ من	پیش تو نام آورم از ہیچ تن	ورنہ کب لائق ہے موسیٰ کا میں یوں	نام تیرے آگے اب میں کیا کہوں
عہد ما بشکست صد بار و ہزار	عہد تو چوں کوہ ثابت برقرار	[1] عہد میرا ٹوٹا سو بار و ہزار	عہد تیرا اٹل کہ ثابت قرار
عہد ما کاہ بہر بادے زبوں	عہد تو کوہ ز صد کہ ہم فزوں	عہد میرا کہ ہوا سے ہو زبوں	عہد تیرا کہ دسو کہ سے فزوں
حق آں قدرت کہ بر تکوین ما	رحمتے کن اے تو سیر لونہا	برکت اس قدرت کی تکوین پہ مرے	رحم کر تو مالک ہر رنگ ہے
خویش را دیدیم و رسوائی خویش	امتحان ما مکن اے شاہ بیش	دیکھا خود کو اپنے اور رسوائی کو	امتحان میرا نہ کر اے شاہ تو
تا فضیحتہاے دیگر را نہاں	کردہ باشی اے کریم مستعان	تا فضیحت دوسری میری نہاں	تو نے کی ہوا ے کریم عاجزاں
بیحدے تو در جمال و در کمال	در کژی ما بیحدیم و در ضلال	تیرا بیحد ہے جمال اور بس کمال	میری گمراہی ہے بیحد اور ضلال
بیحدی خویش بگمار اے کریم	بر کژی بیحد مشتے لئیم	بیحدی اپنی تو کر غالب سوا	میری گمراہی بیحد پر خدا
ہیں کہ از تقطیع ما یک تار ماند	مصر بودیم و یکے دیوار ماند	[2] میرے ٹکڑے جامہ سے رہا اک تار ہی	شہر تھا میں اک رہی دیوار ہے
البقیہ البقیہ اے خدیو	تا نگردد شاد کلی جان دیو	رکھ تو باقی رکھ تو باقی اے خدیو	تا نہووے شاد بالکل جان دیو
بہر مانی بہر آں لطف نخست	کہ تو کردی گمرہاں را باز جست	میری خاطر نے تو اگلے لطف سے	کی تلاش گمرہاں کی تو نے ہے
چوں نمودی قدرتت بنماے رحم	اے نہادہ رحمہا در شحم و لحم	جو دکھائی قدرت اب دکھلادے رحم	اے رکھا جو رحم اندر شحم و لحم
ایں دعا گر خشم افزاید ترا	تو دعا تعلیم فرما مہترا	یہ دعا غصہ کو زیادہ جو کرے	تو دعا تعلیم فرما دے مجھے
آنچناں کآدم بیفتاد از بہشت	رجعتش دادی کہ رست از دیو زشت	[3] جیسے جنت سے نکل آدم گیا	پھر رجوع کی اور شیطان سے چھٹا
دیو کہ بود کو ز آدم بگذرد	بر چنیں نطعے از و بازی برد	دیو کیا جو غالب آدم پہ ہے	اس عنایت پر جو وہ بازی کو نے
در حقیقت نفع آدم شد ہمہ	لعنت حاسد شدہ آں دمدمہ	در حقیقت نفع آدم کو ہوا	مکر وہ ہی لعنت حاسد بنا

[1] عہد میرا الخ ، شعر عہد میرا ٹوٹا سو ہزار بار اور تیرا عہد مانند کوہ کے ثابت و برقرار عہد میرا کہا ہوا سے خراب ہے عہد تیرا کوہ اور سو ہزار کوہ سے زیادہ ہے برکت اس تکوین کی کہ میری خلقت پر رحم کر تو مالک صد رنگ ہے میں نے اپنے خود کو اور رسوائی کو دیکھا تو میرا امتحان نہ کر اے بادشاہ تا فضیحت دوسری میری پوشیدہ تو نے کی ہوا ے کریم عاجزوں کے تیرا جمال و کمال بیحد ہے اور میری گمراہی و ضلالت بیحد یعنی یا رسول اللہ تم اپنے الکمال کو غلبہ دو میرے نقصان پر کہ تا نقصان میرا الکمال ہو جاوے آگے رجوع بقصہ ہے ۱۲ [2] میرے جامہ الخ ، شعر جامہ عمر سے ایک تار باقی رہا ہے میں شہر تھا ایک دیوار رہی ہے تو باقی رکھ اے بادشاہ تا کہ جان دیو کی خوش بالکل نہ ہووے میرے واسطے نہیں اپنے لطف کے واسطے کہ تلاش گمراہوں کی اس سے تو نے کی ہے جو تو نے قدرت دکھلائی ہے اب رحم اے خدا جو تو نے رحم رکھا ہے اندر چربی و گوشت کے اگر یہ دعا تیرے غصہ کو زیادہ کرے تو دعا مجھ کو تعلیم کر دے آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲

[3] جیسے الخ ، شعر جیسے آدم علیہ السلام جنت سے نکلے اور پھر جنت گئے اور شیطان سے چھٹے دیو کیا شے ہے جو غالب آدم پر رہے وہ اس ادھورے جسم پر جو باری لے جائے حقیقت میں وہ نفع آدم کو ہوا اور وہی مکر لعنت حاسد کو ہوا اس نے ایک بازی دیکھی اپنے گھر کے تخم کی جڑ کاٹ ڈالی آگے مثال ہے دوسرے کھیت کو آگ دی ہوا نے وہ آگ اسی کے کھیت کی طرف پھیر دی یہ لعنت دیو کی طرف نظر بندی تھی تا کہ وہ مکر نقصان دشمن کا دیکھا اور وہ مکر خود زیاں اس کی جان کا ہوا گویا آدم اس دیو کا ذبح تھا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

بازی دید و دو صد بازی بندید — پس ستون خانۂ خود را برید
آتشے زد شب بکشت دیگراں — باد سوے کشت او گردش رواں
چشم بندی بود لعنت دیو را — تازیان خصم دید آں ریو را
خود زیان جان او شد ریو را — گوئی آدم بود دیو و دیو را
لعنت آں باشد کہ کژ بینش کند — حاسد و خود بین و پر کینش کند
تا بداند کہ ہر آں کو بد کند — بیگماں باز آید و بر وے زند
جملہ فرزیں بند ہا بیند بعکس — مات بر وے گردد و نقصان و نکس
زانکہ گر او ہیچ بیند خویش را — مہلک و ناسور بیند ریش را
درد خیزد زیں چنیں دیدن درون — درد او را از حجاب آرد برون
تا نگیرد مادراں را درد زہ — طفل در زادن نیابد ہیچ رہ
ایں امانت در دل و جان حاملہ است — ایں نصیحتہا مثال قابلہ است
قابلہ چہ کند چو زن را درد نیست — درد باید درد کودک را رہی است
آنکہ او بیدرد باشد رہزن است — زانکہ بیدردی انا الحق گفتن است
آں انا بے وقت گفتن لعنت است — دیں انا در وقت گفتن رحمت است
ایں انا منصور رحمت شد یقیں — واں انا فرعون لعنت شد ببیں
لاجرم ہر مرغ بے ہنگام را — سر بریدن واجب است اعلام را
سر بریدن چیست کشتن نفس را — در جہاد و ترک گفتن ملس را

ایک بازی دیکھی اور دو سو نہیں — اپنے گھر کی جو جڑیں تھیں کاٹ دیں
دوسرے کے کھیت کو تو آگ دی — سوئے کھیت اسکے ہوا نے پھیر دی
تھی نظر بندی یہ لعنت دیو کو — تازیان دشمن کا دیکھا مکر و ریو
خود زیاں جان کا اسکا ہوا — گو یہ آدم دیو تھا اس دیو کا
ہے[1] یہ وہ لعنت اسی بد بیں بنے — حاسد و خود بیں اور پر کیں کرے
جانے تا ہر اک بدی مجھ سے کرے — بیگماں وہ لوٹے پھر اس پر پڑے
جملہ فرزیں بند دیکھے عکس وہ — مات اسکو ہووے اور نقصان ہو
خود کو جانے کچھ نہیں جو کوئی وہ — مہلک و ناسور جانے زخم کو
درد پیدا اسکو ہوا اس دید سے — درد پردہ سے اسے باہر کرے
درد[2] زہ ماں کو نہیں جبتک کہ ہو — رہ ملے آنے کی کیونکہ طفل کو
یہ امانت حاملہ اس دل میں ہے — اور نصیحت یہ مثال اک دائی کے
کیا کرے دائی نہ زن کے درد ہو — راہ بچہ کے لئے ہے درد تو
جو کہ ہے بے درد رہزن جان لے — کیونکہ بیدردی انا الحق گوئی ہے
وہ انا بے وقت لعنت آگئی ہے — یہ انا بر وقت رحمت آگئی ہے
یہ[3] انا منصور کا رحمت ہوا — وہ انا فرعون کا لعنت ہوا
اسلئے ہر مرغ بے ہنگام کو — مارنا واجب ہے تا اعلام ہو
مارنا کیا مارنا ہے نفس کا — جہد میں اور ترک کرنا ملس کا

[1] ہے وہ لعنت الخ ۵ شعر وہ ہے لعنت کہ اسے بد بیں کرے تا وہ جانے کہ ہر ایک بدی مجھ سے کرتا ہے بیگمان وہ لوٹے اور پھر اسی پر پڑے جملہ فرزیں بند وہ برعکس دیکھے مات اس کو ہووے اور نقصان ہووے اور جو کوئی خود کو کچھ نہیں جانے اور زخم کو ناسور مہلک جانے اس کو درد پیدا ہوا اس دید سے اور وہ درد اسے پردہ سے باہر کرے یعنے شیطان انسانوں کو برا جان کر ان کے ساتھ برائی کرتا ہے وہ اسی برائی میں خود مبتلا ہوتا ہے پس یہ لعنت کے معنی ہیں اور جو عارف خود کو کچھ نہیں جانتا ہے اس دید سے ایک درد اس کو پیدا ہوتا ہے اور وہ درد اس کو حجاب سے نکال دیتا ہے چنانچہ آگے مثال اس کی ہے فافہم ۱۲

[2] درد زہ الخ ۸ شعر جب تک درد زہ ماں کو نہ ہو تو اس سے بچہ پیدا پھر کس راہ سے ہو یہ امانت مثل ایک دائی کے ہے دائی کیا کرے اگر درد زہ عورت کے نہ ہووے درد تو بچہ کی راہ کے واسطے ہے جو کہ بیدرد ہے اس کو رہزن جان لے کیونکہ بے دردی انا الحق گوئی ہے اور یہ انا بے وقت کہنے پر لعنت ہوا اور بر وقت کہنے پر رحمت الٰہی ہے

[3] یہ انا منصور کا رحمت ہوا وہ انا فرعون کا لعنت ہوا اس لئے ہر مرغ بے ہنگام کو مارنا واجب ہے تا مشہور ہو مارنا کیا مارنا ہے نفس کا + کوششوں میں ترک کرنا ملس کا + یعنے جماع کا ہے یعنے درد عشق رہبر ہے اور سالک کو خدا تک پہونچاتا ہے اور بے درد انا مثل فرعون کے کہنا ہے اور ضلالت وگمراہی میں پڑنا ہے پس فرعون نفس کو مار اور لذائذ نفسانی کو ترک کر چنانچہ اس کی مثال آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲

آنچناں کہ نیش کژدم برکنی
برکنی دنداں پر زہری ز مار
ہیچ نکشد مار را جز ظل پیر
چوں بگیری سخت آں توفیق ہست
مار ہست اژدر ہست راست داں
دست گیرندہ وی است و بردبار
نیست غم گر دیر بے او ماندۂ
دیر گیر و سخت گیرد رحمتش
ور تو خواہی شرح ایں فضل و ولا
ور تو گوئی ایں بدیہا از ویست
آں بدی دارن کمال اوست ہم

تا کہ یابد او نہ کشتن ایمنی
تا رہد مار از بلاے سنگسار
دامن آں نفس کش را سخت گیر
در تو ہر قوت کہ آید جذب اوست
ہرچہ دارد جاں بود از جانجاں
دم بدم آں دم ازو امیدوار
دیر گیر و سخت گیرش خواندۂ
یک دمست غائب ندارد حضرتش
از سر اندیشہ بخواں والضحےٰ
لیک آں نقصان بفعل او کیست
من نتائے گویمت اے محتشم

جس طرح بچھو کا توڑے ڈنک تو
دانت زہری تو اکھیڑے سانپ کا
کون مارے سانپ کو جز ظل پیر
جو کہ تو پکڑے وہی توفیق ہو
مار ہست اژدر ہست تو جان
وہ ہی پکڑے ہاتھ وہ ہی بردبار
کیا ہے غم گر دیر تک اس سے رہا
دیر میں پکڑے تو رحمت سخت ہو
شرح گر اس فضل کی چاہے بھلا
گر تو کہوے یہ بدی بھی اس سے ہے
وہ بدی دنیا بھی اسکا ہے کمال

مارنے سے تا وہ پائے امن کو
مارنے سے سانپ تا ہووے رہا
نفس کش کا تو پکڑ دامن فقیر
جذب اسکا ہے جو قوت پائے تو
جو کہ تو رکھے وہ جان ہے جانجان
اس سے وہ دم دمبدم امیدوار
دیر گیر و سخت گیر آیا فتا
ایکدم غائب نہ وہ تجھکو رکھے
از رہ اندیشہ پڑھ تو والضحےٰ
پر نہ نقصان فضل اسکے کو کرے
اسکی میں کہتا ہوں تجھ سے اک مثال

مثال در بیان معنی نومن بالقدر خیرہ و شرہ

مثال اندر بیان معنی نومن بالقدر خیرہ و شرہ کے

کرد نقاشی دوگونہ نقشہا
نقش یوسف کرد و حور خوش سرشت
ہر دو گونہ نقش استادی اوست

نقشہائے صاف و نقش بے صفا
نقش ابلیسان و عفریتاں زشت
زشتی او نیست آں رادی اوست

دو بنائے نقش اک نقاش نے
نقش یوسف اور حور خوش لقا
نقش دونوں اسکی استادی کے ہیں

اک صفا ہے دوسرا بے صاف ہے
نقش شیطان اور دیو بدنما
وہ بری کب اسکی دانائی سے ہیں

سلہ جس طرح الخ ۵ شعر جیسے بچھو کا تو ڈنک توڑے تا مارے جانے سے وہ امن پائے سانپ کا دانت زہری تو اکھیڑے تا سانپ مارے جانے سے چھوٹے پس سانپ نفس کو کون مارے ظل پیر تو اس نفس کش کا دامن پکڑ جبکہ تو پکڑے وہی توفیق ہووے اور اسکا جذب ہے جو تو قوت پائے مار ہست اژدر ہست کہ تو سچ جان تے یعنے جب سایہ مرشد نفس کو مارے پس تو ہرگز دامن مرشد کا نہ چھوڑ اور یہی دامن پکڑنا توفیق خدا ہے کیونکہ دست مرشد دست خدا ہے سلہ وہی پکڑے الخ ۶ شعر وہ ہی ہاتھ پکڑے وہ ہی بردبار ہے اور وہ اس دم سے دمبدم امیدوار ہے کیا غم ہے اور تو دیر تک اس سے جدا رہا دیر گیر سخت گیر آیا ہے یعنے جو دیر میں پکڑتا سخت پکڑتا ہے تو رحمت بہت کرے اور ایک دم تجھ کو غائب نہ رکھے اگر تو اس وصل کی شرح چاہتا ہے از راہ فکر و غور کے پڑھ سورہ والضحیٰ کو اور اگر کہے تو کہ یہ بدی بھی اس سے ہے نقصان اس کے فعل کو نہیں کرتی ہے وہ بری دنیا بھی اس کا کمال ہے آگے حقائق مثال میں مولانا فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ دو بنائے الخ ۸ شعر ایک نقاش نے دو نقش بنائے ایک صاف اور بے صاف اور دوسرا بے صاف نقش اور حور کا خوش لقا اور نقش شیطان و دیو کا بدنما کر وہ دونوں نقش اسکے استادی کی دلیل ہیں وہ برے کب ہیں بلکہ اس کی دانائی کے علامات ہیں کہ نیکوں کو نیک رکھے اور اس حسن سے عالم چاشنی چکھے اور بد کو انتہا کا بد اور کل بدی کو اس کی رد کرے تا کمال عقل اس کی پیدا ہو اور منکر دانائی کی رسوائی ہو اگر بد اور نہ کرے اسکے نقص ہے اس لیے گبر و مسلم کا وہ خالق ہے کفر و ایماں اس باعث سے گواہ ہیں کہ اس کی خلاقی پر دونوں سر رکھے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲
سلہ نہیں پھینکا تو نے جس وقت پھینکا تو نے ولیکن اللہ نے پھینکا ۱۲
سلہ ایمان لایا میں اوپر اندازہ نیکی و بدی اسکی کے ۱۲

خوب را در غایت خوبی کشند
زشت را در غایت زشتی کند
تا کمال دانشش پیدا شود
در نتاند زشت کردن ناقص ست
پس ازیں رو کفر و ایمان شاہد ند
لیک مومن آنکہ طوعا ساجد است
ہست کرہا گبر ہم یزدان پرست
قلعہ سلطان عمارت می کند
گشتہ باغی تا کہ ملک او را بود
مومن آں قلعہ برائے بادشاہ
زشت گوید اے شہ زشت آفریں
خوب گوید اے شہ حسن و بہا
حمد لک والشکر لک یا ذوالمنن
حاصل آنکہ او ہر آنچہ خواست کرد
او ست بر ہر بادشاہے بادشاہ

حسن عالم چاشنی از وے چشید
جملہ زشتہا بگردش بر تنند
منکر استادیش رسوا شود
زیں سبب خلاق گبر مخلص است
بر خداوندیش ہر دو ساجد ند
زانکہ جویائے رضا و قاصد است
لیک قصد او مراد دیگر است
لیک دعوی امارت میکند
عاقبت خود قلعہ سلطانی شود
میکند معمور نے از بہر جاہ
قادری بر خوب و بر زشت مہین
پاک گردانید یم از عیبہا
حاضری و ناظری بر حال من
خوب را و زشت را چوں خار و ورد
کارساز بفعل اللہ ما یشاء

انتہا کا نیک نیکوں کو رکھے
انتہا کا بس بدوں کو بد رکھے
تا کمال عقل پیدا اس کی ہو
گر برا نے کر سکے وہ نقص ہے
کفر و ایمان شاید اس باعث سے ہیں
پر خوشی سے مومن اب سجدہ کرتے
جبر[1] سے یزداں پرست اب گبر ہے
قلعہ سلطان کی کرے تعمیر ہے
پھر ہوا باغی کہ ملک اسکو کرے
مومن اس قلعہ کو سلطان کیلئے
بد کہے اے شاہ خلاق بدی
نیک کہوے ای شہ حسن و ضیا
تجکو حمد و شکر لائق ہے خدا
الغرض جو کچھ کہ چاہا سو کیا
ہے وہ ہر اک بادشہ پر بادشاہ

حسن عالم چاشنی اس سے چکھے
کل بدی کو گرد اسکے تو تنے
منکر دانائی کی رسوائی ہو
گبر و مسلم کا ہے خالق اسلیئے
اسکی خلاقی پہ دونوں سر رکھیں
کیونکہ ڈھونڈھے ہے رضا وہ قصد سے
پر ہے قصد اسکا مراد غیر سے
لیک امارت کا وہ دعویٰ خود رکھے
قلعہ آخر کار سلطانی رہے
کرتا ہے معمور نے اپنے لئے
تو ہے قادر نیک و بد پر آپ ہے
پاک ہم کو عیب سے تو نے کیا
حاضر و ناظر ہمارے حال کا
نیک و بد کو مثل گل اور خار ہا
کارساز بفعل اللہ ما یشاء

دعا و توبہ آموختن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آن بیمار را
دعا و توبہ سکھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بیمار کو

گفت پیغمبر مر آں بیمار را
اتنا فی دار دنیا با حسن

ایں بگو کہ سہل کن دشوار را
اتنا فی دار عقبا با حسن

پس[2] پیمبر نے کہا بیمار کو
اتنا فی دار دنیا با حسن

یہ کہو اور سہل کر دشوار کو
اتنا فی دار عقبا با حسن

[1] پر خوشی سے الخ ۔ اشعر لیکن مومن خوشی سے سجدہ کرے کیونکہ وہ رضا قصد سے ڈھونڈھتا ہے اور گبر جبر سے یزداں پرست ہے لیکن اسکا قصد مراد غیر سے ہے آگے مثال ہے کہ ایک کافر قلعہ سلطان کی تعمیر کرتا ہے لیکن امارت کا وہ خود دعوے کرتا ہے پھر وہ باغی ہوا کہ قلعہ کو اپنا ملک کرتا ہے اور قلعہ آخر کار سلطانی رہے اور مومن اس قلعہ کو سلطان کے لئے معمور کرتا ہے نہ اپنے لئے بد کہے کہ اے شاہ خلاق بدی تو خود ہی قادر ہے نیک و بد پر نیک کہوے کہ اے شاہ حسن ضیا تو نے ہم کو پاک عیب سے کیا تجکو حمد و شکر لائق ہے اے خدا کیونکہ تو ہمارے حال کا حاضر و ناظر ہے الغرض جو کچھ کہ چاہا وہ کیا نیک و بد کو مثل گل و خار کے وہ ہر ایک بادشاہ پر بادشاہ ہے اور کارساز ہے بفعل اللہ ما یشاء کا یعنی جو اللہ چاہتا ہے کرتا ہے نیکی و بدی سب اسکی ہے اور ہر کام میں وہی عامل ہے اور بندہ مثل بے کس کے ہے مگر ادب سے گناہ ہم اپنے ذمہ کرتے ہیں پس بندہ کو چاہیے کہ اپنے گناہ پر نادم ہو اور دعائے مغفرت حق سے چاہے جیسے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیمار کو دعا بتائی آگے اسکا حال ہے فافہم ۱۲ [2] پس پیمبر نے الخ ۲ شعر پس جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیمار سے کہا کہ یہ تو کہو اور آسان کرا نی دشواری کو کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار یعنے اے رب میرے ہم کو نیکی دے دنیا میں اور نیکی دے عقبیٰ میں اور نگاہ رکھ ہم کو عذاب دوزخ سے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ع اللہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے ۱۲ ع دے تو دنیا میں ہم کو نیکی ۱۲ ع دے تو ہم کو عقبیٰ میں نیکی ۱۲

راہ را بر ما چو بستان کن لطیف | مقصد ما باش ہم تو اے شریف
مومناں گویند در حشر اے ملک | نے کہ دوزخ بود راہ مشترک
مومن و کافر برآں یابد گذار | ما ندیدیم اندریں رہ دود و نار
تک بہشت و بارگاہ ایمنی | پس کجا بود آں گزرگاہ دنی
پس ملک گوید کہ آں روضۂ خضر | کاں فلاں جا دیدہ اید اندر گذر
دوزخ آں بود و سیاستگاہ سخت | بر شما شد باغ و بستان و درخت
چوں شما ایں نفس دوزخ خوی را | آتشی و کبر و فتنہ جوے را
جہد ہا کردید تا شد پر صفا | نار را کشتید از بہر خدا
آتش شہوت کہ شعلہ میزدے | سبزۂ تقوی شدے نور ہدی
آتش خشم از شما ہم حلم شد | ظلمت جہل از شما ہم علم شد
آتش حرص از شما ایثار شد | واں حسد چوں خار بد گلزار شد
چوں شما ایں جملہ آتش ہائے خویش | بہر ما کشتید تا شد نوش غیش
نفس ناری را چو باغی ساختند | اندرو تخم وفا انداختند

۱؎ مثل بستان راہ مجھ پر کر لطیف | تو رہو مقصد ہمارا اے شریف
حشر میں مومن کہیں گے اے ملک | کہ نہیں دوزخ تھی راہ مشترک
مومن و کافر کا اس پر ہو گزار | ہم نے رہ میں نے دھواں دیکھا نہ نار
یہ بہشت و بارگہ ہے امن کی | پس کہاں ہے وہ گزرگاہ بری
پس ملک کہوے کہ وہ باغ و بہار | راہ میں دیکھا فلانی جا پہ یار
پس وہی دوزخ تھی اور جائے عذاب | ہو گئی تم پر وہ گلستاں بحجاب
۲؎ تم نے جو اس نفس دوزخ رنگ کو | کبر پر آتش و فتنہ جنگ کو
کوششیں کر کے کیا اسکو صفا | اور بجھایا آگ کو بہر خدا
نار شہوت کی تھی شعلہ مارتی | سبزہ تقوی ہوئی نور جلی
آگ غصہ کی ہوئی ہے تم سے حلم | جہل کی ظلمت ہوئی ہے تم سے علم
تم سے وہ بخشش ہوئی ہے حرص نار | وہ ہوا گلشن حسد تھا جو کہ خار
تم نے اپنی آگ میرے واسطے | جو بجھائی نوش پایا نیش سے
۳؎ نفس ناری کو جو بس باغی کیا | اور بویا اس میں اک تخم وفا

۱؎ مثل بستان الخ، شعر مجھ پر راہ مانند بستان کے لطیف کر اور تو ہمارا مقصود ہو حشر میں مومن کہیں گے اے فرشتو کیا نہیں دوزخ راہ مشترک تھی کہ مومن و کافر کا اس پر گزر ہو ہم نے راہ میں دھواں و نار دیکھی یہ بہشت اور جائے امن کی ہے پس وہ گزرگاہ بری کہاں ہے پس فرشتے کہیں کہ وہ باغ و بہار دوزخ و جائے عذاب تھی مگر تم پر گلستاں ہے فافہم ۱۲ ۲؎ تم نے الخ، شعر جو کہ تم نے اس نفس دوزخ خو کو اور کبر پر آتش و فتنہ و جنگ کو کوششیں کر کے صاف کیا اور آتش کو بجھایا واسطے خدا کے اور نار شہوت کہ شعلہ زن تھی سبزہ تقوی و نور جلی ہوئی و آتش غصہ کی تم سے حلم ہوئی اور جہل کی ظلمت علم ہوئی نار حرص کی تم سے بخشش ہوئی جو حسد کہ خار تھا وہ گلشن ہوا آگے قول حق تعالے کا ہے تم نے اپنی آتش میرے واسطے جو بجھائی تو نیش سے نوش پایا یعنی جو کام دنیا میں خدا کے واسطے کرے گا اس کو گلزار نار ہوگا باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۳؎ نفس ناری الخ، اشعر نفس نار کے لائق کو جو باغ کے لائق کیا اور اس میں ایک تخم وفا بویا بلبل خوش نوا کی ذکر اور ہر جگہ نہریں روانہ ہوئیں تم اپنے پیغمبر کے مطیع ہوئے اور دوزخ نفس کی آگ سے سرد کی پس میری دوزخ تمہارے واسطے باغ و گلشن و برگ و ثمر ہے کیا بدل احسان کا ہے لطف و احسان و ثواب معتبر ہے یعنی حق تعالے نے اسی معنی میں فرمایا ہے احسن کما احسن اللہ الیک واللہ یحب المحسنین یعنی احسان کر جیسا کہ احسان کیا اللہ نے ساتھ تیرے اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو صوفیہ کرام اس شعر کے یہ معنی فرماتے ہیں کہ احسان کر ساتھ اللہ کے جیسے احسان کیا اللہ نے ساتھ تیرے کیونکہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی بدلا احسان احسان کا ہے پس احسان اللہ کا یہ ہے کہ خودی سے تم کو خودی سے ظاہر کیا اور آپ پوشیدہ ہوا اس میں تم یہ احسان ساتھ حق کے ظاہر کر دیں اسوقت اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والے کو تم نے نہیں کہا دیا ہے کہ ہم قربان ہیں اور بمقابل بقا کے ہم فانی ہیں اگرچہ مفلس و دیوانہ ہیں لیکن ہم مستی اس جام و ساقی سے رکھتے ہیں ہم اسکے فرمان پر سر رکھتے ہیں ہم جان خیرین کو گرد کرتے ہیں تا ہمارا خیال اس کا رکھے اور چاکری کرنا ہمارا کام ہے جس جگہ وہ شمع بلا کی روشن کرے عاشقین کی جان سیکڑوں وہاں پر جائیں یعنی حق یاد دلاتا ہے مغفوروں کو کہ تم دنیا میں میرے واسطے یہ کام کرتے تھے اس واسطے میں نے نار دوزخ تم پر گلزار کر دی آگے حقائق ہیں فافہم ۱۲

بلبلان ذکر و تسبیح اندر رمه — خوش سرایان در چمن بر طرف جو
داعی حق را اجابت کرده اید — وز جحیم نفس آب آورده اید
دوزخ ماییم در حق شما — سبزه گشت گلشن و برگ و نوا
چیست احسان را مکافات ای پسر — لطف احسان و ثواب معتبر
نے شما گفتید ما قربانیم — پیش اوصاف بقا ما فانییم
ما اگر قلاشیم و گر دیوانه ایم — مست آن ساقی و آن پیمانه ایم
بر خط و فرمان او سر می نهیم — جان شیرین را گروگان می دهیم
تا خیال دوست در اسرار ماست — چاکری و جانسپاری کار ماست
هر کجا شمع بلا افروختند — صد هزاران جان عاشق سوختند
عاشقانی کز درون خانه اند — شمع روی یار را پروانه اند
ای دل آنجا رو که با تو روشن اند — در بلا هم ترا چون گلشن اند
در میان جان ترا جان می کنند — تا ترا پر باده چون جامے کنند
در میان جان ایشان خانه گیر — در فلک خانه کن ای بدر منیر
چون عطارد دفتر دل وا کند — تا که بر تو سرها پیدا کنند
پیش خویشان باش چون آواره — بر مه کامل زن ار مه پاره
جزو را از کل خود پرهیز نیست — با مخالف این همه آمیز چیست
جنس را بین نوع گشته در روش — عیبها بین گشته عین از پرتوش
تا چو زن عشوه خری ای پر خرد — از دروغ و عشوه کے یابی مدد

بلبلان ذکر اس کا اسکے درمیان — خوش نوا اور ہر جگہ نہرین روان
تم مطیع اپنے پیمبر کے ہوئے — نفس کی دوزخ بجھائی آب سے
میری دوزخ بھی تمہارے واسطے — باغ گلشن اور برگ و بار ہے
کیا بدل احسان کا ہی اے پسر — لطف و احسان و ثواب معتبر
نے کہا تم نے تھا قربانی ہین ہم — اور بقا کے رو برو فانی ہیں ہم
ہم اگر مفلس و گر دیوانہ ہین — مست ہم اس جام ساقی سے رکھیں
اسکے ہم فرمان پر سر رکھتے ہیں — جان شیرین کو گرو ہم کرتے ہین
تا خیال اسکا ہمارا سر رکھے — چاکری کرنا ہمارا کام ہے
جس جگہ شمع بلا روشن کرے — جان عاشق سیکڑون وان پر جلے
جو کہ اندرون خانہ ہیں — شمع روئے یار کے پروانہ ہین
وان پہ جا اے دل کہ روشن تجھ سے ہین — اور بلائین تجھ سے جون گلشن کرین
جان کے اندر تجھے جان کرتے ہین — جون پیالہ مے سے تجکو بھرتے ہیں
انکی جان ہین گھر پکڑ تو اے امیر — آسمان میں گھر کر اے بدر منیر
چون عطارد دل کا دفتر کھولدے — تا کہ تجھ پر راز کو ظاہر کرے
آگے اپنوں کے تو دیوانہ رہو — ار مہ کامل پہ مہ پارہ ہے جو
اپنے کل سے جزو کو کب پرہیز ہے — تو مخالف سے موافق کس لئے
جنس کو دیکھا اسکا رہ میں نوع ہے — عیب بھی ہے عین پرتو اسکے ہے
عورتون کے مثل تو زینت کرے — جھوٹ و زینت سے تجھے کب رہ ملے

لے جو کہ عاشق الخ۔ شعر جو عاشق کہ اندر خانہ کے ہیں وہ شمع روے یار کے پروانہ ہین یعنے جو عاشق کہ صاحب معنی ہیں وہ جمال یار کے پروانہ ہیں اے دل تو وہاں جا کہ جہاں روشن ہیں اور تجھ پر بلا مین مانند گلشن کے کرتے ہین یعنے مرشد کی طرف جا کہ وہ تجھ پر بلا کو راحت کردے کہ وہ جان کے اندر تجھ کو جان کرتے ہیں اور مانند جام کے مے سے تجھ کو پُر کرتے ہیں۔ یعنی وہ مرشد پاک مانند جان کے کرین اور شراب عشق الٰہی سے تجھ کو پُر کریں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔ کے ان کی جان میں الخ۔ شعر تو ان کی جان میں گھر پکڑ اے امیر اور اندر آسمان کے گھر کر اے بدر منیر اور مانند عطارد کے دل کا دفتر کھول دے تا راز تجھ پر ظاہر کرے تو آگے یگانوں کے دیوانہ ہوا گر تو ماہ پارہ ہے تو ماہ کامل سے مل یعنے اگر جان تیری روشن ہے تو رسول اللہ سے مل کیونکہ اپنے کل سے جزو کو کب پرہیز ہے تو کس لئے مخالف سے موافق ہے یعنی نفس سے تو جنس کو دیکھ کہ اس کی راہ میں نوع ہے عیب کو دیکھ کہ اس کی پرتو سے عین ہے یعنے عیب میں جنس ہے اور نوع ممکنات میں ہے پس تو نوع کو مت دیکھ جنس کو دیکھ جنس کل ہے اور نوع جزو ہے عورتوں کے مانند تو زینت کرتا ہے بس جھوٹ اور زینت سے راہ کب ملتی ہے یعنی تو خوبصورت بن کر بزرگوں کے مانند خود کو بناتا ہے اور معنی حاصل نہیں کرتا ہے اس ظاہر آرائی سے تجھ کو راہ حق کب ملے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

چاپلوسی و لفظ شیرین و فریب — می ستانی می نہی چون زن بجیب
مر ترا دشنام و سیلی شہان — بہتر آید از ثنائے گمرہان
صفع شاہان خور مخور شہد خسان — تا کسے گردی ز اقبال کسان
زانکہ زایشان خلعت و دولت رسد — در پناہ روح و جان گردد جسد
ہر کجا بینی برہنہ بے نوا — دان کہ او بگریختہ از اوستا
تا چنان گردد کہ می خواہد دلش — آن دل کور بدی بے حاصلش
گر چنان گشتی کہ اُستا خواستی — خویش را و خویش را آراستی
ہر کہ از اُستا گریزد در جہان — او ز دولت می گریزد این بدان
پیشہ آموختی در کسب تن — چنگ اندر پیشۂ دینے بزن
در جہان پوشیدہ گشتی و غنی — چون برون آئی ازینجا چون کنی
پیشہ را آموز کاندر آخرت — اندر آید دخل و کسب مغفرت
آنجہان شہریست پر بازار کسب — تا نہ پنداری کہ کسب اینجاست حسب
حق تعالے گفت این کسب جہان — پیش آن کسبست لعب کودکان
ہمچو آن طفلے کہ بر طفلے تند — شکل صحبت کن مساسے میکند
آن مساس طفل چہ بود بازیے — با جماع رستمے و غازیے

چاپلوسی خوشامد اور فریب — تو ہے رکھتا مثل عورت کے جیب
گالی تھپڑ شہ کا بہتر اس سے ہے — کہ ثنا گمراہ بس تیری کرے
شہ کا تھپڑ کھا نہ شہد ناکسان — کر دے ناکس تجکو اقبال کسان
کیونکہ اُن سے خلعت و دولت ملے — اور پناہ روح مین تن جان بنے
بے نوا کو دیکھے تو جس جا پے — جان تو بھاگا ہے وہ استاد سے
اُسکا جو دل چاہے اور ویسا ہی ہو — ہے وہ دل اندھا نہ کچھ حاصل ہی ہو
ویسا ہوتا جو کہ اُستا چاہتا — کرتا اپنے آپ کو آراستا
جو جہانمین بھاگے ہے استاد سے — بھاگے وہ دولت سے اسکی جان لے
کسب تن کا پیشہ سیکھا تو نے ہے — دین کے پیشہ تو لینا چاہیے
تو غنی و مخفی عالم مین رہے — جو کہ نکلے وان سے تو پھر کیا کرے
سیکھ پیشہ آخرت میں جو کہ ہے — دخل کسب مغفرت تجکو ملے
وہ جہان بازار شہر کسب ہے — تا نجانے تو یہین ہے کسب سے
حق نے فرمایا یہان کا کسب ہے — بازی اک لڑکون کی پیش اس کسب کے
جیسے اک لڑکا کہ لڑکے پر چڑھے — شکل صحبت کے مساس اس سے کرے
وہ مساس اُس طفل کا اک کھیل ہے — بس مقابل صحبت مردان کے

لہ چاپلوسی الخ۔ شعر تو چاپلوسی اور خوشامد اور فریب رکھتا ہے عورت کے مانند جیب میں اس سے گالی تھپڑ شاہ کا بہتر ہے کہ گمراہ تیری تعریف کرے تو شاہ کا تھپڑ کھا و شہد ناکسان مت کھا ناکس تجکو کر دے اقبال کسان کا یعنی مقبول بزرگوں کی دعا تجکو بزرگ کر دے کیونکہ ان سے تجکو خلعت اور دولت ملے اور روح کی پناہ میں جسم مانند جان کے بنے تو بینوا کو جس جا پر دیکھے جان کہ وہ بھاگا ہے استاد سے یعنے مرشد سے رو گردان ہے اس واسطے بحال پریشان ہے اس کا جو دل اندھا ہے کچھ حاصل نہیں ہوا اگر ویسا ہوتا جو کہ استاد چاہتا ہے تو اپنے آپ کو آراستہ کرتا ہے یعنی جو مرشد کی رائے پر ہے وہ خود کو آراستہ رکھتا ہے اور جو خود رائے ہے وہ بحال پریشان مبتلائے غم ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ لہ جو جہان الخ ۱۲ شعر جو شخص جہان میں بھاگتا ہے استاد سے اس کو جان لے کہ وہ دولت سے بھاگتا ہے تو نے کسب تن کا پیشہ سیکھا ہے دین کا پیشہ حاصل کرتا ہے تو غنی اور پوشیدہ عالم میں رہے جبکہ تو وہاں سے نکلے تو پھر کیا کرے جو پیشہ کہ آخرت کا ہے وہ سیکھ کر نفع و مغفرت تجکو ملے وہ جہان بازار اور شہر کسب کا ہے یہ نہ سمجھنا کہ کسب یہین کا نفع ہے حق نے فرمایا کہ یہان کا کسب کھیل لڑکون کا ہے آگے اس کسب کی مثال فرماتے ہیں فافہم ۱۲ لہ جیسے اک لڑکا الخ ۹ شعر جیسے لڑکا لڑکے پر چڑھے اور صحبت کے مانند اس سے مساس کرے اس لڑکے کی وہ مساس کھیل ہے مقابل میں صحبت مردون کے لڑکے کھیل میں دکان بناتے ہیں کچھ اس سے فائدہ نہ ہوا اور مفت میں زمانہ اُن کا گزرے جب کہ رات ہو تو گھر میں بھوکا آئے سب لڑکے گئے اور وہ تنہا رہا ہے پس رات مرگ اور یہ جہان بازیگاہ ہے لوٹ کر جانا جیب خالی پر زیان ہے تو تنہا ہو کر طرف خانہ گور کے جائے اور فغان و واحسرتا کرے دین کا کسب عشق اور جذب دل ہے تو نور حق کی قابلیت سے مل تیرا نفس کسب فانی چاہتا ہے تو کسب بد کب تک کرے گا چھوڑ پس اگر تیرا نفس ڈھونڈے کسب نیک تو ایک مکر و حیلہ بھی اسکے ساتھ لگا ہو یعنی کسب دنیا کا کھیل لڑکوں کا ہے تو کسب دین کہ عشق ہے ساتھ نور حق کے حاصل کر کہ اس جہان میں کام آئے کیونکہ وہ جہان بازار و شہر کسب کا ہے اور اگر تیرا نفس امارہ نیک کسب ڈھونڈھے تو اسمیں ایک مکر بھی اُسکا شریک ہوگا چنانچہ ایک حصہ شیطان کا کہ نیک کام میں اسکے مکر ہے آگے فرماتے ہیں اسیطرح نفس کی نیک نام میں بدی ہے فافہم ۱۲

کودکان سازند در بازی دکان　　سود نبود جز کہ تعطیل زمان
شب شود در خانہ آید گرسنہ　　کودکان رفتہ بماندہ یک تنہ
اینجہان بازی گہ است و مرگ شب　　بازگردی کیسہ خالی پر تعب
سوئے خانہ گو تنہا ماندہٗ　　با فغان و احسرتا برخواندہٗ
کسب دین عشق ست و جذبہ اندرون　　قابلیت نور حق دان اے حرون
کسب فانی خواہدت این نفس خس　　چند کسب خس کنی بگذار بس
نفس خس گر جویدت کسب شریف　　حیلہ و مکرے بود آنرا شریف

طفل بازی میں بناتے ہیں دکان　　ہو نہ سود اور گذرے منفعت انکا زماں
گھر میں بھوکا آئے جبکہ رات ہو　　سب گئے لڑکے رہا تنہا ہے وہ
رات مرگ اور بازی گہ ہے یہ جہان　　پھر کے جانا جیب خالی پر زیان
تو ہو تنہا سوے خانہ گور کے　　اور فغان واحسرتا کی تو کرے
کسب دین کا عشق ہے اور جذب دل　　نور حق کی قابلیت سے تو مل
کسب فانی چاہتا ہے تیرا نفس　　کسب بد کب تک کرے تو چھوڑ بس
تیرا ڈھونڈھے نفس بدگر کسب نیک　　مکر و حیلہ بھی لگا ہو ساتھ ایک

بیدار کردن ابلیس معاویہ رضؓ را کہ وقت نماز بیگاہ شد

جگانا شیطان کا معاویہ رضؓ کو وقت نماز صبح کے

در خبر آمد کہ آن معاویہ رضؓ　　خفتہ بد در قصر در یک زاویہ
قصر را از اندرون در بستہ بود　　کز زیارتہاے مردم خستہ بود
ناگہان مردے ورا بیدار کرد　　چشم چون بگشاد پنہان گشت مرد
گفت اندر قصر کس را رہ نبود　　کیست کاین گستاخی و جرأت نمود
گرد برگشت و طلب کرد آن زمان　　تا بیابد زان نہان گشتہ نشان
در پس در او یکے را دید کو　　در پس پردہ نہان می کرد رو
گفت ہے تو کیستی نام تو چیست　　گفت نامم فاش ابلیس شقی است
گفت بیدارم چرا کردی بجد　　راست گو با من مگو برعکس ضد
گفت ہنگام نماز آخر رسید　　سوی مسجد زود می باید دوید
عجلوا الطاعات قبل الفوت گفت　　مصطفےؐ چون در وحدت را بسفت
گفت نے نے این غرض نبود ترا　　کہ بخیرے رہنما باشی مرا

یہ خبر میں آیا ہے کہ معاویہ رضؓ　　گھر میں سوتے تھے وہ اندر زاویہ
گھر کے در کو بند اندر سے کیا　　تنگ لوگون کی ملاقاتون سے تھا
ایک نے اُن کو جگایا ناگہان　　آنکھ کھولی تو ہوا وہ کس نہان
بولا یان پر تو کسی کو رہ نہ تھی　　کون ہے گستاخ یہ جرأت کری
اس مکان میں ڈھونڈھنے گرد وہ لگا　　تا کہ پائے اس چھپے کا وہ پتا
پیچھے دروازے کے دیکھا ایک کو　　کر چھپاتا پیچھے پردے کے ہے رو
بولا کیون تو کون تیرا نام کیا　　بولا نام ابلیس مجھ بدنام کا
بولا کیون مجھکو جگایا سچ کہو　　مت کہو کچھ جھوٹ جو برعکس ہو
بولا اب وقت نماز آخر ہوا　　جلد جا مسجد کی جانب دوڑتا
عجلوا الطاعات قبل الفوت ہے　　مصطفےؐ کا قول وحدت گوئی سے
بولا نے یہ غرض تیری نہ تھی　　کہ کرے تو رہنمائی خیر کی

۱؎ قصۂ ہفتم مکر نفس میں کہ بظاہر و بباطن بدی ہے ۱۲ ۲؎ یہ خبر میں الخ یہ شعر یہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت معاویہ گھر کے اندر ایک گوشہ میں سوتے تھے اور دروازہ گھر کا اندر سے بند کیا تھا کیونکہ ملاقات سے خلق کی تنگ تھے ایک شخص نے ناگہاں اُن کو جگایا جبکہ آنکھ کھولی تو وہ شخص چھپ گیا کہا کہ یہاں تو کسی کو راہ نہ تھی کون گستاخ ہے کہ اسنے یہ جرأت کی ہے تب اس مکان میں وہ ڈھونڈھنے لگا کہ اس چھپے کا پتہ پائے ایک شخص کو دیکھا پیچھے دروازے کے کہ وہ منھ پیچھے پردے کے چھپاتا ہے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا نام ابلیس مجھ بدنام کا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۳؎ بولا الخ یہ شعر کہا کہ مجھ کو سوتے سے کیوں جگایا سچ کہو اور جھوٹ مت کہو جو کہ برعکس ہو ابلیس نے کہا کہ وقت نماز کا آخر ہوا تو جلد جانب مسجد کے جا ترجمہ ۔ جلدی کرو بندگی میں آگے فوت ہونے کے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے از راہ وحدت کے یعنی نماز کے پڑھنے میں جلدی کرو حدیث میں آیا ہے اس واسطے میں نے بیدار کیا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یقین نہیں کہ یہ تیری غرض تھی کہ جانب خیر کے تو رہنمائی کرے آگے مثال ہے فافہم ۱۲ ۔

دزد پنہان رہ کنم در مسکنم — گویدم کہ پاسبانی می کنم
من کجا باور نمایم دزد را — دزد کے داند ثواب مزد را

چور[1] پوشیدہ مکان مین دے نقب — اور کہے کرتا حفاظت ہون میں اب
مین یقین کرتا نہیں ہون چور پے — چور کب جانے ثواب و مزد ے

دوم بار جواب گفتن ابلیس معاویہؓ را

دوسری بار جواب دینا ابلیس کا معاویہؓ کو

خاصہ دزدی چون تو قطاع الطریق — از چہ رو گشتی چنین بر من شفیق
گفت ما اول فرشتہ بودہ ایم — راہ طاعت را بجان پیمودہ
سالکان راہ را محرم بدیم — ساکنان عرش را ہمدم بدیم
پیشۂ اول کجا از دل رود — مہر اول کے ز دل زائل شود
در سفر گر روم بینی یا ختن — از دل تو کے رود حب وطن
ما ہم از مستان این مے بودہ ایم — عاشقان درگہ وے بودہ ایم
ناف ما بر مہر او ببریدہ اند — عشق او در جان ما کاریدہ اند
روز نیکو دیدہ ایم از روزگار — آب رحمت خوردہ ایم از جویبار
نے کہ ما را دست فضلش کاشتہ است — از عدم ما را نہ او پرداختہ است
اے بسا کز وی نوازش دیدہ ایم — در گلستان رضا گردیدہ ایم
بر سر ما دست رحمت می نہاد — چشمہاے لطف بر ما میگشاد
وقت طفلی ام کہ بودم شیر جو — گاہوارہ ام کہ جنبانید او
از کے خوردم شیر غیر از شیر او — کہ مرا پرورد جز تدبیر او
خوے کان با شیر رفت اندر وجود — کے توان او را ز مردم واکشود

خاص[2] تجھ سا چور قطاع الطریق — کس سبب سے ہوگیا مجھ پر شفیق
بولا ہم پہلے ملائک بھی ہوئے — راہ طاعت پائی ہم نے جان سے
سالکان راہ کے محرم تھے ہم — ساکنان عرش کے ہمدم تھے ہم
پیشہ اگلا دل سے کب ہٹتا ہے دور — مہر اگلی دل سے کب ہو جائے دور
گر سفر مین روم دیکھے یا ختن — دل سے تیرے جائے کب حب وطن
مست[3] اس مے ناب سے ہم بھی تو تھے — عاشقوں مین ہی درگاہ کے تھے
نال اپنا مہر پر اُس کی کٹا — عشق اُس کا جان ہماری مین رکھا
نیک دن دیکھا ہی ہم نے دہر سے — آب رحمت کھایا ہم نے نہر سے
کیا نہ بویا ہم کو اس کے فضل نے — نہ کیا پیدا عدم سے ہم کو ہے
ہم نے[4] بہت اسکی نوازش پائی ہے — اور ہوا باغ رضا کی کھائی ہے
دست رحمت کا وہ رکھتا ہم پہ تھا — لطف کے چشمے وہ ہم پر کھولتا
بچپن مین جو مین پیتا دودھ تھا — کون تھا جھولا جھلاتا اس سوا
دودھ میں نے کب پیا اُسکے سوا — پالا کسنے مجکو تھا اس کے سوا
شیر کے ہمراہ جو آئین عادتین — دور کب مردم کے تن سے ہو سکیں

[1] چور پوشیدہ الخ ۲ شعر چور مکان میں نقب پوشیدہ دے اور کہے کہ میں حفاظت کرتا ہوں میں کب یقین کرتا ہوں چور پر کہ چور ثواب و مزد کو کب چاہتا ہے یعنی جو شخص کہ دشمن ہے گو وہ کام بہتر کرے مگر اس میں اس کی دشمنی ہوگی کہ جس سے رنج پہونچے آگے جواب ابلیس کا ہے فافہم ۱۲ [2] خاص الخ ۵ شعر تجھ سا خاص چور راہزن کس سبب سے مجھ پر شفیق ہوا ابلیس نے کہا کہ ہم بھی تو پہلے ملائک ہوئے اور راہ طاعت نے جان سے پائی سالکان راہ کے ہم محرم تھے ساکنان عرش سے ہم ہمدم تھے اگلا پیشہ دل سے کب دور ہوتا ہے اگلی محبت دل سے کب جاتی ہے آگے مثال ہے اگر سفر روم یا ختن دیکھے تیرے دل سے حب وطن کب جائے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] مست الخ ۹ شعر ہم بھی تو مست اس مے سے تھے ہم بھی تو عاشق درگاہ کے تھے اس کی محبت پر اپنا نال کٹا ہے اسکا عشق ہماری جان مین رکھا ہے ہم نے زمانہ سے نیک دن دیکھا ہے ہم نے آب رحمت نہر سے کھایا ہے اُسکے دست فیض نے کیا ہم کو نہیں بویا ہے ہم کو پیدا عدم سے کیا نہیں کیا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [4] اے بہت الخ ۵ شعر اے ہم نے اس کی نوازش بہت پائی ہے اور باغ رضا کی ہوا کھائی ہے وہ ہم پر دست رحمت کا رکھتا تھا اور چشمے لطف کے وہ ہم پر کھولتا تھا بچپن مین جو مین دودھ پیتا تھا اور کون اس کے سوا جھولا جھلاتا تھا ہم نے دودھ کب پیا اس کے سوا کس نے پالا اس کے سوا جو عادتیں کہ شیر کے ہمراہ آئیں وہ مردم کے تن سے کب دور ہو سکیں گی۔ باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲

گر عتابے کرد دریائے کرم	بستہ کے گردند درہائے کرم	گر ہوا غصہ وہ دریائے کرم[1]	بند کب ہوتے ہیں درہائے کرم
اصل نقدش لطف و داد و بخشش است	قہر بروے چون غبار پر غش است	اصل نقد اسکی تو لطف وجود ہے	قہر اس پے جو غبار آلود ہے
از برائے لطف عالم را بساخت	ذرہ ہا را آفتاب او نواخت	لطف ہی کے واسطے عالم بنا[2]	اسکے خور نے نور ذروں کو دیا
فرقت از قہرش اگر آبستن ست	بہر قدر وصل او دانستن است	حاملہ ہے فرقت اسکی قہر سے	وصل کی قدر اس سے تاکہ جان لے
میدہد جان را فراقش گوشمال	تا بداند قدر ایام وصال	اسکی فرقت جان کو دے ہے گوشمال	تاکہ جانے قدر ایام وصال
گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است	قصد من از خلق احسان بودہ است	بولے پیغمبر صلعم کہ حق فرمائے ہے	قصد احسان ہے مرا مخلوق پے
آفریدم تا ز من سودے کنند	تا ز شہدم دست آلودی کنند	اور کیا پیدا کہ نفع مجھ سے لے	دست آلودہ ہو میرے شہد سے
نے برائے آنکہ من سودی کنم	وز برہنہ من قبائے بر کنم	نے کہ طمع فائدے انسے رکھوں	اور برہنوں سے قبا کو چھین لوں
چند روزے کہ ز پیشم راندہ است	چشم من بر روئے خوبش ماندہ است	تھوڑے ہے ذکو راندہ درگاہ کیا[3]	اسکا میں ہوں روئے دلکش دیکھتا
کز چنان روی چنین قہرے عجب	ہر کسے مشغول گشتہ در سبب	ایسے منہ سے قہر ایسا ہے عجب	ہوگیا ہر ایک مشغول سبب
من سبب را ننگرم کو حادث است	زانکہ حادث حادثی را باعث است	ہے وہ حادث میں سبب کو دیکھوں کب	کیونکہ حادث حادثی کا ہے سبب
لطف سابق را نظارہ می کنم	ہر چہ آن حادث دو بارہ می کنم	لطف پہلے پر ہیں رکھتا ہوں نظر	اور اس حادث کو جانوں میں بتر
ترک سجدہ از حسد گیرم کہ بود	این حسد از عشق خیزد نے جحود	ترک سجدہ کا حسد سے ہے ولے	عشق سے ہے نے حسد انکار سے
این حسد از دوستی خیزد یقین	کہ شود با دوست غیرے ہمنشین	دوستی سے ہے حسد یہ کر یقین	دوست ہمرہ غیر کے ہے ہمنشین
ہست شرط دوستی غیرت پزی	ہمچو بعد عطسہ گفتن دیر زی	کرتا غیرت دوستی کی شرط ہے	جیسے کہنا چھینک پر جیتا رہے

[1] گر ہو غصہ الخ ۲ شعر اگر وہ دریائے کرم غصہ ہو بند کب ہوتے ہیں دروازے کرم کے اس کی اصل نقد تو لطف و کرم ہے اور قہر اس پر مانند غبار آلودہ کے ہے یعنی فضل حق قدیم ہے اور قہر حق عارضی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] لطف ہی الخ ۶ شعر لطف کے واسطے عالم بنا اس کے آفتاب نے نور ذروں کو دیا فرقت اس کی مہر حاملہ ہے تاکہ اس سے وصل کی قدرت جان لے فرقت اس کی جان کو گوشمالی دیتی ہے تاکہ قدر ایام وصال کی جانے۔ آگے اس کے حقائق ہیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرا قصد احسان کا ہے مخلوق سے اور پیدا کیا کہ نفع مجھ سے لے اور دست آلودہ ہو میرے شہد سے نہ کہ طمع فائدہ کا رکھوں ان سے اور برہنوں سے قبا کو چھینوں یعنی حق نے عالم کو پیدا کیا کہ احسان اس پر کرے نہ کہ ان سے طمع نفع کی رکھے کیونکہ حقتعالےٰ محتاج نہیں ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] تھوڑے ذکو الخ ۷ شعر مجھ کو بھی تھوڑے دن کو راندہ درگاہ کیا میں اس کا روئے خوشنما دیکھتا ہوں اے تعجب ہے کہ ایسے منہ سے ایسا قہر ہو ہر ایک مشغول سبب ہوگیا ہے اور یہ عادت ہے اور میں سبب کو دیکھوں کیونکہ حادثہ حادثی کا سبب ہے میں لطف پہلے پر نظر رکھتا ہوں اور اس قہر سے میں حادث کو بدتر جانتا ہوں یعنی حق کا لطف قدیم ہے اور قہر حادث ہے پھر میں لطف سے اس کے مفقود ہوں گا سجدہ نہ کرنا حسد سے ہے و لیکن وہ حسد عشق سے ہے انکار سے نہیں ہے یقین کر کیونکہ دوست ہمراہ غیر کے ہمنشین ہے دوستی میں غیرت کرنا شرط ہے جیسے چھینک میں کہنا کہ جیتا رہے یعنی جیسے دعا چھینک کے ساتھ ملی ہوئی ہے اسی طرح دوستی کو غیرت لازم و ملزوم ہے اور یہ عشق کا لوازمہ ہے۔ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

چونکہ بر لطفش جز این بازی نبود	گفت بازی کن چہ دانم در فزود	جو کہ[1] لطف حق سوا بازی نہ تھی	بولا بازیگر نہ جانوں کیوں بڑھی
آن یکے بازی کہ بر من باختم	خویشتن را در بلا انداختم	میں نے کھیلی ایک وہ بازی یہ تھی	جان کو اپنی بلا مین ڈال دی
در بلا ہم مے چشم لذات او	مات اویم مات اویم مات او	اسکی لذت اس بلا مین بھی چکھوں	مات ہوں مین مات ہوں مین مات ہوں
چون رہاند خویشتن را اے سرہ	ہیچکس در شش جہت در ششدرہ	کسطرح کوئی چھڑائے آپ کو	ششجہت مین ہے کہ ششدر ہووے وہ
جزو شش از کل شش چون وا رہد	خاصہ کہ بیچون مر او را کج نہد	چھ کا جز کب کل سے چھ کے ہو جدا	خاصکر ٹیڑھا جسے حق نے رکھا
ہر کہ در شش او درون آتش ست	اوش بر ہاند کہ خلاق شش ست	ششجہت مین جو ہے وہ آتش مین ہے	وہ چھڑائے جس نے شش پیدا کئے
خواہ اگر کفرست اگر ایمان او	دست باف حضرت ست آن او	خواہ کفر و خواہ ایمان اسکا ہے	ساختہ اسکا ہے اور آن اسکا ہے

بازتقریر کردن معاویہؓ مکر ابلیس را با او — پھر تقریر کرنا معاویہؓ کا مکر ابلیس کو ساتھ اسکے

گفت امیر او را کہ اینہا راست ست	لیک بخشش تو ازینہا کاست ست	اُس صحابیؓ[2] نے کہا سچ ہے ولے	تیرا حصہ اس سے کم ہے جان لے
صد ہزاران چون مرا تو رہ زدی	حفرہ کردی در خزانہ آمدی	تو نے مجھ سے لاکھوں کو دھوکا دیا	اور خزانہ مین نقب دے کر گھسا
آتشی از تو بسوزم چارہ نیست	کیست گر دست تو جامہ اش پارہ نیست	آگ تو تجھ سے جلوں چارہ نہیں	جامہ کس کا تجھ سے ہے پارہ نہیں
طبعش ای آتش چو سوزانیدہ ایست	تا نسوزانی تو چیزے چارہ نیست	طبع تو آتش جلانے کی رکھے	بے جلائے چین کب آئے تجھے
لعنت این باشد کہ سوزانت کند	اوستاد جملہ دزدانت کند	یہ ہے لعنت کہ تجھے سوزان کرے	سارے چوروں کا تجھے اُستا کہے
با خدا گفتی شنیدے روبرو	من کہ باشم پیش مکرت اے عدو	گفتگو کی تو نے حق کے روبرو	کب مین پا سکتا ہوں تیرے مکر کو
معرفتہائے تو چون بانگ صفیر	بانگ مرغان ست لیکن مرغ گیر	معرفت[3] تیری جون آواز صفیر	مرغ کی ہے بانگ لیکن مرغ گیر
صد ہزاران مرغ را او رہ زدہ است	مرغ غرہ کاشنائے آمدہ است	اُسنے صدہا مرغ کو دھوکا دیا	مرغ نے جانا کہ یہ ہے آشنا
در ہوا چون بشنود بانگ صفیر	از ہوا آید شود اینجا اسیر	جو ہوا مین وہ سنے بانگ صفیر	واں ہوا سے آئے اور ہووے اسیر

[1] جو کہ الخ یہ شعر جو کہ اسکے سوا حق کی بازی نہ تھی کہا بازی کرنے میں نہیں جانتا ہوں کیونکر بڑھ گئی وہ ایک بازی تھی کہ میں نے کھیلی اور جان بلا میں ڈالدی یعنی وہ بازی عشق حقیقی تھی میں اس کی لذت اس بلا میں بھی چکھتا ہوں میں مات ہوں یعنی اس بلائے عشق بازی میں اُس یار سے میں نے مات کھایا ہے کوئی خود کو کس طرح چھڑا دے ششجہت میں کہ وہ ششدر ہے یعنی ششدر تخت نرد میں مات کو کہتے ہیں چھ کا جز کب کل سے چھ کے جدا ہووے خاص کر حق نے جسکو ٹیڑھا رکھا ہو جو شش جہت میں ہے وہ آتش میں ہے وہ چھڑائے جس نے شش پیدا کئے خواہ کفر خواہ ایمان اسکا ہے اسی کا بنا ہوا اسی کا ملک ہے یعنی حق نے دنیا میں جسکو پیدا کیا ہے وہ بجز رنج پانے کے کب بچا ہے ہم اس کے ملک میں جسطرح وہ چاہے رکھے یعنی ابلیس نے یہ دلیل توحید سے راستی اپنی قائم کی آگے جواب تردید حضرت معاویہؓ کا ہے فافہم ۱۲ [2] اس صحابی الخ یہ شعر حضرت معاویہؓ نے کہا یہ سچ ہے لیکن تیرا حصہ اس سے کم ہے تو نے مجھ جیسے لاکھوں کو دھوکا دیا اور نقب دیکر خزانہ میں گھسا تو آتش ہے تجھ سے میں جلتا ہوں چارہ نہیں ہے اور تجھ سے کس کا جامہ چاک نہیں ہے تو طبیعت آتش جلانے والی کی رکھتا ہے اور بے جلائے کب تجھے چین آتا ہے یہ لعنت ہے کہ تجھے سوزان کرے اور سب چوروں کا تجھے استاد رکھے تو نے گفتگو حق کے روبرو کی میں تیرے مکر کو کب پا سکتا ہوں یعنی کوئی فعل تیرا مکر سے خالی نہیں ہے آگے اسکی مثال ہے فافہم ۱۲

[3] معرفت الخ یہ شعر تیری معرفت مانند آواز صفیر کے مرغ کی آواز کے ہے لیکن مرغ گیر ہے اُسنے صدہا مرغ کو دھوکا دیا اور مرغ نے جانا کہ یہ آشنا ہے جو ہوا میں بانگ صفیرہ سنے تو وہاں ہوا سے اترے اور اسیر ہووے آگے مترجم اس کے مکر و حیلہ کی ہے فافہم ۱۲

قوم نوح از مکر تو در نوحه اند / دل کباب و سینه شرحه اند
عاد را تو باد دادی در جهان / او فگندی در عذاب و اندهان
از تو بود این سنگسار قوم لوط / در سیاه آبه ز تو خوردند غوط
مغز نمرود از تو آمد ریخته / ای هزاران فتنه ها انگیخته
عقل فرعون زکی فیلسوف / کور گشته زو نیابد او وقوف
بولهب هم از تو نا اهلی شده / بو الحکم هم از تو بو جهلی شده
این برین شطرنج بهر یاد را / مات کرده صد هزار استاد را
ای ز فرزین بندهای مشکلت / سوخته جانها سیه گشته دلت
بحر مکری تو خلقان قطره / تو چو کوه وین سلیمان ذره
کی رهد از مکر تو ای مختصم / غرق طوفانیم الا من عصم
بس ستاره سعد از تو محترق / بس سپاه جمع از تو مفترق
بس مسلمان کز تو دین در باخته / سرنگون تا قعر دوزخ تاخته
بس چو بلعم از تو نومید آمده / بس چو برصیصا ز تو کافر شده

قوم نوح ہے نالان ترے مکر سے / دل کباب و سینہ زخمی وہ رکھے
عاد کو عالم میں تو نے دی ہوا / اور عذابوں میں رکھا تو نے پھنسا
سنگسار تجھ سے قوم لوط کو / کالے پانی میں ڈبے تجھ سے وہ
مغز نکلا تجھ سے بس نمرود کا / تو نے صد ہا فتنہ کو برپا کیا
عقل فرعون زکی اندھی ہوئی / اور نہ پایا پھر وقوف اس نے کبھی
بولہب نا اہل تجھ سے ہو گیا / بو الحکم بوجہل تجھ سے ہو گیا
تو نے اس شطرنج پر بس یاد کو / کر دیا ہے مات لاکھ استاد کو
ایسے فرزین بندہیں مشکل ترے / سوختہ جان تیرہ باطن ہو گئے
تو ہے بحر مکر قطرہ خلق ہے / یہ سلیمان ذرہ تو جون کوہ ہے
مکر سے تیرے چھٹیں کیا ایکدم / غرق طوفان ہم ہیں الا من عصم
بس ستارہ سعد تجھ سے محترق / بس سپاہ جمع تجھ سے مفترق
دین مسلمانوں نے ہارا تجھ سے ہے / سرنگون وہ قعر دوزخ میں پڑے
مثل بلعم تجھ سے فاجر ہو گیا / تجھ سے جون برصیصا کافر ہو گیا

باز جواب ابلیس مر معاویہ را در اخفائے مکر

پھر جواب دینا ابلیس کا معاویہ کو مکر کے چھپانے میں

گفت ابلیسش کشا این عقد را / من کہ محکم قلب را و نقد را
امتحان شیر و کلبم کرد حق / امتحان نقد و قلبم کرد حق
قلب را من کے سیہ رو کردہ ام / صیرفیم قیمت او کردہ ام

بولا ابلیس اس سے کھول اس عقدہ کو / میں محک ہوں قلب کو اور نقد کو
امتحان شیر و سگ میں حق سے ہوں / امتحان کھوٹے کھرے میں حق سے ہوں
میں نے کھوٹے کو سیہ رو کب کیا / میں ہوں صراف اسکو میں ہوں جانچتا

۱ قوم الخ ۱۲ شعر قوم نوح تیرے مکر سے نالان ہے دل کباب اور سینہ زخمی وہ رکھے عاد کو جہان میں تو نے ہوا دی اور عذابوں میں تو نے پھانس رکھا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ سنگسار الخ ۱۲ شعر قوم لوط کو تجھ سے سنگساری ہوئی اور وہ کالے پانی میں ڈوبے تجھ سے مغز نکلا نمرود کا تو نے سینکڑوں فتنہ اٹھائے عقل فرعون اندھی ہوئی اور پھر اس نے وقوف کبھی نہ پایا ابولہب تجھ سے نا اہل ہو گیا اور ابو الحکم ہو گیا تجھ سے ابو جہل تو نے اس شطرنج دنیا پر یادگاری کے لئے لاکھوں استادوں کو مات دیا ہے تیرے ایسے فرزین بند مشکل ہیں کہ سوختہ جان تیرہ باطن ہو گئے تو دریائے مکر ہے اور خلق قطرہ ہے یہ سلیمان ذرہ اور مانند کوہ کے ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۳ مکر سے الخ ۱۲ شعر تیرے ہم مکر سے کب ایک دم چھٹیں ہم غرق طوفان ہیں مگر پناہ دینے والا ہے ستارہ سعد تجھ سے جلنے والا اور سپاہ جمع تجھ سے پریشان ہونے والی مسلمانوں نے دین تجھ سے ہارا اور سرنگون دوزخ میں پڑے بلعم باعور کے مانند تجھ سے فاجر ہوا اور برصیصا کے مانند تجھ سے کافر ہوا یعنے تجھ سے ہزاروں مرد بلائے دنیا میں گرفتار ہوئے پھر تیری راستی کیونکر ثابت ہو بجز مکر کے آگے جواب ابلیس کا ہے فافہم ۱۲ ۴ بولا ابلیس الخ ۱۲ شعر ابلیس نے ان سے کہا کہ اس عقدہ کو کھولو میں تو کسوٹی ہوں واسطے کھوٹے اور کھرے کے حق کی جانب سے امتحان شیر و سگ میں ہوں میں نے سیاہ رو کھوٹے کو کب کیا میں صراف ہوں اور اسکو جانچتا ہوں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

نیکوان را رہنمائی می کنم — صر بدان را پیشوائی می کنم
نیک کی میں رہنمائی کرتا ہوں — اور بدکی پیشوائی کرتا ہوں

صالحان را مقتدا و ما منم — طالحان را نیز یاری می کنم
پیشوا نیکون کا اور میں امن ہون — شاخ جو کہ خشک ہو تو کاٹ دون

این علفہا می نہم از بہر چیست — تا پدید آید کہ حیوان جنس کیست
گھانس یہ رکھی ہے میں نے کسلیئے — تا کہ دیکھون جنس حیوان کون ہے

گر سگ از آہو چو زاید کودکے — ہست در گرگی و آہوئی شکے
گر سگ آہو سے جو بچہ اک جنے — گرگی آہوئی میں اسکی شک ہے

تو گیاہ و استخوان پیشش بریز — تا کدامے سو کند او گام تیز
گھانس ہڈی اسکے آگے ڈال تو — کسکی جانب دیکھ اسکو میل ہو

گر بسوے استخوان آید سگ است — در گیاہ جوید یقین آہو رگ است
جانب ہڈی ہو رغبت سگ ہے وہ — گھانس کو دوڑے تو آہو جان تو

قہر و لطف جفت شد با یک دگر — زاد ازین ہر دو جہان خیر و شر
قہر و لطف آپسمیں جو جوڑا ہوا — انسے خیر و شر یہاں پیدا ہوا

تو گیاہ و استخوان را عرضہ کن — قوت نفس و قوت جان را عرضہ کن
گھانس اور ہڈی کو یعنی کر عیان — قوت نفس اور قوت جانکو کر عیان

گر غذائے نفس جوید ابتر است — ور غذائے روح خواہد سرور است
گر غذائے نفس لیوے ہے برا — گر غذائے روح چاہے ہے بھلا

گر کند او خدمت تن ہست خر — ور رود در بحر جان یابد گہر
گر کرے خدمت بدن کی ہو وہ خر — گر وہ جائے بحر جان میں لے گہر

گرچہ این دو مختلف خیر و شر اند — لیک این ہر دو بیک کار اند راند
گرچہ دونوں مختلف ہیں خیر و شر — لیک یہ دونوں ہیں ایک ہی کام پر

انبیا طاعات عرضہ می کنند — دشمنان شہوات عرضہ می کنند
انبیا طاعت کو کرتے ہیں عیان — اور عدو شہوت کو کرتے ہیں عیان

نیک را چون بد کنم یزدان نیم — داعیم من خالق ایشان نیم
نیک کو جو بد کرون میں حق نہیں — میں ہون داعی خالق مطلق نہیں

خوب را من زشت سازم رب نیم — زشت را و خوب را آئینہ ام
خوب کو میں زشت کردون رب نہیں — آئینہ ہون خوب و بد کا بالیقین

سوخت ہندو آئینہ از درد را — کاین سیہ رو می نماید مرد را
آئینہ جیسے جلائے درد سے — کہ سیہ رو کیون دکھاتا ہے مجھے

گفت آئینہ گناہ از من نبود — جرم آن را نہ کہ آئینہ زدود
آئینہ بولا گنہ مجھ سے نہ تھا — جرم اسکا ہے کہ آئینہ بنا

او مرا غماز کرد و راست گو — تا بگویم زشت کو و خوب کو
کر دیا ہے راست گو اسنے مجھے — تا کہوں میں کون زشت و خوب ہے

من گواہم بر گواہ زندان کجاست — ز اہل زندان نیستم یزدان گواہ است
میں گواہ ہون کب گواہ قیدی ہوا — اہل زندان سے نہیں حق ہے گوا

لے نیک کی الخ یے شعر میں نیک کی رہنمائی کرتا ہوں اور بد کی پیشوائی کرتا ہوں میں پیشوائی نیکوں کی اور امن ہوں اور جو شاخ خشک ہوتی ہے کاٹ دیتا ہوں یہ میں نے گھانس کس لئے رکھی تا دیکھوں جنس حیوان کون ہے کہ اسکی طرف رغبت کرتا ہے آگے مثال ہے گرگ و آہو سے جو ایک بچہ پیدا ہو تو گرگی و آہوئی میں اسکی شک ہووے اسکے آگے گھانس اور ہڈی تو ڈال اور دیکھ کس کی جانب اسکو میل ہے اگر جانب ہڈی کے راغب ہے وہ سگ ہے اور اگر گھانس کو دوڑے تو آہو جان لے قہر و لطف آپس میں جو جوڑا ہوا تو اُن سے خیر و شر یہاں پیدا ہوا آگے حقائق ہیں فافہم ۱۲ سے گھانس الخ ۲ شعر تو گھانس اور ہڈی کو عیاں کہ اگر غذائے نفس لیوے برا ہے اور اگر غذائے روح چاہے بھلا ہے اگر خدمت بدن کی کرے گدھا ہے اور اگر دریائے جان میں جائے گوہر لیوے یعنی جو کہ طالب خدا ہے روحانی غذا کا شاہد ہے وہ بہتر ہے اور جو غذائے نفسانی کا کہ طعام ہے وہ برا ہے آگے قول مولانا کا ہے فافہم ۱۲ سے اگرچہ الخ ۲ شعر اگرچہ دونوں مختلف ہیں خیر و شر لیکن یہ دونوں ایک ہی کام پر ہیں انبیا طاعت کو ظاہر کرتے ہیں اور عدو شہوت کو ظاہر کرتے ہیں یعنی یہ خیر و شر دونوں طرف حق کی دعوت کرتے ہیں آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ سے نیک کو الخ ۵ شعر میں حق نہیں ہوں کہ نیک کو بد کردوں میں دعوت کرنے والا ہوں خالق نہیں ہوں میں رب نہیں ہوں کہ خوب کو زشت کردوں خوب و بد کے واسطے آئینہ کو جلائے درد سے کہ تو مجھ کو سیاہ رو کیوں رکھتا ہے آئینہ نے کہا مجھ سے گناہ نہ تھا یہ جرم اسکا ہے کہ جس سے آئینہ بنایا ہے مجھ کو اس نے راست گو کردیا کہ کہہ دوں کہ کون زشت کون خوب ہے میں تو گواہ ہوں اور گواہ قیدی کب ہوا اہل زندان سے نہیں ہوں خدا آگے گواہ ہے آگے مثال اسکی ہے فافہم ۱۲ —

ہر کجا بینم درختے میوه دار	تربیتها می کنم من دایه دار	دیکھتا جس جا ہون نخل میوه دار	تربیت کرتا ہون انکی دایه دار
خشک گوید باغبانا کاے فتا	مر مرا چه می بری سر بے خطا	باغبان سے خشک کہتا ہے بھلا	کسلئے سر میرا کاٹے بے خطا
باغبان گوید خمش اے زشت خو	بس نباشد خشکی تو جرم تو	باغبان کہتا ہے چپ اے بیحیا	نے تری خشکی ہے یہ جرم اک بڑا
خشک گوید راستم من کژ نیم	تو چرا بے جرم می بری بیم	خشک کہتا ہے نہیں مجھ مین کجی	کسلئے بے جرم کاٹی جڑ مری
باغبان گوید اگر مسعودیے	کاشکے کژ بودی و تر بودیے	باغبان کہوے اگر ہے برتری	کاشکے کج ہوتا تر ہوتی تری
جاذب آب حیاتے گشتۂ	اندر آب زندگی آغشتۂ	تو ہوا ہے جاذب آب حیات	اور آب زندگانی کے ہے سات
تخم تو بد بوده است و اصل تو	با درخت خوش نشاید وصل تو	اصل بد اور تخم بد تیرا ہوا	کب درخت خوش سے تو پیوند ہوا
شاخ تلخ از با خوشی وصلت کند	آن خوشی اندر نهادش بر زند	خوش سے شاخ تلخ گر پیوند ہو	اسکے تن مین دے خوشی ثمرات کو
گر ترا بیدار کردم بهر دین	خوے اصل من ہمین ست اے ہمین	گر جگایا تجکو دین کے واسطے	عادت اصلی مری یہ ہی تو ہے

عنف کردن معاویہؓ با ابلیس علیہ اللعنہ — سختی کرنا معاویہؓ کا ابلیس علیہ اللعنہ پر

گفت امیرا اے راہزن حجت مگو	مر ترا ره نیست در من ره مجو	وه صحابیؓ بولے مت تکرار کر	مجھ مین اے رہزن نہ تیرا ہو اثر
رہزنی تو من غریبم تاجرم	هر لباسے که آری کے خرم	تو ہے رہزن مین ہون تاجر اور غریب	نے خریدون لائے سامان جو عجیب
گرد رخت من مگرد از کافری	تو نه رخت کسے را مشتری	کافری سے میرے سامان کو نہ چھوڑ	مشتری سامان کسی کا ہو نہ توڑ
مشتری نبود کسے را راہزن	ور نماید مشتری مکرست و فن	مشتری کب ہو کسی کا راہزن	گر خریداری کرے ہے مکر و فن
تا چه دارد این حسود اندر کدو	ایخدا فریاد ما را زین عدو	کیا کدو مین رکھتا ہے اب یہ حسود	مجکو اس دشمن سے فریاد اے ودود

لہ دیکھتا الخ یہ شعر میں جس کا درخت میوه دار دیکھتا ہوں اسکی تربیت کرتا ہوں مانند دایہ کے اور جس جا درخت خشک دیکھتا ہوں اسے کاٹتا ہوں مانند باغبان کے کیونکہ گو ہر دو خشک کو میں جانتا ہوں درخت خشک باغبان سے کہتا ہے تو نے میرا سر بے خطا کس لیئے کاٹا باغبان کہتا ہے چپ رہ اے بیحیا کہ تیری خشکی بڑا جرم ہے یعنی زہد خشک مثل درخت خشک کے ہے کہ مجھ میں کجی نہیں ہے تو بے جرم میری جڑ کیوں کھودتا ہے اس سے تب باغبان کہے کہ اگر برتری تجھ میں ہوتی کاش تو کج ہوتا مگر تری تجھ میں ہوتی یعنی بظاہر تیری صورت کج ہوتی بہتر تھی مگر تری معنی ہوتی ہے اگر ظاہر برا ہو تو ہو مگر صاحب معنی ہونا چاہیئے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ لہ تو ہوا جاذب الخ یہ شعر تو جاذب آبحیات ہوا ہے اور آب زندگی کے ساتھ ہے یعنی اے شاخ خشک آب حیات تجھ سے جذب ہو اور آب زندگانی کے تو ساتھ ہے اور تجھ سے کچھ حاصل نہیں ہے اسواسطے کھٹنا تیرا بہتر ہے تیرا تخم بد اور اصل بد ہوئی کب درخت خشک سے تیرا پیوند ہو یعنی مرشد سے تو بسبب معنے نہ رکھنے کے واصل نہیں ہو سکتا ہے اگر شاخ خشک سے تلخ پیوند ہو اس کے تن میں خوشی ثمر دیوے اگر میں نے تجھے دین کے واسطے جگایا تو بھی میری عادت اصلی ہے یعنی اصل سے میری عادت نیک ہے بظاہر اب میں برا ہوں پس عادت نیک ہے اس سبب سے میں نے تجھے بیدار کیا ہے آگے جواب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے فافہم ۱۲ لہ وہ صحابی الخ یہ شعر حضرت معاویہؓ نے کہا تو تکرار مت کر اے راہزن مجھ میں تیرا اثر نہ ہوگا تو راہزن اور میں سوداگر ہوں اگر تو سامان بہتر لائے میں نہیں خرید دونگا تو از راہ کافری کے میرے سامان کو مت چھوڑنا اور کسی کے سامان کا تو خریدار نہ ہو راہزن کب خریدار ہو اور خریداری کرے تو کر و فن ہے اب تو کدو میں کیا رکھتا ہے اے حسود مجھ کو اے خدا دشمن سے فریاد ہے اگر ایک اور افسون مجھ پر پھونک دے پس یہ رہزن میرا سامان لوٹ لے یعنی حضرت معاویہؓ نے مدد چاہی حقتعالی سے کہ مکر شیطان سے مجھ کو بچا چنانچہ مدد چاہنے کا حال آگے ہے فافہم ۱۲

گر یکے فصل دگر در من دمد ۔ بر دخواہد از من این رہزن نمد
گر فسون اک اور مجھ پھونک دے ۔ بس مرا سامان یہ رہزن لوٹ لے

نالیدن معاویہ بحقتعالے از مکر ابلیس و نصرت خواستن
زاری کرنا معاویہ کا درگاہ حق مین مکر ابلیس سے اور فتح چاہنا

این حدیثش ہمچو دود ست اے الٰہ ۔ رحم کن ورنہ گلیمم شد سیاہ
جو دھوان[1] ہین باتین اُسکی اے الٰہ ۔ رحم کر میری نہ کملی ہو سیاہ

من بحجت بر نیایم با بلیس ۔ کوست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس
بحث[2] شیطان پر نہ غلبہ ہو مجھے ۔ کہ وہ فتنہ ہر بد و ہر نیک ہے

آدمی چون علم الاسما بگشت ۔ بانگ چون برق این سگ نے پاشکست
بس ہے آدم علم الاسما لقب ۔ پر مقابل برق ہو سگ نے تڑپ

از بہشت انداختش بر روے خاک ۔ چون سمک در شست او شد از سماک
اسکو جنت سے گرایا خاک پے ۔ مثل مچھلی شست مین پھانسا اُسے

نوحۂ انا ظلمنا میزدے ۔ نیست دستان و فسونش را حدے
نالہ تب انا ظلمنا کا کیا ۔ ہے نہ مکر افسون کی اسکے انتہا

اندران ہر حدیث او شرست ۔ صد ہزاران سحر در وے مضمرست
ہے شرارت اسکی ہر اک بات مین ۔ اور بھرے جادو ہزارون اسمین ہین

مردی مردان ببندد در نفس ۔ در زن و در مرد افزود ہوس
مرد کی مردی کو باندھے اک نفس ۔ مرد و عورت مین کرے افزون ہوس

اے بلیس خلق سوز فتنہ جو ۔ برچیم بیدار کردی راست گو
اے بلیس خلق سوز فتنہ جو ۔ کسلئے مجکو جگایا سچ کہو

زانکہ حجت بر نیاید با منے ۔ ہین غرض را در میان بے فنے
کیونکہ حجت مین نہ غالب مجھ سے ہو ۔ پس غرض نے مکر اپنے تو کہو

باز تقریر ابلیس خود را با معاویہ رضی اللہ عنہ
پھر بیان کرنا ابلیس کا مکر اپنے کو ساتھ معاویہ رض کے

گفت ہر مردے کہ باشد بد گمان ۔ نشنود او راست را با صد گمان
بولا[3] جو کہ مرد ہووے بد گمان ۔ کب سنے وہ بد گمان سچا بیان

ہر درونے کو خیال اندیش شد ۔ چون دلیل آرے خیالش بیش شد
جس کسی کا دل خیال اندیش ہے ۔ جو دلیل آئے خیال اُسکا بڑھے

چون سخن در وے رود علت شود ۔ تیغ غازی دزد را آلت شود
اسمین جانے جو سخن علت بنے ۔ تیغ غازی چور کی آلت بنے

پس جواب او سکوت است و سکون ۔ ہست با ابلہ سخن گفتن جنون
یہ جواب اُسکا کہ مین ساکت رہون ۔ گفتگو ابلہ سے ہوتا ہے جنون

---

[1] دھوان الخ اشعر اے خدا اس ابلیس کی باتیں مانند دھوئیں کے ہیں تو رحم کر کہ میری کملی سیاہ اس سے نہ ہوجائے یعنے میرا دل اس کے مکر سے سیاہ نہ ہوجائے باقی دعا کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] بحث الخ شعر شیطان کی بحث پر مجھے غلبہ نہ ہووے کہ ہر نیک و بد کا وہ فتنہ ہے آگے مثال ہے آدم کو علم الاسماء کا لقب دیا ہے مگر مقابل اس برق سگ کے تڑپ نہیں رکھتی ہیں پس اس شیطان نے ان کو جنت سے خاک پر ڈالا اور مثل مچھلی کے انکیں شست میں پھانسا انھوں نے تب نالہ انا ظلمنا کا کیا کہ اسکے مکر و فسون کی انتہا نہیں ہے اس کی ہر ایک بات میں شرارت ہے اور اس میں ہزاروں جادو بھرے ہیں مرد کی رجولیت ایک دم میں بند کر دے اور عورت و مرد میں ہوس زیادہ کرے تاکہ باہم فساد ہووے اے ابلیس خلق سوز فتنہ جو کسلئے مجھ کو جگایا سچ کہہ کیونکہ حجت میں تو غالب مجھ سے مت ہو اور غرض بے مکر تو اپنی کہہ یعنے تو وہ غرض اپنی بیان کر جسکے واسطے تو نے مجھے جگایا آگے جواب ابلیس کا ہے فافہم ۱۲ [3] بولا الخ ہم شعر ابلیس نے کہا کہ جو شخص بدگمان ہووے وہ بدگمان کب سچا بیان سنے اور جس کا دل خیال اندیش ہے جو دلیل آئے اور خیال اس کا زیادہ ہووے آگے مثال ہے جو بات کہ اس میں جائے علت بنے تیغ غازی چور کا آلہ بنے یعنے تیغ غازی اگر چور لے لیوے تو وہ آلہ چور کا ہوجاوے یہ اُس کا جواب ہے کہ میں ساکت رہوں ابلہ سے گفتگو کرنا جنون ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ —

تو ز حق ترسی وز حق قطع نفس ۔ که تو از شرش بماندستی بحبس
تو ز من با حق چه نالی ای سلیم ۔ رو بنال از شر آن نفس لئیم
تو خوری حلوا ترا دمل شود ۔ تپ بگیرد طبع تو مختل شود
بی گنه لعنت کنی ابلیس را ۔ چون نه بینی از خود این تلبیس را
نیست از ابلیس از تست ای غوی ۔ که چو روبه سوی دنبه میروی
چونکه در سبزه به بینی دنبه را ۔ دام باشد این ندانی روبه را
زان ندانی کت ز دانش دور کرد ۔ میل دنبه چشم عقلت کور کرد
حبک الاشیاء یعمیک و یصم ۔ نفسک السوء قد جنت لا تختصم
تو گنه بر من منه کژ کژ مبین ۔ من ز بد بیزارم و از حرص و کین
حرص و کین هست از طبائع مختلف ۔ در مرا کی چار ضد شد مکتنف
من بدی کردم پشیمانم هنوز ۔ انتظارم تا شبم آید بروز
هم امید میزدم با درد و سوز ۔ تا مگر کاین دی بهم گردد تموز
متهم گشته میان خلق من ۔ فعل خود بر من نهد هر مرد و زن
گرگ بیچاره اگرچه گرسنه ست ۔ متهم باشد که او در طنطنه ست
چونکه نتواند ز ضعف آن راه رفت ۔ خلق گوید تخمه ست از لوت زفت

حق سے ڈر[1] اور ڈھونڈھ اس سے قطع نفس ۔ کہ ہوا شر سے تو اسکے قید بس
ساتھ حق کے مجھ سے روئے کسلئے ۔ جا تو شر سے نالہ کر اس نفس سے
کھائے تو حلوا تو دمل ہوں ترے ۔ اور بخار آئے طبع ناخوش کرے
بے گنہ لعنت کرے ابلیس کو ۔ کیوں نہ دیکھے خود سے اس تلبیس کو
یہ نہیں شیطان سے ہرگز اے فتا ۔ مثل روبہ سوے دنبہ تو چلا
جو کہ سبزہ میں تو دیکھے دنبہ کو ۔ دام ہووے اور نہ جانے روبہ کو
اسلئے نہ جانے تو دانش گئی ۔ خواہش دنبہ نے اندھی عقل کی
حبک[2] الاشیا یعمے و یصم ۔ نفسک[3] السوء قد جنت لا تختصم
مت گنہ رکھ اور نہ ٹیڑھا دیکھ تو ۔ چاہتا ہوں میں نہ حرص و کینہ کو
حرص[4] و کینہ اختلاف طبع ہے ۔ ضد نہ چاروں عنصروں کا مجھ میں ہے
اب پشیماں ہوں برا میں نے کیا ۔ منتظر ہوں رات میری دن ہوا
ہے مجھے امید درد و سوز سے ۔ موسم سردی مرا گرمی بنے
میں ہوا بدنام سب مخلوق میں ۔ فعل اپنے مرد و زن مجھ پر رکھیں
بھیڑیا بیچارہ بھوکا گرچہ ہے ۔ ہو گیا بدنام جو عشرت کرے
جو ضعیفی سے نہ رستہ چل سکے ۔ خلق کہوے تخمہ کھانے ہی سے ہے

باز الحاح کردن معاویه مر ابلیس را ۔ پھر عاجزی کرنا معاویہ کا ابلیس سے

لہ حق سے الخ ۹ شعر تو حق سے ڈر اور قطع نفس اس سے ڈھونڈھ کہ اس کے شر سے تو قید ہوا ہے تو خدا کے ساتھ میرے سبب سے کیوں ڈرتا ہے جا تو نالہ کر اس نفس کے شر سے آگے مثال ہے تو حلوا کھائے تو ترے دمل ہو اور بخار آوے و طبیعت ناخوش ہووے بے گناہ تو لعنت کرتا ہے ابلیس کو کیوں نہیں دیکھتا ہے خود سے اس مکر کو یہ شیطان بد سے نہیں ہے تجھ سے ہے اور مثل روبہ کے تو جانب دنبہ کے جاتا ہے جو کہ سبزہ میں دنبہ کو دیکھے دام ہووے اور اے روبہ تو نہ جانے اس لیے نہیں جانے کہ عقل گئی اور خواہش دنبہ نے عقل اندھی کی ہے یعنے طبع دنیا نے تجکو حق جوئی سے اندھا و بہرا کیا ہے تیرے نفس نے گناہ کیا تو دوسروں سے دشمنی نہ کر مت گناہ رکھ اور ٹیڑھا مت دیکھ میں نہیں چاہتا ہوں حرص و کینہ باقی حال آگے ہے فافہم ۔ ۲ حرص الخ ۶ شعر حرص و کینہ اختلاف طبع سے چاروں عنصروں کی ہے مجھ میں ضد نہیں ہے اب پشیمان ہوں کہ میں نے برا کیا منتظر ہوں کہ تا رات میری دن ہو مجھے امید ہے سوز و درد سے کہ موسم سردی میرا گرمی بنے میں مخلوق میں بدنام ہوا ہوں فعل اپنے مرد و زن مجھ پر رکھتے ہیں آگے مثال ہے بھیڑیا بیچارہ اگرچہ بھوکا ہے بدنام ہو گیا ہے جو ضعیفی سے راہ نہیں چل سکتا ہے خلق کہتی ہے کہ تخمہ کھانے سے ہو گیا ہے یعنی میں مخلوق میں بدنام ہو گیا ہوں کہ مخلوق خود گناہ کرتی ہے اور وہ مجھ پر رکھتی ہے بقول استاد سے کیا ہنسی آتی ہے مجھکو حضرت انسان پر + فعل بد تو خود سے ہو لعنت کرے شیطان پر ۔ آگے حضرت معاویہ کا جواب الجواب ہے فافہم ۔

عسہ دوستی کسی شے کی تجھے بہرا گونگا کرتی ہے ۔ عسہ تیرے نفس نے گناہ کیا تو دوسرونکو بدنام کرا ۔

و جواب او

گفت غیر راستی نرہاندت ‏ داو سوی راستی میخواندت
راست گو تا وارہی از چنگ من ‏ مکر ننشاند غبار جنگ من
گفت چون دانی دروغ و راست را ‏ ای خیال اندیش بد اندیشہا
گفت پیغمبر نشانہ دادہ است ‏ قلب نیکو را محک بنہادہ است
گفتہ است الکذب ریب فی القلوب ‏ باز الصدق طمانین و طروب
دل نیارامد ز گفتار دروغ ‏ آب و روغن ہیچ نفروزد فروغ
در حدیث راست آرام دل است ‏ راستیہا دانۂ دام دل است
دل اگر رنجور باشد بد دہان ‏ کو نداند چاشنی این و آن
چون شود از رنج و علت دل سلیم ‏ طعم صدق و کذب را باشد علیم
حرص آدم چون سوی گندم فزود ‏ از دل آدم سلیمی را ربود
پس دروغ و عشوہ ات را گوش کرد ‏ غرہ گشت و زہر قاتل نوش کرد
کژدم از گندم ندانست آن نفس ‏ می برد تمیز از مست ہوس
خلق مست آرزو بند و ہوا ‏ زان پذیرانید دستان ترا
ہر کہ خود را از ہوا خود باز کرد ‏ گوش خود را آشنائے راز کرد
ہمچنان کہ در حکایت گفتہ اند ‏ بشنو آنرا تا کشاید بستہ بند

اور جواب دینا اُس کا

بولا کب چھوڑوں تجھے بے سچ کہے ‏ داو سوے سچ بلاتی ہے تجھے
سچ کہو تا ہاتھ سے میرے چھٹے ‏ کب غبار جنگ بیٹھے مکر سے
بولا کیسے جانے سچ اور جھوٹ کو ‏ اے خیال اندیش پر اندیش کو
بولا پیغمبر نے بتلایا ہے یہ ‏ دل محک کھوٹے کھرے کا ہے کہا
ہے کہا الکذب ریب فی القلوب ‏ باز الصدق طمانین و طروب
دل نہین خوش ہوتا کہنے سے دروغ ‏ تیل پانی سے نہ زیادہ ہو فروغ
دل کو ہے آرام سچی بات سے ‏ سچ ہے دانہ دام دل کے واسطے
گر ہو دل بیمار منہ ہو بد مزا ‏ کہ نہ جانے چاشنی کا ذائقا
رنج و بیماری سے جو دل ہو سلیم ‏ جھوٹ اور سچ کے مزے سے ہو علیم
حرص گیہوں کی جو آدم کو بڑھی ‏ دل سے آدم کے سلیمی لی گئی
تیرے مکر و جھوٹ کو اُسنے سنا ‏ ہو کے بے غم زہر قاتل کھالیا
فرق نے گندم و کژدم مین کیا ‏ تو تمیز اہل ہوس سے لے گیا
خلق مست آرزو ہے اور ہوا ‏ جو قبول اب مکر تیرے کو کیا
جو ہوا سے باز اپنے کو رکھے ‏ آشنائے راز گوش اپنا کرے
جسطرح سے اس حکایت مین کیا ‏ اُسکو سُن تا قید سے ہو تو رہا

لہ بولا الخ، شعر حضرت معاویہؓ نے کہا بے سچ کہے تجھے کب چھوڑوں تجھکو داو طرف سچ کے بلاتی ہے تو سچ کہہ تاکہ میرے ہاتھ سے چھٹے اور جنگ مکر سے غبار بیٹھے کہا ابلیس نے کہ تو کیسے جانے سچ اور جھوٹ کو اے خیال اندیش و بد اندیش تو کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتا بتایا ہے کہ محک کھوٹے کھرے پرکھنے کا دل ہے اور کہا ہے کہ ترجمہ:۔ جھوٹ سے شک بڑھتا ہے دل میں پھر صدق اطمینان کرتا ہے خوشی سے دل جھوٹ کہنے سے خوش نہیں ہوتا ہے اور تیل پانی سے روشنی زیادہ نہیں ہوتی ہے دل کو آرام سچی بات سے ہے سچ دانہ ہے دام دل کے واسطے آگے مثال ہے فافہم ۱۲ ۲ گر ہوا الخ شعر اگر دل بیمار ہو تو منہ بد مزہ ہو کہ چاشنی کا ذائقہ نہ جانے رنج اور بیماری سے دل سلیم ہو تو جھوٹ اور سچ کے مزے سے علیم ہو جو حرص گندم کی آدم علیہ السلام کو بڑھی سلیمی آدم کی دل سے لے گئی یعنے جیسے بیماری سے منہ بد مزہ ہوتا ہے اور کچھ ذائقہ نہیں ہوتا ہے اسی طرح دل جو بیمار ہوتا ہے سچ و جھوٹ کا مزہ نہیں پاتا ہے اور جبکہ دل ریاضت عشق سے بیدار ہوتا ہے اور مرض دل کا دور ہوجاتا ہے تو مزہ سچ و جھوٹ کا آتا ہے پس میرا دل اے ابلیس اس تیرے قول سے جھوٹ جان کر جویان سچ کا ہے تو جبتک سچ نہیں کہیگا نہ چھوڑونگا تجھے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۳ تیرے مکر الخ شعر آدم علیہ السلام نے تیرے مکر و جھوٹ کو سنا بے غم ہوکر زہر قاتل کھالیا فرق گندم و کژدم میں نہیں کیا تو تمیز اہل دل سے لے گیا خلق مست آرزو اور ہوا ہے جو اس سبب سے تیرے مکر کو قبول کرلیا ہے جو شخص خود کو ہوا سے باز رکھے اپنے گوش کو آشنائے راز کرے جسطرح سے اس حکایت میں تو سن تا قید سے چھوٹے یعنے جو شخص دل کو غرض دنیا سے باز رکھے کان اسلئے اوپر راز الٰہی سے کھلیں چنانچہ اسکی مثال میں قصہ قاضی کا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۴ جھوٹ سے شک پڑتا ہے دل میں ۱۲ ۵ پھر صدق اطمینان کرتا ہے خوشی سے ۱۲

شکایت قاضی از آفت قضا و جواب نائب اورا

قاضیه بنشاندند و میگریست
گفت نائب قاضیا گریه ز چیست

این نه وقت گریه و فریاد تست
وقت شادی و مبارکباد تست

گفت آه چون حکم راند بیدلے
در میان آن دو عالم جاہلے

آن دو خصم از واقعه خود واقف اند
قاضی مسکین چه داند زین دو بند

جاہل ست و غافل ست از حال شان
چون رود در خون شان و مال شان

گفت خصمان عالم اند و علتے
جاہلی تو لیک شمع ملتے

زانکه تو علت نداری در میان
وان فراغت ہست نور دیدگان

آن دو عالم را غرض شان کور کرد
علم شان را علت اندر گور کرد

جہل را بے علتی عالم کند
علم را علت زولها بر کند

تا تو رشوت نستدی بیننده
چون طمع کردی ضریر و بنده

از ہوا من خوے را وا کرده ام
لقمہاے شہوتے کم خورده ام

چاشنی گیر دلم شد با فروغ
راست را داند حقیقت از دروغ

شکایت کرنا قاضی کا آفت قضا سے اور جواب دینا نائب اسکے کا

روتا تھا قاضی کیا جو ایک کو
بولا نائب قاضی کیوں روتا ہے تو

یہ نہ وقت گریہ و فریاد ہے
وقت شادی و مبارکباد ہے

بولا کیونکہ حکم رانی کر سکوں
جاہل اک مابین دو عالم کے ہوں

اپنا جھگڑا جانتے ہیں دونوں عدو
قاضی بس کیا جانے انکے بھید کو

جاہل و غافل ہے انکے حال سے
کیسے جانے انکے خون و مال سے

بولا وہ عالم ہیں پر علت رکھیں
تو ہے جاہل پر شمع ہے دین میں

کیونکہ علت کو نہیں رکھتا ہے تو
پاک رکھے آنکھ کے تو نور کو

ان دو عالم کو غرض نے کر دیا
اندھا اور علت سے علم انکا گیا

جہل کو بے علتی عالم کرے
دل سے علت کو زائل رکھے

جب تلک رشوت نہ لے بینا ہے تو
جب طمع آئے تو بس اندھا ہے تو

میں نے عادت سے کری ترک ہوا
کھانا کم کھایا ہے شہوت کا سدا

روشنی سے دل مرا آگاہ ہے
در حقیقت جانے سچ کو جھوٹ سے

باقرار آوردن معاویہؓ ابلیس لعین را

اے سگ ملعون جواب من بگو
راست پیش آور دغی را مجو

تو چرا بیدار کردی مر مرا
دشمن بیداری تو ای پر دغا

اقرار کرانا معاویہؓ کا ابلیس لعین سے

اے سگ ملعون دے میرا جواب
سچ کہہ اور جھوٹ سے مت کر خطاب

کسلیئے تو نے جگایا ہے مجھے
تو تو جگنے کا ہے دشمن جان سے

۱ے روتا تھا الخ یہ شعر گریہ کرتا تھا ایک شخص جب کہ اُسے قاضی کیا نائب نے قاضی سے کہا کہ تو کیوں روتا ہے یہ وقت گریہ و فریاد کا نہیں ہے وقت خوشی و مبارکبادی کا ہے کہا کیونکر میں حکمرانی کر سکوں میں ایک جاہل درمیان دو عالم کے ہوں وہ دونوں عالم یعنی مدعا و مدعا علیہ اپنا جھگڑا جانتے ہیں قاضی انکے بھید کو کیا جانے جاہل اور غافل ہے ان کے حال سے کیسے ان کے دعوے خون اور دعوے مال کو جانے کہا کہ وہ عالم ہیں مگر علت رکھتے ہیں اور تو جاہل ہے ولیکن شمع دین میں ہے کیونکہ تو علت نہیں رکھتا ہے اور آنکھ کو نور سے پاک رکھتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ے ان دو عالم الخ یہ شعر اُن دونوں عالم کو غرض نے اندھا کر دیا اور علت سے ان کا علم گیا اور بے علتی جہل کو عالم کرے اور علت علم کو دل سے زائل کرے جب تک تو رشوت نہ لے بینا ہے اور جب طمع آئے تو اندھا ہے میں نے عادت سے ترک ہوا کی اور کھانا ہمیشہ شہرت کا کم کھایا ہے میرا دل روشنی سے آگاہ ہے حقیقت میں سچ کو جانتا ہوں جھوٹ سے یعنے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا دل بسبب ترک کرنے خواہشات دنیا کے وہ قابلیت رکھتا ہے کہ سچ و جھوٹ تمیز کر لیتا ہے پس جب تک تو سچ نہ کہے گا ہرگز تجھے نہ چھوڑوں گا آگے اقرار کرنا ابلیس کا ہے فافہم ۱۲ ۳ے اے سگ الخ یہ شعر اے سگ ملعون میرا جواب دے اور سچ کہہ و جھوٹ خطاب نہ کر تو نے کسلیئے مجھے جگایا ہے تو دشمن بیداری کا ہے جان سے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

ہمچو خشخاشے ہمہ خواب آوری ہمچو خمرے عقل و دانش میبری
چار میخت کردہ ام من راست گو راست را دانم تو حیلہا مجو
من ز ہر کس آن طمع دارم کہ او صاحب آن باشد اندر طبع و خو
من ز سرکہ می نہ جویم شکرے من ز مخنث می نہ جویم لشکرے
ہمچو گبران می نہ جویم از بتے کو بود حق یا نہ حق او آیتے
من ز سرگین می نہ جویم بوے مشک من در آب جو نہ جویم خشت خشک
من نہ جویم پاسبانی از دزد کار ناکردہ نہ جویم ہیچ مزد
من ز شیطان می نہ جویم کو ست غیر کہ مرا بیدار گرداند بہ خیر

تو سلاتا[1] مثل ہے خشخاش کے عقل لیجاتا ہے مے کی طرح سے
کر دیا ہے میں نے چو میخہ تجھے جانتا سچ کو ہوں مت حیلہ کرے
ہر کسی سے میں طمع رکھتا ہوں وو جو کہ عادت اور طبع میں اس کی ہو
میں نہ سرکے سے شکر ہوں ڈھونڈھتا نے مخنث سے ہوں مردی چاہتا
مثل کافر میں بت سے ڈھونڈھتا کہ وہ حق ہو یا کہ سو حق کا نشاں
میں نہیں[2] گوبر سے ڈھونڈھوں مشک میں نہ آب جو میں ڈھونڈھوں اینٹ خشک
میں نگہبانی نہ ڈھونڈھوں چور سے لوں نہ مزدوری بغیر از کام کے
میں شیاطین سے نہ ڈھونڈھوں غیر ہیں جو جگائیں مجھکو کار خیر میں

راست گفتن ابلیس ضمیر خود را با معاویہ رض — سچ کہنا ابلیس کا بھید اپنے کو معاویہؓ سے

گفت بسیار آن ابلیس از عذر و مکر میر از و نشنید و کرد استیز و صبر
از بن دندان بگفتش بہر آن کردمت بیدار میدان اے فلان
تا رسی اندر جماعت در نماز از پے پیغمبر دولت فراز
گر نماز از وقت رفتے مر ترا این جہان تاریک گشتے بے ضیا
از غبین و درد رفتی اشکہا از دو چشم تو مثال مشکہا
آن غبین و درد بودی صد نماز کو نماز و کو فروغ آن نیاز
ذوق دارد ہر کسے بر طاعتے لاجرم نشکید ازوے ساعتے

مکر و حیلے[3] بس کیے ابلیس نے میر نے کی جنگ نہ اس سے سنے
تب چبا کر بات وہ کہنے لگا اسلئے میں نے جگایا تجھکو آ
تا ملے تجھکو جماعت کی نماز پیچھے پیغمبر کے ہے با صد نیاز
گر قضا ہوتا ترا وقت نماز یہ جہان تاریک ہوتا بند راز
روتا تو اس درد و اس نقصان سے اشک جاری ہوتے مثل مشک کے
درد و نقصان ہوتا جائے صد نماز بس کہاں ہے وہ نماز اور یہ نیاز
ذوق طاعت کا جو رکھتا ہے کوئی صبر ہر گز ہو نہ اس سے ایک گھڑی

[1] تو سلاتا الخ ۵ شعر تو خشخاش کے مانند سلاتا ہے اور شراب کی طرح عقل لیجاتا ہے میں نے چو میخہ تجھے کیا ہے سچ جانتا ہوں تو حیلہ مت کر میں ہر کسی سے وہ طمع رکھتا ہوں جو کہ اس کی عادت اور طبیعت میں ہو میں سرکے سے شکر نہیں ڈھونڈھتا ہوں یا مانند کافر کے بت نہیں ڈھونڈھتا ہوں اور نہ مخنث سے مردی چاہتا ہوں کہ وہ حق ہو یا حق کا نشان ہو یعنی میں صورت پرست مثل کافروں کے نہیں ہوں کہ اپنی حد سے زیادہ بڑھوں اور امر واقع کہتا ہوں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] میں نہیں الخ ۳ شعر میں بوے مشک گوبر سے نہیں ڈھونڈھتا ہوں اور نہ آب جو میں اینٹ خشک ڈھونڈھتا ہوں میں چور سے نگہبانی نہیں ڈھونڈھتا ہوں اور بغیر کام کے مزدوری نہیں لیتا ہوں میں شیطان سے نہیں ڈھونڈھتا ہوں کہ وہ کار خیر میں مجھے جگائے آگے سچ کہنا ابلیس کا ہے فافہم ۱۲

[3] مکر و حیلہ الخ ۷ شعر بہت ابلیس نے مکر حیلے کیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے جنگ کی اور حیلے نہ سنے تب وہ بات چبا کر کہنے لگا کہ اس لئے میں نے جگایا تجھے آکر تاکہ تجھ کو جماعت کی نماز ملے کہ پیچھے پیغمبر کے با صد نیاز پڑھے اگر تیرا وقت نماز کا قضا ہوتا یہ جہان تاریک ہوتا اور راز بند تو روتا اشک جاری ہوتے مثل مشک کے پس درد و نقصان بجائے سو نماز کے ہوتا پس وہ نماز اور یہ نیاز کہاں برابر ہے جو کوئی کہ ذوق طاعت کا رکھتا ہے اس سے صبر ایک گھڑی کب ہوتا ہے یعنی خوف نماز سے از بس گریہ ہوتا ہے اور گریہ سے تجھ کو وہ نفع پہونچتا کہ سو نماز سے بھی فائدہ وہ نہ ہوتا کیونکہ ذوق طاعت سب سے زیادہ ہے چنانچہ اس کی نمازیں قصہ فوت نماز کا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

فضیلت حسرت خوردن آن شخص بر فوت نماز جماعت

آن کسے میرفت در مسجد درون مردم از مسجد همی آمد برون

گشت پرسان که جماعت را چه بود که ز مسجد می برون آیند زود

آن یکے گفتش که پیغمبر نماز با جماعت کرد و فارغ شد ز راز

تو کجا در میروی اے مرد خام چونکه پیغمبر بداد ست السلام

گفت آه و دود از آن آمد برون آه او میداد از دل بوئے خون

آن یکے از جمع گفت این آه را تو بمن ده وان نماز من ترا

گفت دادم آه و پذرفتم نماز او ستد آن آه را با صد نیاز

با نیاز و با تضرع بازگشت باز بود و در پے شہباز گشت

شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے که خریدی آب حیوان و شفے

حرمت این اختیار و این وصول شد نماز جملهٔ خلقان قبول

فضیلت حسرت کرنا اس شخص کا اوپر ترک ہونے نماز جماعت کے

اندر[۱] اک مسجد کے جاتا تھا جوان تھے نکلتے اس سے باہر مردمان

پوچھا اس نے کیا جماعت ہو گئی جو چلے مسجد سے جلدی تم سبھی

ایک بولا کہ پیمبر نے نماز با جماعت کی ادا اور بانیاز

کسلئے جاتا ہے تو اے مرد خام جبکہ پیغمبر نے پھیرا ہے سلام

آہ[۲] و زاری وہ لگا کرنے تو پھر آہ اسکے دل سے دیتی بوئے خون

بولا اس مجمع سے اک آہ کو دے مجھے میں دوں نماز اب تجکو وو

بولا میں نے آہ دی اور یہ نماز اُسنے لی وہ آہ با عجز و نیاز

بانیاز و عجز و زاری وہ پھرا باز تھا شہباز ہو کر وہ چلا

خواب میں ہاتف نے اس سے یہ کہا کہ خریدا آب حیوان و شفا

اسکی برکت سے کیا جو کہ حصول ہو گئیں سب کی نمازیں بس قبول

تتمهٔ اقرار ابلیس با معاویهؓ مکر و فریب خود را

پس عزازیلش بگفت اے میرزاد مکر خود اندر میان باید نہاد

گر نمازت فوت می شد آن زمان میزدی از درد دل آه و فغان

آن تاسف وان فغان و آن نیاز در گذشتے از دو صد ذکر و نماز

من ترا بیدار کردم از نہیب تا نسوزاند ترا آه حجیب

تتمۂ اقرار ابلیس کا معاویہؓ سے مکر و فریب اپنے میں

پس[۳] کہا شیطان نے اس سے اے امیر مکر اپنا اسمیں اپنا ہے بس ناگزیر

گر قضا ہوتی نماز اُس دم تری کرتا تو آہ و فغان دل سے بڑی

وہ تاسف وہ فغان اور وہ نیاز بہتر اسکو پائے کب دو سو نماز

خوف سے میں نے جگایا بس تجھے تا نہ جل جائے حجاب اُس آہ سے

---

[۱] اندر الخ یہ شعر ایک جوان اندر مسجد کے جاتا تھا اور مردم اس مسجد سے باہر آتے تھے اُن سے پوچھا کہ جماعت کیا ہو گئی جو تم مسجد سے سب چلے دیے ایک شخص نے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت ادا کی اور بانیاز تو کس واسطے اے مردم خام جاتا ہے جب کہ پیغمبر نے سلام پھیرا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [۲] آہ و زاری الخ یہ شعر آہ و زاری وہ زیادہ کرنے لگا اور آہ اس کی دل سے بوئے خون دیتی تھی اس مجمع سے ایک شخص نے کہا کہ آہ تو مجھے دے میں نماز اپنی تجھے دوں کہا کہ میں نے آہ دی اور نماز لی پس اس نے وہ آہ عجز و نیاز لی تو وہ با عجز و نیاز و زاری تھا باز ہو کر شہباز کے پیچھے گیا یہ خواب میں اس سے ہاتف نے کہا کہ تو نے خریدا آب حیوان و آب شفا جو کچھ حصول کیا اس کی برکت سے سب کی نمازیں قبول ہو گئیں یعنے طاعت ظاہر سے شکستگی دل ہزار درجہ بہتر ہے آگے اقرار ابلیس کا بیان ہے فافہم ۱۲ [۳] پس کہا الخ یہ شعر پس شیطان نے حضرت معاویہ سے کہا کہ اے امیر اس میں اپنا مکر ضرور ہے اگر تیری نماز اسدم قضا ہوتی ہے تو وہ آہ و فغان اور وہ نیاز بہتر ہے اس کو دو سو نماز کب پاوے میں نے خوف سے تجھے جگایا تا حجاب اس آہ سے نہ جل جائے تا ایسی آہ تجکو نہ حاصل ہو اور اسکے ساتھ نہ تجکو راہ ملے میں ایسا حاسد ہوں اور حسد کرتا ہوں اور دشمن ہوں مکر و فریب میرے کام میں ہے یعنے تو طاعت کی سبب سے شکستگی دل سے محروم رہے کہ حصول الی اللہ تجکو نصیب نہ ہو پس عارف کو چاہیئے کہ طاعت ظاہری میں زیادہ مصروف نہ ہو بلکہ عبادت باطنی کر مشاہدہ و کشف عوارف میں کریں کہ منزل مقصود کو پہنچیں چنانچہ قبول کرنا دل سے بچی بات کا آگے بیان ہے فافہم ۱۲

تا چنان آہے نباشد مر ترا — تا بران راہے نباشد مر ترا
من حسودم از حسد کردم چنین — من عدوم کار من مکرست و کین

تا نہ حاصل تجکو ایسی آہ ہو — تا نہ اُسکے ساتھ تجکو راہ ہو
ہون حسود ایسا حسد کرتا ہون میں — میں ہون دشمن مکر میرا کام ہیں

تصدیق کردن معاویہؓ ادرا دران قول

سچا جاننا معاویہؓ کا ابلیس کو اس قول میں

گفت اکنون راست گفتی صادقی — از تو این آید تو این را لایقی
عنکبوتی تو مگس داری شکار — من نیم ای سگ مگس زحمت میار
باز اسپیدم شکارم شہ کند — عنکبوتے کے بگرد من تند
کار تو اینست اے دزد لعین — کہ دہی دوغ آری مگس را از انگبین
رو مگس میگیر تا تانی ہلا — سوئے دوغے زن مگسہا را صلا
در بخوانی تو بسوے انگبین — ہم دروغ و دوغ باشد آن یقین
تو مرا بیدار کردی خواب بود — تو نمودی کشتیم گرداب بود
تو درین خیرم ازان میخواندی — تا ز خیر بہترم می راندی

بولا[1] سچ تو نے کہا سچا ہے تو — ہو سکے یہ تجھ سے لائق اسکے تو
تجہے مکڑی رکھے مکھی کا شکار — میں نہیں مکھی ہوں اے سگ نہ نہار
ہون شکاری شہ کا مین باز سفید — کر نہیں سکتی ہے مکڑی مجکو قید
یہ ترا اے چور ملعون کام ہے — لا کے مکھی کو دہی پر شہد سے
جا پکڑ تو مکھیاں جتنک سکے — مکھیوں کو تو دہی پر آنے دے
گر بلائے شہد کی تو سمت جو — وہ دہی ہو بالیقین اور جھوٹ ہو
جو جگایا تو نے مجکو خواب تھا — جو دکھائی کشتی وہ گرداب تھا
تو مجھے اس خیر میں جو کہ بلائے — تا مجھے تو خیر بہتر سے بچائے

گریختن دزد از دست صاحب خانہ بآواز شخص دیگر

بھاگنا چور کا صاحب خانہ کے ہاتھ سے بسبب آواز دینے دوسرے شخص کے

این بدان ماند کہ شخص دزد دید — در وثاق اندر پے او میدوید
تا دو سہ میدان دوید اندر پیش — تا در افگند از تعب اندر خویش
اندران حملہ کہ نزدیک آمدش — تا بدو اندر جہد دریابدش
دزد دیگر بانگ کردش کہ بیا — تا ببینی این علامات بلا

یہ ہے[2] ایسا اک نے دیکھا چور کو — گھر میں اور دوڑا پکڑنے اسکو وہ
اور اُسکے پیچھے دوڑا اس قدر — کہ پسینے میں ہوا وہ تر بتر
وہ جو اس حملہ میں نزدیک آ گیا — چاہا کہ پکڑے اُسے وہ بر ملا
دوسرے اک چور نے آواز دی — کہ تو آ کر یہ بلا دیکھ اے اخی

[1] بولا الخ حضرت معاویہؓ نے کہا تو نے سچ کہا ہے تو سچا ہے یہ تجھ سے ہو سکے تو اس کے لائق ہے آگے مثال ہے تو مکڑی اور مکھی کا شکار کرتا ہے میں مکھی نہیں ہوں اے کتے میں بادشاہ کا شکاری باز سفید ہوں مجکو مکڑی قید نہیں کر سکتی ہے اے چور ملعون یہ تیرا کام ہے کہ تو مکھی کو شہد سے دہی پر لائے جب تک تو سکتا ہے مکھیاں پکڑ اور مکھیوں کو دہی پر جگہ دے یعنی جار حان دنیا کو اپنے فریب میں پھانس اگر تو شہد کی جانب بلائے وہ بالیقین دہی ہو اور جھوٹ ہو جو تو نے مجھے جگایا خواب تھا اور کشتی دکھائی وہ گرداب تھا یعنی وہ خواب میری بیداری تھی کہ یار کے ساتھ واصل تھا اور بیداری اس جہان کی خواب ہے کہ جو تو نے مجھے بیدار کیا جو تو مجھے خیر بہتر سے جدا کرتا ہے یعنی عبادت فضولات اگرچہ خیر ہے گر عبادت باطنی کے مقابل میں حقیر ہے کیونکہ وہ خیر بڑی ہے پس عارف کو چاہیئے کہ عبادت باطنی کیطرف متوجہ رہے کہ جلد کشود کار ہو اور عبادت ظاہری کا متوجہ رہا تو وہ ایسا ہے جیسے چور کو کسی نے دیکھا نقش قدم کی جانب دوڑا چنانچہ اس کا قصہ آگے مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

[2] یہ ہے الخ شعر یہ ایسا ہے کہ ایک نے چور کو دیکھا گھر میں اور اس کو پکڑنے دوڑا اور اسقدر اسکے پیچھے دوڑا کہ پسینے میں تر بتر ہو گیا وہ جو اس حملہ میں نزدیک چور کے آ گیا چاہا کہ وہ اُسے پکڑے دوسرے چور نے اُسے آواز دی کہ تو آ کر یہ بلا تو دیکھ جلدی لوٹ اور آ اے مرد کار اور یہاں دیکھ تو یہ حال زار جو یہ سنا تو مرد اندیشناک ہو کر دل میں سوچا کہ اب یہ چور گیا سو چا کہ شاید اُس طرف ایک چور ہو میں نہ پھر جاؤں تو وہ مجھ پر دوڑے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

زود باش و باز گرد ای مرد کار — تا بہ بینی حال اینجا زار زار
لوٹ جلدی سے تو آ اے مرد کار — اور یہاں کا دیکھ تو یہ حال زار

چون شنید آن مرد گشت اندیشہ ناک — گفت با خود گشتہ گیر این جا بدر چاک
جو سنا یہ مرد ہوا اندیشہ ناک — دل میں سوچا کر ہوا یہ جامہ چاک

گفت با خود کان طرف دزدے بود — گر نہ گردم ز داد بزن دود
سوچا شاید اس طرف اک چور ہو — میں نہ پھر جاؤں تو دوڑے مجھ پہ وہ

بر زن و فرزند من دستی زند — کشتن این دزد سودم کے کند
مارے وہ میرے زن و فرزند کو — فائدہ کیا مارنے سے اسکے ہو

این مسلمان از کرم می خواندم — گر نہ گردم زود پیش آید ندم
یہ مسلمان ہے بلاتا جو مجھے — گر نہ جاؤں تو ندامت ہو مجھے

بر امید شفقت آن نیکخواہ — دزد را بگذاشت باز آمد براہ
اسکی شفقت کے بھروسہ پر چلا — چھوڑ کر اس چور کو وان سے پھرا

گفت اینک ہین نشان پائے دزد — این طرف رفتست دزد زن بمزد
بولا یہ ہے کھوج پاؤں چور کا — اسطرف ہے ہے گیا وہ پرجفا

تک نشان پاے دزد قلبتان — در پے او رو بدین نقش و نشان
یہ نشان ہی دیکھ پاؤں چور کا — اس پتے پر اسکے پیچھے اب تو جا

گفت اے ابلہ چہ می گوئی مرا — من گرفتہ بودم آخر دزد را
بولا اے بے عقل کیا کہتا ہی تو — میں نے تو پکڑا تھا آخر چور کو

دزد را از بانگ تو بگذاشتم — من تو خر را آدمی پنداشتم
تیرے کہنے سے تو چھوڑا چور کو — تجھ گدھے کو آدمی جانا تھا جو

این چہ ژاژست و چہ ہرزہ ای فلان — من حقیقت یافتم چہ بود نشان
کیا تری بیہودہ گوئی ای فلان — جب حقیقت پائی میں نے کیا نشان

گفت ای یار نکو احوال چیست — این فغان و بانگ تو از دست کیست
بولا میرے یار کہہ کیا حال ہے — یہ فغان تیری ہے کسکے ہاتھ سے

گفت من از حق نشانے میدہم — این نشانست از حقیقت آگہم
بولا حق سے ہیں نشان اب دون تجھے — یہ نشان آگہ حقیقت سے کرے

گفت طراری تو یا خود ابلہی — بلکہ تو دزدی ازین حال آگہی
ہو تو مکار یا بے عقل ہے — بلکہ تو ہے چور واقف حال سے

خصم خود را میکشیدم کش کشان — تو رہانیدی مرا کاینک نشان
میں نے پکڑا چور تھا مشکل سے وان — اور چھڑایا تو نے کہہ کر یہ نشان

تو جہت گو من بری ام از جہات — در وصال آیات گو یا بینات
تو جہت بتلائے میں دور از جہات — وصل میں آیات کیا اور بینات

صنع بیند مرد محجوب از صفات — در صفات آنست کو گم کرد ذات
دیکھنے غافل ہیں محجوب صفات — وہ صفت میں ہی کہ جو بھولا ہی ذات

واصلان چون غرق ذات اند ای پسر — کے کنند اندر صفات او نظر
جو ہیں واصل غرق ذات اور باخبر — کب صفاتوں پردہ کرتے ہیں نظر

لہ مارے وہ الخ ۶ شعر وہ مارے میرے زن و فرزند کو اسکے مارنے سے کیا فائدہ ہو یہ مسلمان ہے جو کہ مجھے بلاتا ہے اگر نہ جاؤں تو مجھے ندامت ہو اسکی شفقت کے بھروسہ پر چلا اور اس چور کو چھوڑ کر وہاں سے پھرا اور کہا اے میرے یار کہہ کیا حال ہے اور یہ فریاد تیری کس کے ہاتھ سے ہے کہا کہ یہ کھوج چور کے پاؤں کا ہے اسطرف وہ پرجفا گیا ہے یہ نشان ہے چور کے پاؤں کا دیکھ لے اس پتے سے اسکے پیچھے کو جا باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

۲ہ بولا الخ ۶ شعر کہا اے بے عقل تو کیا کہتا ہے میں نے تو آخر چور کو پکڑا تھا تیرے کہنے سے چور کو چھوڑا جو مجھ گدھے کو آدمی جانا تھا یہ کیا تیری بیہودہ گوئی ہے جبکہ حقیقت پائی میں نے تو نشان کیا شے ہے کہا کہ اب سچ نشان تجھے دیتا ہوں کہ یہ نشان تجھے حقیقت سے آگاہ کرے کہا کہ تو مکار یا بے عقل ہے بلکہ تو چور واقف حال ہے میں نے چور مشکل سے پکڑا تھا وہاں اور تو نے یہ نشان کہہ کر چھڑایا آگے حقائق ہیں فافہم ۱۲ ۳ہ تو جہت الخ ۲ شعر تو جہت بتلاتا ہے اور میں جہتوں سے دور ہوں وصل میں نشانی اور گواہی کیا چیز ہے غافل صفات کی صفتیں دیکھتے ہیں اور وہ صفات میں ہے کہ جو ذات سے بھولا ہے جو واصل غرق ذات ہیں کب صفاتوں پر وہ نظر کرتے ہیں یعنی جو سیر تشبیہ میں پڑے ہیں اور تنزیہ سے بے خبر ہیں وہ غافل ہیں اور جو سیر تنزیہ میں ہیں وہ تشبیہ پر نظر رکھتے ہیں آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲

چونکہ اندر قعر جو باشد سرت — کے برنگ آب افتد منظرت
در برنگ آب باز آئی ز قعر — پس پلاسے بستدی دادی تو شعر
طاعت عامہ گناہ خاصگان — وصلت عامہ حجاب خاص دان
گر وزیرے را کند شہ محتسب — شہ عدو او بود نبود محب

نہر کی تہ میں جو ہووے تیرا سر — رنگ پانی کب تجھے آئے نظر
رنگ پانی پر پھرے گر تہ سے تو — چھوڑا اطلس اور لیا ہے ٹاٹ کو
عام کی طاعت گنہ ہی خاص کا — وصل عام اب فضل خاصان خدا
شہ وزیر اپنے کو کردے محتسب — شاہ دشمن ہے نہ اسکا ہے محب

حکایت وزیرے کہ بادشاہ او را از وزارت عزل کرد و محتسبی داد

حکایت اس وزیر کی کہ بادشاہ نے اسکو وزارت سے معزول کرکے محتسب کیا

ہم گناہے کردہ باشد آن وزیر — بے سبب نبود تغیر ناگزیر
دانکہ ز اول محتسب بد خود ورا — بخت و روزی آن بدست از ابتدا
لیک آن کاول وزیر شہ بدست — محتسب کردن سبب فعل بدست
چون ترا شہ ز آستانہ پیش خواند — باز سوئے آستانہ باز راند
تو یقین میدان کہ جرمے کردہ — جبر را از جہل پیش آوردہ
گر ترا روزی و قسمت آن بدست — پس چرا دے بودے این دولت بدست
قسمت خود خود بریدی تو ز جہل — قسمت خود را فزاید مرد اہل

بھی گنہ میں پھنس گیا ہو وہ وزیر — بے سبب کب ہو تغیر ناگزیر
محتسب اول سے جو کوئی ہوا — ابتدا سے وہ نصیبہ اسکا تھا
جو کوئی اول وزیر شہ بنے — فعل بد ہے محتسب ہونا اسے
شاہ ڈیوڑھی سے تجھے دیوے حضور — پھر حضوری سے تجھے کردیوے دور
کر یقین کوئی گنہ تجھ سے ہوا — جبر تو نے جہل سے ظاہر کیا
گر یہی تھی روزی و قسمت تجھے — کل یہ کیوں تھی دولت و حشمت تجھے
اپنی قسمت آپ کم کی کرکے جہل — اپنی قسمت کو بڑھادے مرد اہل

قصہ منافقان و مسجد ضرار ساختن ایشان بہر تفریق

قصہ منافقوں کا اور بنانا انکا مسجد ضرار کو واسطے تفریق کے

یک مثال دیگر اندر کژ روی — شاید ار از نقل قرآن بشنوی
اینچنین کژ بازی در جفت و طاق — با نبی می باختند اہل نفاق
کز برائے عز دین احمدی — مسجدے سازیم و بود آن مرتدے

ہے مثال اک کجروی کی دوسری — سن اسے قرآن سے تو اے اخی
ایسی کج بازی کو جفت و طاق سے — تھے نبی سے بھی منافق کھیلتے
واسطے اعزاز دین احمدی — ہم بنائیں مسجد اور وہ تھی کجی

ل نہر کی الخ ۱۲ شعر اگر تیرا سر نہر کی تہ میں ڈوبا ہوئے گیا تجھے رنگ پانی کا نظر آئے اگر تو پانی کے رنگ کی طرف تہ سے پھر آئے تو گویا اطلس کو چھوڑا اور ٹاٹ کو لیا عام کی طاعت کرنا خاص کا گناہ ہے اور وصل ہے اگر بادشاہ اپنے وزیر کو محتسب کرے تو بادشاہ اس کا دشمن ہے دوست نہیں ہے یعنی بادشاہ اگر مرتبہ گھٹاوے تو جان لو بادشاہ ناخوش ہے اسی طرح مرتبہ عام خاص کا فرق رکھتا ہے جو خاص و عام کی برابری کرے اسکا نقصان ہے جیسے ایک بادشاہ نے وزیر سے ناخوش ہوکر اسے محتسب کیا چنانچہ اس کا قصہ آگے مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲ لے بھی گنہ میں الخ ۱۲ شعر بھی گناہ میں وہ وزیر پھنس گیا ہووے کہ بے سبب تغیر کب ہوتا ہے جو کوئی اول سے محتسب ہوا ابتدا سے وہ اسکا نصیب تھا اور جو کوئی شاہ کا اول وزیر بنے اسکو وزیر بنانا فعل بد ہے اگر بادشاہ دوری سے مجھے حضوری دیوے اور پھر حضوری تجھے دور کردیوے تو یقین کر کہ کوئی گناہ تجھ سے ہوا ہے اور تو نے جبر و جہل سے ظاہر کیا ہے اگر تیری یہی روزی و قسمت تھی تو کل دولت و حشمت تجھ کو کیوں تھی تو نے گویا اپنی قسمت آپ جہل کرکے کم کردی اور مرد اہل اپنی قسمت بڑھائے یعنی تو اے سالک جو درجہ اعلیٰ سے گرا جان لے کہ تجھ سے کوئی گناہ ہوا ہے کہ اسکے سبب سے تو کمی میں پڑا ہے اگر مرد اہل ہے تو ریاضت و کوشش کرکے اپنی قسمت سوا کر ورنہ بمانند منافقوں کے بسبب جہل کے تو خرابی میں پڑیگا چنانچہ آگے یہ قصہ مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سے ہے مثال الخ ۱۲ شعر ایک مثال کجروی کی دوسری ہے تو اسے قرآن سے سن لے ایسی کج بازی کو طاق و جفت سے ساتھ نبی کے منافق کھیلتے تھے واسطے عزت دین احمد کے ہم بناتے ہیں مسجد اور وہ کجی تھی وہ ایسی کج بازی کھیلتے تھے یعنی جامع مسجد کے مقابل ایک مسجد بناتے تھے فافہم ۱۲

اینچنیں کژ بازی می باختند / مسجدے جز مسجد او ساختند

فرش و سقف و قبلہ اش آراستند / لیک تفریق جماعت خواستند

نزد پیغمبر بلابہ آمدند / ہمچو اشتر پیش او زانو زدند

کاے رسول اللہ براے محسنی / سوے آں مسجد قدم رنجہ کنی

تا مبارک گردد از اقدام تو / تا قیامت تازہ بادا نام تو

مسجد روز گل ست و روز ابر / مسجدے روز ضرورت وقت صبر

تا غریبی یابد آنجا خیر و جا / تا فزاداں گردد ایں خدمت سرا

تا شعار دیں شود بسیار و پر / زانکہ با یاراں شود خوش کار مر

مسجد و اصحاب مسجد را نواز / تو چو ماہی ما شب دمے با ما بساز

ساعتے آں جائیگہ تشریف دہ / تزکیہ ما کن ز ما تعریف دہ

تا شود شب از جمالت ہمچو روز / اے جمالت آفتاب جان فروز

اے دریغا کان سخن از دل بدے / تا مراد آں نفر حاصل شدے

لطف کاید بیدل و جان بر زبان / ہمچو سبزہ توں بود اے دوستان

ہم ز دورش بنگرید اندر گذر / خواندن بو را نشاید اے پسر

سوے لطف بے وفایاں ہیں مرو / کان پل ویران بود نیکو شنو

گر قدم را جاہلے بر وے زند / بشکند پل واں قدم را بشکند

کھیلتے تھے ایسی کج بازی وہ ایک / اس سوا مسجد بنائی مسجد ایک

فرش و چھت قبلہ کیا آراستہ / چاہتے تھے کہ جماعت ہو جدا

نزد پیغمبر خوشامد سے گئے / اونٹ کے مانند زانو تہہ کئے

یا رسول اللہ بحق محسنی / چلئے اس مسجد کو ہم ہیں ملتجی

تا مبارک ہو قدم سے آپکے / حشر تک نام آپکا جاری رہے

ہے یہ مسجد پانی کیچڑ کے لئے / ہے یہ مسجد بس ضرورت واسطے

تا مسافر پائے اسمیں خیر و جا / تا زیادہ ہووے یہ خدمت سرا

تا زیادہ قاعدہ دین کا ہو ایک / کار بد ہوتا ہے ان سے یا کہ نیک

اہل مسجد اور مسجد پر کرم / کر کہ تو ہے مثل مہ اور شب ہیں ہم

تو بزرگی اک گھڑی اس جا کو دے / تزکیہ کر کے ہمیں شہرت تو دے

تا ترے جلوہ سے شب ہو جائے روز / اے ترا جلوہ ہے مہر جان فروز

ہائے دل سے بات وہ ہوتی اگر / وہ مرادیں پاتے اپنی بیشتر

بے دلی سے لفظ جو ہو بر زباں / مثل سبزہ گندگی پر ہو عیاں

بر سر رہ دور سے دیکھیں اسے / اور نہیں لائق کہ بس سونگھیں اسے

بے وفاؤں کی عنایت پر نہ جا / کہ وہ پل ٹوٹا ہے جان اسکو ذرا

جاہلی سے تو اگر اس پر چلے / پل گرے اور پاؤں تیرا توڑ دے

سلہ فرش الخ ، شعر فرش و چھت و قبلہ آراستہ کیا وہ چاہتے تھے کہ ہم جماعت جدا کریں پاس جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشامد سے گئے اور اونٹ کے مانند دو زانو بیٹھے کہا یا رسول اللہ ببرکت محسنی کے آپ اس مسجد کو چلیں ہم ملتجی ہیں تا آپ کے قدم سے وہ مبارک ہو اور حشر تک آپ کا نام جاری رہے یہ مسجد پانی کیچڑ کے واسطے ہے اور یہ مسجد ضرورت کے واسطے ہے تا مسافر اس میں جائے خیر پائیں تاکہ یہ خدمت سرا زیادہ ہووے تا قاعدہ دین کا زیادہ ہو کیونکہ برا کام یاروں سے نیک ہو جاتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ اہل مسجد الخ و شعر اہل مسجد و مسجد پر آپ کرم کریں کہ تم ماہ ہو اور ہم شب تار ہیں تم بزرگی اس جگہ کو ایک گھڑی دو اور تزکیہ کر کے ہمیں شہرت دو تاکہ تمہارے جلوہ سے رات ہو جائے دن آگے تمہارا جلوہ ہے آفتاب روشن کرنے والا آگے حقائق افسوس دل سے اگر یہ بات ہوتی وہ مرادیں اپنی پاتے یعنی دل میں ان کے نفاق بھرا تھا اور بظاہر وہ التجا کرتے تھے اس واسطے نامراد تھے آگے مثال ہے بیدلی سے جو لفظ زبان پر ہوئے مثل سبزہ کے کہ گندگی پر اگا ہووے اسکو بر سر راہ دور سے دیکھیں اور یہ لائق نہیں ہے کہ اس کو سونگھیں یعنی جو بظاہر خوشامد کرے اور دل سے نہ ہووے وہ اثر پذیر نہیں ہے پھر آگے مثال ہے فافہم ۱۲ سلہ بیوفاؤں الخ و شعر تو بیوفاؤں کی عنایت پر نہ جا کہ ان کو ایک ٹوٹا پل ہے اس کو جان اگر تو جہالت سے اس پر چلے پل گرے اور پاؤں تیرا توڑ دے جس جا لشکر کو شکست ہوئی ہے وہ تین نامردوں سے پسپا ہوتا ہے وہ جنگ میں ہتھیار باندھیں مردوں کے مانند اور بھروسہ ہو کہ یہ غازی ہیں جب کہ جنگ کہ شکل زخم کی دیکھیں تو بھاگیں اور بھاگنا ان کا تیری کمر کو توڑے بات بڑھتی ہے کہ یہ تو بیان طویل ہے جو مقصد ہے وہ پوشیدہ ہوتا ہے آگے رجوع قصہ ہے ان منافقوں نے چاپلوسی کر کے دھوکے دیئے اور حضرت کے آگے جھکے تھے مکر رکھے اور وہ رسول مہربان اخلاق سے تبسم دہان کرتے تھے نہیں [illegible] کہتے تھے اس گروہ منافق کا شکریہ فرمانے لگے اور اقرار سے انکو خوش کیا باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

ہر کجا لشکر شکستہ می شود	از دو سہ سست مخنث می شود	جس جگہ لشکر کو ہوتی ہے شکست	ہوتا ہے وہ تین نامردوں سے پست
در صف آید با سلاح و مرد وار	دل برو بنہند کانیک یار غار	جنگ میں ہتھیار باندھیں مردوار	اور بھروسہ ہو کہ ہیں یہ یار غار
رو بگرداند چو بیند زخم را	رفتن او بشکند پشت ترا	بھاگیں وہ جو شکل دیکھیں زخم کی	بھاگنا ان کا کمر توڑے تری
ایں درازست و فراواں میشود	وانچہ مقصودست پنہاں میشود	بات بڑھتی ہے کہ ہے یہ لا بیاں	جو کہ مقصد ہے وہ ہوتا ہے نہاں
چاپلوسی و فسونہا خواندند	نزل دستاں سے حضرت آمدند	چاپلوسی کر کے بس دھوکے دیے	پیش حضرت مکر کے تحفے رکھے
آں رسول مہربان رحم خویش	جز تبسم جز بلے نا درو پیش	وہ رسول مہرباں اخلاق سے	جز تبسم ہاں سوا کہتے نہ تھے
شکرہاے آں جماعت یاد کرد	در اجابت قاصداں را شاد کرد	اس گروہ کا شکر فرمانے لگے	خوش وکیلوں کو کیا اقرار سے

رفتن و فریفتن منافقان حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تا بمسجد ضرار بردن — لیجانا فریفتہ کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تا مسجد ضرار

می نمودے مکر ایشاں را باد	یک بیک زانساں کہ اندر شیر مو	مکر دکھلاتے تھے ان کا انکو دم	جیسے اندر دودھ کے اک بال ہو
صد ہزاراں مکر و موے دو دہ سو	چشم خوابانید آندم زاں ہمہ	بال سے حیلے وہ لاکھوں جانتے	چشم پوشی کرتے اسدم سب سے تھے
راست می فرمود آں بحر کرم	من شمارا از شما مشفق ترم	سچ یہ فرماتے تھے وہ بحر کرم	میں تمہارا تم سے مشفق ہوں اتم
من نشستہ بر کنارے آتشے	با فروغ و شعلہ بس ناخوشی	بیٹھا میں ہوں اس کنارے آگ کے	جو کہ ناخوش روشنی شعلہ سے ہے
ہمچو پروانہ شما آں سو دواں	ہر دو دست من شدہ پروانہ راں	مثل پروانہ ہو اس پہ دوڑتے	اور ہٹاتے ہاتھ تم کو ہیں مرے
چوں براں شد تا رواں گردد رسول	غیرت حق بانگ زد مشنو ز غول	جبکہ یہ ٹھہرا روانہ ہوں رسول	غیرت حق نے کہا مت سن ہیں غول
کایں خبیثاں مکر و حیلت کردہ اند	جملہ مقلوب ست انچہ آوردہ اند	یہ خبیث اب مکر و حیلہ کرتے ہیں	سب یہ الٹا ہے کہ جو کچھ لائے ہیں
قصد ایشاں جز سیہ روئی نبود	خیر دین کے جست ترسا و یہود	قصد انکا جز سیہ روئی نہ تھا	کب یہودی چاہیں اچھا دین کا
مسجدے بر جسر دوزخ ساختند	با خدا نرد دغل می باختند	پل پہ دوزخ کے بنائی مسجد اک	اور خدا سے مکر کرتے تھے دلیک

سلہ مکر دکھلاتے الخ ۲ شعر وہ انکو مکر دکھلاتے تھے جیسے دودھ میں ایک بال ظاہر ہو حضور اس بال کو نادیدہ کرتے تھے اور دودھ کو شاباش کرتے تھے بال کے مانند وہ لاکھوں حیلے جانتے تھے مگر چشم پوشی اسدم کرتے تھے یعنی آپ انکے فریب خوب جانتے تھے مگر چشم پوشی بسبب حلم کے کرتے تھے عارف کو چاہیے کہ اسی طرح سب چیز سے آگہی رکھے مگر چشم پوشی کر کے انجان بنے کہ یہ شعار انبیا کا ہے بقول استاد سب خبر رکھ یہ ایسی کرباتیں + جیسے کرتے ہیں بخبر باتیں + باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ سچ یہ فرماتے تھے الخ ۹ شعر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرماتے تھے کہ میں تمہارا تم سے شفق زیادہ ہوں میں اس آتش کے کنارہ پر بیٹھا ہوں جو کہ اسکے شعلے سے روشنی ناخوش ہے اور مثل پروانہ کے اس پر دوڑتے ہیں اور میرے ہاتھ تم کو ہٹاتے ہیں جبکہ یہ ٹھہرا کہ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم روانہ ہوں غیرت حق نے کہا کہ یہ بات مت سنو یہ غول ہیں یہ خبیث مکر و حیلہ کرتے ہیں یہ سب برعکس ہیں کہ جو کچھ لائے ہیں ان کا قصد سوائے روسیاہی کے نہ تھا دین کا اچھا ہونا کب یہودی چاہتے ہیں دوزخ کے پل پر ایک مسجد بناتے ہیں و لیکن خدا سے مکر کرتے ہیں یہ چاہا تھا کہ اصحاب رسول متفرق ہوں مگر فضل حق کو کب کوئی جانتا ہے فضول تا کہ ایک جھودی جو وعظ میں مشہور ہے بلاد شام سے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

قصد شان تفریق اصحاب رسول
تا جہودی را ز شام اینجا کشند
گفت پیغمبر کہ آرے لیک ما
زیں سفر چوں باز گردم آنگہاں
دفع شان گفت و بسوے غزوہ تاخت
چوں بیامد از غزا باز آمدند
گفت حقش کاے پیمبر فاش گو
گفت اے قوم دغل خامش کنید
چوں نشانے چند از اسرارشان
قاصدان زو باز گشتند آں رسل
ہر منافق مصحفے زیر بغل
بہر سوگند آنکہ ایماں جنتی است
چوں ندارد مرد کج در دیں وفا
راستاں را حاجت سوگند نیست
نقض میثاق و عہود از احمقے است
گفت پیغمبر کہ سوگند شما
باز سوگند مکرر خورد قوم
کہ بحق ایں کلام پاک راست
اندر اینجا ہیچ مکر و حیلہ نیست

فضل حق را کے شناسد بر فضول
کہ بوعظ او جہوداں سرخوش شند
بر سر راہیم و بر عزم غزا
سوے آں مسجد رواں گردم رواں
با دغایاں از دغا نردی بباخت
طالب آں وعدۂ ماضی شدند
عذر او در جنگ باشد باش گو
تا بگویم راز ہاتان تن زنید
در بیان آورد بد شد کارشان
حاش للہ حاش للہ دم زنان
سوے پیغمبر بیاورد از دغل
زانکہ سوگنداں کژاں را سنتی است
ہر زمانے بشکنند سوگند را
زانکہ ایشاں را دو چشم روشنی است
حفظ ایمان و وفا کار تقی است
راست گیرم یا کہ سوگند خدا
مصحف اندر دست و بر لب مہر صوم
کہ بنائے مسجد از بہر خدا است
قصد ما زاں صدق و ذکر یارب است

چاہا متفرق ہوں اصحاب رسول
تا جہودی اک بلاد شام سے
بولے[1] پیغمبر کہ سچ ہے پر ہمیں
اس سفر سے جب میں پھر کر آؤنگا
دفع کر انکو گئے سوے غزا
جب غزا سے آئے تو وہ پھر گئے
بولا[2] حق صاف اے پیمبر تم کہو
بولے اے قوم فریبی چپ رہو
جو کہ انکے بھید کے اک دو دیتے
سب وکیل اسوقت انکے پھر گئے
ہر منافق لے کے قرآں در بغل
تا قسم کھائیں کہ وہ اک ڈھال ہے
جو نہ رکھے مرد کج دیں میں وفا
نے قسم کی حاجت اب سچے کو ہے
عہد شکنی احمقی سے ہوتی ہے
بولے پیغمبر تمہاری اب قسم
پھر قسم کھائی مکرر قوم نے
کہ بہر کت اس کلام پاک کے
کچھ نہ اس جا میں ہمارا مکر ہے

فضل حق کو کب کوئی جانے فضول
وعظ گوئی میں جو وہ مشہور ہے
ہے ضروری جانا اب غزوات میں
تب میں اس مسجد کی جانب جاؤنگا
ان دغا بازوں نے کی اس دم دغا
وعدہ ماضی کے وہ طالب تھے
عذر کرنے سے لڑائی ہو تو ہو
تا کہ کہہ دوں راز مخفی چپ رہو
کہہ دیے کام ان کے بدتر ہو گئے
حاش للہ حاش للہ کہہ چلے
پاس پیغمبر کے آیا پر دغل
ہے قسم سنت کجوں کے واسطے
ہر گھڑی توڑے قسم وہ پر جفا
کیونکہ دونوں آنکھ وہ روشن رکھے
اور وفا تو متقی سے ہوتی ہے
سچ میں جانوں یا خدا کی اب قسم
منہ میں روزہ ہاتھ میں قرآن لے
ہے بنی مسجد خدا کے واسطے
ہے ہمارا قصد ذکر اللہ سے

[1] بولے پیغمبر الخ یہ شعر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات سچ ہے مگر ہمیں ضرور جانا ہے اب غزا میں جب میں اس سفر سے واپس پھر آؤنگا تب اس مسجد کی طرف جاؤں گا ان کو دفع کر کے حضور جانب انکے گئے اور ان دغا بازوں سے دغا کی جبکہ حضور غزوہ سے واپس تشریف لائے تو وہ پھر آئے اور وعدہ ماضی کے طالب ہوئے یعنی چاہا کہ حضور کو موجب وعدہ کے اس مسجد میں لیجائیں گے آگے فرمودہ حق کا ہے فافہم ۱۲

[2] بولا حق الخ یہ شعر حق نے فرمایا کہ اے پیغمبر تم صاف کہو عذر کرنے سے لڑائی ہو تو ہو حضرت نے فرمایا اے قوم فریبی تم چپ رہو نہیں تو راز مخفی تمہارا کہہ دوں جو کہ انکے بھید کے ایک دو بتے کہہ دیئے تو کام ان کا بدتر ہو گیا ان کے سب وکیل واپس پھر گئے وہ سب اللہ بچائے کہتے چلے ہر ایک منافق قرآن بغل میں لے کر پاس پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے آیا پر مکر سے تا کہ وہ قسم کھائیں کہ وہ ایک ڈھال ہے اور کجوں کے واسطے قسم سنت ہے جو مرد کج دین میں وفا نہ رکھے ہر گھڑی وہ قسم توڑے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

[3] نے قسم الخ یہ شعر سچے اب قسم کی حاجت نہیں کیونکہ وہ دونوں آنکھیں روشن رکھتا ہے عہد شکنی تو احمق سے ہوتی ہے اور وفا متقی سے ہوتی ہے پیغمبر نے کہا کہ تمہاری سچ جانوں یا خدا کی قسم پھر قسم مکرر قوم نے کھائی منہ میں روزہ اور ہاتھ میں قرآن لیکر کہ برکت اس کلام پاک کے مسجد خدا کے واسطے بنی ہے ہمارا اس جگہ میں کچھ مکر نہیں ہے ہمارا ارادہ ذکر اللہ ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

گفت پیغمبر کہ آواز خدا / میرسد در گوش من ہمچو صدا
مہر بر گوش شما بنہاد حق / تا بآواز خدا نارد سبق
نک صریح آواز حق می آیدم / ہمچو صاف از درد می پالایدم
ہمچنانکہ موسیٰ از سوے درخت / بانگ حق بشنید کاے مسعود بخت
از درخت انی انا اللہ می شنید / با کلام انوار می آمد پدید
چوں ز نور وحی وا می ماندند / باز نو سوگندہا می خواندند
چوں خدا سوگند را خواند سپر / کے نہند اسپر ز کف پیکارگر
باز پیغمبر بتکذیب صریح / قد کذبتم گفت با ایشان فصیح

بولے[1] پیغمبر کہ آواز خدا / کان میں میرے وہ آتی جوں صدا
کان پر مہریں تمہارے حق نے کیں / تا کہ آواز خدا آوے نہیں
برملا آواز حق سنتا ہوں میں / صاف تلچھٹ سے جدا کرتا ہوں میں
جیسے موسیٰ نے سنا سوے درخت / بانگ حق کو ظاہرا اے نیکبخت
نخل سے انی انا اللہ سنتا تھا / نور ان کلموں سے پیدا ہوتا تھا
نور سے وحی کے جو عاجز ہوتے تھے / پھر نئی قسمیں مکرر کھاتے تھے
حق نے فرمایا قسم کو ڈھال جو / ڈھال رکھے ہاتھ سے کب جنگجو
جھوٹا کرنے کو پیغمبر نے صریح / قد کذبتم[ع] کو کہا ان سے فصیح

اندیشیدن یکے از اصحاب کہ چرا رسول خدا ستاری نمیکنند

اندیشہ کرنا ایک صحابی کا کہ رسول خدا عیب پوشی کیوں نہیں کرتے ہیں

تا یکے یارے ز یاران رسول / در دلش انکار آمد زاں نکول
کاینچنیں پیران با شیب و وقار / میکندشاں ایں پیمبر شرمسار
کو کرم کو ستر پوشی کو حیا / صد ہزاراں عیب پوشند انبیا
باز در دل زود استغفار کرد / تا نگردد ز اعتراض از روے زرد
لیک آں نقش مجش از دل نرفت / مہر بد از طبع بیحاصل نرفت
شومی یاری اصحاب نفاق / کرد مومن را چو ایشاں زشت و عاق

ایک[2] صحابی رسول پاک کے / دل میں انکار آیا اس انکار سے
ایسے بوڑھوں کو کہ با عزاز ہیں / کرتے شرمندہ پیمبر ہیں انہیں
کیا ہوئی وہ عیب پوشی وہ حیا / عیب لاکھوں ہیں چھپاتے انبیا
جلد کی پھر دل میں توبہ مرد نے / تا نہ ہووے زرد رو اس شبہ سے
پر نہ[3] وہ خطرہ برا دل سے گیا / نہ گئی وہ مہر بد دل سے ذرا
دوستی نے ان منافق کی کیا / مثل انکے ایک مومن کو برا

[1] بولے پیغمبر الخ ۸ شعر رسول اللہ نے فرمایا کہ آواز خدا میرے کان میں آتی ہے مانند آواز کے اور تمہارے کان پر مہریں حق نے کیں تا کہ آواز خدا نہیں آئے میں آواز خدا برملا سنتا ہوں اور آب حیات کو تلچھٹ سے جدا کرتا ہوں یعنی میں آواز حق کو بطور صدا کے سنتا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ وحی حضور کو کبھی بلا واسطہ بھی آتی تھی اسی طرح اولیا کو الہام آتا ہے آگے مثال ہے جیسے موسیٰ نے آواز حق کو سنا ظاہر درخت سے انی انا اللہ کو سنتا تھا اور نور ان کلموں سے پیدا ہوتا ہے آگے رجوع بہ قصہ ہے نور سے وحی کے جو عاجز ہوتے تھے پھر سے قسمیں مکرر کھاتے تھے جو حق نے قسم کو ڈھال فرمایا ہے ڈھال ہاتھ سے کب جنگجو رکھے جھوٹا کرنے کو صریح پیغمبر نے قد کذبتم یعنے تحقیق تم جھوٹے ہو ان سے کہا یعنے جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ان منافقوں سے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو ہر چند انہوں نے قرآن لے کر قسمیں کھائیں چنانچہ ایک صحابی نے اس امر میں شبہ کیا کہ پیغمبر عیب پوشی کیوں نہیں کرتے ہیں چنانچہ اسکا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

[2] ایک صحابی الخ ۴ شعر حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے دل میں انکار آیا اس انکار سے کہ ایسے بوڑھوں کو کہ باعزاز ہیں پیغمبر کیوں شرمندہ کرتے ہیں وہ عیب پوشی اور وہ حیا کیا ہوئی انبیا تو لاکھوں عیب چھپاتے ہیں جلدی سے پھر مرد نے دل میں توبہ کی تا اس شبہ سے زرد رو نہ ہووے یعنی گمان بد نسبت اولیاء کے کرنا بلا اپنے اوپر لینا ہے کہ وہ نیک میں خدا اس عوض میں ان کو بلا میں پھانستا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

[3] پر نہ وہ الخ ۳ شعر لیکن وہ خطرہ بد دل سے نہ گیا اور نہ وہ محبت دل سے ذرا گئی ان منافقوں کی دوستی نے کیا ان کے مانند ایک مومن کو برا پھر کہا ذکر کہ اے خدا میرا دل اس کفر سے گداز مت کر باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

ع تحقیق کہ میں اللہ ہوں ۱۲ عـ تحقیق کہ تم جھوٹے ہو۔

بازمیز ارید کاے غلام سہر ہر مرا مگذار بر کف اں مصر
دل بدشم نیست ہمچوں دیدہ چشم ورنہ دل را سوزمی ایندم زخشم
اندریں اندیشہ خوابش در ربود مسجد ایشاں آتش بر سر کہیں نمود
سنگہا اندر حدث جاے تباہ مید مید از سنگہا دود سیاہ
دود در حلقش شد و حلقش بخست از نہیب دود تلخ از خواب جست
در زماں در رو فتاد میگریست کاے خدا ایں ہما نشان منکر یست
حلم بہتر از چنیں حلم اے خدا کہ کند از نور ایشانم جدا
گر بکاوے کوشش اہل مجاز تو بتو گندہ بود ہمچوں پیاز
ہر یکے از دیگرے بے مغز تر صادقاں را یک ز دیگر نغز تر
صد کمر بستہ بکمر آں قوم ست از نفاق و زرق دین نادرست
صد کمر آں قوم بستہ بر قبا بہر ہدم مسجد اہل قبا
ہمچو آں اصحاب فیل اندر حبش کعبہ کرد ند حق آتش زدش
قصد کعبہ ساختند از انتقام حال شاں چوں شد فرو خواں از کلام
مر سیہ رویاں دیں را خود جہیز نیست الاحیلت و مکر و ستیز
ہر صحابی دیدزاں مسجد عیاں واقعہ باشد یقین شاں سر آں
واقعات ار باز گویم یک بیک پس یقین گردد صفا بر اہل شک

پھر کہا اور کہ اے دانا ے راز دل مرا اس کفر سے مت کر گداز
ہاتھ میں ہے دل جوں دیدہ چشم کے ورنہ میں دل کو جلا تا خشم سے
وہ اس اندیشہ میں جو کہ سو گیا گندگی سے دیکھا مسجد کو بھرا
گندگی میں اس کا ہر پتھر نہاں اور ہر اک پتھر سے نکلے ہے دھواں
حلق پھاڑا جو دھواں اسکے گھسا کڑوے پن سے وہ دھوئیں کے جاگ گیا
سر نگوں اسدم وہ ہو کر رونے لگا منکری کا یہ نشاں ہے اے خدا
ہلکا ہونا بہتر ایسے حلم سے نور اسکے سے جدا مجکو کرے
گر تو کھودے کوشش اہل مجاز تہ بتہ بد بو کرے مثل پیاز
ایک سے بس دوسرا بے مغز ہے صادقوں کا اک سے دیگر نغز ہے
مستعد سو مکر کو وہ قوم ہے بس نفاق و حیلہ و بد دین سے
سو کمر باندھے قبا پر قوم وہ مسجد اہل قبا کے ہدم کو
جس طرح کعبہ صحاب فیل کا حق نے پر آتش حبش میں کر دیا
قصد کعبہ اسکے بدلے میں کیا اسکا پڑھ قصہ تو قرآں میں لکھا
ان سیہ رویوں کا ساماں کچھ نہیں در حقیقت ہے تو لا مکر و کین
دیکھا اس مسجد سے ہر اصحاب نے واقعہ آیا یقیں اس بھید سے
گر کہوں میں واقعہ اک ایک کا اہل شک کا بس یقیں ہووے صفا

سلہ ہاتھ میں الخ ۸ شعر میرے ہاتھ میں دل مانند دیدہ چشم نہیں ہے ورنہ میں دل کو جلاتا خشم سے جبکہ وہ اس اندیشہ میں سو گیا تو اس مسجد کو گندگی سے بھرا دیکھا اس کے ہر ایک پتھر سے دھواں نکلتا ہے جو کہ دھواں اسکے گھسا حلق اسکا پھاڑا اور دھوئیں کے کڑوے پن سے وہ جگ گیا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ سرنگوں الخ ۸ شعر وہ سرنگوں ہو کر اس دم رونے لگا اے خدا منکری کا یہ نشان ہے ایسے حلم سے سبک ہونا بہتر ہے ان کے نور سے مجکو جدا کرے گر تو کھودے کوشش کو اہل مجاہد کی تہہ بتہہ بد بو کرے مانند پیاز کے یعنی منافقوں کے اعمال اگر ظاہر کرے اس سے بد بو مانند پیاز کے پیدا ہو ایک سے دوسرا بے مغز ہے سو مکر کو وہ قوم مستعد ہے نفاق و حیلہ و بد دینی سے بر مکر انہوں نے مسجد قبا کے ڈھانے کو کئے تھے اس واسطے وہ ایک مسجد نئی بناتے تھے اور مسجد قبا ایک مسجد ہے نواح مدینہ میں آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲ سلہ جس طرح الخ ۸ شعر جیسے کعبہ اصحاب الفیل کا حق تعالے نے حبش میں پر آتش کر دیا اس کے بدلے میں قصد کعبہ کا کیا اسکا قصہ پڑھ تو قرآن میں لکھا ہے ان سیاہ رویوں کا کچھ سامان نہ تھا اور حقیقت میں ہے تو لا مکر و کینہ سے ہر ایک اصحاب نے اس بھید سے یقین کیا اگر میں واقعہ ایک ایک کا کہوں اہل شک کا یقین صفا ہو جائے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ بھید کھل جائے وہ نازنیں ہیں اور ان کو ناز کرنا زیبا ہے کہ ان صحابہ نے شرع بغیر تقلید کے حاصل کیا بغیر کسوٹی کے انہوں نے نقد دل لے لیا یعنے صحابہ نے اپنے آبا و اجداد کی تقلید مذہب چھوڑ کر اور راہ تحقیق کے بغیر امتحان لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو حاصل کیا باقی حال آگے ہے قرآن حکمت ہے ضالہ مومنوں کا پس اپنے ضالہ پر جان سے یقین رکھتے ہیں بموجب حدیث الحکمۃ ضالۃ المومن یعنی حکمت ضالہ یعنی کھوئی ہوئی چیز مومن کی ہے آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲

لیک می ترسم ز کشف رازشان / نازنینانند زیبد نازشان
شرع بے تقلید می پذرفته اند / بے محک آں نقد را بگرفته اند
حکمت قرآں چو ضاله مومن ست / ہر کسے در ضاله خود موقن ست
اشترے گم کردی و جستیش چست / چوں بیابی چوں ندانی کان تست
ضاله چه بود ناقه گم کرده / از کفت بگریخته در پرده
کارواں در بار کردن آمده / اشترے از درمیانه گم شده
میدوی اینسو و آنسو خشک لب / کارواں شد دور و نزدیک است شب
رخت مانده در زمین در راه خوف / تو پے اشتر دواں گشته بطوف
کاے مسلماناں که دیدست اشترے / جسته بیروں بامداد از آخرے
ہر که بر گوید نشاں از اشترم / مژدگانی میدہم چندیں درم
باز میجوئی نشان از ہر کسے / ریشخندت میکند زیں ہر خسے
کاشترے دیدیم میرفت ایں طرف / اشترے سرخی بسوے ایں علف
آں یکے گوید بریده گوش بود / واں دگر گوید جلش منقوش بود
آں یکے گوید شتر یک چشم بود / واں دگر گوید زگر بے پشم بود
از برائے مژدگانے صد نشاں / از گزافه ہر خسے کرده بیان
ای دل ایں اسرار را در گوش کن / قسم تو گر ہست زیں خوش نوش کن
ہمچنانکه ہر کسے در معرفت / میکند موصوف غیبی را صفت

پر میں ڈرتا ہوں که ہووے کشف راز / نازنیں ہیں اور زیبا انکو ناز
شرع بے تقلید کے حاصل کیا / بے کسوٹی نقد انہوں نے لے لیا
حکمت قرآں ہے ضاله مومناں / اپنے ضاله پر یقیں رکھے بجاں
گم کیا ہے اونٹ تو ڈھونڈھے اسے / کیسے پائے جو نه تو جانے اسے
ضاله کیا ہے اک گمایا اونٹ / ہاتھ سے بھاگا ترے مخفی ہو وہ
کارواں کا چل چلاؤ آ گیا / اونٹ تیرا درمیاں سے گم گیا
ہر طرف تو دوڑتا ہے خشک لب / کارواں ہے دور اور نزدیک شب
خاک پر ساماں رہ پر خوف ہے / ڈھونڈھتا تو اونٹ کے پیچھے پھرے
اے مسلمانو ہے دیکھا اونٹ دو / پاس سے میرے جو بھاگا صبح کو
جو که میرے اونٹ کا دیوے پتا / میں درم دوں اسقدر اجرت کے جا
پھر جو پوچھے تو نشاں ہر ایک سے / اسلئے تجھ پر ہر اک ناکس ہنسے
دیکھا اونٹ ہم نے که اس جانب گیا / سرخ اونٹ اس گھانس کا طالب گیا
ایک کہوے کان اسکے تھے کٹے / دوسرا کہوے منقش جھول ہے
ایک کہوے اونٹ کی تھی ایک چشم / دوسرا کہوے که کھجلی سے نه پشم
بس درم کے واسطے صد با نشاں / جھوٹ ہر کوئی کرے اس سے بیان
ای دل اس اسرار کو تو گوش کر / اگر ترا حصه ہے اس سے نوش کر
معرفت میں ہر کوئی اسطور سے / وصف اس موصوف غیبی کا کرے

سله گم کیا ہے الخ ۵ شعر اونٹ گم گیا ہے تو اسے ڈھونڈھے تو کیسے پائے جو اسے نجانے ضاله کیا ہے ایک اونٹ کو گمایا اور تیرے ہاتھ سے وہ پوشیدہ بھاگا یعنے شتر روح جو تیری تھی تو اسکو نه پہچانے تو کیسے پائے کارواں کا وقت چل چلاؤ کا آ گیا اور اونٹ تیرا درمیان راہ سے گم گیا تو ہر طرف دوڑتا ہے خشک لب کارواں دور اور نزدیک شب ہے ساماں خاک پر پڑا ہے اور راہ پر خوف ہے اور تو اونٹ کے پیچھے پیچھے ڈھونڈھتا پھرے یعنی ہنگام مرگ کے جسم تیرا خاک پر پڑا ہے اور تو اپنے شتر روح کو ڈھونڈھتا ہے تو اس وقت تجھ کو کس قدر بیقراری اضطرابی ہوگی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ سله اے مسلمانو الخ ۹ شعر اے مسلمانو تم نے وہ میرا اونٹ دیکھا ہے که میرے پاس سے وہ صبح کو بھاگا ہے جو میرے اونٹ کا پته دیوے میں اس قدر درم اجرت کے اسے دوں پھر تو ہر ایک سے نشان پوچھے اسواسطے ہر ایک ناکس تجھ پر ہنسے که ہم نے اونٹ دیکھا ہے که اس جانب گیا ہے اونٹ سرخ ہے اور گھانس کا طالب گیا ہے ایک کہے که اس کے کان کٹے تھے دوسرا کہے که اس کی جھول منقش تھی ایک کہے که اونٹ کی ایک چشم تھی دوسرا کہے که کھجلی سے اس پر نه پشم تھی بس درم کے واسطے صد با نشان ہر ایک ناکس جھوٹ اس سے بیان کرے یعنی پیران ریاکار طمع دنیا کے واسطے طالبان حق کو اسی طرح نشان عرفان حق کے از راہ تشبیه کے بتاتے ہیں اے دل تو اس اسرار کو سن اگر تیرا قصد ہے اس سے حاصل کر پس معرفت میں ہر کوئی اسطور وصف اس موصوف غیبی کا کرتا ہے یعنی معرفت میں حق تعالی کی ہر ایک اپنی سمجھ کے موافق صفت کرتا ہے جیسے فلسفی و مقلد و محقق مذہب میں بحث کرتے ہیں چنانچه اسکا قصه آگے مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲

متردد شدن در میان مذاہب مختلفہ و بیرون شدن و مخلصی یافتن

فلسفی از نوع دیگر کردہ شرح باحثے سگفت اورا کردہ جرح
واں دگر در ہر دو طعنہ میزند واں دگر از زرق جانی میکند
ہر یکے زیں رہ نشانہا زاں دہند تا گمان آید کہ ایشان زاں رہند
ایں حقیقت داں نہ حق اند ایں ہمہ نے بہ باطل گمرہاند ایں رمہ
زانکہ بے حق باطلے ناید پدید قلب را ابلہ بہ بوے زر خرید
گر نبودی در جہاں نقد عیاں قلبہا را خرج کردن کے تواں
تا نباشد راست کے باشد دروغ آں دروغ از راست میگیرد فروغ
بر امید راست کژ را می خرند زہر در قندی رود آنگہ خورند
گر نباشد گندم محبوب نوش چہ برد گندم نمائے جو فروش
پس مگو کایں جملہ دینہا باطل اند باطلاں بر بوے حق دام دل اند
پس مگو جملہ خیال ست و ضلال بے حقیقت نیست در عالم خیال
حق شب قدرست در شبہا نہاں تا کند جاں ہر شبے را امتحان
نے ہمہ شبہا بود قدر اے جوان نے ہمہ شبہا بود خالی ازاں
درمیان دلق پوشاں یک فقیر امتحان کن وانکہ حق است آں بگیر
مومن کیّس ممیز کو کہ تا باز داند بادشاہ را از گدا

تردد کرنا درمیان مذاہب مختلفہ کے اور نجات پانا اس سے

فلسفی[۱] نوع دگر کرتا تھا شرح بولا اک متکلم اس سے کرکے جرح
تیسرا دونوں پے طعنہ مارتا چوتھا کرتا ذوق سے جان کو فدا
دیتا ہے ہر ایک اس راہ سے پتا اسلئے تا جانے رہ ہے جانتا
یہ حقیقت[۲] داں نہ جملہ حق پے ہیں اور نہ یہ باطل سے گمراہی رکھیں
کیونکہ بے حق کے نہیں باطل کھلے کھوٹے کو لے نقد کی امید پے
گر نہ ہوتا نقد عالم میں رواں خرچ کب کرسکتے کھوٹے کو عیاں
سچ نہ جبتک ہو تو پھر کب جھوٹ ہے سچ سے رونق ہوتی ہے اس جھوٹ کی
ٹیڑھا لے سیدھے کی بس امید پے زہر شربت میں پڑے اسدم پیے
گیہوں گر ہوتا نہ خود محبوب نوش لیتا کب گندم نماے جو فروش
مت کہو باطل یہ جملہ دین ہیں باطلان امید حق پر دل رکھیں
مت کہو جملہ خیال اور ہے ضلال بے حقیقت کب ہے عالم میں خیال
حق[۳] شب قدر اک ہے راتوں میں نہاں تا کرے ہر رات کو جاں امتحاں
ہیں نہ سب راتیں شب قدر اے جواں اور نہ سب راتیں ہیں خالی اس سے جاں
گدڑی پوشوں میں تو ہر درویش کا امتحان کر جو کہ حق ہے اس کو پا
دانا مومن ہے کہاں اور پر تمیز تا گدا سے جان لے شاہ عزیز

سلہ فلسفی الخ ۳ شعر فلسفی دوسرے ڈھنگ پر شرح کرتا تھا کہ ایک متکلم نے اس سے جرح کی تیسرا دونوں پر طعنہ کرتا تھا چوتھا ذوق سے جان فدا کرتا تھا ہر ایک اس دلدار سے پتا دیتا ہے اس لئے تا جانے کہ یہ راہ جانتا ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ یہ حقیقت الخ ۹ شعر یہ حقیقت جاننے والے نہ سب حق پر ہیں اور نہ باطل سے گمراہی رکھتے ہیں کیونکہ بغیر حق کے باطل نہیں کھلتا کھوٹے کو نقد کی امید پر لیتا ہے اگر نقد عالم میں رواں نہ ہوتا کھوٹے کو کب خرچ کرسکتے ہیں جب تک سچ نہ ہو جھوٹ کب ہو سچ سے رونق اس جھوٹ کو ہوتی ہے ٹیڑھا کہتا ہے سیدھے کی امید پر زہر شربت میں پڑے تو پی لے آگے مثال ہے اگر گیہوں کھانے میں محبوب نہ ہوتا گندم نما جو فروشی کب کرتا مت کہو کہ یہ سب دین اور باطل امید حق پر دل رکھتے ہیں درست کہو کہ سب خیال و گمراہی ہے بغیر حقیقت کے کب عالم میں خیال ہوتا ہے یعنی سب صراط المستقیم پر ہیں اور اصل میں نہیں باقی حال اس کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ حق شب قدر الخ ۶ شعر حق ایک شب قدر ہے راتوں میں پوشیدہ تاکہ ہر ایک رات کو جان امتحان کرے سب راتیں شب قدر نہیں ہیں اور نہ سب راتیں اس سے خالی ہیں آگے حقائق ہیں گدڑی پوشوں میں تو فقیر کو ڈھونڈھ اور امتحان کر جو اس میں سچا ہے اس کو حاصل کر دانا مومن اور پر تمیز کہاں ہے تا گدا سے بادشاہ کو جان لے اگر معیوبات اندر جہاں کے نہ ہوتے تو یہ سب احمق سوداگر ہوتے پھر اس بات کا جاننا سہل ہوجاوے جو عیب نہیں ہے کیا ابل و نا ابل یعنے جہاں میں اگر بری شے نہ ہوں اور سب اچھے ہوں تو سب احمق سوداگر ہوجائیں اور سب برے بھلے ایک ہوں باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

گر نہ معیوبات باشد در جہاں	تاجراں باشند جملہ ابلہاں	گر نہ معیوبات ہو اندر جہاں	ہو دیں سوداگر یہ جملہ ابلہاں
بس بود کالہ شناسی سخت سہل	چونکہ عیبے نیست چہ نا اہل و اہل	جاننا اس بات کا ہو جائے سہل	جو نہیں ہے عیب کیا نا اہل و اہل
در ہمہ عیب ست دانش سود نیست	چوں ہمہ چوب ست اینجا عود نیست	عیب سب ہو عقل سے پھر سود کیا	جو کہ کل لکڑی ہو تو پھر عود کیا
آنکہ گوید جملہ حق ست احمقی است	وانکہ گوید جملہ باطل او شقی ست	جو کہے سب حق ہے اسکی احمقی	جو کہے باطل ہے جو سب ہے وہ شقی
تاجراں انبیا کردند سود	تاجراں رنگ و بو کر زرد و کبود	تاجراں انبیا کو سود ہیں	تاجراں رنگ و بو اندھے رہیں
می نماید مار اندر چشم مال	ہر دو چشم خویش را نیکو بمال	سانپ تیری آنکھ میں دکھتا ہے مال	دونوں آنکھیں مل تو اپنی کر خیال
منگر اندر غبطۂ این بیع و سود	تاجراں رنگ و بو کور و کبود	تاجران انبیا کو سود ہیں	تاجراں رنگ و بو اندھے رہیں

امتحان کردن ہر چیزے تا ظاہر شود چیزے دگر کہ دراں پنہان ست

امتحان کرنا ہر چیز کا تا دوسری چیز ظاہر ہو کہ اسمیں پوشیدہ ہے

اندروں گردوں مکرر کن نظر	زانکہ حق فرمود ثم ارجع بصر	پھر تو اس گردوں کے اندر کر نظر	حق نے فرمایا ہے ثم ارجع بصر
یک نظر قانع مشو با سقف نور	بار ہا بنگر ببیں ہل من فتور	اک نظر قانع نہ ہو با سقف نور	بار ہا تو دیکھ تو ہل من فتور
چونکہ گفتنت کاندریں سقف نکو	بار ہا بنگر چو مرد عیب جو	جو کہا تجکو کہ سقف نیک کو	بار ہا تو دیکھ مثل عیب جو
پس زمین تیرہ را دانی کہ چند	دیدن و تمیز باشد در پسند	جانتا ہے پھر زمین تیرہ کو	دیکھنے میں کس قدر تمیز ہو
تا بپالائیم صافاں را ز درد	چند باید عقل ما را رنج برد	ہم کدورت سے جو چھانیں صاف کو	کس قدر دانش کو اپنی رنج ہو
تاب تابستاں بہار ہمچو جان	امتحان ہائے زمستان و خزاں	امتحان سردی کا اور فصل خزاں	تیزی گرمی کی بہار مثل جان
باد و باد ابر ہا و برقہا	تا پدید آرد عوارض فرقہا	اور ہوا اور ابر باران برقہا	تا کرے ظاہر عوارض فرقہا
تا برون آرد زمیں خاک رنگ	ہرچہ اندر جیب دارد لعل و سنگ	تا کرے ظاہر زمین خاک رنگ	جیب میں رکھتی ہے جو کچھ لعل و سنگ

ـلہ عیب الخ ۵ شعر اور عیب سے فائدہ کیا ہو جیسے کل لکڑی ہو تو پھر عود کیا ہے جو شخص کہے کہ سب باطل ہے وہ شقی ہے تاجران انبیا کو فائدہ ہے اور تاجران رنگ و بو نابینا ہیں آگے مثال ہے سانپ تیری آنکھ میں مال دکھائی دیتا ہے تو دونوں اپنی آنکھیں مل اور خیال کر اس غبطہ پر سود کو تو مت دیکھ تو فرعون سے مردود کو دیکھ یعنی اولیاء اللہ راہ راست پر گئے ہیں اور اہل ظواہر رنگ و بو کو دیکھتے ہیں راہ کج میں پڑے پس راہ طریقت اختیار کر کہ راہ مستقیم ہے اور دوسری راہیں کہ بظاہر بہتر دکھائی دیتی ہیں تو اس کا امتحان کر کہ راہ راست تجکو مل جائے چنانچہ اس تجسس کا حال آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ـلہ۲ پھر تو اس آسمان کے اندر نظر کر حق تعالے نے فرمایا ثم ارجع البصر یعنی پس پھیر تو نظر کو آسمان کی طرف ایک بار نظر کرنے سے قانع نہ ہو بار بار تو دیکھ ترجمہ کہ ہے اس میں فتور جو تجکو کہا کہ غور سے دیکھ مثل عیب جو کے یعنی جیسے حق نے آسمان کو غور سے دیکھنے کو کہا کہ اچھا برا اس کو بخوبی معلوم ہو اسی طرح تو راہ طریقت کو دیکھ کہ راہ راست راہ کج تجھے معلوم ہو پھر تو جانتا ہے زمین تیرہ کو کہ دیکھنے میں کس قدر تمیز ہو ہم جو صاف کو کدورت سے چھانیں کس قدر اپنی دانش کو رنج ہو دے امتحان سردی اور فصل خزاں کا تیزی گرمی اور بہار مثل جان کا اور ہوا اور ابر اور باران برق کا تا کرے فرق عوارض کے ظاہر میں تا ظاہر کرے رنگ خاک کے جیب میں جو کچھ رکھتی ہے لعل و سنگ باقی حال اس کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

هرچه دزد دست این خاک درم
از خزانهٔ حق و دریای کرم

شحنهٔ تقدیر گوید راست گو
آنچه بردی شرح داده مو بمو

دزد یعنی خاک گوید هیچ هیچ
شحنه او را در کشد در پیچ پیچ

شحنه گاهش لطف گوید چون شکر
گه بر آویزد کند هر چه تبر

تا میان قهر و لطف آن خفیها
ظاهر آید ز آتش خوف و رجا

آن بهاران لطف شحنهٔ کبریاست
و آن خزان تهدید و تخویف خداست

وان زمستان چار میخ معنوی
تا تو ای دزد خفی ظاهر شوی

پس مجاهد را زمانی بسط دل
یک زمانی قبض و درد و عشق و غل

زانکه این آب و گلے کابدان ماست
منکر و دزد ضیای جانهاست

حق تعالے گرم و سرد و رنج و درد
بر تن ما می نهد ای شیر مرد

خوف و جوع و نقص اموال و بدن
جمله بهر نقد جان ظاهر شدن

این وعید و وعده ها انگیخته است
بهر اینکه نیک و بد آمیخته ست

چونکه حق و باطلے آمیختند
نقد و قلب اندر چرمدان ریختند

پس محک می بایدش بگزیدهٔ
در حقائق امتحانها دیدهٔ

تا شود فاروق این تزویرها
تا بود دستور این تدبیرها

شیر ده ای مادر موسیٰ ورا
و اندر آب افگن میندیش از بلا

هر که در روز الست آن شیر خورد
همچو موسیٰ شیر را تمییز کرد

اور جو کچھ کہ چرایا خاک نے
پس خزانہ حق و بحر جود سے

شحنۂ تقدیر کہوے سچ کہو
لے گئی جو کچھ ہے تو کہہ مو بمو

چور یعنی خاک کہوے کچھ نہیں
شحنہ اسکو پیچ میں پھانسے وہیں

گہ کرے شحنہ خوشامد جون شکر
گاہ لٹکاوے کرے زیر و زبر

تاکہ قہر و لطف سے جو ہے نہان
آتش خوف و رجا سے ہو عیان

وہ بہار اک لطف شحنہ کبریا
وہ خزان ہی دہشت و خوف خدا

اور وہ سردی ہے چو میخہ نہان
تاکہ تو اے چور مخفی ہو عیان

بسط ہوئے دل کو مجاہد کے کبھی
اور قبض و درد و عشق آوے کبھی

پانی مٹی سے یہ تن معمور ہے
روشنی جان کا ہماری چور ہے

حق نے گرمی سردی اور تکلیف و درد
تن ہمارے پر رکھا اے شیر مرد

خوف بھوک و نقص تن اور مال کا
واسطے اظہار نقد جان ہوا

یہ وعید و وعدے سب برپا کئے
اسلیئے کہ نیک و بد باہم ملے

جو کہ طالب اور حق باہم ملا
نقد کھوٹا چرمی تھیلی میں بھرا

پس کسوٹی چاہیئے مقبول اُسے
امتحان کہ وہ حقائق بین رکھے

تاکہ فارق ہووے اس تزویر کا
فائدہ ہو تاکہ اس تدبیر کا

دودھ دے اسکو تو ای موسیٰ کی مان
ڈال پانی میں نہ ڈر آفت سے یان

جسنے ہے روز الست اس دودھ کو
کھایا مثل موسیٰ جانے دودھ کو

ف۔ اور جو کچھ الخ یعنی شعر جو کچھ خاک نے چرایا خزانہ حق تعالے اور باقی جود سے شحنہ تقدیر کہوے سچ کہہ جو کچھ کہ تو لے گئی ہے مو بمو چور یعنے خاک کہوے کچھ نہیں لیا اس کو وہیں پیچ میں پھانسے شحنہ کبھی شحنہ خوشامد کرے مانند شکر کے اور کبھی لٹکائے اُسے تو زیر و زبر تاکہ قہر و لطف سے کہ پوشیدہ ہے آتش خوف و رجا سے عیان ہووے وہ بہار ایک لطف شحنہ کبریا ہے، اور وہ خزانہ بھی دہشت و خوف خدا ہے اور دوسری چو میخہ نہان ہے تاکہ تو اے چور پوشیدہ ظاہر ہووے آگے اس کے حقائق ہیں فافہم ۱۲ ف۔ بسط ہوا الخ یعنی شعر کبھی مجاہد کے دل کو بسط ہووے یہ بدن پانی مٹی سے معمور ہے اور ہماری روشنی جان کا چور ہے حق نے گرمی و سردی ور نج و درد ہمارے بدن پر رکھا اور خوف و بھوک و نقصان مال و تن کا نقد جان کے اظہار کے واسطے ہوا ہے یہ وعید اور وعدے سب پیدا کئے اس لئے کہ نیک و بد باہم مل جائے جب کہ حق و باطل باہم ملا نقد و کھوٹا چمڑے کی تھیلی میں بھرا یعنے نقش تن نے مثل زمین کے جو روشنی جان کی چرائی تھی سردی و گرمی و رنج و درد زمانہ اور وعدہ وعید حق سے نقد جان کو ظاہر کر دے اسی طرح مجاہد کو ریاضت کرنا چاہیئے کہ قبض دل سے نجات پاکر بسط حاصل ہو اور عوارف کھلیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ف۔ پس کسوٹی الخ یعنی شعر پس کسوٹی مقبول اسے چاہیئے کہ وہ امتحان حقائق میں رکھتا ہو یعنی مرشد کامل چاہیئے کہ وہ حقائق سے آگہی رکھتا ہو تاکہ وہ فرق کرنے والا ہووے اس تدبیر کا اے مادر موسیٰ تو اس کو دودھ دے اور پانی میں ڈال اور آفت سے مت ڈر جسنے روز ازل میں دودھ کو کھایا ہے مثل موسیٰ دودھ کا مزہ جانتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ -

گر تو را تمیز طفلت مولعی	این زمان یا ام موسیٰ ارضعی	گر تجھے سمجھ طفلی کی ہے خواہش تری	اس گھڑی یا ام موسیٰ ارضعی
تا به بیند طعم شیر مادرش	تا فرو ناید بدایه بد سرش	تا مزا جانے وہ ماں کے دودھ کا	تا نہ دائی بد کا احسان ہو ذرا
خود بر تو این حکایت روشن است	که غرض زاین حکایت گفتن است	یہ حکایت تجھپہ روشن آپ ہے	نے غرض کہنے حکایت سے مجھے

شرح فائدہ حکایت شتر جوینده | شرح فائدہ حکایت اونٹ ڈھونڈھنے والیکی

اشترے گم کردهٔ اے معتمد	ہر کسے ز اشتر نشانی میدہد	اونٹ تونے گم کیا ہے طالبا	ہر کوئی دیتا پتا ہے اونٹ کا
تو نمیدانی که آن اشتر کجاست	لیک دانی کاین نشانہا خطاست	تو نہ جانے اونٹ وہ کس جا گیا	پر تو جانے یہ پتے ہیں سب خطا
وانکه اشتر گم نکرد او ہمسری	ہمچو آن گم کرده جوید اشتری	ہمسری ہے جو کہ اونٹ اسکا گما	مثل گم کردہ کے ڈھونڈھے جابجا
که بلے من ہم شتر گم کرده ام	ہر که باید اجرتش آورده ام	ہاں گمایا میں نے اپنے اونٹ کو	دون میں مزدوری بتائے اسکو جو
تا در اشتر با تو انبازی کند	بہر طمع اشتر این بازی کند	اونٹ میں تیری شراکت تا کرے	اونٹ کی طمع میں دھوکا تجکو دے
او نشان کژ نه بشناسد ز راست	لیک گفت آن مقلد را عصاست	ٹیڑھا سیدھا نے نشان وہ جانتا	قول تیرا اس مقلد کا عصا
ہرچه واگوئی خطا بود آن نشان	او بتقلید تو میگوید ہمان	تو جو کہتا ہی خطا تھا وہ نشان	وہ تری تقلید سے کرتا بیان
چون نشان راست گویند و شبیه	پس یقین گردد ترا لاریب فیه	جو نشان سچا کہے وہ اور شبیہ	پس یقین ہووے تجھے لاریب فیہ
آن شفائے جان رنجورت شود	رنگ روے و صحت و زورت شود	وہ شفا بیمار جان تیری کو ہو	زور تجکو آئے اور اچھا تو ہو
چشم تو روشن شود پایت روان	جسم تو جان گردد و جانت روان	آنکھ روشن ہو تری پا ہو روان	جسم تیرا جان ہو اور جان ہو روان
پس بگوئی راست گفتی اے امین	آن نشانہا بلاغ آمد مبین	پس کہے تو سچ کہا تونے امین	وہ نشانی سب بلاغ آئین مبین

لے گر سمجھ الخ ۳ شعر اگر تجھے سمجھ طفل کی خواہش ہے تو اس دم اے مادر موسیٰ کی دودھ پلا تا وہ شخص انکے دودھ کا مزا جانے تاکہ دائی بد کا ذرا احسان نہ ہو یعنی مادر موسیٰ مرشد سے مراد ہے کہ اے مرشد شیر معرفت طالب کو پلا اور اس شیر معرفت کا مزہ وہ جانے کہ ازل میں اس نے پیا ہو وے جیسے موسیٰ نے اول اپنی ماں کا دودھ پیا تھا اور بعد پانی سے نکلنے کے کسی دایہ کا دودھ نہ پیا حتی کہ اپنی مادر کا دودھ پیا فرعون کے یہان اسی طرح وہ طالب یہاں معرفت پائیگا کہ جسنے روز الست میں معرفت حق کی پائی ہے یہ حکایت تجھے آپ روشن ہے مجھے حکایت کہنے سے غرض نہیں ہے چنانچہ یہ آگہی معرفت کی شتر جو کہ حکایت میں آگے بیان فرماتے ہیں وافہم ۱۲ لے اونٹ تونے الخ ۵ شعر اے طالب تونے اونٹ گم کیا ہر کوئی اونٹ کا پتا دیتا ہے اور تو نہیں جانتا کہ وہ اونٹ کس جا گیا ہے لیکن تو یہ جانتا ہے کہ وہ سب اپنے خلاف ہیں اور ایک ہمسری ہے کہ اونٹ اس کا گما نہیں ہے مثل گم کردہ اونٹ جابجا ڈھونڈھتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں میں نے اپنے اونٹ کو گمایا ہے میں مزدوری دوں جو مجھے اس کو بتائے تاکہ تیرے اونٹ میں تجھ کو دھوکا دے باقی حال آگے ہے نافہم ۱۲ سے ٹیڑھا سیدھا الخ ۲ شعر وہ نشان ٹیڑھا سیدھا نہیں جانتا تیرا قول اس مقلد کا عصا ہے یعنی وہ مقلد تیرے کہنے کے بموجب اونٹ تلاش کرتا ہے مگر وہ اس کا ٹیڑھا سیدھا نہیں جانتا ہے تو جو کہتا ہے وہ نشان خطا تھا وہ تیری تقلید سے بیان کرتا ہے جو نشان سچا اور شبیہ وہ کہے پس مجھے یہ یقین ہووے کہ نہیں ہے شک اس میں تیری جان بیمار کو وہ شفا ہووے تو اچھا ہو اور زور تجکو آئے اور آنکھ روشن ہو تیری اور پاؤں رواں ہو جسم تیرا جان اور جان روح ہو پس تو کہے کہ اے امین تونے سچ کہا وہ نشانی بہت ہی کھلی ظاہر اس میں نشانیاں ہیں پاک و روشن یہ ایک پہچان ہوئی قدر و نجات کی یعنی وہ شتر میرا یار گم گشتہ ہے کہ تو اسکی تلاش میں پھرتا ہے اور وہ مرشد ہے کہ تجکو اس یار کا پتا بتائے اور وہ پتا تجھکو گویا چٹھی ہے کہ تجھے اس سے نجات ہو باقی حال اسکا آگے ہے نافہم ۱۲ [illegible]

فیه آیات ثقات بینات　　این براتی باشد قدر نجات
این نشان چون داد گوئی پیش رو　　وقت آهنگ است پیش آی هنگ شو
پیروی تو کنم ای راست گو　　بوی بردی اشترم بنما که کو
آن کسی را کو نه صاحب اشتر است　　واندرین جست اشتر بهر مری است
زین نشان راست افزاید یقین　　جز ز عکس ناقه جوی راستین
بوی برد از جد و گرمیهای او　　که گزافه نیست این هیهای او
اندرین اشتر نبودش حق و لے　　اشتری گم کرده است او هم بلے
طمع ناقه غیر رو پوشش شده　　آنچه گم شد فراموشش شده
هر کجا این میدود آن میدود　　از طمع همدرد صاحب میشود
کاذبی با صادقی چون شد روان　　آن دروغش راستی شد ناگهان
اندران صحرا که آن اشترش تافت　　اشتر خود نیز آن دیگر بیافت
چون بدیدش یاد آورد آن خویش　　بی طمع شد ز اشتر یاران خویش
آن مقلد شد محقق چون بدید　　اشتر خود را آنجا می چرید
او طلبکار شتر آن لحظه گشت　　می نجستش تا ندید او را بدشت
بعد از آن تنهاروی آغاز کرد　　چشم سوی ناقهٔ خود باز کرد
گفت آن صادق مرا بگذاشتی　　تا به اکنون پاس من میداشتی
گفت تا اکنون فسوسی بوده ام　　وز طمع در چاپلوسی بوده ام

فیہ آیات ثقات بینات　　یہ برات اک ہوئے اور قدر نجات
[۱] یہ نشان جو تو نے کہے تو آگے چل　　وقت اب چلنے کا ہے تو آگے چل
پیروی تیری کروں اے راست گو　　اونٹ کا میرے پتا پایا کہو
وہ کوئی گر جو نہ تھا اونٹ ہی　　اونٹ ڈھونڈے ہے ہمسری کیواسطے
اس نشان سے یقیں ہووے سوا　　سچے ناقہ جو کہے پر تو کے سوا
جہد و گرمی اسکی سے پائے پتا　　کہ نہ بیہودہ ہے اسکی ہو و ہا
حق نہیں اس اونٹ میں اسکا ولے　　اونٹ اسکا بھی گما ہی جان لے
[۲] طمع ناقہ غیر کی پردہ بنی　　جو گما اس سے فراموشی ہوئی
جس جگہ یہ جاوے وہ بھی جائے ہے　　طمع سے ہمدرد اور مالک بنے
تھا تو جھوٹا ساتھ سچے کے گیا　　جھوٹ اسکا ناگہاں سچ ہوگیا
اس بیابان میں کہ بھاگا اونٹ وہ　　دوسرے نے پالیا اونٹ اپنے کو
دیکھا اسکو یاد ملک اپنی ہوئی　　اور طمع یاروں کی اونٹوں کی گئی
وہ محقق بس مقلد ہو گیا　　اونٹ اپنا دیکھا جو چرتا ہوا
وہ طلبگار اونٹ کا اسدم ہوا　　جب تلک دیکھا نہ تھا طالب نہ تھا
[۳] بعدہ تنہا روی آغاز کی　　اونٹ کی جانب نظر اپنی رکھی
بولا صادق تو نے چھوڑا اب مجھے　　اب تلک تو پاس تھا میرا تجھے
بولا اب تک کھیل و بازی تھی مجھے　　اور طمع سے چاپلوسی تھی مجھے

[۱] یہ نشان الخ۔ شعر یہ جو نشان دے تو کہے کہ آگے چل اور وقت اب آگے چلنے کا ہے میں پیروی تیری کروں اے راست گو میرے اونٹ کا پتا پایا ہے تو کہو اور وہ شخص کہ جو مالک اونٹ کا نہیں ہے اور بسبب ہمسری کے اونٹ ڈھونڈھتا ہے اس کو اس نشان سے یقین ہوا ہووے بجز پرتو کے کہ سچے ناقہ کا اس پر پڑے اس کے جہد و گرمی سے پتا پائے کہ بیہودہ ہو ہا نہیں اس اونٹ میں اس کا حق نہیں ہے ولیکن اس کا اونٹ بھی گما ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [۲] طمع الخ۔ شعر ناقہ غیر کی طمع پردہ ہی ہے اور جو اونٹ اس کا گما ہے فراموش ہوگیا ہے پس جس جگہ یہ جاتا ہے وہ بھی جاتا ہے طمع سے ہمدرد مالک بنا ہے جھوٹا تھا اگر سچے کے ساتھ جھوٹ اس کا دفعتہً سچ ہوگیا اس بیابان میں کہ وہ اونٹ بھاگا اس دوسرے نے پایا اپنے اونٹ کو جبکہ دیکھا اپنی ملک کا اونٹ کھو گیا اور یاروں کے اونٹ کی طمع کی پس وہ مقلد محقق ہوگیا جب کہ اونٹ اپنا چرتا ہوا دیکھا اسدم وہ اونٹ کا طلبگار ہوا جب تک نہیں دیکھا تھا طالب نہیں تھا یعنی شخص محقق تھا کہ وہ اونٹ کو اپنے ڈھونڈھتا تھا اور ایک مقلد اسکی دیکھا دیکھی اونٹ ازراہ بوالہوسی کے ڈھونڈھتا اور اس کے اونٹ کو اپنا اونٹ جانتا تھا مگر اس محقق کے ہمراہ تلاش کرتا پھرتا تھا جب کہ اپنے اونٹ کو دیکھا اور پہچان لیا تو خود محقق ہوگیا اور اسی طرح مقلد بوالہوس بھی محقق کے ہمراہ ہو کر محقق ہو جاتے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [۳] بعدہ الخ۔ شعر پھر تنہا روی آغاز کی اور اپنے اونٹ کی طرف نظر رکھی صادق کہے کہ اب تو نے مجھے چھوڑا اور اب تک تو تجھے میرا پاس تھا وہ کہے کہ اب تک مجھے کھیل و بازی تھی اور طمع سے مجھے چاپلوسی تھی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

این زمان ہمدرد تو گشتم کہ من ‖ در طلب از تو جدا گشتم بفن
اس گھڑی ہمدرد میں تیرا ہوا ‖ اور طلب میں میں ہوا تجھ سے جدا

از تو میدزدی وصف شتر ‖ جان من دید آن خود شد چشم پر
چوری کرتا میں ترے وصف اونٹ کی ‖ ملک دیکھی جان نے تب سیری ہوئی

تا نیابیدم بودم طالبش ‖ پس کنون مغلوب شد زر غالبش
جب تلک پایا نہ تھا طالب نہ تھا ‖ تا نبا اب مغلوب زر غالب ہوا

سیئاتم شد ہمہ طاعات شکر ‖ ہزل شد فانی و جد اثبات شکر
سب بدی میری ہوئی طاعات شکر ‖ ہزل زائل اور سعی اثبات شکر

سیئاتم چون وسیلت شد بحق ‖ پس مزن بر سیئاتم ہیچ دق
جب بدی حق کا وسیلہ ہو گئی ‖ مت بدی پر کر مری طعنہ زنی

مر ترا صدق تو طالب کردہ بود ‖ مر مرا جد و طلب صدقے نمود
مجکو تیرے صدق نے طالب کیا ‖ اور طلب نے صدق بس مجکو دیا

صدق تو آورد در جستن ترا ‖ جستنم آورد در صدقے مرا
صدق تیرے نے تجھے دی جستجو ‖ جست میری لائی میرے صدق کو

تخم دولت از زمین میکاشتم ‖ سخرہ و بیگار می پنداشتم
تخم دولت میں زمین میں بوتا تھا ‖ اور بیگار اسکو میں تھا جانتا

آن نہ بد بیگار گشتے بد درست ‖ ہر یکے دانہ کہ کشتم صد برست
وہ نہ بیگار کھیتی خوب تھی ‖ ایک بویا سو اُگے دانے اُسکے

دزد سوے خانہ شد زیر دست ‖ چون در آمد دید کان خانہ خودست
ایک گھر میں چور جو مخفی گھسا ‖ اندر آ کر دیکھا گھر اپنا ہی تھا

گرم باش اے سرد تا گرمی رسد ‖ با درشتی ساز تا نرمی رسد
گرم ہو اے سرد تا گرمی ملے ‖ اور سختی پا کہ تا نرمی ملے

آن دو اشتر نیست آن یک اشتر یست ‖ تنگ آمد لفظ معنی بس پر ست
دو نہیں ہیں اونٹ وہ اک اونٹ ہے ‖ لفظ تنگ اور ہیں بہت معنی بھرے

لفظ در معنی ہمیشہ نارسان ‖ زان پیمبر گفت قد کل اللسان
لفظ معنی میں ہمیشہ نارسان ‖ ہے پیمبر نے کہا کل اللسان

نطق اسطرلاب باشد در حساب ‖ چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
ظاہر اسطرلاب سے ہووے حساب ‖ جانے کب مقدار چرخ و آفتاب

خاصہ چرخے کین فلک زان پرہ ایست ‖ آفتاب از آفتابش ذرہ ایست
چرخ ایسا جسکا گردون پرہ ایک ‖ آفتاب اسکے کا سورج ذرہ ایک

در بیان آنکہ در ہر نفسے فتنہ مسجد ضرار ست

بیان میں اُسکے کہ ہر نفس میں فتنہ مسجد ضرار ہے

چون پدید آمد کہ آن مسجد نبود ‖ خانہ حیلت بُد و دامِ جہود
جو ہوا ظاہر کہ وہ مسجد نہ تھی ‖ تھی جہودوں کی وہ اک جا مکر کی

۱؎ اس گھڑی الخ ۱۲ شعر اسی دم میں تیرا ہمدرد ہوا اور طلب میں تجھ سے میں جدا ہوا میں تیرے اونٹ کے وصف کی چوری کرتا تھا جان نے جب اپنی ملک دیکھی تب سیری ہوئی جب تک میں نے پایا نہ تھا میں طالب نہ تھا اب تانبا مغلوب اور زر غالب ہوا یعنی اب تک میں مقلد تھا اور تیرے پیچھے پیچھے پھرتا تھا اب اپنے اونٹ کو جو پایا محقق ہوا اور میری ملک مجکو ملی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲؎ سب بدی الخ ۱۲ شعر سب میری بدی طاعت ہوئی شکر جو ہزل دور اور سعی ثابت ہوئی شکر ہے جو میری بدی وسیلہ حق کا ہوئی تو میری بدی پر طعنہ زنی مت کر تیرے صدق نے تجھ کو جستجو دی اور میری جستجو میرے صدق کو لائی تخم دولت کا میں زمین میں بوتا تھا اور بیکار اسکو میں جانتا تھا وہ کھیتی بیکار نہ تھی بہتر تھی ایک بویا اور سو دانے اُگے آگے مثال ہے فافہم ۱۲ ۳؎ ایک گھر میں الخ ۱۲ شعر ایک گھر میں چور پوشیدہ گھسا اندر آ کر دیکھا کہ وہ اپنا ہی گھر تھا آگے حقائق اسکے ہیں اے سرد گرم ہو کہ تا گرمی ملے اور سختی پا کہ نرمی ملے دو اونٹ نہیں ہیں ایک ہے لفظ تنگ اور بہت معنی بھرے ہیں لفظ ہمیشہ معنے میں عاجز ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عرف ربہ فقد کل لسانہ یعنے جسنے اپنے رب کو پہچانا اسکی زبان گونگی ہوئی آگے اسکی مثال ہے اسطرلاب سے حساب ظاہر ہووے مگر مقدار چرخ و آفتاب کی کب ظاہر ہووے وہ بھی ایسا چرخ کہ جس کا یہ آسمان ایک پرہ ہے اور اسکے آفتاب کا یہ آفتاب ایک ذرہ ہے یعنی اسطرلاب لفظ اس آسمان معنی کو کب دریافت کر سکتا ہے پس ہر ایک نفس میں وہ مسجد ضرار کا فتنہ بھرا ہوا ہے چنانچہ اسکا حال آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۴؎ جو ہوا الخ شعر جو ظاہر ہوا کہ وہ مسجد نہ تھی جہودوں کی ایک جائے مکر کی تھی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

پس نبی فرمود کان را بر کنند / مطرح خاشاک و خاکستر کنند
صاحب مسجد چو مسجد قلب بود / دانہا بر دام ریزی نیست جود
گوشت کاندر شست تو ماہی رباست / آنچنان لقمہ نہ بخشش نے سخاست
مسجد اہل قبا کان بد جماد / انچہ کفو او نہ بد راہش نداد
در جمادات اینچنین حیفے نرفت / زد دران ناکفو امیر داد تفت
پس حقائق را کہ اصل اصلہاست / دانکہ آنجا فرقہا و فصلہاست
نے حیاتش چون حیات او بود / نے مماتش چون ممات او بود
گور او ہرگز چو گور او مدان / خود چہ گویم حال فرق آنجہان
بر محک آن کار خود اے مرد کار / تا نسازی مسجد اہل ضرار
پس بران مسجد کنان تسخر زدی / چون نظر کردی تو خود زیشان بدی

پس پیمبر نے کہا کھودو اسے / اور کرو گھورا خس و خاشاک سے
اہل مسجد مثل مسجد قلب تھے / دانہ رکھنا دام میں نے جود ہے
مچھلی پکڑے گوشت کانٹے میں لگا / ایسے لقمہ سے نہ بخشش نے سخا
تھی جماد اک مسجد اہل قبا / غیر کفو کو خود ہی نے آنے دیا
پس جمادوں میں نہ ظلم ایسا کیا / غیر کفو کو سوخت حضرت نے کیا
پس حقائق کو کہ اصل اصل ہے / جان اس جا فرق ہے اور فصل ہے
نے حیات اسکی ہے مثل اسکی حیات / نے ممات اسکی ہے کچھ ویسی ممات
گور اسکی گور اسکی سی نہ جان / کیا کہوں میں فرق رکھے وہ جہان
امتحان کر کام اپنے کا اے یار / مت بنا تو مسجد اہل ضرار
اہل مسجد پر تمسخر تو کرے / غور سے جو دیکھے تو انکیں سے ہے

حکایت آن چار ہندوان کہ باہم جنگ میکردند و از عیب خود بیخبر

حکایت ان چار ہندو کی کہ باہم لڑتے تھے اور اپنے عیب سے بیخبر تھے

چار ہندو در یکے مسجد شدند / بہر طاعت راکع و ساجد شدند
ہر یکے بر نیتے تکبیر کرد / در نماز آمد بہ مسکینی و درد
موذن آمد زان یکے لفظے بجست / کاے موذن بانگ کردی وقت ہست
گفت آن ہندوے دیگر از نیاز / ہے سخن گفتی و باطل شد نماز
آن سوم گفت آن دوم را کاے عمو / چون زنی طعنہ باو خود را بگو

چاروں ہندو ایک مسجد میں گئے / جا وہاں پر ساجد و راکع ہوئے
سب نے اک نیت پہ کی تکبیر کی / در نماز الحاح و زاری سے پڑھی
موذن آیا ایک بولا انمیں سے / اے موذن بانگ دی کیا وقت ہے
بولا ہندو دوسرا بہر نیاز / ہیں نہ کر باتیں ہوئی باطل نماز
تیسرے نے دوسرے سے پھر کہا / طعنہ مت دے اسکو اپنی کہہ ذرا

لہ پس پیمبر نے الخ۔ اشعر پیغمبر نے فرمایا کہ اس کو کھودو اور گھورا خس وخاشاک سے کرو اہل مسجد کے قلب مثل مسجد کے قلب تھے دام میں دانہ رکھنا بخشش نہیں ہے آگے مثال ہے مچھلی پکڑنے کو گوشت کانٹے میں لگاتے ہیں ایسے لقمہ سے نہ بخشش ہے نہ سخا ہے مسجد اہل قبا جماد تھی مگر غیر کفو کو خود ہی نہیں آنے دیا پس جمادوں میں ایسا ظلم نہیں ہوا اور غیر کفو کو حضرت نے سوخت کر دیا پس حقائق کو کہ اصل کی اصل ہے تو جان کہ اس جگہ فرق ہے اور فصل نہ اسکو حیات ہے مثل اسکے حیات کے اور نہ اسکو موت ہے مثل اسکی موت کے یعنے مومن منافق کے حقائق میں بھی فرق ہے اسکے حقائق اور ہیں اسکی گور اسکی گور کے مثل جان میں کیا کہوں کہ فرق ہے اس جہان میں اور اس جہان میں امتحان اپنے جسم کا کر و مت بنا اپنے باطن کو مسجد اہل ضرار تو اہل مسجد پر تمسخر کرے اور غور سے دیکھے تو خود اُن میں سے ہے یعنی تیرا نفس خود منافق ہے تو اس کی اصلاح کر جیسے وہ چاروں یار باہم لڑتے تھے اور اپنا عیب نہیں دیکھتے تھے چنانچہ اس کا حال آگے مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ٭ چار ہندو الخ ۳ شعر چار ہندو ایک مسجد میں گئے سجدہ اور رکوع کرنے کے لئے سب نے ایک نیت پر تکبیر کی اور نماز الحاح وزاری سے پڑھی ایک موذن آیا ایک اُن میں سے بولا اے موذن بانگ دے کیا وقت ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔ ۳؎ بولا ہندو الخ ۲ شعر دوسرے ہندو نے ازراہ نیاز کہا نماز میں باتیں مت کر نماز باطل ہوتی ہے تیسرے نے دوسرے سے کہا کہ طعنہ اس کو مت کر اور اپنی حقیقت ذرا کہہ چوتھے نے کہا الحمد للہ میں تینوں کے مانند چاہ میں نہیں گرا پس اُن چاروں ہندو کی نماز تباہ ہوئی کہ اکثر عیب گو راہ گم کرتے ہیں آگے اسکے حقائق ہیں فافہم ۱۲۔

آن چہارم گفت حمد اللہ کہ من — درنیفتادم بچہ چون آن سہ تن
بولا وہ چوتھا کہ حمد للہ مین — نے گرا تینون کے مثل اب چاہ مین

پس نماز ہر چہاران شد تباہ — عیب گویان بیشتر گم کردہ راہ
ہوئی نمازان چار بندون کی تباہ — عیب گو اکثر کہ گم کرتے ہین راہ

ای خنک جانے کہ عیب خویش دید — ہر کہ عیبے دید آن بر خود خرید
جان وہ بہتر کہ دیکھے اپنا عیب — عیب اپنا جانے دیکھے جسکا عیب

زانکہ نیمے او ز عیبستان بدست — وان دگر نیمش ز غیبستان بدست
کیونکہ آدھا وہ تو عیبستان سے ہے — دوسرا آدھا وہ غیبستان سے ہے

چونکہ بر سر مر ترا دہ ریش ہست — مرہمت بر خویش باید کار بست
سر کے اوپر زخم دس جو ہین ترے — رحم کرنا اپنے اوپر چاہیے

عیب کردن ریش را داروی اوست — چون شکستہ گشت جای ارحموست
اسکی دارو عیب کرنا زخم کا — رحم کی جا ہے شکستہ جو ہوا

گر ہمان عیبت نبود ایمن مباش — بو کہ آن عیب از تو گردد نیز فاش
گر تجھے نے عیب وہ بے غم نہ ہو — عیب تجھ سے ہو کہین ظاہر نہ وہ

لا تخافوا از خدا نشنیدہ — پس چہ خود را ایمن و خوش دیدہ
لا تخافوا تونے حق سے نے سنا — کسلیے بے غم وخوش خود کو رکھا

سالہا ابلیس نیکونام زیست — گشت رسوا بین کہ او را نام چیست
بس رہا ابلیس برسون نیکنام — دیکھ وہ رسوا ہوا انجام کام

در جہان معروف بد علیای او — گشت معروفی بعکس ای وای او
برتری عالم مین مشہور اسکی تھی — اسکی وہ شہرت بس الٹی ہو گئی

تا نہ ایمن تو معروفی مجو — پاک از خوف پس از امن گو
تا نہ بیغم ہو تو مت مشہور ہو — خوف سے چھوٹے رجا سے تب کہو

تا نروید ریش تو ای خوش ذقن — بر دگر سادہ زنخ طعنہ مزن
جبتلک داڑھی نہین نکلے تری — سادہ رویون پر نہ کر طعنہ زنی

این نگر کہ مبتلا شد جان او — در چہے افتاد تا شد پند تو
دیکھ جان اسکی بلا مین جب پھنسی — تب ہدایت اس سے تجکو بس ہوئی

تو نیفتادی کہ باشی پند او — زہر او نوشید تو خور قند او
نے پھنسا تو کہ ہدایت اسکو ہو — اسنے کھایا زہر تو کھا قند کو

قصد کردن ترکان غزان در خون مردے کہ تا دیگران بترسند

قصد کرنا ترکان غزان کا ہلاکت مین ایک مرد کی کہ تا دوسرون کو خوف ہو

آن غزان ترک خونریز آمدند — بہر یغما در یکے دہ در شدند
وہ غزان ترک جو خونریز تھے — لوٹنے کو ایک گاؤن مین گئے

لے جان وہ الخ ۳ شعر اسکو بہتر جان کہ جو اپنا عیب دیکھے وہ جس کا عیب دیکھے اسے اپنا عیب جانے کیونکہ وہ آدھا عیبستان سے ہے دوسرا آدھا وہ غیبستان سے ہے تیرے سر پر جو دس زخم ہین تو اپنے اوپر رحم کرنا چاہیے اس کی دارو عیب کرنا اسکے زخم کا رحم کی جا ہے کہ جو شکستہ ہوا اگر تجھ مین وہ عیب نہین ہے تو بے غم نہ ہو کہ کہین وہ عیب تجھ سے ظاہر نہ ہووے مت خوف کر یہ تونے حق سے نہین سنا ہے کس لئے بے غم وخوش آپ کو رکھتا ہے آگے مثال ہے ابلیس برسون نیکنام رہا ہے دیکھ کہ انجام کار بدنام ہوا ہے اس کی برتری عالم مین مشہور تھی اس کی وہ شہرت سب الٹی ہو گئی جب تک تو بے غم مشہور نہ ہو یعنی حق تعالی نے اہل خوف کو کہا ہے کہ مت خوف کر دلیس تو خوف سے خود کو آراستہ کر اسوقت بے خوف ہونا تیرا درست ہے ورنہ مانند ابلیس کے تو انجام مین بدنام ہوئے گا باقی مثال اس کی آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ے جبتلک الخ ۳ شعر جبتلک تیری داڑھی نہین سادہ رویون پر طعنہ نہ مار تو دیکھ کہ جان شیطان کی جب بلا مین پھنسی تب تجکو اس سے ہدایت ہوئی تو نہین پھنسا ہے کہ اس کو ہدایت ہو اس نے کھا زہر کھایا تو قند کھا یعنی ابلیس بلا مین گرفتار ہوا تو عبرت اس سے پکڑ ے راستی اختیار کر اگر آگے اس نے زہر کھایا ہے تو اسکے برعکس قند کھا کیونکہ ایک سے دوسرے کو عبرت ہوتی ہے جیسے ترکان غزان نے ایک کو ہلاک کیا کہ دوسرے کو عبرت ہو ـــــ آگے مثال مین بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲ سے وہ غزان الخ ۱ شعر وہ ترکان غزان کہ جو خونریز تھے ایک گاؤن مین لوٹنے کو گئے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

دو کس از اعیان آن دہ یافتند
دست بستندش کہ قربانش کنند

قصد خون من بچہ رو می کنید
چیست حکمت چہ غرض زین کشتنم

گفت تا ہیبت برین یارت زند
گفت آخر او ز من مسکین تر ست

گفت چون وہم است ما ہر دو یکیم
خود ورا بکشید اول اے شہان

پس کرشمہائے الہی بین کہ ما
آخرین قرنہا پیش از قرون

تا ہلاک قوم نوح و قوم ہود
گشت ایشان را کہ تا ترستم از و

در ہلاک آن پلے بشتافتند
گفت اے شاہان و ارکان بلند

از چہ آخر تشنہ خون منید
چونکہ من درویشم و عریان تنم

تا بترسد او و زر پیدا کند
گفت تا صد گواہ است او ازر ست

در مقام احتمال و در شکیم
تا بترسیم من و ہم زر فشان

آمدیم آخر زمان در انتہا
در حدیث ست آخرون السابقون

عارض رحمت بجان ما نمود
در نخود این برعکس کردی اے تو

پکڑا اس گاؤں کے دو سردار کو
ہاتھ باندھا تا کرین اسکو ہلاک

قتل کرتے ہو مجھے کسواسطے
کیا ہلاکت میں مری حکمت رکھی

بولا اس سے یار تیرا تا ڈرے
بولا وہ مفلس زیادہ مجھ سے ہے

بولا یہ ہے وہم یہ ہم ایک ہیں
پہلے اب تم مارو اسکو ای شہان

پس خدا کا فضل یہ دیکھو کہ ہم
پہلے قرنون سے یہ پچھلے ہیں قرون

تا عذاب قوم نوح و ہود سے
مارا انکو تا کہ ہم اس سے ڈرین

مارتے تھے ایک کو انمیں سے دو
بولا وہ انسے کہ اے شاہان پاک

تشنہ خون ہو مرے تم کس لیے
میں ہون درویش اور مجکو مفلسی

اور ڈر سے زر کو یہ ظاہر کرے
بولے یہ آسودہ ہم ہین جانتے

احتمال و شک ہین یہ ہے اور ہین
تا کہ ڈر سے دون یقین زر کا نشان

آئے ہین آخر زمانہ میں اتم
ہے خبر میں آخرون السابقون

پایا رحمت کو ہماری جان نے
گر کرے برعکس تو ہین حسرتین

بیان حال خود پرستان و ناشکران از نعمت وجود انبیا و اولیا

بیان حال خود پرستون و ناشکرون کا نعمت وبخشش انبیا و اولیا سے

ہر کہ از ایشان گفت از عیب و گناہ
وز سبک داری فرمانہائے او

وز دل چون سنگ و از جان سیاہ
وز فراغت از غم فرداے او

جسنے عیب انبیا ظاہر کیا
اور ہلکا رکھنا انکے حکم کو

سنگدل اور تیرہ جان انکو کہا
اور نڈر محشر سے رکھنا آپ کو

[1] پکڑا الخ ۱۰ شعر اس گاؤں کے دو سردار کو پکڑا ان میں سے ایک کو دو مارتے تھے ہاتھ باندھا تا کہ اسکو ہلاک کریں اسنے کہا کہ اے شاہان پاک تم مجھے قتل کس واسطے کرتے ہو اور میرے تشنہ خون کے تم کسلیئے ہو میری ہلاکت میں کیا حکمت ہے میں درویش ہوں اور مجھ کو مفلسی ہے کہا اُسنے کہ تا یہ تیرا یار ڈرے اور ڈر سے مال ظاہر کردے اس نے کہا کہ وہ مفلس زیادہ مجھ سے ہے کہا انھوں نے کہ وہ آسودہ ہے ہم جانتے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲
[2] بولا الخ ۸ شعر کہا یہ وہم ہے اور یہ اور ہم ایک ہیں مقام احتمال اور شک ہیں اول اسکو مارو تا کہ ڈر سے زر کا نشان بتاوے آگے حقائق اس کے ہیں فیصلہ خدا کا دیکھ کہ ہم آخر زمانہ میں آئے ہیں پہلے قرنوں سے یہ پچھلے قرن ہیں حدیث میں آخرون السابقون یعنی پچھلے اگلے ہیں اگر عذاب قوم نوح اور ہود سے ہماری جان نے رحمت کو پایا انکو مارا کہ ہم اُن سے ڈریں اگر برعکس ہوتا ہم کیا کر سکتے یعنے امت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اسواسطے بعد کیا کہ اگلی امتوں کا حال دیکھ کر نافرمانی نہ کریں اور عبرت کریں اسی واسطے یہ امت مرحومہ ہوئی اور بقول حضور یہ پچھلے اگلے ہیں کیونکہ قطار کی روانگی میں ہنگام پلٹ جانے کے جانب اصل کے پچھلے اگلے ہوجاتے ہیں پس یہ امت ہنگام لوٹنے کے اگلی امتوں کے آگے ہوگی اس واسطے حضور نے فرمایا ہے کہ آخرون السابقون ہیں اور اگر برعکس کرتا تو نقصان تھا آگے اس کی مثال فرماتے ہیں فافہم ۱۲
[3] جس نے الخ ۲ شعر جسنے عیب نبیوں کا ظاہر کیا سنگدل اور تیرہ جان ان لوگوں کا انکے حکموں کو ہلکا رکھنا اور نڈر محشر سے رہنا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

ورہوس وز عشق این دنیاے دون	چون زنان مر نفس را بودن زبون	اور[1] اس دنیا کی عشق و حرص سے	تابع دل ہونا جون عورات کے
آن نفور از گفتہاے ناصحان	وان رمیدن از لقاے صالحان	ناصحون کے قول کو نا ماننا	اور لقاے صالحون سے بھاگنا
بادل و با اہل دل دیوانگی	باشہان تزویر در روبہ شانگی	ہونا بس دیوانہ دل والونکے ساتھ	مکر و حیلہ کرنا بس شاہونکے ساتھ
سیر چشمان را گدا پنداشتن	وز حسدشان خفیہ دشمن داشتن	اور آسودونکو مفلس جاننا	اور حسد سے خفیہ دشمن ماننا
گر پزیرد خیر تو گوئی گداست	ورنہ گوئی زرق و مکرست و دغاست	گر[2] کوئی خیرات لے کہوے گدا	ورنہ کہوے کہ ہی یہ مکر و دغا
گر در آمیزد تو گوید طامع است	ورنگوئی در تکبر مولع است	گر ملے آکر تو طامع تو کہے	ورنہ یہ کہوے تکبر ہے اسے
گر تحمل کرد گوئی عاجزست	در غیور آمد تو گوئی گر بزاست	گر تحمل ہووے تو عاجز کہے	گر غیور آئے کہے بیہودہ ہے
یا منافق وار عذر آرے کہ من	ماندہ ام در نفقۂ فرزند و زن	یا منافق وار عذر اک تو کرے	کہ ہوں عاجز نفقۂ فرزند سے
نے مرا پرواے سر خاریدنست	نے مرا پرواے دین ورزیدنست	ہے نہ سر کھجلانیکی فرصت مجھے	اور نہ ہے دین پانیکی فرصت مجھے
اے فلان مارا بہمت یاد دار	تا شویم از اولیا پایان کار	یاد رکھ ہم کو دعاؤں سے تو یار	ہووین تا ہم اولیا انجام کار
این سخن نے ہم ز درد و سوز گفت	خوابناکے ہرزہ گفت و باز خفت	یہ کہیں باتیں نہ سوز و درد سے	جیسے سوتا خواب میں برّاے ہے
ہیچ چارہ نیست از قوت عیال	از بن دندان کنم کسب حلال	چھٹ[3] نہیں سکتا ہی جو قوت عیال	کرتا ہوں محنت سے میں کسب حلال
چہ حلال از گشتہ از اہل ضلال	غیر خون تو نمی بینم حلال	کیا حلال اے شامل اہل ضلال	جز ترے خون کے نہ جانوں میں حلال
از خدایت چارہ است از قوت نے	چارہ است از دین از طاغوت نے	حق سے چارہ قوت جسمی ہے نہیں	دین سے چارہ بت پرستی ہے نہیں
اے کہ صبرت نیست از دنیاے دون	صبر چون داری ز نعم الماہدون	صبر دنیا سے نہیں تو کر سکے	صبر نعم الماہدون سے کیونکہ ہے
اے کہ صبرت نیست از ناز و نعیم	صبر چون داری ز اللہ کریم	ناز و نعمت سے نہ تجکو صبر ہے	صبر کیونکر تو رکھے اللہ سے
اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن	صبر چون داری ز حی ذو المنن	صبر تجکو نے زن و فرزند سے	صبر تجکو کیونکر اس خاوند سے

[1] اور اس دنیا الخ یہ شعر اور دنیا کے عشق و حرص سے مانند عورتوں کے تابع نفس ہونا اور ناصحوں کے قول کو نہ ماننا و صالحوں کے لقا سے بھاگتا اہل دل کے ساتھ دیوانہ ہونا شاہوں کے ساتھ حیلہ کرنا اور آسودوں کو مفلس جانتا اور حسد سے پوشیدہ دشمن ماننا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] اگر کوئی الخ یہ شعر اگر کوئی خیرات لیوے تو اسے گدا کہوے کہ یہ مکروہ ہے اگر کوئی ملے تو اسے طامع کہے ورنہ کہے کہ اسے تکبر ہے اگر تحمل ہووے تو اسے عاجز کہے اگر غیور آئے تو بیہودہ کہے یعنی اے منافق تو بسبب غلبہ یا دیوانگی نسبت بد طینتی سے یہ نہیں لگاتا ہے اور انکی ہدایت کو صادق جانتا ہے منافقوں کے مانند ایک تو عذر کرے کہ میں عاجز ہوں نفقہ زن و فرزند سے کہ سر کھجلانے کی فرصت نہیں ہے اے یار تو ہم کو دعا سے یاد رکھ تا انجام کو ہم اولیا اللہ ہووین یہ بات اس نے سوز و درد سے نہیں کہی جیسے سوتا خواب میں برّاتا ہے یعنے وہ منافق اسیطرح باتیں کرتے ہیں بے خواہش و بے جگر باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] چھٹ الخ یہ شعر جو قوت عیال چھٹ نہیں سکتا ہے پس میں محنت سے کسب حلال کرتا ہوں آگے مقولہ مولانا کا ہے کسب حلالی اے شامل گمراہوں کے کیا چیز ہے میں تیرے خون کے سوا حلال نہیں جانتا ہوں حق سے چارہ ہے اور قوت جسمانی سے چارہ نہیں ہے دین سے چارہ ہے اور بت پرستی سے چارہ نہیں ہے تو دنیا سے صبر نہیں کر سکتا پس کیونکر نعم الماہدون سے صبر کرے گا یعنے اچھا بچھونا ہم نے تجھ کو ناز و نعمت سے صبر نہیں ہے تو کیونکر اللہ سے صبر رکھ سکتا ہے تجھ کو صبر زن و فرزند سے نہیں کیونکر تجھ کو صبر اس خاوند سے ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

ایکہ می گوئی خدا بخشد ترا ۔ آن فریب غول میدان بر ترا
کو خلیلے کو برون آمد ز غار ۔ گفت ہٰذا رب ہان کو کردگار
من نخواہم در دو عالم بنگریست ۔ تا ندانم این دو مجلس آن کیست
بے تماشائے صفتہائے خدا ۔ گر خورم نان در گلو گیرد مرا
چون گوارد لقمہ بے دید او ۔ بے تماشائے گل گلزار او
جز بامید خدا زین آبخور ۔ کہ خورد یک لقمہ غیر گاؤ خر
آنکہ کالانعام بد بل ہم اضل ۔ گرچہ پر مکرست آن گندہ بغل
مکر او سر زیر او سر زیر شد ۔ روزگارے برد و روزش دیر شد
فکر کاہش کند شد عقلش خرف ۔ عمر شد چیزے ندارد چون الف
انچہ میگوید درین اندیشہ ام ۔ اینہم از دستان این نفس ست ہم
وانچہ میگوید غفورست و رحیم ۔ نیست جز آن حیلۂ نفس لئیم
اے ز غم مردہ کہ دست از نان تہی است ۔ چون غفورست و رحیم این ترس چیست

تو جو کہتا ہے خدا بخشے تجھے ۔ وہ فریب غول ہے تو جان لے
ہے خلیل اللہ کہ نکلے غار سے ۔ بولا ہٰذا رب کہاں اللہ ہے
چاہتا ہوں دید دو عالم نہیں ۔ تا نہ جانوں یہ دو
بے تماشائے صفات اللہ کے ۔ روٹی گر کھاؤں گلے میں پس پھنسے
کب مزا دے کھانا بے دیدار یار ۔ بے تماشائے گل و گلزار یار
اس جہان سے بغیر امید خدا ۔ کون کھانا کھائے گا و خر سوا
وہ کہ کالانعام ہے بل ہم اضل ۔ گرچہ ہے پر مکر وہ گندہ بغل
مکر اس کا اور وہ اوندھا ہوا ۔ دن گئے اسکے نہ دن باقی رہا
عقل سست اور فکر کند اسکی ہوئی ۔ عمر گذری کچھ نہ چیز اسکی رہی
یہ جو کہتا ہے کہ اندیشہ میں ہوں ۔ یہ بھی ہے اک ور مکر نفس دوں
کہتا ہے جو کچھ غفور اور ہے رحیم ۔ ہے نہ وہ جز حیلۂ نفس لئیم
غم سے تو مردہ کہ نے روٹی رکھے ۔ جو رحیم اب ہے تو پھر ڈر کس لئے

حکایت کردن پیرے پیش طبیب از رنجوری خود وجواب او

حکایت کرنا ایک بوڑھے کا آگے طبیب کے بیماری اپنی سے اور جواب دینا اُس کا

گفت پیرے مر طبیبے را کہ من ۔ در زحیرم از دماغ خویشتن
گفت از پیری ست آن ضعف دماغ ۔ گفت در چشمم ز ظلمت ہست داغ

بولا اک پیر اک طبیب نیک سے ۔ درد سر سے مجکو بس تکلیف ہے
بولا پیری سے ہے وہ ضعف دماغ ۔ بولا تاریکی سے آنکھوں میں ہے داغ

لہ تو جو الخ ۵ تو جو کہتا ہے کہ تجھے خدا بخشے تو جان لے کہ وہ فریب غول ہے خلیل اللہ نہیں ہے کہ غار سے نکلے ہٰذا رب کہے اللہ کہاں ہے اللہ عالم نہیں چاہتا ہوں تا نہ جانوں میں کہ یہ دو عملی کس کی ہے بغیر دیکھے صفات اللہ کے اگر روٹی کھاؤں گلے میں پھنسے گیا مزا کھانا دے بغیر دیدار یار کے اور بے سیر گل وگلزار یار کے آگے اس کے حقائق ہیں فافہم ۱۲ ؎ اس جہان سے الخ ۷ شعر بغیر امید خدا کے اس جہان سے کون کھانا گاؤ و خر کے سوا کھائے پس وہ ہے ترجمہ: مثل چوپایوں کے بلکہ ان سے بھی گمراہ سوا ہے اگرچہ وہ پر مکر گندہ بغل ہے اس کا مکر اور وہ اوندھا ہوا اسکی عمر گئی اور دن باقی نہ رہا عقل سست اور فکر کند اس کی ہوئی عمر گذری اور کچھ چیز نہ رہی اور یہ جو کہتا ہے کہ میں اندیشہ میں ہوں یہ بھی مکر وحیلہ نفس کمینہ کا ہے جو کچھ کہتا ہے کہ وہ غفور و رحیم ہے وہ نہیں ہے بجز حیلۂ نفس لئیم کے غم سے تو مردہ ہے کہ نے روٹی رکھے اور جو رحیم ہے تو پھر ڈر کس لئے ہے یعنی از راہ مکر وحیلہ کے ہر کام کو خدا پر حوالہ کرتا ہے یہ سب اس کے نفس کا دھوکہ ہے انسان کو چاہیے کہ حتی الامکان امور دنیا میں خود کوشش کرے اور اس کوشش کو خدا کے حوالے کرے نہ کہ بے کوشش ہر کام خدا پر رکھے جیسے طبیب نے ہر مرض پیر کو حوالۂ پیری کیا اور خود معالجہ نہ کیا چنانچہ اس کا آگے مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۳؎ بولا الخ ۲ شعر کہا اک پیر نے ایک طبیب سے درد سر سے از بس مجکو تکلیف ہے کہا پیری سے ہے وہ ضعف دماغ بولا آنکھوں میں تاریکی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

گفت از پیری است ای شیخ قدیم
گفت از پیری است ای شیخ نزار
گفت ضعف معدہ ہم از پیری است
گفت آری انقطاع دم بود
گفت کم شد شہوتم یک بارگی
گفت پایم سست شد از رہ بماند
گفت پشتم چون کمانے شد دوتا
گفت تاریک است چشمم اے حکیم
گفت اے احمق برین بر دوختی
اے مدمغ عقلت این دانش نداد
تو خر احمق ز اندک مایگی
پس طبیبش گفت کاے عمر تو شصت
چون ہمہ اجزا و اعضا شد نحیف
بر نتابد دو سخن زان ہے کند
جز مگر پیری کہ از حق است مست
از برون پیر ست در باطن صبی
گر نہ پیدا اند پیش نیک و بد
در نمیدانند شان علم الیقین

گفت پشتم درد می آید عظیم
گفت ہرچہ میخورم نبود گوار
گفت وقت دم مرا دم گیری است
چون رسد پیری دو صد علت شود
گفت از پیری ست این بیچارگی
گفت از پیری ست در کنجت نشاند
گفت از پیری است این رنج و عنا
گفت کز پیری است اے مرد علیم
از طبیبی تو ہمین آموختی
کہ خدا ہر درد را درمان نہاد
بر زمین ماندی ز کوتہ پایگی
این غضب وین خشم ہم از پیری است
خویشتن داری و صبرت شد نحیف
تاب یک جرعہ ندارد قے کند
در درون او حیات طیبہ است
خود چہ چیز است آن ولی آن نبی
چیست با ایشان خسان را این حسد
چیست این بغض و حیل سازی و کین

بولا پیری سے ہے اے شیخ قدیم
بولا پیری سے ہے اے شیخ نزار
بولا ضعف معدہ بھی پیری سے ہے
بولا سچ ہے کیوں نہ دم تیرا رکے
بولا میری شہوت اب کم ہو گئی
بولا میرے پاؤں چلنے سے تھک گئے
بولا میری پشت ٹیڑھی ہو گئی
بولا دھند ہے آنکھ میں میری حکیم
بولا اے احمق تو یہ کہتا ہے کیا
اے تجھے یہ عقل نے دانش نہ دی
تھوڑی پونجی سے تو اے احمق گدھے
پس طبیب نیک نے اس سے کہا
جو ترے اعضا ہوئے ہیں سب نحیف
نے تحمل دو سخن کا تو رکھے
بس سوا اس پیر کے جو مست ہے
پیر ظاہر طفل ہے وہ باطنا
نے ہیں ظاہر نیک و بد کے سامنے
گر نہیں وہ جانتے علم الیقین

بولا ہے درد کمر مجکو عظیم
بولا جو کھاتا ہوں ہوتی ناگوار
بولا میری سانس آنے میں رکے
جو کہ پیری باعث صد عیب ہے
بولا پیری سے ہے یہ بیچارگی
بولا پیری سے یہ گوشہ گیری ہے
بولا پیری سے یہ رنج و عاجزی
بولا پیری سے ہے اے مرد علیم
اور طبابت سے یہی سیکھا ہے کیا
کہ دوا ہر درد کی حق نے رکھی
کوتہ قدمی سے زمین پر تو رہے
یہ بھی پیری سے ہے اب غصہ ترا
ہو گیا صبر و تحمل بس ضعیف
گھونٹ پی سکتا نہیں قے ہے کرے
اور حیات پاک وہ دل میں رکھے
کیا ہے وہ اک اولیا و انبیا
پھر حسد نا کس کا ان سے کس لیے
کس لیے کرتے ہیں حیلہ بغض و کین

له بولا الخ ۵ شعر اے شیخ قدیم بولا درد کمر ہے مجکو عظیم کہا پیری سے ہے اے شیخ نزار بولا جو کھاتا ہوں ناگوار ہوتا ہے کہا پیری سے ضعف معدہ ہے
کہا میری سانس آنے میں رکتی ہے کہا سچ ہے تیرا دم کیوں نہ رکے جو کہ پیری باعث صد عیب ہے کہا میری شہوت کم اب ہو گئی ہے
بولا پیری سے یہ حال و بیچارگی ہے باقی حال اس کا آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ له بولا الخ ۴ شعر کہا میرے
پانوں چلنے سے تھک گئے بولا پیری سے یہ گوشہ گیری ہے کہا میری پشت ٹیڑھی ہو گئی بولا پیری سے یہ رنج و
عاجزی ہے کہا میری آنکھ میں دھند ہے اے حکیم بولا پیری سے ہے اے مرد علیم کہا اے احمق تو جو یہی کہتا ہے اور طبابت سے
بھی کچھ سیکھا ہے اے تجکو عقل نے دانش نہیں دی کہ دوا ہر درد کی حق نے رکھی ہے تھوڑی پونجی سے تو اے احمق گدھے کوتہ قدمی سے زمین پر
ہے یعنی حق نے ہر ایک درد کی دوا علیحدہ علیحدہ رکھی ہے اور تو ہر ایک مرض کو پیری ہی سے بتاتا ہے اسی طرح عاقل دنیا ہر ایک کام میں
خود کوشش نہیں کرتا ہے اور خدا پر رکھتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ له پس طبیب نیک نے الخ ۷ شعر پس اس سے طبیب نیک نے
کہا یہ بھی پیری کے سبب تجکو غصہ ہے جو اعضا تیرے ضعیف ہوئے ہیں صبر و تحمل بھی ضعیف ہوا اے تو تا دو باتوں کا تحمل نہیں کر ا گھونٹ نہیں پی
سکتا ہے قے کرتا ہے آگے حقائق ہیں اس پیر کے جو حق سے مست ہے اور حیات پاک وہ دل میں رکھتا ہے ظاہر میں پیر اور باطن میں
طفل ہے وہ کون ہیں انبیا اور اولیا ہیں وہ نیک و بد کے روبرو ظاہر نہیں ہیں پھر حسد نا کس کا ان سے کس لیے ہے اگر وہ علم الیقین
نہیں جانتے ہیں تو عام نے واسطے حیلے بعض کینے کرتے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

ور ہمی دانند بعث و رستخیز — چون زنندی خویش بر شمشیر تیز
اگر یہ جانتے ہیں حشر و نشر — ڈالتے ہیں خود کو ہیں کیوں شمشیر پر

بر تو میخندد و مبین اورا چنان — صد قیامت در درونستش نہان
ہنستے ہیں اگر تجھ پر تو جان انبیا ایسا نہیں — سو قیامت مخفی اُنکے دل میں ہیں

دوزخ و جنت ہمہ اجزای اوست — ہرچہ اندیشی تو آن بالای اوست
دوزخ و جنت اجزا اُنکے سب — جو تو سوچے ہیں وہ بالا اس سے اب

ہرچہ اندیشی پذیرای فناست — وانکہ در اندیشہ ناید آن خداست
سوچتا ہے جو کہ تو وہ ہے فنا — سو جو نہ آئے سمجھ میں وہ خدا

بر در این خانہ گستاخی ز چیست — گر ہمی دانند کاندر خانہ کیست
در پہ گستاخی ہے گھر کس لیے — گر یہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے

ابلہان تعظیم مسجد می کنند — در جفای اہل دل جد میکنند
کرتے ہیں تعظیم مسجد ابلہان — اہل دل کو دیتے ہیں تکلیف جان

آن مجاز است این حقیقت ای خران — نیست مسجد جز درون سروران
وہ مجاز اور یہ حقیقت ہے خران — ہے نہ مسجد جز بطون سروران

مسجدی کو اندرون اولیاست — سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست
وہ جو مسجد ہے درون اولیا — سجدہ گہ سب کی ہے اور وان ہی خدا

تا دل مرد خدا نامد بدرد — ہیچ قومی را خدا رسوا نکرد
اہل دل کا جب تلک نہ دل دکھا — حق نے ۔نے اس قوم کو رسوا کیا

قصد جنگ انبیا میداشتند — جسم دیدند آدمی پنداشتند
قصد جنگ انبیا وہ رکھتے تھے — جسم دیکھا اور بشر تھے جانتے

در تو ہست اخلاق آن پیشینیان — چون نمی ترسی کہ تو باشی ہمان
تجھ پہ بھی اخلاق ان اگلوں کی ہے — کیوں نہیں ڈرتا کہ تو وہ ہی بنے

عادت آن ناسپاسان در توست — ناید از ہر دلو از چہ درست
عادت اُن نالائقوں کی تجھ میں ہے — نے درست ہر ڈول نکلے چاہ سے

آن نشانیہا ہمہ چون در تو ہست — چون وز ایشانی کجا خواہی برست
وہ نشانی جو کہ بالکل تجھ میں ہے — جو تو اُن میں سے ہی کب تو بچ سکے

قصہ کودکے کہ در پیش تابوت پدر مے نالید وسخن جوجی

قصہ اُس لڑکے کا کہ باپ کے جنازے کے آگے روتا اور کہنا جوجی کا

کودکے در پیش تابوت پدر — زار می نالید و بر میکوفت سر
ایک لڑکا پیش تابوت پدر — روتا تھا اور پیٹتا تھا اپنا سر

کاے پدر آخر کجایت می برند — تا ترا در زیر خاکی بسپرند
اے پدر تجکو کہاں لیجاتے ہیں — تاکہ نیچے خاک کے تجکو رکھیں

لہ ایسے الخ یہ شعر اگر ایسے ہی جاسد ہیں حشر و نشر جانتے ہیں پھر خود کو شمشیر پر کیوں ڈالتے ہیں انبیا ہنستے ہیں تجھ پر تو انہیں ایسا جان کہ انکے دل میں سو قیامتیں پوشیدہ ہیں ان کے سب اجزا دوزخ و جنت ہیں تو وہ اس سے بالا ہیں جو تو سوچتا ہے اسکو فنا ہے جو تیری سمجھ میں نہ آئے وہ خدا ہے تو گھر کے دروازے پر گستاخی کیسلئے کرتا ہے اگر یہ تو جانتا ہے کہ گھر میں کون ہے یعنی اس خانہ تن کے در پر گستاخی کیوں کرتا ہے تو جانتا نہیں کہ اس گھر میں حق ہے آگے مثال ہے احمق تعظیم مسجد کی کرتے ہیں اور اہل دلکو تکلیف جان کی دیتے ہیں وہ مجاز ہے اور یہ حقیقت ہے اور باطن اولیا کے میں مسجد ہے یعنی دل اولیا مسجد ہے کیونکہ یہ مسجد مجازی اور یہ دل اولیا مسجد حقیقی ہے پس تعظیم اہل دل کی کرنا چاہیئے باقی حال مسجد کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ لہ وہ عم الخ یہ شعر وہ مسجد جو اولیا کے اندر ہے سب کی سجدہ گاہ ہے اور وہاں خدا ہے اہل دل کا جبتک دل نہ دکھایا حق نے اس قوم کو رسوا نہیں کیا وہ انبیا سے قصد جنگ کا رکھتے تھے جسم کو دیکھتے اور بشر جانتے تھے تجھ میں اگلوں کی بد اخلاقی ہے تو کیوں نہیں ڈرتا ہے کہ وہ تو ہی ہے تجھ میں عادت اُن نالائقوں کی ہے ہر ڈول درست چاہ سے نہیں نکلتا ہے وہ نشانی کہ جو تجھ میں ہے ان میں نہیں ہے اور تو کب بچ سکے یعنی وہ منافق جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بشر جانتے تھے اور مقابلہ جنگ کا کرتے تھے پس تجھ میں بھی وہی بد اخلاقی ان منافقوں کی ہے پس تو ان نشانیوں سے کب بچ سکتا ہے چنانچہ آگے نشانیوں کا حال جو جوجی کے قصہ میں ہے مثالاً فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۳ لہ ایک لڑکا الخ ۲ شعر ایک لڑکا اپنے باپ کے تابوت کے آگے روتا تھا اور سر پیٹتا تھا اور کہتا تھا کہ اے پدر تجکو کہاں لئے جاتے ہیں تاکہ خاک کے نیچے تجھے رکھیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

می برندت خانۂ تنگ و زحیر ‌ نے درو قالین و نے فرش حصیر
نے چراغ در شب و نے روزنان ‌ نے دران بوئے طعام و نے نشان
نے درش معمور و نے سقف و نہ بام ‌ نے دران بہر ضیائے ہیچ جام
نے دران از بہر مہمان آب و چاہ ‌ نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ
جسم تو کہ بوسہ گاہ خلق بود ‌ چون شود در خانۂ کور و کبود
خانۂ بے زینہار و جائے تنگ ‌ کاندران نے روئے بماید نہ رنگ
زین نسق اوصاف خانہ می شمرد ‌ ور دو دیدہ اشک خونین می فشرد
گفت جوجی با پدر اے ارجمند ‌ واللہ این را خانۂ ما می برند
گفت جوجی را پدر ابلہ مشو ‌ گفت اے بابا نشانیہا شنو
این نشانیہا کہ گفت او یک بیک ‌ خانۂ مارا ست بے تردید و شک
نے حصیر و نے چراغ و نے طعام ‌ نے درش معمور و نے سقف و نہ بام
زین نمط دارند بر خود صد نشان ‌ لیک می بینند آنرا طاغیان
خانۂ آن دل کہ ماند بے ضیا ‌ از شعاع آفتاب کبریا
تنگ و تاریک ست چون جان یہود ‌ بینوا از ذوق سلطان ودود
نے دران دل تاب نور آفتاب ‌ نے کشاد عرصہ و نے فتح یاب
گور خوشتر از چنین دل مر ترا ‌ آخر از گور دل خود بر تر آ
زندۂ و زندہ زادی شوخ و شنگ ‌ دل نمیگیرد ترا زین گور تنگ

تجکو لیجاتے ہیں اُس گھر تنگ میں ‌ جسمیں نے قالین ہیں نے فرش ہیں
نے چراغ شب نہ روزن ہے وہاں ‌ اور نہ بو کھانیکی اور نہ کچھ نشان
نے وہ گھر آباد نے چھت اور نہ باغ ‌ روشنی کیواسطے نے وان چراغ
نے وہان پانی ہے مہمان کیلئے ‌ اور نہ ہمسایہ پناہ جس سے ملے
جسم تیرا چومتی تھی خلق جو ‌ خانۂ تاریک مین کیونکر کہ ہو
بے پناہ اک گھر ہے اور جائے تنگ ‌ کہ نہ انمین منہ دکھی ہی اور نہ رنگ
اسطرح اوصاف گھر کے گنتا تھا ‌ ساتھ خونین اشک کے وہ روتا تھا
بولا جوجی باپ سے یوں اے پدر ‌ واللہ لیجاتے ہیں اسکو میرے گھر
بولا جوجی سے پدر ابلہ نہ ہو ‌ بولا اے بابا نشانی سب سنو
یہ نشانی اُسنے اک اک جو کہی ‌ ہیں ہمارے گھر کی وہ بیشک سبھی
نے چٹائی نے چراغ و نے طعام ‌ اور نہ گھر آباد نے چھت اور نہ بام
اسطرح رکھتے ہین خود پر سو نشان ‌ پر اُن کو دیکھتے ہیں گمرہان
خانہ اس دل کا کہ جو بے نور ہے ‌ پرتو خورشید اللہ پاک سے
تنگ و تیرہ مثل جان کفار کے ‌ اور مفلس ذوق سے ستار کے
اور نہ اس دلمین ہی نور آفتاب ‌ نے کھلا میدان اور نے فتح یاب
گور بہتر ایسے دل سے ہے تجھے ‌ گور دل سے باہر آ تو آپ سے
پیدا زندہ سے ہوا اور تو زندہ ہے ‌ دل نہیں گھبراتا ایسی گور سے

ؔ تجکو الخ ۱۴ شعر تجکو اس تنگ گھر میں لئے جاتے ہیں کہ جس میں نہ قالین اور نہ فرش ہے نہ چراغ شب ہے نہ روغن وہاں ہے اور چیز کھانے پینے کی کچھ نہیں ہے نہ وہ گھر آباد ہے اور نہ چھت و باغ ہے اور نہ روشنی کے واسطے چراغ ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ؔ نے وہاں الخ ۷ شعر نے وہاں پانی مہمان کے لئے اور نہ ہمسایہ کہ پناہ اس سے ملے تیرا جسم جو خلق چومتی تھی خانہ تاریک میں کیونکر ہوگا ایک گھر بے پناہ جائے تنگ ہے کہ اس میں نہ منہ دکھے ہے اور نہ رنگ اس طرح اوصاف لڑکا گھر کے کہتا تھا اور اشک خونی کے ساتھ روتا تھا جوجی نے کہا کہ اے میرے باپ اس کو واللہ ہمارے گھر لئے جاتے ہیں جوجی سے کہا احمق نہ ہو اے بابا نشانی سب سنو یہ گھر کی نشانی اس نے جو ایک ایک کہی وہ سب ہمارے گھر کی ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ؔ نے چٹائی الخ ۷ شعر نہ چٹائی اور نہ چراغ و نہ طعام نہ گھر آباد نہ چھت و بام آگے حقائق ہیں اسی طرح اولیاء اللہ سو نشان رکھتے ہیں ولیکن گمراہ ان کو دیکھتے نہیں اس دل کا گھر جو بے نور ہے پرتو خورشید حق سے تنگ و تیرہ مثل جان کفار کے اور مفلس ہے ذوق ستار ہے اور اس دل میں نور آفتاب نہیں ہے اور نہ میدان کھلا اور نہ فتح یاب ہوا ایسے دل سے تجھ کو گور بہتر ہے تو گور دل سے آپ باہر آ یعنے اولیاء اللہ کا دل اس طرح سو نشانیاں رکھتا ہے اور وہ حاذق ان نشانیوں سے ان کو پہچانتا ہے اور تیرے دل کی مثال مردوں کی ہے زندہ در گور دل ہے تو زندہ سے پیدا ہے اور خود تو زندہ ہے تیرا دل اس تنگ گور سے نہیں گھبراتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

فارسی	اردو
یوسفی وستی و خورشید سما ٭ زین چه و زندان برآ و رو نما	تو ہے یوسف اور خورشید سما ٭ چاہ زندان سے نکل اور منہ دکھا[1]
یونسی در بطن ماہی پخته شد ٭ مخلصش را نیست از تسبیح بد	تو ہے یونس بطن ماہی میں پکا ٭ تو نہ چھٹتا پر تو طاعت سے چھٹا
گر نبودے او مسبح بطن نون ٭ حبس و زندانش بدے تا یبعثون	پڑھتا مچھلی میں نہ وہ تسبیح کو ٭ رہتا بس تا یبعثون زندان میں وہ
آن به تسبیح از تن ماہی بجست ٭ چیست تسبیح آیت روز الست	برکت تسبیح سے اس سے چھٹا ٭ کیا ہے تسبیح الستی وہ صدا
گر فراموشت شد آن تسبیح جان ٭ بشنو این تسبیحہائے ماہیان	تو اگرچہ بھولا وہ تسبیح جان ٭ سن تو یہ تسبیحہائے ماہیان
ہرکه دید الله را اللہی ست ٭ ہرکه دید آن بحر را او ماہی ست	جسنے اللہ دیکھا اللہی ہوا[2] ٭ جسنے دریا دیکھا وہ ماہی ہوا
این جہان دریا و تن ماہی و روح ٭ یونس محجوب از نور صبوح	یہ جہان دریا و مچھلی جسم ہے ٭ روح یونس ہے چھپی جو نور سے
گر مسبح باشد از ماہی رہید ٭ ورنه در وے ہضم گشت و ناپدید	گر پڑھے تسبیح مچھلی سے چھٹے ٭ ورنہ اسمیں فانی ہو اور نے بچے
ماہیان جان درین دریا پرند ٭ تو نمی بینی که کورے و نژند	مچھلیان جانکی ہیں دریا میں بھری ٭ تو نہیں دیکھے کہ اندھا ہے ردی
بر تو خود را میزنند آن ماہیان ٭ چشم بکشا تا ببینی شان عیان	ڈالتی ہیں خود کو تجھ پر مچھلیان ٭ کھول آنکھیں دیکھ تو انکو عیان
ماہیان جمله روح بے جسد ٭ نے در ایشان کبر و کینه نے حسد	مچھلیاں سب روح ہیں اور بے جسد ٭ اور نہ ان میں کبر و کینہ نے حسد
ماہیان را گر نمی بینی پدید ٭ گوش تو تسبیح شان آخر شنید	مچھلیوں کو گر نہ دیکھے ظاہرا ٭ انکی تسبیحوں کو آخر تو سنا
صبر کردن جان تسبیحات تست ٭ صبر کن کانست تسبیح درست	صبر کرنا تیرا طاعت کی ہی جان[3] ٭ صبر کر تسبیح بہتر ہے وہ جان
ہیچ تسبیحے ندارد آن درج ٭ صبر کن کالصبر مفتاح الفرج	کوئی طاعت وہ نہ رکھتی ہے درج ٭ صبر کر ہے صبر مفتاح الفرج
صبر چون جسر صراط آن سو بہشت ٭ ہست با ہر خوب یک لالائے زشت	صبر ہے جوں پل صراط اس سو بہشت ٭ ساتھ اک ہر خوب کے خادم ہے زشت
تا ز لالا میگریزی وصل نیست ٭ زانکه لالا را ز شاہد فصل نیست	بھاگے تو خادم سے جبتک کب ہو وصل ٭ کیونکہ خادم کو نہیں شاہد سے فصل
تو چه دانی ذوق صبر اے شیشه دل ٭ خاصه صبر از بہر آن شوخ چگل	شیشہ دل تو صبر کا کیا جانے ذوق ٭ صبر شاہد کیلئے ہے سب سے فوق

[1] تو ہے الخ ۵ شعر تو یوسف اور خورشید فلک ہے تو چاہ و زندان سے نکل اور منہ دکھا تو یونس ہے اور بطن ماہی میں پکا ہے تو نہیں چھٹا مگر تو تسبیح سے چھٹا اگر وہ مچھلی میں تسبیح نہ پڑھتا قیامت تک زندان میں وہ رہتا تسبیح کی برکت سے اس قید سے چھٹا وہ تسبیح کیا ہے صدائے الستی ہے اگرچہ وہ تسبیح جان کی بھولا تو سن یہ تسبیحہائے جان ماہیان اولیاء اللہ کی تسبیح صدائے اللہ ہے کہ اس تسبیح کے سبب سے جان اولیا اس ماہی جسم سے نکل کر افلاک پر پہونچی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] جس نے اللہ الخ ۷ شعر جس نے اللہ کو دیکھا اللہی ہوا جس نے دریا سے دنیا کو دیکھا وہ ماہی ہوا آگے حقائق میں جہان دریا اور جسم مچھلی ہے روح یونس چھپی جو نور سے اگر تسبیح پڑھے مچھلی جسم سے نجات پائے ورنہ اس میں فانی ہو اور نہ بچے مچھلیان جان کی دریا میں بھری ہیں خود کو تجھ پر مچھلیاں ڈالتی ہیں اور آنکھیں کھول اور ان کو دیکھ ظاہر تو وہ مچھلیاں سب روح ہیں اور بے جسم کی ہیں اور نہ اُن میں کبر و کینہ و حسد ہے اگر تو اُن کو ظاہر نہ دیکھے ان کی تسبیحوں کو آخر سنا ہوگا یعنے ارواح اولیاء اللہ کی اس عالم میں ہیں اے طالب تجھ پر وہ نور کو ڈالتی ہیں مگر تو انھیں نہیں دیکھتا ہے ان کی تسبیحوں کو تو تو نے سنا ہوگا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] صبر کرنا تیرا الخ ۵ شعر صبر کرنا تیرا تسبیح کی جان ہے صبر کر وہ تسبیح بہتر ہے کوئی تسبیح وہ درجہ نہیں رکھتی ہے صبر کر کہ صبر کنجی کشادگی کی ہے صبر مانند پل صراط کے ہے اور خوب بہشت ہے ہر ایک خوب کیساتھ ایک خادم زشت ہے یعنی ہر ایک راحت کے ساتھ ایک ایک رنج و تکلیف ہے جبتک تو خادم سے بھاگے گا کب وصل ہو کیونکہ خادم کو معشوق سے فصل نہیں ہے تو مثل شیشے کے نازک دل ہے تو صبر کا کیا ذوق جانے صبر معشوق کے واسطے سب سے فوق ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

مرد را ذوق از غزا و کرّ و فر — مر مخنث را بود ذوق از ذکر
جز ذکر نے دین او نے ذکر او — سوئے اسفل برد او را فکر او
گر بر آید تا فلک از وے مترس — گر بشوق اسفل آموزید درس
او بسوئے سفل میراند فرس — گرچہ سوئے علو جنباند جرس
از علمہائے گدایان ترس چیست — کان علمہا لقمۂ نان را رہیست
این سخنہا را نکو دریاب تو — در نمیدانی بشنو از باب تو

مرد کو تو کرّو فر سے ذوق ہے — اور مخنث کو ذکر سے ذوق ہے
جز ذکر اُس کو نہ ذکر دین ہے — فکر اسکی جانب اسفل رکھے
گر فلک تک پہونچے اس سے تو نہ ڈر — شوق سے اسفل کے سیکھا علم گر
سوئے اسفل گھوڑا وہ دوڑائے ہے — گو بجاتا گھنٹہ وہ اعلا پہ ہے
اور گدایوں کے علم سے ڈر ہے کیا — وہ علم روٹی کے ٹکڑے کو بنا
جان اچھی طور سے اسبات کو — گر نہ جانے سن لے باپ اپنے سے تو

ترسیدن کودکے از شخص صاحب جثہ و تسکین او آن کودک را

ڈرنا ایک لڑکے کا مرد فربہ سے اور دلاسا دینا اُسکا اس لڑکے کو

کنگ زفتی کودکے را یافت فرد — زرد شد کودک ز بیم قصد مرد
گفت ایمن باش اے زیبائے من — کہ تو خواہی بود بر بالائے من
من اگر ہولم مخنث دان مرا — ہمچو اشتر برنشین میران مرا
صورت مردان معنی این چنین — از برون آدم درون دیو لعین
آن دہل را مانی اے زفت چو باد — کہ برد آن شاخ را میکوفت باد
روبہے اشکار خود را باد داد — بہر طبلے ہمچو خیکے پر ز باد
چون ندید اندر دہل او فربہی — گفت خوکے بہ ازین خیک تہی

طفل تنہا مرد فربہ کو ملا — مرد کے بس قصد سے لڑکا ڈرا
بولا مت ڈر مجھ سے ای جانی مرے — کہ تو چاہے میں چڑھاؤں آپ پے
ورنہ تو مجکو مخنث جان کے — چڑھ تو مانند اونٹ کے دوڑا مجھے
مرد صورت معنی میں اس طور سے — ظاہر آدم اور باطن دیو ہے
جو ہوا سے پھولا وہ اس ڈھول کو — کوٹتا اس چوب سے تھا اُسکو وو
بس شکار اپنے کو چھوڑا روبہ نے — ڈھول کی خاطر کہ مثل مشک ہے
جو نہ دیکھا گوشت اُسنے ڈھول میں — بولی خوک اس مشک سے بس خوب ہیں

لہ مرد کو الخ ۶ شعر مرد کو کرّو فر سے ذوق ہے اور مخنث کو ذکر سے ذوق ہے یعنی پیران ریاکار طالب دنیا مخنث ہیں سوائے ذکر کے اس کو نہ ذکر دین ہے فکر اس کو جانب اسفل کے رکھتی ہے اگر فلک تک پہونچے اس سے نہ ڈر تو کہ اس نے اسفل کے شوق میں علم سیکھا طرف اسفل کے وہ گھوڑا دوڑاتا ہے کہ اعلیٰ پر وہ گھنٹہ بجاتا ہے اور گدایوں کے علم سے کیا ڈر ہے وہ علم روٹی کے ٹکڑے کے لئے ہے یعنی وہ ذکر فکر ان ریاکاروں کا مثل مدار کی چھڑی کے ہے روٹی مانگنے کے لئے ہے تو اس بات کو اچھی طرح جان اگر تو نہیں جانتا ہے اپنے باپ سے سن لے یعنی یہ راز مرشد سے معلوم کرے کہ پیران ریاکار بظاہر صورت مدار کی رکھتے ہیں چنانچہ اس کی مثال میں قصہ مخنث کا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ لہ طفل الخ ۷ شعر ایک طفل تنہا مرد فربہ کو ملا قصد سے مرد کے لڑکا ڈرا کہا کہ مجھ سے مت ڈر اے جانی میرے کہ جو تو چاہے میں خود پر چڑھاؤں تو مت ڈر مجھ کو مخنث جان تو مجھ پر سوار ہو اور اونٹ کے مانند چلا آگے حقائق ہیں صورت میں مرد اور معنی میں ایسے کہ ظاہر آدم اور باطن میں دیو جو ہوا سے پھولا ہے اس ڈھول کو وہ چوب سے کوٹتا تھا بجاتا تھا آگے اس کی مثال ہے روبہ نے اپنے شکار کو چھوڑا اس ڈھول کی خاطر جو کہ مانند مشک کے پھولا تھا جب تک کہ اس نے گوشت اس ڈھول میں نہ دیکھا کہا اس مشک سے خوک بہتر ہے اور روباہ ڈرتی ہے صدائے ڈھول سے اور رہا اس کو اس قدر کوٹے کہ چپ رہے یعنی یہ ریاکار دنیا کے مخنث ہیں جاہلان دنیا اس سے ڈرتے ہیں اور عارفوں کے مقابل میں چپ ہیں جیسے تیر انداز کے مقابل میں سوا عاجز ہوا چنانچہ اس کا قصہ مثال میں آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

رو بمانان نرسند ز آواز دہل — عاقلش چندان زند کہ لا تعقل

ڈرتے ہیں یہ وصدائے ڈھول سے — عاقل اتنا کوٹے تا وہ چپ ہے

قصہ تیر اندازے و ترسیدن او از سوارے که در بیشه می رفت

قصہ ایک تیر انداز کا اور ڈرنا اسکا ایک سوار سے کہ جنگل میں جاتا تھا

یک سوارے با سلاح بس مہیب — میشد اندر بیشه بر اسپ نجیب
تیر اندازے بحکم او را بدید — پس ز خوف او کمان را در کشید
تا زند تیرے سوارش بانگ زد — من ضعیفم گرچه زفتستم جسد
ہان ہان منگر تو در زفتی من — که کمم در وقت جنگ از پیر زن
گفت رو که نیک گفتی ورنه نیشش — بر تو می انداختم از ترس خویش
بس کسان را آن سلیح بستن بکشت — بے رجولیت چنان تیغے بمشت
گر بپوشی تو سلاح رستمان — رفت جانت چون نباشی مرد آن
جان سپر کن تیغ بگذار اے پسر — ہر که بے سر بود زین شر برد سر
آن سلاحت حیله و مکر تو است — ہم ز تو زائیده ہم جان تو خست
چون نکردی ہیچ سودے زین حیل — ترک حیله کن که پیش آید دول
چون یکے لحظه نخوردی بر ز فن — ترک فن گو میطلب رب المنن
چون مبارک نیست بر تو این علوم — خویشتن گولی کن و بگذر ز شوم
چون ملائک گو که لا علم لنا — یا الٰہی غیر ما علمتنا
یک حکایت بشنو اے صاحب قبول — در میان عقل و جہل بو الفضول

ایک کس تھیار بند و باوقار — جاتا جنگل میں تھا گھوڑے پر سوار
ایک تیر انداز نے دیکھا اُسے — بس کمان کو کھینچا اُسنے خوف سے
تیر تا مارے کہا اسوار نے — میں ہوں بڈھا گرچہ فربہ جسم ہے
ہاں نظر مت کر مٹاپے پر مرے — کم ہوں بڑھیا سے میں وقت جنگ کے
بولا جا اچھا کیا ورنہ ترے — مارتا اک تیر اپنے خوف سے
اس سلیح بندی نے مارا ہیز کو — بے جوانمردی کے باندھے تیغ جو
رستموں کے باندھے گر ہتھیار تو — جان جائے مرد اس کا جو نہ ہو
جان کو کر ڈھال پھینک اب تیغ کو — سر بچائے شر سے بے سر جو کہ ہو
وہ ترے ہتھیار حیلہ مکر ہیں — تجھسے پیدا ہیں وہ تیری جان لیں
جو نہ پایا فائدہ اس مکر سے — مکر کو تو چھوڑ تا دولت ملے
تونے پھل کھایا نہ دم بھر فن سے جو — چھوڑ فن کو طالب رزاق ہو
یہ علوم اب مبارک ہیں نہ تجھے — خود کو کر بے عقل بھاگ آفات سے
جوں ملائک کہہ کہ لا علم لنا — یا الٰہی غیر ما علمتنا
اک حکایت تم سنو اہل بیان — عقل کے اور جہل کے ہے درمیان

لے ایک کس الخ ۵ شعر ایک شخص ہتھیار بند اور باوقار جنگل میں جاتا تھا گھوڑے پر سوار ایک تیر انداز نے اُسے دیکھا اور خوف سے کمان کو کھینچا تاکہ تیر مارے سوار نے کہا میں ضعیف ہوں اگرچہ فربہ جسم ہوں خبردار تو میرے مٹاپے پر نظر مت کر میں بڑھیا سے بھی کم ہوں وقت لڑائی کے تیر انداز بولا اچھا کیا تو جا ورنہ تیرے ایک تیر مارتا اپنی خوف جان سے آگے اس کے حقائق ہیں فافہم ۱۲ لے اس سلیح بندی نے الخ ۵ شعر ہیز کو اس سلیح بندی نے مارا جو کہ بغیر جوانمردی کے تیغ باندھی یعنی ہیز سلیح بندی کے سبب سے مارا گیا آگے رستموں کے ہتھیار باندھے جان جائے جو اس میں مرد نہ ہووے جان ڈھال کر اور تیغ کو پھینک شر سے سر کو بچائے جو کوئی کہ بے سر ہو وہ ہتھیار تیرے مکر و حیلے ہیں تجھ سے پیدا ہیں اور جان تیری لیں جو فائدہ اس مکر سے نہ پایا پس مکر کو چھوڑ تاکہ دولت ملے تو نے جو دم بھر پھل نہ کھایا فن سے تو فن کو چھوڑ اور طالب رزاق ہو یہ علوم تجھ سے نامبارک ہیں خود کو بے عقل کر اور بھاگ آفتوں سے اور ملائک کی مانند کہہ کہ نہیں ہے علم مجھ کو اے خدا سوا اس کے وہ جو علم دیا تو نے ہم کو یعنی یہ عقل علم دنیا نامبارک ہے تو اس کو چھوڑ دے دنیا سے خود کو بچا کہ نجات ہو ایک حکایت تم سنو اے لوگو عقل اور جہل کے درمیان فہم من فہم ۱۲

ع ۵ نہیں ہے علم ہم کو ۱۲ ع ۵ مگر وہ جو علم تو نے دیا ہم کو ۱۲

حکایت آن اعرابی کہ ریگ در جوال کرد و ملامت دانشمند

یک عرابی بار کردہ اشترے	در جوال زفت از گندم پرے
وان جوال دیگرش از ریگ پر	ہر دو را او بار کردہ بر شتر
او نشستہ بر سر ہر دو جوال	یک حدیث انداز کرد او را سوال
از وطن پرسید و آورد ش بگفت	واندر آن پرسش بسے ہا السفت
بعد ازان گفتش کہ آن ہر دو جوال	چیست آگندہ بگو مصدوق حال
گفت اندر یک جوالم گندم است	در دگر ریگے نہ قوت مردم ست
گفت تو چون بار کردی این رمال	گفت تا تنہا نہ ماند آن جوال
گفت نیمے گندم آن تنگ را	در دگر ریز از پے پاسنگ را
تا سبک گردد جوال و ہم شتر	گفت شاباش اے حکیم اہل حر
اینچنین فکر دقیق و رائے خوب	تو چنین عریان پیادہ در لغوب
رحمش آمد بر حکیم و عزم کرد	کہ بر اشتر برنشاند نیک مرد
باز گفتش اے حکیم خوش سخن	شمۂ از حال خود ہم شرح کن
اینچنین عقل و کفایت کہ تراست	تو وزیرے یا شہے برگوے راست
گفت این ہر دو نیم از عامہ ام	بنگر اندر حال اندر جامہ ام
گفت اشتر چند داری چند گاؤ	گفت نے این و نہ آن ما را مکاؤ

حکایت[1] اس اعرابی کی کہ ریتا گون میں بھرا اور ملامت کرنا عقلمند کا

ایک اعرابی نے لادی اونٹ پر	ایک جانب گون کو گیہون سے بھرا
دوسری جانب کو گون ایک ریت سے	بھر کے لادی دونوں اسنے اونٹ پے
بیٹھا دونوں گون کے سر پر وہ جا	ایک سخن گو نے سوال اس سے کیا
بس وطن کو پوچھ باتیں اس سے کین	اور باتوں میں حکایاتیں کہیں
پوچھا دونوں گون میں کیا ہے بھرا	سچ کہو مجھسے کہ کیا اس میں رکھا
بولا گیہوں ہیں بھرا گون میں	ریت ہے پر دوسرا رکھتا ہوں میں
بولا ریتا کس لیے تو نے بھرا	بولا گون اک کیسے تنہا لادتا
بولا اک میں گیہوں آدھے بھرتا تو	اور آدھے دوسرے میں رکھتا تو
تا کہ ہلکی ہوتی گون اور اونٹ بھی	بولا شاباش اے حکیم فلسفی
ایسی عالی فکر اور رائے نکو	ایسا ننگا اور پیادہ پاہے تو
رحم آیا اس حکیم اوپر اسے	کہ بٹھاے اسکو اپنے اونٹ پے
پھر کہا کہ اے حکیم راز گو	حال اپنا کچھ ذرا سا تو کہو
اس طرح کی عقل و دانش ہے تجھے	ہے وزیر اب سچ کہو بادشاہ ہے
بولا دونوں سے نہیں ہیں عام ہون	دیکھ میرا جامہ اور حال زبون
بولا کتنے اونٹ کتنے گاؤ ہین	بولا نے یہ اور نہ وہ ہون رنج مین

[1] حکایت ہشتم عقل و جہل کے فرق میں [2] ایک الخ ۳ شعر ایک اعرابی نے اونٹ پر لادی ایک جانب گون گیہوں سے بھری دوسری جانب ایک گون ریت سے بھری پھر دونوں گون کے سر پر جا کے بیٹھا ایک سخن گو نے اس سے سوال کیا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] بس وطن کو الخ ۶ شعر بس وطن کو پوچھکر اس سے باتیں کیں اور باتوں میں حکایتیں اس سے کہیں اور پوچھا دونوں گون میں کیا بھرا ہے مجھ سے سچ کہہ اس میں کیا رکھا ہے کہا کہ ایک گون میں گیہوں بھرے ہے اور دوسرے گون میں ریت رکھتا ہوں میں نے کہا ریت تو نے کسلیے بھرا ہے کہا ایک گون تنہا کیسے لادتا کہا کہ ایک گون میں گیہوں آدھے تو بھرتا اور آدھے دوسری میں تو رکھتا تاکہ گون ہلکی ہوتی اور اونٹ بھی کہا شاباش اے حکیم فلسفی باقی حال اس کا آگے اسکے آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [4] ایسے الخ ۷ شعر ایسی عالی فکر اور رائے نیک والا اور پیادہ پا ہے تو رحم ایسے حکیم پر اسے آیا کہ اس کو بٹھائے اپنے اونٹ پر پھر کہا اے حکیم اپنے راز تو بتا اپنا حال کچھ تو کہہ ایسی عقل و دانش ہے تو وزیر ہے سچ کہہ یا بادشاہ ہے کہا میں دونوں سے نہیں ہوں ایک عام آدمی ہوں میرا جامہ دیکھ اور تو تباہ حال دیکھ کہا کتنے اونٹ گاؤ تیرے پاس ہیں کہا نہ یہ نہ وہ میں تو رنج میں ہوں کہا اسباب ہے دوکان میں کہا نہ دکان نہ مکان میں رکھتا ہوں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ —

گفت رخت چیست باری در دکان / گفت مارا کو دکان و کو مکان
نی ز قوت و نی ز رخوت نی قماش / نی مطاع و نیست مطبخ نیست آش
گفت پس از نقد پرسم نقد چند / که تولی تنها رو و محبوب پند
کیمیائے زر عالم با تو است / عقل و دانش را گہر تو بر تو است
گنجہا بنہادہ باشی در مکان / نیست عاقل تر ز تو کس در جہان
گفت واللہ نیست یا وجہ العرب / در ہمہ ملکم وجوہ قوت شب
پا برہنہ تن برہنہ می روم / ہر کرا نانے دہد آنجا روم
مر مرا زیں حکمت و فضل و ہنر / نیست حاصل جز خیال و درد سر
پس عرب گفتش کہ رو دور از برم / تا نبارد شومی تو بر سرم
دور بر آں حکمت شومت ز من / نطق تو شوم است بر اہل زمن
یا تو آنسو رو من ایں سو میروم / ور ترا رہ پیش من وایں شوم
یک جوالم گندم و دیگر ز ریگ / بہ بود زیں حیلہاے مرد نیک
احمقی ام پس مبارک احمقی است / کہ دلم با برگ و جانم متقی است
گر تو خواہی کت شقاوت کم شود / جہد کن تا از تو حکمت کم شود
حکمتے کز طبع آید در خیال / حکمتے نے فیض نور ذوالجلال
حکمت دنیا فزاید ظن و شک / حکمت دینی برد خوف فلک
روبہان زیرک آخر زمان / بر فزودہ خویش بر پیشینیان

بولا کیا اسباب ہے دوکان میں / بولا دوکان نے مکان رکھتا ہوں میں
نے ہی کھانا اکپڑا نے سامان ہے / نے ہی نوکر مطبخ و نے نان ہے
بولا کتنا نقد تیرے پاس ہے / کہ نصیحت دوست تو تنہا چلے
کیمیائے زر عالم تجکو ہے / عقل و دانش کا گہر بس تو رکھے
تو خزانہ گھر میں رکھتا ہوئیگا / ہے نہ عاقل تر جہاں میں تجھ سوا
بولا واللہ کچھ نہیں رکھتا ہوں میں / قوت شب کا بھی نہ اپنے ملک میں
ہیں برہنہ پا و تنہا ننگے سر / دے جو روٹی جاؤں فوراً اسکے گھر
ہے جو حاصل حکمت و فضل و ہنر / فائدہ مجکو نہیں جز درد سر
بولا اے اعرابی یاں سے اب تو جا / تا نہ شومی تیری مجھ پر ہو بلا
حکمت اپنی شوم مجھ سے دور کر / شوم ہے تیرا کلام اک خلق پہ
تو ادھر جا میں ادھر کو جاتا ہوں / گر تو آگے جائے میں واپس پھروں
گون اک گیہوں کی اور اک ریت کی / بہتر ان حیلوں سے تیرے اے اخی
احمقی میری مبارک احمقی / دل ہے باسامان و جان ہے متقی
گر تو چاہے کہ شقاوت ہووے کم / کر تو کوشش تا ہو حکمت تجھ سے کم
جو کہ حکمت ہو خیال و طبع سے / فیض نور حق نہ وہ حکمت رکھے
حکمت دنیا سے شک ہووے فزوں / حکمت دیں ہو فلک پر رہنموں
روبہاں آخر زمانہ کے عقیل / جانتے ہیں خود سے اگلوں کو ذلیل

سلہ نے ہے الخ ۲ شعر کہا کہ نہ کپڑا ہے نہ ساماں ہے نہ نوکر ہے نہ مطبخ و نہ نان ہے کہا نقد تیرے پاس کتنا ہے کہ اے نصیحت گر تو تنہا پھرتا ہے کیمیائے زر عالم رکھتا ہے عقل و دانش کا گوہر تو رکھتا ہے تو گھر میں خزانہ رکھتا ہو گا تیرے سوا عاقل تر جہاں میں نہیں ہے کہا واللہ میں کچھ نہیں رکھتا ہوں شب کا کھانا بھی میرے پاس موجود نہیں ہے اور نہ میرے ملک میں ہنر ہے میرے پاس شام کے کھانے کو بھی نہیں میں برہنہ پا و تنہا دوڑتا ہوں اس کی طرف جو مجھے روٹی دے میں وہاں جاتا ہوں جو حکمت عقل و ہنر حاصل کیے بجز درد سر کے کچھ فائدہ مجکو نہیں ہے آگے جواب اعرابی کا ہے فافہم ۱۲ سلہ بولا الخ ۲ شعر اعرابی نے کہا اب تو جا یہاں سے تا شومی تیری مجھ میں بلا نہ ہو تو اپنی حکمت شوم مجھ سے دور کر تیرا کلام اب خلق پر شوم ہے تو ادھر کو جا میں ادھر کو جاتا ہوں گون ایک گیہوں اور ایک ریت کی تیرے ان حیلوں سے بہتر ہے میری احمقی مبارک احمقی ہے دل باسامان و جان متقی ہے اگر تو چاہے کہ شقاوت کم ہووے کوشش کر تا کہ حکمت تجھ سے کم ہووے آگے اس کے حقائق ہیں فافہم ۱۲ سلہ جو کہ حکمت الخ ۵ شعر جو کہ حکمت خیال و طبیعت سے ہووے فیض حق کا ہے وہ حکمت نہیں رکھے دنیا کی حکمت سے شک زیادہ ہووے دین کی حکمت آسمان پر لے جاوے عقلمند آخر زمانے کے خود سے اگلوں کو ذلیل جانتے ہیں یعنی ریاکاران دنیا خود کو اگلوں سے عقلمند جانتے ہیں حیلے سیکھے اور جگر سوزاں ہوئے اور مکر و جعل سب حاصل کیے صبر و بخشش و سخاوت نفس وجود سب چھوڑا جو کہ اکسیر اور فائدے تھے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

فارسی		اردو	
حیلہ آموزاں جگرہا سوختہ	فعلہا و مکرہا آموختہ	حیلے سیکھے اور جگر سوزاں ہوئے	اور مکر و حیل سب حاصل کیئے
صبر و ایثار و سخاے نفس وجود	باز دادہ کان بود اکسیر وسود	صبر و بخشش اور سخاو نفس وجود	سب کو چھوڑا جو کہ تھے اکسیر وسود
فکر آں باشد کہ بکشاید رہے	راہ آں باشد کہ پیش آید شہے	سلہ فکر وہ ہے جو کہ کھولے راہ کو	راہ وہ ہے جو ملا دے شاہ کو
شاہ آں باشد کہ از خود شہ بود	نے بمخزنہا و گوہر شہ شود	شاہ وہ ہے جو کہ خود سے شاہ ہو	نے زر و گوہر رکھے اور شاہ ہو
تا بماند شاہی او سرمدی	ہمچو عز ملک دین احمدی	اسکی شاہی تا کہ ہووے سرمدی	جیسے عز ملک دین احمدی
تا قیامت نیست شرعش را زوال	گشتہ دور از ملک او عین الکمال	تا قیامت شرع ان کی لازوال	دور انکے ملک سے عین الکمال

کرامات ابراہیم ادہم برلب دریا | کرامات ابراہیم ادہم کی کنارہ دریا پر

فارسی		اردو	
ہم ز ابراہیم ادہم آمدہ است	کو ز راہے بر لب دریا نشست	سلہ ذکر ابراہیم ادہم کا سنو	راہ چلتے بیٹھے اک دریا پہ وہ
دلق خود میدوخت آں سلطان جان	یک امیرے آمد آنجا ناگہاں	گدڑی اپنی سیتے تھے سلطان جان	اک امیر اس جا پہ آیا ناگہاں
آں امیر از بندگان شیخ بود	شیخ را بشناخت سجدہ کرد زود	وہ امیر اک بندگان شیخ تھا	شیخ کو پہچان کے سجدہ کیا
خیرہ شد در شیخ و اندر دلق او	گشتہ دیگر گون ز خلوت خلق او	سلہ شیخ و گدڑی اسکی سے حیران ہوا	اسکی تنہائی سے پیچان وہ رہا
کو رہا کرد آنچناں ملک شگرف	برگزیدا ز فقر بس باریک حرف	اسنے چھوڑا ایسا بس ملک شگرف	اور لیا ہے فقر سے باریک حرف
ترک کردہ ملک ہفت اقلیم را	میزند بر دلق سوزن چوں گدا	چھوڑ کر اس ملک ہفت اقلیم کو	سیتا ہے شکل گدا گدڑی کو وہ
ملک ہفت اقلیم ضائع می کند	چوں گدا بر دلق سوزن می زند	ملک ہفت اقلیم ضائع کرتا ہے	اور گدڑی جوں گدا کے سیتا ہے
شیخ واقف گشت از اندیشہ اش	شیخ چوں شیرست و دلہا بیشہ اش	شیخ آگاہ اسکے خطرہ سے ہوا	شیر ہے وہ اور دل ہے بیشہ سا
چوں رجا و خوف در دلہا رواں	نیست بروے مخفی اسرار نہاں	سلہ دل میں جوں خوف و رجا رکھے رواں	اس پہ سب ظاہر ہیں اسرار نہاں
دل نگہدارید اے بے حاصلاں	در حضور حضرت صاحبدلاں	دل نگہ رکھو تم اے بے حاصلو	اہل دل کی جو حضوری تم کو ہو

سلہ فکر وہ ہے الخ ۴ شعر فکر وہ ہے جو کھولے راہ کو اور راہ وہ ہے جو کہ ملادے شاہ کو اور شاہ وہ ہے جو کہ خود سے شاہ ہو نہ کہ زر و گوہر رکھنے کر شاہ ہو کر اسکی شاہی ہمیشہ ہووے جیسے عزت دین احمدی کی قیامت تک ہے اور اسکی منزلت لازوال ہے ان کے ملک سے دور ہے نظر بد یعنی عقل و فکر وہ ہے جو راہ باطن کی کھولے اور بادشاہ وہ ہے کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے ملا دے یا مرشد سے واصل کر دے کہ بادشاہی ان کی ہمیشہ لازوال ہے پس بادشاہت حق کی بہتر ہے جیسے حضرت ابراہیم ادہم نے بادشاہت دنیا کو چھوڑا اور بادشاہت عقبیٰ کو حاصل کیا چنانچہ اس کا قصہ آگے مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ ذکر ابراہیم الخ ۲ شعر ذکر ابراہیم کا سنو راہ چلتے ہوئے دریا پر بیٹھے اپنی گدڑی سیتے تھے ایک امیر ناگہاں اس جا آیا وہ امیر ایک بندگان شیخ سے تھا شیخ کو پہچان کر سجدہ کیا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

سلہ شیخ الخ ۵ شعر شیخ سے اور گدڑی اس کی سے وہ حیران ہوا اور اس کی تنہائی سے متغیر رہا کہ اس نے چھوڑا ایسے بڑے ملک کو اور فقر سے باریک پیشہ کو اختیار کیا اس ملک ہفت اقلیم کو چھوڑ کر سیتا ہے گدڑی کو شکل گدا کے شیخ اس کے خطرے سے آگاہ ہوا شیخ مانند شیر کے اور دل مانند جنگل کے ہے آگے حقائق ہیں فافہم ۱۲

سلہ دل میں الخ ۲ شعر وہ دل میں مانند خوف و رجا کے رواں ہے اور اسرار جہاں اس پر پوشیدہ نہیں تم دل کو حفاظت رکھو جو اہل دل کی حضوری تم کو حاصل ہووے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

پیش اہل تن ادب بر ظاہر است	کہ خدا زیشان نہان و ساتر است
پیش اہل دل ادب بر باطن است	زانکہ دل شان بر سرائر فاطن است
تو بعکسے پیش کوران بہر جاہ	با حضور آئی نشینی پایگاہ
پیش بینایان کنی ترک ادب	نار شہوت را ازاں گشتی حطب
چوں نداری فطنت و نور ہدیٰ	بہر کوراں روے را مے زن جلا
پیش بینایان حدث در روے مال	زانکہ کن با چینی گندیدہ حال
شیخ سوزن زود در دریا فگند	خواست سوزن را بآواز بلند
صد ہزاران ماہی اللٰہیے	سوزن زر در لب ہر ماہیے
سر بر آوردند از دریاے حق	کہ بگیر اے شیخ سوزنہاے حق
رو بدو کرد و بگفتش کاے امیر	ملک دل بہ یا چنیں ملک حقیر
سوے شہر از باغ شاخے آورند	باغ و بستان را کجا آنجا برند
ایں نشان ظاہر است ایں ہیچ نیست	باطنی جوے و بظاہر برمایست
خاصہ باغے کایں فلک یک برگ اوست	بلکہ آں مغز است وایں عالم چو پوست
بر نمیداری سوے آں باغ گام	بوے افزوں جوے و کن دفع زکام
تا کہ آں بو جاذب جانت شود	تا کہ آں بو نور چشمانت شود
تا کہ آں بو سوے بستانت کشد	وانماید مر ترا راہ رشد

پیش[۱] اہل تن ادب ظاہر پہ ہو	کہ خدا پنہاں ہے مخفی ان سے ہے
پیش اہل دل ادب باطن پہ ہو	کہ جو دل ان کا بھرا اسرار ہے
تو بعکس اندھوں کے آگے بہر جاہ	بیٹھتا ہے جوں بادب پیش شاہ
آگے بینا کے ادب چھوڑے تو کی	اسلئے تو نار شہوت میں پڑے
جو نہیں رکھتا ہے تو نور ہدیٰ	دے تو اندھوں کیلئے منہ کو جلا
آگے بینا کے رکھے ناپاک منہ	نازیبت کر ایسی بد حالت سے تو
پھینکدی[۲] دریا میں سوئی شیخ نے	اور پکارا سوئی کو آواز سے
سیکڑوں ماہی اللٰہی نے آ	سوئیاں سونے کی زیر لب دبا
سر نکالا اس حق کے دریا سے	دبیں لے اے شیخ حق کی سوئیاں
دو بدو اس سے کہا کہ اے امیر	ملک دل اچھا کہ یہ ملک حقیر
شہر میں لاتے ہیں شاخ اک باغ سے	اور نہیں لاتے ہیں باغ اس جا پے
یہ نشان ظاہر کا ہے پر کچھ نہیں	ڈھونڈھ باطن کر نہ ظاہر کا یقیں
باغ ایسا جس کا پتا آسمان	مغز وہ اور پوست شاہی جہاں
کیوں[۳] نہیں اس باغ کو جاتا ہے تو	کر زکام اب دفع زیادہ ڈھونڈھ تو
تا کہ وہ بو کھینچے تیری جان کو	تا کہ وہ بو تیری نور چشم ہو
تا کہ وہ گلشن کو لیجائے تجھے	اور دکھائے رہ ہدایت سے تجھے

[۱] پیش اہل تن الخ۔ شعر آگے اہل ظاہر کے جائے ادب ظاہر پر ہے کہ خدا ان سے نہان و پوشیدہ ہے آگے اہل دل کے ادب باطن پر ہے کہ دل ان کا اسرار سے بھرا ہے تو بر عکس آگے اندھوں کے مؤدب ہوتا ہے اور شاہوں کی طرح ادب کرتا ہے اور آگے بینا کے تو ادب چھوڑتا ہے اس لئے تو آگ آتش شہوت میں پڑتا ہے جو تو نور ہدایت کا نہیں رکھتا ہے اندھوں کے لئے منہ کو صاف کرتا ہے اور آگے بینا کے ناپاک منہ کو رکھتا ہے تو نازیبت کر ایسی بد حالت سے یعنی حکام ظاہر کے روبرو ادب کرتا ہے اور حکام باطن کے روبرو کہ اولیاء اللہ ہیں ادب پیش نظر نہیں رکھتا ہے کہ ان کا ضرر عارضی اور ان کا ضرر سرمدی ہے آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ [۲] پھینک دی الخ۔ شعر پس شیخ نے سوئی دریا میں پھینک دی اور سوئی کو آواز سے پکارا سیکڑوں ماہی اللٰہی آئیں اور سوئیاں سونے کی ایک ایک منہ میں لے کر سر نکالا اور بولیں کہ اے شیخ تو ماہی حق کی سوئیاں لے شیخ نے دو بدو ہو کر اس سے کہا کہ ملک دل اچھا یا یہ ملک حقیر تو ظاہر پر یقین مت کر آگے اسکے مثال ہے شہر میں باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں باغ یہاں نہیں لاتے ہیں یعنی کرامت اولیاء اللہ کی ایک قطرہ نمونہ ہے اس دریائے معنی سے مثل ایک شاخ باغ کے ہے کہ آسمان جس کا پتہ ہے اور یہ مغز ہے اور جہاں مانند پوست کے ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [۳] کیوں نہیں الخ۔ شعر تو کیوں نہیں اس باغ کو جاتا ہے زکام دور کر اور زیادہ بو ڈھونڈھ یعنی صفات کو تا کہ وہ بو تیری جان کو کھینچے وہ بو تیری نور چشم ہووے یعنی مشاہدہ صفات سے نور دل زیادہ ہووے تا وہ بو تجھے گلشن کو لیجائے اور راہ ہدایت سے تجھے دکھائے تیری اندھی آنکھ کو بینا کرے اور تیرے سینہ کو منور کرے کہا یوسف ابن یعقوب نے واسطے بو کے ڈالو میرے باپ کے منہ پر پیراہن کو اس بو کے واسطے احمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا روشنی میری آنکھ کی نماز میں ہے ہمیشہ یعنی نماز میں نور چشم دل کا زیادہ ہوتا ہے اور کشف اسرار و مشاہدہ انوار عارف پر کھلتا ہے صفات الٰہی سے چنانچہ اس دید کا حال آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲

فارسی		اردو	
چشم نابینات را بینا کند	سینہ ات را سینہ سینا کند	تیری اندھی آنکھ کو بینا کرے	اور منور سینہ جوں سینا رہے
گفت یوسف ابن یعقوب نبی	بہر بوالقوا علے وجہ ابی	بولا یوسف ابن یعقوب نبی	پھر بوالقوا علے وجہ ابی
بہر این بوگفت احمد در عظات	دائما قرۃ عینی فی الصلوٰۃ	واسطے اس بو کے احمد نے کہا	قرۃ عینی فی صلوٰۃ دائما
پنج حس بایکدگر پیوستہ اند	زانکہ این ہر پنج زاصلی رستہ اند	پانچوں حس آپس میں باہم ہیں ملے	کیونکہ پانچوں ایک جڑ سے اگے ہیں
قوت ہر یک قوت باقیہا شود	مابقی را ہر یکے ساقی شود	قوت سے ہر اک کا قوت اوروں کا	باقیوں کا وہ ہر اک ساقی بنے
دیدن دیدہ فزاید عشق را	عشق اندر دل فزاید صدق را	آنکھ کے دیکھے سے پیدا عشق ہو	عشق سے دل میں زیادہ صدق ہو
صدق بیداری ہر حس میشود	حسہا را ذوق مونس می شود	صدق ہر اک حس کی بیداری رکھے	اور حسوں کا ذوق بس مونس بنے
چوں یکے حس در روش بکشاد بند	مابقی حسہا ہمہ مبدل شوند	ایک حس باطن جو کھولے بند کو	مابقی ہر ایک حس تبدیل ہو

آغاز منور شدن حواس عارف بنور غیب	شروع منور ہونا حواس عارف کا ساتھ نور غیب کے

فارسی		اردو	
چوں یکے حس غیر محسوسات دید	گشت غیبی بر ہمہ حسہا پدید	غیر محسوس ایک حس کو جو ملا	سب حسوں پر غیب بس ظاہر ہوا
چوں زجو جست از گلہ یک گوسفند	پس پیاپے جملہ زانسو بر جہند	بھیڑ اک گلہ کی کودی نہر سے	اسکے پیچھے کودیں جملہ اس جگہ
گوسفندان حواست را بران	در چرا از اخرج المرعیٰ چران	ہانک بھیڑوں کو حواسوں کی جو ہیں	اخرج المرعیٰ کے صحرا میں چریں
تا در آنجا سنبل و ریحاں چرند	تا بگلزار حقائق رہ برند	اس جگہ تا سنبل و ریحان چریں	راہ گلزار حقائق کی چلیں
ہر حست پیغمبر حسہا شود	جملگی حسہا دراں جنت رود	تیری ہر حس ہو حسوں کی اک رسول	ہووے اس جنت میں ہر حس کا نزول
حسہا با حس تو گویند راز	بے زبان و بے حقیقت بے مجاز	تیرے حس سے سب حسیں کہویں وہ راز	بے زباں اور بے حقیقت بے مجاز
کیں حقیقت قابل تاویلہاست	ویں توہم مایہ تخئیلہاست	یہ حقیقت ذاتی تاویلوں کی ہے	یہ توہم پونجی تخئیلوں کی ہے

لہ پانچوں حس الخ ۵ شعر پانچوں حس آپس میں باہم ملے ہیں کیونکہ پانچوں ایک ہی جڑ سے اگے ہیں غذا ہر ایک حس کی قوت اوروں کی ہوتی ہے یعنی عارف کی جبکہ ایک حس مشاہدہ یار سے رنگین ہوتی ہے تو وہ حس دوسری حسوں کو رنگین کر دیتی ہے مگر آنکھ کے دیکھنے سے عشق زیادہ ہوتا ہے اور صدق ہر ایک حس کو بیدار کرتا ہے اور حسوں کا ذوق مونس بنتا ہے ایک حس باطن میں حجاب کو کھولے ہر ایک حس کا حال بدستور بدل جاتا ہے یعنے حس چشم باطن جبکہ بینا ہوتی ہے تو باقی حسین بھی رنگین ہو جاتے ہیں چنانچہ حسوں کے رنگین ہونے کا حال آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ غیر محسوس الخ، شعر ایک حس کو جب غیر محسوس دکھائی دیا سب حسوں پر غیب ظاہر ہوا یعنے ایک حس کو جب معنی مکشوف ہوا باقی سب حسوں کو غیب کھلا آگے اس کی مثال ہے ایک بھیڑ گلوں سے کودی نہر میں اس کے پیچھے سب بھیڑیں کودیں اس جگہ یعنی حس کو بھیڑ چال کہتے ہیں چونکہ حواسوں کی بھیڑیں ہیں ان کو ہانک تا چراگاہ خارج کی صحرا میں چریں یعنے باطن میں ایک جگہ تا سنبل و ریحان کھائیں اور سیر گلزار حقائق کی کریں تیری ہر ایک حس دوسرے حواسوں کی رسول ہو اور سب حسوں کا جنت میں نزول ہو تیری حس سے سب حسین راز کہیں بے زبان اور بے حقیقت اور بے مجاز کے یہ حقیقت ذاتی تاویل کی ہے یہ توہم پونجی تخئیلوں کی ہے یعنی حقیقت بہ راہ ہے لفظ سے کوئی تاویل اس میں نہیں ہوتی ہے اور یہ توہم خیالات ہیں سب اور حسین راز تیری حس سے بغیر اس حقیقت لفظی و توہم خیالی اور زبان ظاہر کی تجہ سے کہیں باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲

سہ ڈالو اور یہ بخشیں میرے باپ کے ۱۲ عسہ روشنی میری آنکھ کی نماز میں ہے۔

سہ خارج کیا چراگاہ میں ۱۲

آں حقیقت کاں بود عین عیاں — ہیچ تاویلے نگنجد در میاں
چونکہ ہر حس بندہ حس تو شد — مر فلکہا را نباشد از تو بد
چونکہ دعوی میرود در ملک پوست — مغز آں کہ بود قشر آں اوست
چوں تنازع افتد اندر تنگ گاہ — دانہ از کیست آنرا کن نگاہ
پس فلک قشرست و نور روح مغز — ایں پدیدست آں خفی زیں رو مغز
جسم ظاہر روح مخفی آمدہ است — جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست
باز عقل از روح مخفی تر بود — حس بسوے روح ازاں زوتر رود
جنبشے بینی بدانی زندہ است — ایں ندانی کو ز عقل آگندہ است
تاکہ جنبشہاے موزوں سر کند — جنبش مس را بدانش زر کند
زاں مناسب آمدن افعال دست — فہم آید مر ترا کہ عقل ہست
روح وحی از عقل پنہاں تر بود — زانکہ او غیبست او زاں سر بود
عقل احمد از کسے پنہاں نشد — روح وحیش مدرک ہر جاں نشد
روح وحی را مناسبہاست نیز — در نیابد عقل کاں آمد عزیز
گہ جنوں بیند گہے حیراں شود — زانکہ موقوفست تا او آں شود
چوں مناسبہاے احوال خضر — عقل موسی بود در دیدش کدر
نامناسب می نمود افعال او — پیش موسی چوں نبودش حال او

[1] وہ حقیقت کہ وہ عین اعیان ہے — نہ کوئی تاویل اس میں ہو سکے
تیری حس کی بندہ ہر حس جو ہوئی — کب فلک کو تجھ سے ہو چارہ گری
کیسے دعوی ہووے ملک پوست ہے — تخم جس کا ملک اسکا پوست ہے
اس جہاں میں جبکہ اک جھگڑا پڑے — دانہ کس کی ملک ہے تو جان لے
آسماں ہے پوست دانہ روح ہے — یہ ہے ظاہر اور وہ مخفی رہے
جسم ظاہر روح مخفی آئی ہے — آستیں سا جسم و جاں جوں ہاتھ ہے
روح سے مخفی زیادہ عقل ہے — عقل سے حس جلد روح کو پا سکے
[2] دیکھکر حرکت کو زندہ جانے ہے — پر یہ کب ہو مانے کہ اسمیں عقل ہے
جبکہ موزوں حرکتیں جاری رکھے — عقل سے تانبے کی حرکت زر کرے
وہ مناسب فعل ہاتھوں سے کرے — جب سمجھ آئے تجھے کہ عقل ہے
روح وحی کی ہے خفی تر عقل سے — کیونکہ وہ ہے اس سے آگے غیب سے
عقل احمد کی کسی سے نہ چھپی — روح وحی اسکی نہ ہر جان پر کھلی
روح وحی کو نسبتیں ہیں اے عزیز — کر سکے ہے عقل کب اس کو تمیز
گہ جنوں دیکھے گہے حیراں ہو — کیونکہ موقوف ہے نہ جبتک ہووے وہ
[3] جیسے احوال خضر کی نسبتیں — عقل موسی پر مکدر دید ہیں
نامناسب سارے وہ افعال تھے — جبکہ موسیٰ کو نہ وہ احوال تھے

[1] وہ حقیقت الخ یہ شعر اور وہ حقیقت کہ بالکل عیاں ہے اس میں تاویل نہیں ہو سکتی ہے تیرے حس کی ہر ایک حس تابع ہوئی کب فلک تجھ سے چارہ گری ہو کیسے دعوی ملک پوست دنیا پر ہووے جس کا ملک تخم ہے اس کا پوست ہے جہاں میں جب کہ ایک جھگڑا پڑے دانہ کس کی ملک ہے تو جان لے آگے حقائق ہیں آسمان پوست اور دانہ باغ ہے جسم ظاہر ہے اور وہ پوشیدہ ہے آئی روح جسم مثل آستین کے اور جان مانند ہاتھ کے ہے اور روح سے زیادہ پوشیدہ ہے پس حس روح کو عقل سے جلد پا سکتی ہے آگے اس کی مثال ہے فافہم ١٢

[2] دیکھکر الخ یہ شعر حرکت کو دیکھکر زندہ جانے ولیکن یہ نہ جانے کہ اسمیں عقل ہے یعنی حس انکو جلدی سمجھے بہ نسبت عقل کے کہ عقل روح سے زیادہ پوشیدہ ہے کیونکہ اور روح اس کی عقل سے زیادہ پوشیدہ ہے کیونکہ وہ غیب کی اس رمز سے ہے عقل احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے پوشیدہ نہیں ہے اور انکی روح رگ نہ ہر جاں ہے اے عزیز روح وحی کو نسبتیں ہیں عقل اس کو کب تمیز کر سکتی ہے کہ جنوں دیکھے دگاہ حیران ہو کیونکہ موقوف ہو جب تک وہ ایسا نہ ہووے یعنی حس بہ نسبت عقل کے روح کو جلد معلوم کر سکتی ہے اور بہ نسبت روح وحی کے عقل بھی نہیں تمیز کر سکتی ہے کیونکہ موقوف ہے اس بات پر جب تک کہ عقل وحی نہیں ہو جائے آگے اس کی مثال ہے فافہم ١٢

[3] جیسے احوال الخ یہ شعر جیسے نسبتیں احوال خضر علیہ السلام کی حضرت موسی علیہ السلام کی دید میں مکدر رکھتیں وہ افعال نامناسب دیکھتے تھے جو کہ احوال موسی کو حاصل نہ تھے جبکہ عقل موسی غیب میں بند ہووے پھر موسی کی عقل کیا چیز ہے علم تقلید رونق کے واسطے ہے اگر مشتری پائے تو رونق رکھے اور علم تحقیق کا حق مشتری ہے اس کے بازار کی ہمیشہ رونق ہے یعنی دنیے میں ہمیشہ سست ہوتے ہیں مشتری بعید کو کہ اللہ خریدار ہے باقی مثال اس کی آگے ہے فافہم ١٢

عقل موسیٰ چون شود در غیب بند — عقل موسیٰ چون بود اے ارجمند
عقل موسیٰ غیب میں جب ہے بند — موسیٰ کی پھر عقل کیا اے ارجمند

علم تقلیدی بود بہر فروخت — چون بیابد مشتری خوش بر فروخت
عقل تقلیدی ہے رونق کیلئے — مشتری جو پائے تو رونق دیکھے

مشتری علم تحقیقی حق است — دائما بازار او با رونق است
علم تحقیقی کا حق ہے مشتری — اسکی رونق ہو سدا بازار کی

لب ببستہ مست در بیع و شری — مشتری بجید کہ اللہ اشتری
مست خاموش لیتے دیتے ہیں سدا — مشتری بجید کہ اللہ اشتری

درس آدم را فرشتہ مشتری — محرم درسش نہ دیو و نہ پری
درس آدم کا فرشتہ مشتری — درس اسکا جانے کب دیو و پری

آدم انبئہم باسما درس گو — شرح کن اسرار حق را مو بمو
آدم انبئہم باسما کہتا ہے — شرح کرنے والا سر حق کا ہے

آنچنان کس را کہ کوتہ بین بود — در تلون غرق و بے تمکین بود
ایسے مردم کو کہ کوتہ بین ہو وہ — اور تلون طبع بے تمکین ہو وہ

موش گفتم زانکہ در خاک است جاش — خاک باشد موش را جائے معاش
اسلیے چوہا کہا کہ خاک سے — کھاتا ہے اور خاک میں رہتا وہ ہے

راہہا دارد ولے در زیر خاک — ہر طرف او خاک را کردست پاک
راستے جانے ہے لیکن زیر خاک — ہر طرف وہ خاک کو کرتا ہے پاک

نفس موشے نیست الا لقمہ رند — قدر حاجت موش را عقلے دہند
نے چوہا ہے نفس لیکن لقمہ لے — قدر حاجت کے چوہا حس پائے کم

زانکہ بے حاجت خداوند عزیز — کے بخشد ہیچ کس را ہیچ چیز
کیونکہ بے حاجت خداوند عزیز — کب کسی کو دیتا ہے وہ کوئی چیز

گر نبودے حاجت عالم زمیں — نافریدے ہیچ رب العالمین
ہوتی گر بیکار عالم کی زمین — پیدا کب کرتا وہ رب العالمین

وین زمین مضطرب محتاج کوہ — گر نبودے نافریدے پر شکوہ
رکھتی نے حاجت زمین کو بیقرار — کوہ کو پیدا نہ کرتا با وقار

ور نبودے حاجت افلاک ہم — ہفت گردوں نا دریدے از عدم
گر نہوتی حاجت افلاک بھی — ہوتی پیدائش نہ سات افلاک کی

آفتاب و ماہ و این استارگان — جز بحاجت کے پدید آید عیان
چاند سورج اور ستارے کہکشاں — کب سوا حاجت کے آئے ہیں عیاں

پس کمند ہستہا حاجت بود — قدر حاجت مرد را آلت بود
ہستیوں کی بس کمند حاجت ہی — قدر حاجت مرد کی آلہ ہوئی

پس بیفزا حاجت اے محتاج زود — تا بجوشد از کرم دریائے جود
جلد حاجت کو بڑھا محتاج تو — تا کہ آئے جوش بحر جود کو

این گدایان رہ و ہر مبتلا — حاجت خود می نماید خلق را
ہر گداگر و مبتلائے راہ رو — حاجت اپنی ہیں بتاتے خلق کو

کوری و لنگی و بیماری و درد — تا ازیں حاجت بجنبد رحم مرد
اندھاپن اور مفلسی اور درد و — رحم اس حاجت سے تا ہو مرد کو

لہ درس آدم الخ، شعر درس آدم کے فرشتے مشتری ہیں درس اس کا کب جانتا دیو اور پری ترجمہ اے آدم خبردار کر ہم کو ساتھ ان کے ناموں کے کہ سر حق کا شرح کرنے والا ہے ایسے مردم کو کہ وہ کوتہ بین ہو اور تلون طبع بغیر تمکین کے ہو اس لئے اس کو چوہا کہا کہ خاک سے وہ کھاتا ہے اور خاک میں رہتا ہے لیکن زیر خاک ہر طرف وہ خاک کو کھودتا ہے نفس چوہا نہیں ہے لیکن کھاتا ہے بمقدار بات سے پاتا ہے کیونکہ بغیر حاجت کے حق تعالیٰ کب کسی کو کوئی چیز دیتا ہے یعنی علم تقلیدی رونق دنیا کے واسطے ہے اور علم تحقیق خدا کے واسطے ہے اہل تقلید مثل موش کے خاک میں رہتے ہیں اور خاک کھاتے ہیں آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲ سلہ ہوتی گر الخ ۶ شعر اگر بیکار عالم کی زمین ہوتی زمین کب پیدا کرتا وہ رب العالمین اگر زمین بیقراری نہ کرتی کوہ باوقار پیدا نہ کرتا اگر حاجت افلاک نہ ہوتی پیدائش ساتوں فلک کی نہ ہوتی چاند و سورج ستارے دکھائی کب سوا حاجت کے پیدا ہوئے ہیں نیست ہستیوں کی کمند حاجت ہی ہے اور بقید حاجت مرد کی آلہ ہوتی ہے اے حقائق کے محتاج تو جلد حاجت کو بڑھاتا جوش میں دریا جود کا آئے یعنی جبکہ کل ہستی پابند حاجت کی ہوتی ہے لئے محتاج تو بھی اپنی حاجت زیادہ کر کہ مراد بر آئے آگے مثال ہے فافہم ۱۲ سلہ ہر گدا الخ ۲ شعر گدا اور مبتلا کہ جو گداگر اپنی حاجت بتاتے ہیں بلکہ مخلوق کو اندھاپن اور مفلس اور درد تاکہ رحم اس حاجت سے مردم کو ہو دے کوئی بھی یہ کہتا ہے کہ روٹی مجھ کو دو کہ آسودہ ہوں اور مال کھاتا ہوں کے دوسری شاید

ہیچ گویند نان و ہید لے مرد ماہ — کہ مرا مال است و انبار است خوان
چشم ننہاد ست حق در کور موش — زانکہ بے چشمش چرید ن ہست خوش
میتواند زیست بے چشم و بصر — فارغ است از چشم اندر خاک تر
جز بہ دزدی او برون ناید ز خاک — تا کند خالق ازاں دزدیش پاک
بعد ازاں پر یابد و مرغے شود — چوں ملایک جانب گردوں رود
ہر زمان در گلشن شکر خدا — او بر آرد ہمچو بلبل صد نوا
کاے رہانندہ مرا از وصف زشت — اے کنندہ دوزخے را چوں بہشت
در یکے پیہے نہی تو روشنی — استخوانے را دہی سمع اے غنی
چہ تعلق آں معانی را بہ جسم — چہ تعلق فہم اشیا را بہ اسم
لفظ چوں و کر است معنی طائر ست — جسم جوے و روح آب سائر است
در روانی روے آب جوے فکر — نیست بے خاشاک خوب و زشت فکر
او روانست و تو گوئی واقف است — او روانست و تو گوئی عاکف است
گر نبودے سیر آب از جا بجا — چیست بر وے تو بنو خاشا کہا
ہست آں خاشاک صورتہاے فکر — تو بنو در و میر سد اشکال بکر
روے آب جوے فکر اندر روش — نیست بے خاشاک محبوب و وحش
قشرہا بر روے ایں آب رواں — از ثمار باغ غیبی شد دواں
قشرہا را مغز اندر باغ جو — زانکہ آب از باغ می آید بجو

کوئی کہتا ہے کہ روٹی مجکو دو — کہ ہیں آسودہ ہوں رکھتا مال کو
دیں[1] چھچھوندر کو نہ آنکھیں اسلئے — کیونکہ بے آنکھوں کے چرتی خوب ہے
زندگی کرتی ہے بے چشم و بصر — چشم سے فارغ ہے زیر خاک تر
اور چھپے چوری سے نکلے خاک سے — پاک اس چوری سے تا خالق کرے
بعدہ پر نکلیں اور وہ مرغ ہو — جوں ملائک جائے وہ افلاک کو
گلشن[2] شکر خدا میں ہر زماں — مثل بلبل کے کہے سو داستاں
کر جھڑا یا مجکو بد اوصاف سے — اے تو کرتا جوں جناں دوزخ کو
ایک چربی میں تو رکھے روشنی — ایک ہڈی میں سماعت اے غنی
کیا تعلق تن سے اس معنی کو ہے — کیا تعلق فہم کو ہے اسم سے
معنی جوں طائر ہے اور لفظ آشیاں — جسم نہر و روح ہے آب رواں
رخ رواں ہے آب جوے فکر کا — نے ہے بے خاشاک نیک و بد سوا
وہ رواں اور تو کہے ٹھہرا ہوا — وہ رواں اور تو کہے ٹھہرا ہوا
گر[3] نہیں چلتا ہے پانی جا بجا — تو بنو کیوں آتی ہیں خاشا کہا
فکر کی ہیں صورتیں خاشاک وہ — پہونچتی ہیں شکل نادر نو بنو
آب جاری فکر کا رخ کب ملے — بے خس و خاشاک ہے اور خوب کے
چھلکے ہیں اس آب جاری پر رواں — باغ غیبی کے پھلوں کے ہیں نشان
باغ میں جا مغز ان چھلکوں کا لے — نہر میں آتا ہے پانی باغ سے

[1] دیں چھچھوندر الخ یہ شعر چھچھوندر کو اس لئے آنکھیں نہیں دیں کیونکہ بغیر آنکھوں کے اندھے بنی ہیں یعنی چشم روشنی نذر نہیں رکھتی ہیں پس زندگی بغیر چشم و بصر کے کرتی ہے اور چشم سے فارغ ہے زیر خاک کے چوری چھپے سے نکلے ہے تاکہ اس چوری سے خدا پاک کر دے بعدہ پر نکلیں اور وہ مرغ ہو اور مثل ملائک کے افلاک پر جائے یعنی وہ کہ چھچھوندر اپنے نابینا ہونے پر شرم کرتی ہے اور اسی شرم لحاظ سے شب کو پوشیدہ چرنے نکلتی ہے اس واسطے بقول مشہور حق اس کو مرغ چمگاڈر بنا دیتا ہے اور وہ آسمان پر اڑتی ہے اسی طرح عارفان دنیا میں بے جاپی کور باطنی کا شرمسار ہوں حق تعالےٰ ان کی جان کو اس عالم میں مرغ پرواز کرتا ہے کہ عرش و لامکان کی سیر کرتا ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲
[2] گلشن الخ ۲ شعر وہ ہر زماں گلشن خدا میں مثل بلبل کے سو داستاں کہے کہ اے خدا مجھ کو بد اوصاف سے چھڑا یعنی تو دوزخ کو مانند جنت کے کرتا ہے ایک طرف چربی چشم میں تو روشنی رکھتا ہے ایک طرف استخواں گوش میں سمع رکھتا ہے تن سے کیا تعلق اس معنی کو ہے فہم کو کیا تعلق اسم سے معنی مانند طائر کے اور لفظ مانند آشیانہ کے جسم نہر اور روح آب رواں ہے مگر رخ آب جوے فکر کا روانگی میں نہیں معلوم ہوتا ہے بجز خاشاک نیک و بد کے وہ رواں ہے اور تو کہتا ہے ٹھہرا ہوا ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲
[3] اگر نہیں الخ ۵ شعر اگر نہیں پانی جا بجا چلتا ہے تو خاشاک تو بنو کیوں آتے ہیں فکر کی صورت وہ خاشاک ہیں کہ نئی نئی صورتیں نادر کرتے ہیں رخ آب جاری سی معلوم ہو گا کب دیکھے بغیر خس و خاشاک نیک و بد کے اس آب جاری پر چھلکے رواں ہیں باغ غیب کے غیبی پھلوں کی فشانی ہے ان چھلکوں کا مغز باداموں میں جا کر لے کیونکہ پانی نہر میں آتا ہے باغ سے باقی حال آگے ہے ۱۲

گر نہ بینی رفتن آب حیات	بنگر اندر جوے ایں سیر نبات	گر نہ[۱] دیکھے چلتا تو آب حیات	نہر میں تو دیکھ یہ سیر نبات
آب چوں انبہ تر آید در گزر	زو کند قشر صور زوتر گزر	نہر میں کثرت سے پانی ہو رواں	چھلکے صورت کے ہوں جلد اس سے دواں
چوں بغایت تیز شد ایں جو رواں	غم نپاید در ضمیر عارفاں	جو بہت جاری ہوئی نہر رواں	غم نہیں رکھتے ہیں دل میں عارفاں
چوں بغایت ممتلی بود و شتاب	پس نگنجد اندر و الا کہ آب	جو نہایت بھر گئی اور ہو شتاب	کچھ نہیں اسمیں سماوے لیکن آب

طعنہ زدن بیگانہ در شان شیخ و جواب گفتن مرید شیخ — طعنہ مارنا ایک ناواقف کا ایک شیخ کی شان میں اور جواب دینا

آں یکے یک شیخ را تہمت نہاد	کو بد ست و نیست در راہ رشاد	شیخ[۲] پر ابلہ نے اک تہمت رکھی	کہ وہ بد ہے اور نہیں ہے متقی
شارب خمر ست و سالوس و خبیث	مر مریداں را کجا باشد مغیث	ہے شرابی اور بد مکار بس	کب مریدوں کا وہ ہو فریادرس
آں یکے گفتش ادب را ہوش دار	خرد نبود ایں چنیں ظن بر کبار	ایک بولا اس سے گستاخی نہ کر	عیب گیری تو بزرگوں کی نہ کر
دور ازو دور ازو اوصاف او	کے ز سیلے تیرہ گردد صاف او	دور اس سے دور اوصاف اسکے	اسکا صاف ایک سیل سے گندلا نہ
ایں چنیں بہتان منہ بر اہل حق	کایں خیال تست برگرداں ورق	اہل حق پے ایسا بہتاں مت رکھے	یہ تخیل ہیں ترے تو چھوڑ دے
ایں نباشد ور بود اے مرغ خاک	بحر قلزم را ز مردارے چہ باک	یہ نہ ہو اور ہو اگر اے مرغ خاک	بحر کو مردار سے کیا خوف و باک
نیست دون القلتین و حوض خرد	کش تواند قطرہ از کار برد	کم نہیں ہے قلتین و حوض سے	کہ کرے بیکار اک قطرہ اُسے
آتش ابراہیم را نبود زیاں	ہر کہ نمرودیست گو میترس ازاں	آگ ابراہیم کو نقصان نہ دے	جو کہ نمرودی ہو وہ اسمیں جلے
نفس نمرود ست و عقل و جان خلیل	روح در عین ست و نفس اندر دلیل	نفس[۳] ہے نمرود و عقل و جان خلیل	عین میں ہے روح و نفس اندر دلیل
ایں دلیل راہ رہرو را بود	کو بہر دم در بیاباں گم شود	یہ دلیل راہ رہگیروں کو ہو	کہ بیاباں میں نہ بھولیں راہ وہ
واصلاں را نیست جز چشم و چراغ	از دلیل و راہ شان باشد فراغ	واصلوں کو نے سوا چشم و چراغ	اور دلیل و راہ سے ان کو فراغ

۱ گر نہ الخ یہ شعر اگر آب حیات چلتا نہیں دکھائی دیتا ہے نہر میں تو پھر خاشاک کو دیکھ جب نہر میں پانی کثرت سے رواں ہو صورت کے چھلکے جلد اس سے دواں ہوں جو نہر رواں بہت جاری ہوتی ہے دل میں عارف غم نہیں رکھتے ہیں جو نہایت بھر گئی اور جاری ہوا اسمیں کچھ نہیں سماوے لیکن ہر ایک افراد کی آب روح نہر میں جاری ہے مگر آب کی روانگی معلوم نہیں ہوتی ہے خاشاک کی روانگی سے رنج پانی کا معلوم ہوتا ہے اسی طرح آب رواں کا رنج خیالات کے آنے جانے سے معلوم ہوتا ہے پس وہ خیالات ثمرات گلشن معنی کے چھلکے ہیں پس جدھر سے یہ خیالات آتے ہیں تو ادھر کی جانب رجا باغ معنی کے وجود عارف میں تیز پانی جاری ہے تو وہ چھلکے جلد کی اس سے گزریں گے عارف کے دل میں رنج و خوشی نہیں ٹھہرتا ہے کہ آب روح انکا تیرہ ہو چنانچہ مثال اس کی قصہ شیخ میں آگے اسکے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ شیخ پر الخ ۸ شعر ایک ابلہ نے ایک شیخ پر تہمت کی کہ وہ بد ہے اور متقی نہیں ہے کہ شراب پیتا ہے اور مکار بد ہے وہ کب مریدوں کا فریادرس ہوا ایک شخص نے کہا کہ اس سے گستاخی نہ کر اور عیب گیری بزرگوں کی نہ کر اس سے اور اس کے اوصاف دور ہیں کہ اس کا آب صاف ایک ضرب لاٹھی سے گندلا ہووے اہل اللہ پر ایسا بہتان نہ کر یہ تیرے خیالات ہیں تو چھوڑ دے یہ امر نہ ہو اور اگر ہوا اے مرغ خاک مردار سے بحر قلزم کو کیا خوف ہے وہ کم نہیں ہے قلتین حوض سے کہ اسکو ایک قطرہ کام سے کھو دے آگے اسکی مثال ہے آگ ابراہیم کو نقصان نہ دے اور جو نمرودی ہے وہ اس سے ڈرے کان نمک میں جو شے پلید و مردار جائے نمک پاک ہووے بقول استاد ع ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد باقی اسکے حقائق میں فافہم ۱۲ ۳ نفس ہے الخ ۵ شعر نفس نمرود ہے اور عقل و جان خلیل روح عین میں ہے اور نفس دلیل میں راہگیروں کو دلیل راہ ہو کہ بیاباں میں وہ راہ کو نہ بھولیں واصلوں کو بجز چشم و چراغ کے نہیں ہے اور انکو دلیل کی ضرورت نہیں اور وہ دلیل جو بیان کرتے ہیں تو اہل دنیا کیلئے بیان کرتے ہیں یعنی روح مقام غیب میں ہے اور نفس دلیلیں رکھتا ہے کیونکہ راہرو کو دلیل واجب ہے پس داخل [illegible] فافہم ۱۲

گر دلیلی گفت آن مرد وصال ۔ گفت بہر فہم اصحاب جدال
بہر طفل نو پدر تی تی کند ۔ گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند
کم نگردد فضل استاد از علو ۔ گر الف چیزے ندارد گوید او
از پے تعلیم آن بستہ دہن ۔ از زبان خود برون باید شدن
در زبان او بباید آمدن ۔ تا بیاموزد ز تو او علم و فن
پس ہمہ خلقان چو طفلان وے اند ۔ لازم است این پیر را در رفت تنگ
آن مرید شیخ بد گوینده را ۔ آن بکفر و گمرہی آگنده را
گفت تو خود را مزن بر تیغ تیز ۔ ہین مکن با شاہ و با سلطان ستیز
حوض با دریا اگر پہلو زند ۔ خویش را از بیخ ہستی بر کند
نیست بحرے کو کران دارد کہ تا ۔ تیرہ گردد او ز مردار شما
بحر را حدست و اندازہ بدان ۔ شیخ و نور شیخ را نبود کران
پیش بیحد ہر چہ محدودست لاست ۔ کل شیٔ غیر وجہ اللہ فناست
کفر و ایمان نیست آنجائیکہ اوست ۔ زانکہ او مغزست و این دو رنگ و پوست
این فنا ہا پردہ آن وجہ گشت ۔ چون چراغ خفتہ اندر زیر طشت
پس سر این تن حجاب آن سر است ۔ پیش آن سر این سر تن کافر است
کیست کافر غافل از ایمان شیخ ۔ کیست مردہ بیخبر از جان شیخ
جان نباشد جز خبر در آزمون ۔ ہر کرا افزون خبر جانش فزون
جان ما از جان حیوان بیشتر ۔ از چہ زان رو کہ فزون دارد خبر

مرد واصل نے دلیلیں جو کہیں ۔ لڑنے والوں کے سمجھنے کو کہیں
باپ بچہ کے لئے تی تی کرے ۔ گرچہ عقل اسکی ریاضی داں سے ہے
کم نہ ہوا[1] استاد کا فضل و ہنر ۔ گر الف خالی کہے وہ اے پسر
واسطے تعلیم اس نادان کے ۔ چھوڑنا اپنی زبان کو چاہیئے
بولنا اسکی زبان کو چاہیئے ۔ تاکہ علم و فن وہ تجہ سے سیکھ لے
جبکہ سب مخلوق اسکی طفل ہے ۔ پیر کو کرنا نصیحت چاہیئے
اس مرید[2] پیر نے اس مردکو ۔ بولا اس گمراہ اور بیدرد کو
خود کو تو مت مار تیغ تیز پر ۔ جنگ سلطانوں سے تو ہرگز نہ کر
ہمسری جو حوض دریا سے کرے ۔ اپنی ہستی کی اکھیڑے جڑ کو ہے
یہ نہ وہ دریا کنارہ جسکا ہو ۔ تاکہ اس مردار سے گندہ ہو وہ
حد[3] و اندازہ ہے دریا کا بھلا ۔ شیخ نور شیخ ہے بے انتہا
جبکہ محدود آگے بیحد کے ہے لا ۔ کل شیٔ غیر وجہ اللہ فنا
کفر و ایمان ہی نہ داں جس جا ہے وہ ۔ کیونکہ وہ مغز اور یہ رنگ و پوست دو
یہ فنا پردہ ہوئی اس ذات کی ۔ جو چراغ اک طشت کے نیچے چھپی
تن کا یہ سر اک حجاب اس سر کا ہے ۔ آگے اس سر کے یہ سر کافر سا ہے
کون کافر غافل ایمان شیخ ۔ کون مردہ بے خبر با جان شیخ
آزمائش[4] میں نہ جان ہو جز خبر ۔ جس کو زیادہ ہو خبر جان بیشتر
جان حیوان سے ہر جان بیشتر ۔ اسلئے کہ زیادہ رکھتی ہے خبر

سلہ کم نہ ہوا الخ ہ شعر استاد کا فضل و ہنر کم نہ ہوا اگر وہ خالی الف کہے واسطے تعلیم نادان کے اپنی زبان کو چھوڑنا چاہیے اور اسکی زبان بولنا چاہیے اس کی عقل سے چاہیے نصیحت کرنا یعنی استاد بچہ کی تعلیم کو اس کی زبان کے موافق بولتے ہیں واصلان حق اگر دلائل کہیں تو ان کے کمال میں کچھ کمی آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ سلہ اس مرید پیر الخ ہ شعر اس شخص کے مرید نے اس گمراہ و اس بیدرد کو کہا کہ خود کو مت ڈال تیغ تیز پر اور سلطانوں سے تو ہرگز نہ لڑ حوض اگر ہمسری دریا سے کرے تو اپنے آپ کو برباد کرے دریا گندہ نہیں ہوتا بطون شیخ کا ناپیدا کنار ہے شراب مردار سے کب گندہ ہوتا ہے باقی اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ حد و اندازہ الخ ہ شعر دریا کا تو حد و اندازہ ہے شیخ و نور شیخ بے انتہا ہے کہ جو محدود ہے وہ آگے بیحد کے لا ہے ترجمہ سب شے سوا وجہ اللہ کے فنا ہے وہ جس جا ہے وہاں نہ کفر نہ ایمان ہے کیونکہ وہ مغز ہے اور دونوں رنگ و پوست ہیں محسوسات فانی اس ذات کا پردہ ہے جیسے ایک چراغ طشت کے نیچے پوشیدہ ہوا اسرار تن اسرار یعنی تن چھپانے ظاہر کا ہے یہ بھید اس بھید کے سامنے کافر سا ہے غافل با یمان شیخ سے کون کافر ہے اور کون مردہ بیخبر جان شیخ سے ہے یعنی جو ایمان شیخ سے غافل ہے وہ کافر ہے اور جو جان شیخ سے بیخبر ہے وہ مردہ ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ آزمائش الخ ہ شعر ہنگام آزمائش کے جان نہیں ہے بجز خبر کے خبر جس کو زیادہ ہے وہ جان زیادہ ہے اور ہماری جان سے جان فرشتہ زیادہ ہے کہ وہ حس مشترک نہیں رکھتے ہیں فرشتہ سے جان اہل دل کی زیادہ ہے اے ذو فنون تو حیرت مت کر اس لئے اسکا سجدہ آدم ہوا اس کی جان ان کی حقیقت سے سوا ہے ورنہ سجدہ کے لئے بدتروں کے بہتروں کو حکم کب لائق ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

پس فزون از جان ما جان ملک — کو منزہ شد ز حس مشترک
وز ملک جان خداوندان دل — باشد افزون تو تحیر را بہل
زان سبب آدم بود مسجودشان — جان او افزون ترست از بودشان
ورنہ بہتر را سجود دون بری — امر کردن ہیچ نبود درخوری
کے پسند عدل و لطف کردگار — کہ گلے سجدہ کند در پیش خار
جان چو افزون شد گذشت از انتہا — شد مطیعش جان جملہ چیزہا
مرغ و ماہی و پری و آدمی — زانکہ او بیش ست ایشان در کمی
ماہیان سوزن گر دلقش شوند — سوزنان را رشتہا تابع بوند

جان ہماری سے فزون جان ملک — کہ نہ رکھتے ہیں وہ حس مشترک
اور ملک سے جان اہل دل فزوں — ہووے تو مت رکھ تحیر ذو فنون
انکا مسجود اس لئے آدم ہوا — اسکی جان انکی حقیقت سے سوا
بدتروں کے ورنہ سجدہ کیلئے — بہتروں کو حکم کب شایاں ہے
لطف اللہ[1] کب پسند اسکو کرے — کہ کرے گل سجدہ آگے خار کے
جو زیادہ تن میں جان بجد ہوئی — اسکی تابع جان ہوئی کب پیر کی
مرغ و مچھلی اور پری اور آدمی — کیونکہ وہ زیادہ ہے رکھیں یہ کمی
اسکی گدڑی سینے والی مچھلیاں — رشتہ کو تابع رکھیں ہیں سوئیاں

بقیہ قصہ ابراہیم ادہم برلب دریا و آن امیر

باقی قصہ ابراہیم ادہم کا کنارہ دریا پر اور اس امیر کا

چون نفاذ امر شیخ آن میر دید — ز آمد ماہی شدش وجدے پدید
گفت آہ ماہی ز پیران آگہ است — شہ تنے را کو لعین درگہ است
ماہیان از پیر آگہ ما بعید — ما شقی زین دولت و ایشان سعید
سجدہ کرد و رفت گریان و خراب — گشت دیوانہ ز عشق و فتح باب
پس تو اے ناشستہ رو در چیستی — در نزاع و در حسد با کیستی
با دم شیرے تو بازی می کنی — با ملائک ترکتازی می کنی
بد چہ می‌گوئی تو خیر محض را — ہین ترفع کم شمر آن خفض را
بد چہ باشد مس محتاج مہان — شیخ کہ بود کیمیاے بیکران
مس اگر از کیمیا قابل نہ بد — کیمیا از مس ہرگز مس نشد

شیخ[2] کا وہ حکم جاری میر نے — دیکھا مچھلی پر ہوا وجد اک اسے
بولا مچھلی کو ہے چیزوں سے خبر — تف ہے اس پر جبکہ ہو ملعون بشر
پیر سے آگہ ہوں مچھلی ہم بعید — ہم شقی دولت سے ہوں اور وہ سعید
بس کیا سجدہ وہ اور روتا چلا — عشق کی خواہش سے دیوانہ بنا
اے[3] سیہ رو بس یہ کیسی بات ہے — اور حسد اور جنگ کس کے ساتھ ہے
کرتا ہے بازی تو دم سے شیر کی — اور فرشتوں پر یہ حملہ آوری
اب تو خیر محض کو بدبست کہے — ہاں تو اک درجہ سمجھ کم شرع سے
بد ہے کیا تانبا کہ وہ محتاج ہے — شیخ کیا ہے کیمیا اک جان کے
کیمیا تانبے کو گز زر نے کرے — کیمیا تانبے سے کب تانبا بنے

[1] لطف اللہ الخ یہ شعر لطف اللہ کب اسکو پسند کرے کہ گل سجدہ آگے خار کے کرے یعنی جان اولیاء اللہ کی سب مخلوق کی جان سے بہتر و برتر ہے پس جو جان کہ زیادہ ہوئی بحد ہوئی کہ اسکے تابع کب پیر کی حالت ہوئی مرغ مچھلی اور پری اور آدمی کی رکھتے ہیں کیونکہ اولیا زیادہ ہیں کیونکہ مچھلیاں اسکی گدڑی سینے والی ہیں جیسے سوئی رشتہ کو تابع رکھتی ہے یعنی اولیاء اللہ کل مخلوق سے برتر ہیں اور سب شے کی جانیں ان کی تابعدار ہیں آگے رجوع بقصہ ابراہیم ادہم رحمہ اللہ کے ہے فافہم ۱۲ [2] شیخ کا وہ حکم الخ یہ شعر وہ حکم جاری شیخ کا امیر نے مچھلیوں پر دیکھا ایک وجد اس کو ہوا اور کہا کہ مچھلیوں کو پیر سے خبر ہے تف ہے اس پر بشر ملعون ہو مچھلیاں پیر سے آگاہ ہوں اور ہم بعید دولت سے شقی ہوں اور وہ سعید پس اس نے سجدہ کیا اور روتا چلا اور خواہش سے دیوانہ ہوا آگے رجوع ہے طرف قصہ شیخ کے فافہم ۱۲ [3] اے سیہ رو الخ یہ شعر اے سیاہ رو یہ بات کیسی ہے اور حسد و جنگ کس کے ساتھ ہے تو شیر کی دم سے بازی کرتا ہے اور فرشتوں پر حملہ لاتا ہے تو اب خیر محض کو بدبست کہہ ہاں ایک درجہ کم سمجھ شیخ کو شریعت سے یعنی وہ شیخ خیر محض ہے مگر بسبب شراب پینے کے کہ شریعت میں حرام ہے ایک درجہ شریعت میں کم سمجھ سکے تو وہ کہ خیر محض ہے ایک درجہ کم ہونے سے اس کا کیا ہوتا ہے پس بد کیا ہے تانبا کہ وہ محتاج ہے اور شیخ کیا ہے ایک کیمیا ہے اگر کیمیا تانبے کو زر نہ کرے تو کیمیا تانبہ نہیں ہے اگر شیخ نے تجھ کو زر نہ کیا پس شیخ میں کچھ نقصان نہیں آتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

بد چه باشد سرکش آتش عمل — شیخ که بود عین دریای ازل
بد که باشد ظالم ظلمت فزا — شیخ که بود عکس انوار خدا
بد چه باشد آتشے پر درد و سوز — شیخ آب کوثرست اندر تموز
دائم آتش را بترساند ز آب — آب کے ترسد نه هرگز ز التهاب
در رخ مه عیب بینی می کنی — در بهشتی خار چینی می کنی
گر بهشت اندر روی تو خار جو — هیچ خارا کجا نیابے غیر تو
می بپوشی آفتابے در گلے — رخنه می جوئی ز بدر کاملے
آفتابے کو بتابد در جهان — بهر خفاشے کجا گردد نهان
عیبها از روے پیران عیب شد — غیبها از رشک پیران غیب شد
یار را دوری ز خدمت یار باش — در ندامت جان کن و در کار باش
تا ازان راحت نسیمے میرسد — آب رحمت را چه بندی از حسد
گر تو دوری دور میجنباں تو دم — حیث ما کنتم فولوا وجهکم
چوں خرے در گل فتد از گام تیز — دمبدم جنبد براے عزم خیز
جاے راهموار نکند بهر باش — داند او که نیست آں جاے معاش
حس تو از حس خر کمتر بدست — که دل تو زاں وحلها بر نجست
در وحل تاویل رخصت میکنی — چوں نمی خواهی کزاں دل برکشی
کایں روا باشد مرا من مضطرم — حق نگیرد عاجزی را از کرم

بد[1] ہے کیا اک آتش سرکش عمل — شیخ کیا ہے عین دریائے ازل
بد ہے کیا اک ظالم ظلمت فزا — شیخ کیا ہے عکس انوار خدا
بد ہے کیا اک آتش پر سوز و درد — شیخ کیا ہے آب کوثر سخت سرد
آگ کو بس ہیں ڈراتے آب سے — آگ سے ہرگز نہ ڈرتا آب ہے
ماہ میں تو دیکھتا ہے عیب کو — اور ڈھونڈھتا خار جنت میں ہے تو
جائے گر جنت میں کانٹا ڈھونڈھنے — کانٹا تو پائے نہ واں اپنے سوا
ڈالتا ہے خاک تو خورشید پے — بدر میں سوراخ کوئی ڈھونڈھے ہے
آفتاب[2] ایسا کہ چمکائے جہاں — کب ہو چمگادڑ کی خاطر وہ نہاں
عیب کل پیروں کے رو سے عیب ہے — غیب رشک پیر سے بس غیب ہے
دور گر خدمت سے ہے تو یار ہو — کر تو خدمت دے ندامت جان کو
تاکہ اس رہ سے نسیم آئے تجھے — آب رحمت کیوں حسد سے روکے ہے
دور اگر ہے تو ہلا دور اپنی دم — حیث ما کنتم فولوا وجہکم
دوڑنے سے مثل خر گل میں پھنسا — دوڑنے کو دمبدم ہے لوٹتا
وہ برابر جا نہ رہنے کو کرے — جانتا ہے نے معاش اس جا پہ ہے
حس[3] خر سے تیری حس کمتر ہوئی — دل ترا اس گل سے نے نکلا کبھی
گل میں تو تاویل رہنے کی کرے — کیوں نہ چاہے تو کہ دور اس سے رہے
ہوں میں بھوکا تین دن کا ہے بہا — کہ پکڑتا ہے نہ عاجز کو خدا

[1] بد ہے الخ، شعر کیا چیز ہے ایک آتش بعمل سرکش ہے اور شیخ کیا ہے عین دریائے ازل ہے بد ایک ظالم ظلمت کا زیادہ کرنے والا ہے اور شیخ کیا ہے انوار خدا کا بد کیا ہے ایک آتش پر سوز و درد ہے شیخ کیا ہے آب کوثر سرد ہے بس آتش کو ڈراتے ہیں آب سے آب نہیں ڈرتا ہے یعنی شراب آتش ہے اور شیخ آب ہے پس شیخ سے شراب کو خوف ہو نہ شیخ شراب سے ڈرے تو ماہ میں عیب دیکھتا ہے اور خار ڈھونڈھتا ہے جنت میں اگر تو جنت میں خار ڈھونڈھنا چاہے تو وہاں اپنے سوا نہیں پائے تو خورشید پر خاک ڈالتا ہے بدر میں کوئی سوراخ ڈھونڈھتا ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

[2] آفتاب ایسا الخ، شعر ایسا آفتاب کہ جہاں کو روشن کرے وہ چمگادڑ کی خاطر پوشیدہ ہووے پس عیب کل پیروں کی رو سے عیب ہے اور غیب رشک پیروں سے غیب ہے یعنی جس فعل کو سب پیروں نے رد کیا ہے وہ عیب ہے اور جس راز کو سب پیروں نے پوشیدہ کیا وہ غیب ہے بموجب شریعت کے اگر تو خدمت سے دور ہے یار ہو اور خدمت کر و جان کو ندامت دے تاکہ اس راہ سے تجھکو نسیم آئے رحمت کو کیوں حسد سے روکتا ہے یعنی تو اولیائے خدمت کرکے فیض حاصل کر اور خدمت سے محروم مت رہ اگر تو اولیا سے دور ہے تو اپنی دم دور سے ہلا یعنی ارادہ کر توجہ جس جا کہ تم ہو اپنے منہ کو پھیر دو طرف مسجد حرام کے اور اگر دوڑنے سے مثل خر کے گل میں پھنسا ہے اور دوڑنے کے واسطے دمبدم گل میں لوٹیں مارتا ہے پس وہ جگہ رہنے کو برابر نہ کرے جانتا ہے کہ معاش اس جا پر نہیں ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

[3] حس خر الخ، شعر پس حس خر سے تیری حس کمتر ہوئی دل تیرا اس گل دنیا سے کبھی نہ نکلا گل میں تاویل کرتا ہے اور کیوں نہیں چاہتا ہے کہ اس سے دور رہے یعنی خر جو گل میں پھنسا ہے تو اس سے نکلنا چاہتا ہے اور تو جو گل دنیا میں پھنسا ہے تو اس سے نکلنے کی تدبیر نہیں کرتا پس تجھ سے خر بہتر ہے اور میں تین دن کا بھوکا ہوں میرے لئے روا ہے کیونکہ عاجز کو خدا نہیں پکڑتا ہے آگے اسکی مثال ہے فافہم ۱۲

خود دگر گفتار ست تو چوں گفتار او — ایں گرفتن را بہ بینی از غرور
می بگوید اندراں گفتار نیست — از بروں جوئید کاندر غار نیست
نیست در سوراخ گفتار اے پسر — رفت نازاں او بسوی آبخور
ایں ہمی گوید و بندش می نہند — او ہمی گوید ز من کے آگہ اند
گر ز من آگاہ بودے ایں عدو — کے ندا کردے کہ آں گفتار کو
تا کہ بر بندند و بیرونش کنند — غافل آں گفتار از ایں ریشخند

خود پھنسا مثل جرک اندھے کے کہ[1] — نے پھنسا جانے وہ خود کو غیر سے
کہتے ہیں وہ کہ جرک یاں پر نہیں — ڈھونڈھو باہر غار کے اندر نہیں
وہ جرک اندر نہیں ہے غار کے — پانی پینے کو گیا اس جا سے ہے
اس طرح کہکر پکڑتے ہیں اسے — کہتا ہے وہ مجکو کب ہیں جانتے
جانتے مجکو اگر یہ دشمناں — اس لئے کہتے جرک ہے وہ کہاں
یاں تلک کہ باندھیں اور کھینچیں اسے — اور وہ غافل جرک ہے اس مکر سے

دعوی کردن آں شخص کہ خدا از من گناہ نمیگیرد و جواب شعیبؑ

دعوی کرنا اس شخص کا کہ خدا مجھسے گناہ نہیں پکڑتا ہے اور جواب دیا شعیبؑ کا

آں یکے میگفت در عہد شعیب — کہ خدا از من بسے دیدست عیب
چند دید از من گناہ و جرمہا — وز کرم یزداں نمی گیرد مرا
حق تعالی گفت در گوش شعیب — در جواب او فصیح از راہ غیب
کہ بگفتی چند کردم من گناہ — وز کرم نگرفت بر جرمم آلہ
عکس میگوئی و مقلوب اے سفیہ — اے رہا کردہ رہ و بگرفتہ تیہ
چند چندت گیرم و تو بے خبر — با سلاسل ماندہ پا تا بہ سر
زنگ تو بر توت اے دیگ سیاہ — کردہ سیماے درونت را تباہ
بر دلت زنگار بر زنگار ہا — جمع شد تا کور شد ز اسرار ہا
گر زند آں دود بر دیگ نوے — آں اثر بنماید ار باشد جوے
زانکہ ہر چیزے بضد پیدا شود — بر سفیدی آں سیہ رسوا شود

شخص[2] اک کہتا تھا با عہد شعیب — کہ بہت دیکھے ہیں حق نے مجھسے عیب
اور بہت جرم و گنہ دیکھے مرے — پر کرم سے حق نہ پکڑے ہے مجھے
پس کہا مخفی خدا نے با شعیب — در جواب اسکے فصیح از راہ غیب
کہتا ہے میں نے کئے از بس گناہ — کب کرم سے جرم پکڑے ہے الٰہ
کہتا[3] ہے برعکس وہ اور برخلاف — راہ بھولا اور پڑا جنگل میں صاف
میں پکڑتا ہوں تجھے تو بے خبر — ہے پھنسا زنجیر میں پا تا بہ سر
زنگ تہ بر تہ ترے اے دیگ سیاہ — ردے باطن کو کیا تیرے تباہ
دل پہ تیرے زنگ پر ہیں زنگ ہے — اسلئے اندھا ہے تو اسرار سے
گر یہ دیگ نو پہ لگ جائے دھواں — ہو بقدر جو اثر اس پر عیاں
کیونکہ ظاہر ہوتی ہر شے ضد سے[4] — پس سفیدی سے سیہ رسوا ہے

[1] خود پھنسا الخ شعر تو خود پھنسا ہے مثل خر اندھے کے اور وہ جرک کو نہیں پھنسانا جانتا ہے غرہ سے کہتے ہیں کہ وہ جرک یہاں پر نہیں ہے غار کے باہر ڈھونڈھو اندر نہیں ہے جرک ہنڈار کو کہتے ہیں وہ جرک باہر غار کے پانی کو گیا ہے اسی طرح کہکر جرک کو پکڑتے ہیں اور وہ جرک خود کہتا ہے کہ یہ مجھ کو جانتے نہیں اگر یہ دشمن مجھ کو جانتے کس واسطے کہتے کہ وہ جرک کہاں ہے یہانتک کہ اس کو باندھیں اور کھینچیں اور وہ جرک اس سے غافل ہے یعنی اسی طرح غافلاں دنیا تعلقات دنیا میں گرفتار ہیں اور خود جانتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں جیسے ایک گنہگار کا دعوی کرنا کہ خدا مجکو گناہ پر نہیں پکڑتا ہے چنانچہ اسکا قصہ آگے مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] شخص اک الخ شعر شعیب کے عہد میں ایک شخص کہتا تھا کہ حق نے مجھ سے بہت عیب دیکھے ہیں اور بہت جرم و گناہ میرے دیکھے و لیکن کرم سے حق نے نہ پکڑے پس حق نے حضرت شعیب سے در جواب اسکے کہا از راہ غیب کے آگے اسکے بیان حق تعالی کا ہے فافہم ۱۲ [3] کہتا ہے الخ شعر یہ شخص جو کہتا ہے کہ میں نے از بس گناہ کئے و کرم سے حق تعالی نے نہ پکڑے پس وہ برعکس اور برخلاف کہتا ہے راہ بھولا اور جنگل میں پڑا ہے اے شخص میں تجھے پکڑتا ہوں اور تو بے خبر ہے اور تو زنجیر میں پھنسا ہے از سر و پا زنگ نے اے دیگ سیاہ تیرے ردے باطن کو تباہ کیا ہے تیرے دل پر زنگ پر زنگ ہے اس لئے اسرار سے تو اندھا ہے اگر وہ نئی دیگ پر دھواں لگ جائے جو کے برابر ہو تو اثر اسکا عیاں ہو کیونکہ ہر شئے ظاہر ضد سے ہے پس سفیدی سے سیاہی رسوا ہوتی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

چوں سیہ شد دیگ از تاثیر دود — بعد ازاں بردی کہ بنہد دود زود
مرد آہنگر کہ او زنگی بود — دود را با روشن ہمرنگی بود
مرد رومی گر کند آہنگری — رویش ابلق گردد از دود آوری
پس بداند زود تاثیر گناہ — پس بنالد زار و گوید کاے الٰہ
چوں کند اصرار و بد پیشہ کند — خاک اندر چشم و اندیشہ کند
توبہ نندیشد دگر شیریں شود — بر دلش آں جرم تا بے دین شود
آں پشیمانی و یارب رفت ازو — شست بر آئینہ زنگ پنج تو
آہنش را زنگہا خوردن گرفت — گوہرش را زنگ کم کردن گرفت
چوں نویسی کاغذ اسپید بر — آں نوشتہ خواندہ آید در نظر
چوں نویسی بر سر بنوشتہ خط — فہم ناید خواندنش گردد غلط
کاں سیاہی بر سیاہی اوفتاد — ہر دو خط شد کور معنی رو نداد
در سوم بارہ نویسی بر سرش — پس سیہ کردی تو جان کافرش
پس چہ چارہ جز پناہ چارہ گر — ناامیدی مس و اکسیرش نظر
ناامیدیہا بپیش او نہید — تا ز درد بے دوا بیروں جہید
چوں شعیب ایں نکتہا با او بگفت — زاں دم جان در دل او گل شگفت
جان او بشنید وحی آسمان — گفت اگر بگرفت مارا کو نشاں
گفت یارب دفع من میگوید او — آں گرفتن را نشاں میجوید او

جو دھوئیں سے دیگ ہوجاوے سیاہ [1] — پھر دھوئیں کو اس پہ کب دیکھے نگاہ
ایک زنگی شخص گر ہووے لہار — اسکے رخ سے ہو دھواں ہمرنگ یار
مرد رومی گر کرے آہنگری — اسکا منہ ابلق دھوئیں سے ہو اخی
جان لیوے جلد تاثیر گناہ — اور رو رو کر پکارے اے الٰہ
جو کرے اصرار و بد پیشہ کرے — خاک سے پر چشم اندیشہ کرے
نے کرے [2] توبہ و شیریں جرم ہو — اسکے دل پر تاکہ بے دیں ہووے وہ
کہنا یارب اور پشیمانی گئی — آئینہ پہ زنگ کی تہ جم گئی
زنگ اسکے لوہے کو کھانے لگا — گوہر اس کا زنگ کم کرنے لگا
سادہ کاغذ پر اگر تو کچھ لکھے — اس لکھے کو خوب ہر کوئی پڑھے
تو لکھے کاغذ پہ لکھے اور خط — فہم میں ہرگز نہ آوے ہو غلط
اسکی سیاہی پر سیاہی جو پڑے — دونوں خط اندھے ہوں اور معنی چھپے
تیسری بار اسپہ تو لکھے اگر — مثل جان کافر کے ہو تاریک تر
چارہ کیا بس جز پناہ چارہ گر — یاس تانبا کیمیا اس کی نظر
اسکے آگے ناامیدی کو رکھو — تاکہ درد بے دوا سے تم چھٹو
جو شعیب [3] ان نکتوں کو کہنے لگا — اسکے دل میں گل دم جان سے کھلا
اسکی جان نے جو سنی وحی سما — بولا مجکو پکڑا کیا اس کا پتا
بولا رد کرتا ہے مجکو اے خدا — ڈھونڈھتا ہے اس پکڑنے کا پتا

[1] جو دھوئیں سے الخ ۵ شعر جو دیگ دھوئیں سے سیاہ ہوجاتی ہے پھر نگاہ اس دھوئیں کو کب دیکھے آگے اسکی مثال ہے ایک زنگی اگر لہار ہووے اس کے رخ سے دھواں ہمرنگ ہو اگر ایک رومی آہنگر ہو تو اسکا منہ دھوئیں سے ابلق ہو یعنی ایک فاسق کے سیاہی گناہ کی دل پر ہو اور ایک متقی کی سیاہی گناہ دل پہ ہو تو متقی کو وہ سیاہی معلوم ہوگی جان لیوے جلد تاثیر گناہ کو اور رو رو کر خدا کو پکارے جو جو پیشہ بد میں اصرار و جد کرے اور چشم اندیشہ کو خاک سے بھرے یعنی ہمیشہ بد کرے اور اندیشہ نہ کرے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] نے کرے توبہ الخ ۹ شعر نہ توبہ کرے اور اس کے دل پر جرم شیریں ہو یہاں تک بے دین وہ ہوجاوے یارب کہنا اور پشیمانی گئی آئینہ پر تہ زنگ کی جم گئی اس کے لوہے کو زنگ کھانے لگا یعنے بد عقیدہ ہوا اور گوہر رنگ کم کرنے لگا یعنی ایمان کم ہوا آگے اس کی مثال ہے اگر تو سادہ کاغذ پر لکھے کچھ اس لکھے کو ہر ایک خوب پڑھے یعنی صاف دل پر ہر عمل اثر کرتا ہے اور لکھے کاغذ پر اگر تو اور خط لکھے فہم میں ہرگز نہ آئے اور غلط ہوجائے اس سیاہی پر جو اور سیاہی پڑے دونوں خط اندھے ہوں اور معنی پوشیدہ ہوں اور اگر تیسری بار تو اس پر لکھے کافروں کی جان کے مانند تاریک تر ہو اس کا چارہ کیا ہے بس پناہ چارہ گر کے سوا اس کے تانبے کو اس کی نظر کیمیا ہے اس کے آگے بے ناامیدی رکھو تاکہ درد بے دوا سے تم چھوٹو یعنے اس کا علاج نظر مرشد ہے مثل کیمیا کے بنا دے آگے قصہ کا بیان ہے فافہم ۱۲ [3] جو شعیب الخ ۴ شعر جو شعیب ان نکتوں کو کہنے لگے ان کے دم جان سے گل اس کے دل میں کھلا اس کی جان نے جو وحی آسمانی سنی کہا کہ مجھ کو اگر پکڑا ہے اس کا پتہ کیا ہے شعیب نے عرض کی کہ اے خدا وہ مجھ کو رد کرتا ہے اور اس پکڑنے کا پتا پوچھتا ہے حق نے کہا کہ میں ستار ہوں بھید اب کیا کھولوں مگر امتحان کے واسطے ایک رمز ظاہر کرتا ہوں آگے اس رمز کا بیان ہے فافہم ۱۲

گفت ستارم نگویم راز باش جز یکے رمزے برائے ابتلاش
یک نشانے آں کہ می گیرم ورا آنکہ طاعت دارد و صوم و دعا
از نماز و از زکوٰۃ و غیر آں لیک یک ذرہ ندارد ذوق جاں
میکند طاعات و افعال سنی لیک یک ذرہ ندارد چاشنی
طاعتش نغزست و معنی نغز نے جوزہا بسیار و در وے مغز نے
ذوق باید تا دہد طاعات بر مغز باید تا دہد دانہ شجر
دانۂ بے مغز کے گردد نہال صورت بے جان نباشد جز خیال
چوں شعیب ایں نکتہا بروی بخواند از تفکر ہمچو خر در گل بماند

بولا ہوں ستار نے بھید اسکا کہوں امتحان کو رمز اک ظاہر کروں
اک[1] نشان سے کہ پکڑتا ہوں اسے جبکہ روزہ اور طاعت وہ رکھے
اور نمازیں اور زکوتیں وہ کرے پر نہ ذوق جان اک ذرہ رکھے
طاعت اور افعال بہتر وہ کرے پر نہ اک ذرہ مزہ اس کا چکھے
طاعت اچھی پر نہ معنی نغز ہیں ہیں بہت اخروٹ پر بے مغز ہیں
چاہیے ذوق اب کہ طاعت دے ثمر چاہیے مغز اب کہ دانہ دے شجر
دانۂ بے مغز سے کب ہو نہال صورت بیجان نہووے جز خیال
جو شعیب ان نکتوں کو بس کہہ چکا فکر سے جون خر وہ کیچڑ میں پھنسا

تتمہ قصہ طعنہ زن شیخ و جواب مرید

تتمہ قصہ طعنہ زن شیخ کا اور جواب مرید کا

آں خبیث از شیخ می لائید ژاژ کژ نگر باشد ہمیشہ عقل کاژ
کہ منم بر حال زشتِ او گواہ خمر خوارست و بد و کارش تباہ
دیدمش اندر میان مجلسے او ز تقوی عاریست و مفلسے
در کہ باور نیست خیز امشباں تا بہ بینی فسق شیخت را عیاں
شب ببردش بر سر یک روزنے گفت بنگر فسق و عشرت کردنے
بنگر آں سالوس روز و فسق شب روز ہمچوں مصطفیٰ و شب بولہب
روز عبداللہ او را گشتہ نام شب نعوذ باللہ و در دست جام
دید شیشہ در کف آں شیخ پر گفت شیخ مر ترا ہم ہست غر

وہ خبیث[2] اس شیخ کو کہتا برا عقل احول ہوتی ہے احول سدا
کہ میں اسکے حال بد کا ہوں گواہ وہ شرابی کام اسکا ہے تباہ
میں نے دیکھا ایک محفل میں اسے پاکی اور تقوی نہ وہ بالکل رکھے
گر یقین تجکو نہیں چل وقت شب شیخ کا تجکو دکھا دوں فسق سب
لیگیا شب کو وہ اک سوراخ پے بولا فسق و عیش اسکا دیکھ لے
دیکھ[3] اسکا مکر روز اور فسق شب دن ہے مثل مصطفیٰ اور شب بولہب
دن کو عبداللہ اسکا نام ہے اور نعوذ باللہ شب با جام ہے
شیشہ دیکھا ہاتھ میں اس شیخ کے بولا شیخا سب ترا یہ مکر ہے

[1] اک نشان الخ، شعر ایک نشان اسکے پکڑنے کا یہ ہے کہ جو وہ طاعت رکھتا ہے اور نمازیں اور زکوتیں ادا کرتا ہے لیکن ذوق جان اسکو ایک ذرہ نہیں ہوتا ہے یعنی صوفیہ کرام اسکو سلب مزید کہتے ہیں چنانچہ دفتر اول میں اسکا حال رجعت سلوک میں ہم نے لکھا ہے وہ طاعت و افعال بہتر کرے لیکن ایک ذرہ اس کا مزہ نہ چکھے طاعت اچھی و لیکن معنی نادر نہیں ہے بہت اخروٹ ہیں لیکن بے مغز ہیں ذوق چاہیے تا طاعت ثمر دے مغز چاہیے تا دانہ شجر دے دانہ بے مغز سے نہال کب ہو صورت بیجان نہ ہووے بجز خیال کے جو شعیب ان نکتوں کو کہہ چکا وہ مانند گدھے کے فکر سے کیچڑ میں پھنسا آگے باقی حصہ شیخ کا فافہم ۱۲ [2] وہ خبیث الخ وہ شعر وہ خبیث اس کو شیخ برا کہتا تھا کیونکہ عقل احول کی ہمیشہ احولی ہوتی ہے کہ میں ایکے بدی کا گواہ ہوں کہ وہ شرابی ہے اور اسکا کام تباہ ہے میں نے ایک محفل میں دیکھا اسے کہ وہ بالکل پاکی و تقوی نہیں رکھتا تھا اگر تجکو یقین نہیں ہے شب کو چل شیخ کا فسق سب تجکو دکھا دوں وہ شب کو لے گیا ایک سوراخ پر اور کہا کہ فسق و عیش اسکا دیکھ لے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] دیکھ اسکا الخ، شعر اسکا مکر روز و فسق شب دیکھ کہ دن مثل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور شب مثل بولہب ہے دن کو عبداللہ اسکا نام ہے اور نعوذ باللہ شب میں اس شیخ کے ہاتھ میں شیشہ دیکھا کہا کہ اے شیخ یہ سب تیرا مکر ہے تو نہیں کہتا تھا کہ جام میں شیطان ہوتا ہے شیخ نے کہا کہ میرا جام ایسا پر کیا ہے کہ ایک دانہ کی اس میں سمائی باقی نہیں تو دیکھ کہ اس میں کچھ ایک ذرہ بھی آسکتا ہے یہ بات انتہی کی ہے مزہ یہ ہے جو ظاہری ہے شراب ظاہر نہیں ہے تو اس بات کو شیخ سے دور رکھ آگے اس کے حقائق ہیں فافہم ۱۲

تو نگفتی کہ در جام شراب
دیو می میزد شتاب اندر شتاب

گفت جامم را چنان پر کردہ اند
کاندرو نقش می نگنجد یک سپند

بنگر این جا ہیچ گنجد ذرہ
این سخن را گر شنیدہ غرہ

جام ظاہر خمر ظاہر نیست این
دور دار این را ز شیخ دوربین

جام مے ہستی شیخ است اے فلیو
کاندر و اندر نگنجد بول دیو

پر و مالا مال از نور حق است
جام تن بشکستہ نور مطلق است

نور خورشید ار بیفتد بر حدث
او ہمان نورست نپذیرد خبث

شیخ گفت این خود نہ جام است و نہ مے
ہین بزیر آ منکر بنگر بوے

آمد و دید انگبین خاص بود
کور شد آن دشمن کور و کبود

گفت پیر آن دم مرید خویش را
رو برائے من بجو مے اے کیا

کہ مرا رنجیست مضطر گشتہ ام
من ز رنج از مخمصہ بگذشتہ ام

در ضرورت ہست ہر مردار پاک
بر سر منکر ز لعنت باد خاک

گرد خمخانہ بر آمد آن مرید
بہر شیخ از ہر خمے او می چشید

گفت اے رندان چہ حال است اینچنین
ہیچ خمے در نمی بینم عفن

جملہ رندان نزد آن شیخ آمدند
چشم گریان دست بر سر میزدند

در خرابات آمدے شیخ اجل
جملہ مے ہا از قدومت شد عسل

کردہ مے را تو مبدل از حدث
جان ما را ہم بدل کن از خبث

گر شود عالم پر از خون مال مال
کے خورد بندہ خدا الا الحلال

تو نہ کہتا تھا کہ اندر جام مے
موتتا شیطان اسمیں جلد ہے

بولا میرا جام ایسا پر کیا
ہے نہ اک ذرہ کی باقی اسمیں جا

دیکھ تو کچھ ذرہ اسمیں آسکے
بات پر الٹی سنی غرہ سے ہے

جام ظاہر ہے نہ ظاہر ہے شراب
دور اسکو شیخ سے رکھ تو شتاب

جام مے ہستی ہے تیرے شیخ کی
دیو کا موت اسمیں آوے نے کبھی

پر و مالا مال حق کے نور سے
ٹوٹا تن کا جام مطلق نور ہے

گندگی پر گر پڑے سورج کا نور
نور میں ہوئے پلیدی کا ظہور

شیخ بولا جام ہے یاں اور نہ مے
نیچے آکر دیکھ منکر کیا ہے شے

آن کر دیکھا تو خالص شہد تھا
رو سیہ دشمن وہ اندھا ہو گیا

پیر نے اس خادم اپنے سے کہا
جا تو میرے واسطے مے ڈھونڈھ لا

کہ میں ہوں بیمار و مضطر بیقرار
بھوک کی تکلیف سے گزرا میں یار

ہے ضرورت میں ہر اک مردار پاک
سر پہ منکر کے پڑے بس لعنت سے خاک

پر نہ خمخانوں میں دیکھی اسنے مے
ہو گئے تھے خم مے پر شہد سے

بولا اے رندو یہ کیا احوال ہے
میں کسی خم میں نہیں پاتا ہوں مے

شیخ کے نزدیک آئے رند سب
روتے اور سر پیٹتے وہ با ادب

جو خرابات اندر آیا شیخ تو
شہد مقدم سے کیا ہے بادہ کو

مے کو ناپاکی سے بدلا تو نے جو
پاک کر دے تو ہماری جان کو

گر ہو عالم خون سے پر مالا مال
کھائے کب مرد خدا لیکن حلال

سلہ جام مے الخ ۹ شعر تیرے شیخ کے جام مے کی ہستی ہے دیو کا پیشاب اسمیں کبھی نہ آسکے حق کے نور سے پر و مالا مال ہے جام تن ٹوٹا اور مطلق نور ہے آگے اسکی مثال ہے اگر گندگی پر نور خورشید پڑے نہ پلیدی کا ظہور نور میں ہو شیخ نے کہا کہ یہاں جام ہے اور مے نہیں ہے نیچے آکر دیکھ پر کیا اے منکر شے ہے جبکہ آکر دیکھا تو خالص شہد تھا وہ دشمن اندھا و روسیاہ ہو گیا اس خادم سے اس کے پیر نے کہا کہ جا میرے واسطے شراب ڈھونڈھ کر لا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ کہ میں الخ ۹ شعر کہ میں بیمار و بیقرار ہوں بھوک کی تکلیف سے گزر گیا ہوں ضرورت میں ہر ایک مردار پاک ہے منکر کے سر پر لعنت سے خاک میرے لئے شراب لا وہ خادم گرد خمخانہ کے پھرا اور شیخ کی خاطر ہر ایک مے کو چکھا لیکن اس نے خمخانوں میں مے نہ دیکھی وہ خم مے شہد سے پر ہو گئے کہ اے رندو یہ کیا احوال ہے میں کسی خم میں مے نہیں دیکھتا نہ پاتا ہوں شیخ کے پاس سب رند آئے اور روتے اور سر کو کوٹتے تھے باادب کہ جو خرابات میں تو شیخ آیا ہے تیرے مقدم سے شراب شہد ہوئی ہے جو تو نے مے کو ناپاکی سے بدلا ہے تو ہماری جان کو پاک کر دے اگر عالم خون سے پر و مالا مال ہو بندہ خدا کب کھائے الا الحلال یعنی اے شیخ جیسے تو نے شراب کو شہد سے بدلا اسی طرح ہماری جان کو بھی پاک کر دے اخلاق ذمیمہ سے اگر تمام عالم خوان پلید سے پر ہو تو بندہ خدا بجز قوت حلال کے نہ کھائے جیسے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام فرش زمین واسطے نماز پاک ہے چنانچہ آگے وہ قصہ مثال میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گفتن عائشہ رضی پیغمبر را کہ تو بے مصلی چونست کہ ہر جا نماز میگزاری

کہنا عائشہ صدیقہؓ کا پیغمبر کو کہ تم بغیر مصلّے کے ہر جا پر کیسے نماز پڑھ لیتے ہو

عائشہ روزے بہ پیغمبر بگفت — یا رسول اللہ تو پیدا و نہفت
ہر کجا باشد نمازے می کنی — میرود در خانہ ناپاک دونے
گرچہ میدانی کہ ہر طفلے پلید — کرد مستعمل بہر جا کہ رسید
بے مصلی میگزاری تو نماز — ہر کجا روے زمیں بکشاے راز
گفت پیغمبر کہ از بہر مہاں — حق نجس را پاک گرداند بداں
سجدہ گاہم را ازاں رو لطف حق — پاک گردانید تا ہفتم طبق
ہاں و ہاں ترک حسد کن با شہاں — ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں
کو اگر زہرے خورد شہدے شود — تو اگر شہدے خوری زہرے بود
کو بدل گشت و بدل شد کار او — لطف گشت و نور شد ہر نار او
حق قوت بود مر ابابیل را — ورنہ مرغے چوں کشد مر فیل را
لشکرے را مرغ کے چندی شکست — کان بدانی کان صلابت از حق است
گر ترا وسواس آید زاں قبیل — رو بخواں تو سورہ اصحاب فیل
ور کنی با او مرے و ہمسری — کافرم گر تو از ایشاں بو بری

عائشہؓ نے پیغمبر سے کہا — یا رسول اللہ ظاہر و باطنا
تم نماز ہر جا پہ کرتے ہو ادا — گھر میں اکثر ہوتی ہے ناپاک جا
جانتے ہو گرچہ ہر لڑکا پلید — کرتا مستعمل ہے ہر جا کو مزید
بے مصلّے تم جو پڑھتے ہو نماز — ہر جگہ پر کھول دو تم اسکا راز
بولے پیغمبر بزرگوں کیلئے — پاک کرتا حق نجس کو جان لے
لطف حق نے سجدہ میرا رو کیا — پاک ساتوں آسمان تک کر دیا
ہاں بزرگوں سے حسد کو چھوڑ دے — ورنہ اک شیطان جہاں میں تو بنے
زہر کھالے وہ اگر بس شہد ہو — شہد کھائے تو اگر تو زہر ہو
وہ جو بدلا اسکا بدلا کاروبار — ہو گئی لطف اور نور اسکی وہ نار
قوت اللہ تھی ابابیل کو — ورنہ مرغ اک مارتا کب فیل کو
ہوئی لشکر کو شکست اک مرغ سے — تاکہ تو جانے وہ قوت حق سے ہے
گر تجھے وسواس آویں زاں قبیل — جا تو پڑھ بس سورۂ اصحاب فیل
ساتھ اس کے کج ادائی تو کرے — ہوں میں کافر گر تو اس سے بو لے

کشیدن موش مہار شتر را و معجب شدن موش

کھینچنا چوہے کا اونٹ کی مہار کو اور مغرور ہونا چوہے کا

موشکے در کف مہار اشترے — در ربود و شد رواں او از مرے
اشتر از چستی کہ با او شد رواں — موش غرہ شد کہ ہستم پہلواں

ایک چوہا لے مہار اک اونٹ کی — کھینچتا اسکو زراہ ہمسری
جو ہوا اونٹ اسکے پیچھے پس رواں — جانا چوہے نے کہ ہوں میں پہلواں

لہ عائشہ الخ ۱۳ شعر حضرت عائشہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ تم ظاہر و باطن نماز ہر جا پر ادا کرتے ہو اور گھر میں اکثر جگہ ناپاک ہوتی ہے اگرچہ تم جانتے ہو کہ ہر ایک لڑکا پلید کرتا ہے اور مستعمل ہر بار زیادہ کرتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ک بے مصلے الخ ۱ شعر تم بغیر مصلے کے نماز پڑھتے ہو ہر جگہ پر اسکا راز ظاہر فرماؤ پیغمبر نے فرمایا کہ بزرگوں کے لئے حق نجس کو پاک کرتا ہے جانو کہ لطف حق نے میرے سجدہ گاہ کے لئے ساتوں افلاک تک پاک کر دیا ہے آگے رجوع بقصہ و قول مرید کا ساتھ معترض کے ہے ہاں تو بزرگوں سے حسد کو چھوڑ دے ورنہ تو ایک شیطان جہاں میں ہے اگر وہ زہر کھاوے شہد ہو اور اگر شہد کھائے زہر ہو وہ جو بدلا تو اسکا کاروبار بھی بدل گیا اور نار اسکی نور سے مثال ہے جیسے قوت اللہ کی ہے ابابیل کو ورنہ ایک مرغ فیل کو کیسے مارتا ایک مرغ سے شکست لشکر کو ہوئی تاکہ تو جانے کہ وہ حق سے قوت ہے اگر اس قبیل سے تجھ کو وسواس آئیں جا تو پڑھ لے سورہ اصحاب فیل کو اگر تو ساتھ اسکے کج ادائی کرے میں کافر ہوں کہ اس سے تو بو لیوے یعنی اے معترض تو اگر شیخ سے گمراہی کرے ہرگز تجھکو نفع نہ ہوئیگے ثابت ہوا کہ جو مرشد سے کج ادائی کرے ہرگز فیض ا... نہ ہووے جیسے چوہا شتر سے بسبب کج ادائی کے محروم رہا چنانچہ اسکا قصہ آگے مثال میں فرماتے ہیں ناظرین کو معلوم ہو کہ شتر سے مراد حضرت ... ل اور چوہے سے مراد حضرت جبرئیل ہیں کہ جو معراج میں پیش آیا ہے فافہم ۱۲ سے ایک چوہا الخ ۲ شعر ایک چوہا مہار اشتر ... کھینچا الخ ... وہ ہمسری ... جو اونٹ اسکے پیچھے چلا چوہے نے جانا کہ میں پہلوان ہوں اسکے اندیشہ کا جو عکس ...

بر شتر زد پرتو اندیشه اش / گفت بنمایم ترا تو باش خوش
تا بیامد بر لب جوے بزرگ / کاندرو گشتی زبوں پیل سترگ
موش آنجا ایستاد و خشک گشت / گفت اشتر اے رفیق کوه و دشت
ایں توقف چیست حیرانی چرا / پا بنه مردانه اندر جوے وا
تو قلاوزی و پیش آهنگ من / در میان ره مباش و تن مزن
گفت ایں آب شگرفست و عمیق / من همی ترسم ز غرقاب اے رفیق
گفت اشتر تا ببینم حد آب / پا درو بنهاد آں اشتر شتاب
گفت تا زانوست آب اے کور موش / از چه حیران گشتی و رفتی ز هوش
گفت مور تست ما را اژدهاست / که ز زانو تا بزانو فرقهاست
گر ترا تا زانوست اے پر هنر / مر مرا صد گز گذشت از فرق سر
گفت گستاخی مکن بار دگر / تا نسوزد جسم و جانت زیں شرر
تو مرے با مثل خود موشاں بکن / با شتر مر موش را نبود سخن
گفت توبه کردم از بهر خدا / بگذران زیں آب مهلک مر مرا
رحم آمد مر شتر را گفت هیں / بر جه و بر کوهان من نشیں
ایں گذشتن شد مسلم مر مرا / بگذرانم صد هزاراں چوں ترا
چوں پیمبر نیستی پس رو براه / تا رسی از چاه روزے بجاه
تو رعیت باش چوں سلطان نه / تنگ مراں چوں مرد کشتیبان نه

عکس اندیشہ پڑا جو اونٹ پر / بولا بتلاتا ہوں رہ اے بے ہنر
[1] یاں تلک کہ پہونچا اک دریا پہ وہ / تھا گزرنا مشکل اس سے فیل کو
ٹھہرا چوہا اس جگہ اور چپ رہا / اونٹ بولا اے رفیق جابجا
کس لئے ٹھہرا ہے اور حیران ہے تو / نہر میں مردانہ رکھ تو پاؤں کو
تو ہے میرا پیشوا اور رہنما / راہ میں مت رہ نہ عاجز ہو ذرا
بولا یہ پانی بہت ہے اور عمیق / میں ہوں ڈرتا ڈوبنے سے اے رفیق
بولا دیکھوں انتہا پانی کی میں / پاؤں ڈالا اونٹ نے جلد آب میں
بولا زانو تک ہے آب اندھے چوہے / کیوں ہے حیران اور گیا تو ہوش سے
[2] بولا تجھکو چونٹی ہم کو اژدہا / فرق ہے زانو سے زانو تک بڑا
گر ترے زانو تلک یہ آب ہے / میرے سر سے گزرا سو گز جان لے
بولا گستاخی نہ کرنا پے بہ پے / اس شرر سے تا نہ تیری جان جلے
ہمسری مثل اپنے چوہوں سے تو کر / اونٹ کا ہمسر ہو کب چوہا مگر
بولا توبہ کرتا ہوں بہر خدا / پار کر اس آب سے مجھ کو ذرا
[3] اونٹ کو رحم آیا بولا جلد تر / کود کر بیٹھ اب مری کوہان پر
یہ اترنا ہے مقرر اب مجھے / تجھ سے صدہا کو اتاروں جان لے
جوں پیمبر تو نہیں چل اسکی راہ / نکلے اک دن چاہ سے پائے تو جاہ
تو رعیت ہو اگر سلطان نہیں / مت چلا تو تیز کشتیباں نہیں

[1] یاں تلک الخ، شعر یہاں تک کہ وہ پہونچا ایک دریا پر کہ گزرنا اس سے مشکل فیل کو تھا یعنے تا سدرۃ المنتہی حضرت کو جبرئیل لے گئے جو اس جگہ ٹھہرا اور چپ رہا اونٹ نے کہا کہ اے رفیق ہر جگہ کے تو کس لئے ٹھہرا ہے اور حیراں ہے تو نہر میں مردوں کے مانند پاؤں رکھ تو میرا پیشوا ہے اور رہنما تو راہ میں مت ٹھہر اور نہ ذرا عاجز ہو کہا یہ پانی بہت ہے اور گہرا ہے میں ڈوبنے سے ڈرتا ہوں اونٹ نے کہا کہ میں انتہا پانی کی دیکھوں پس جلد اونٹ نے پاؤں ڈالا کہا اندھے چوہے پانی زانو تک ہے تو کیوں حیران ہے اور ہوش سے گیا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] بولا الخ ۵ شعر چوہے نے کہا کہ تجکو چونٹی اور ہم کو اژدہا ہے زانو سے زانو تک فرق ہے یہ آب ہے میرے سر سے سو گز گزرے شتر نے کہا کہ پھر کبھی گستاخی مت کرنا کہ اس شرر سے جاں تیری نہ جل جائے تو ہمسری اپنے مثل چوہوں کے کر چوہے نے کہا میں توبہ خدا سے کرتا ہوں تو اس آب سے تجکو پار کردے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] اونٹ الخ، شعر اونٹ کو رحم آیا اور کہا کہ جلد اب تو کود کر میرے کوہان پر بیٹھ کر مجھے مقرر اترنا ہے اور تجھ سے صدہا کو اتاروں آگے اسکے حقائق ہیں جو تو پیغمبر نہیں ہے تو اس کی راہ چل ایک دن چاہ سے تو نکلے اور راہ پائے اگر تو سلطان نہیں ہے تو رعیت ہو اور اگر کشتیبان تو نہیں ہے تو کشتی سرعت چلا اگر تو کامل نہیں ہے دکان تنہا نہ کر اور پیش خدمت ہو تا کہ تو پختہ کار ہو جائے اگر آزاد نہیں ہے بندہ رہ اطلس مت پہن گدڑی پہن ہو انصتوا کو دیکھ اور خاموش رہ جو زبان حق کی نہیں ہے تو گوش ہو یعنی زبان وحدت اگر تجھے حاصل نہیں ہوئی ہے تو مرشد کی باتیں بگوش رضا سن باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

چون نہ کامل دکان تنہا مگیر — دست خوش میباش تا گردی خمیر
جو نہیں کامل دکان تنہا نہ کر — پیش خدمت رہ کہ تا ہو پختہ تر

چونکہ آزادیت ناید بندہ باش — ہین بپوش اطلس برو در زندہ باش
جو نہ تو آزاد ہے بندہ رہو — پہنے مت اطلس تو گدڑی پوش ہو

انصتوا را گوش کن خاموش باش — چون زبان حق نگشتی گوش باش
انصتوا کو سن تو اور خاموش ہو — جو زبان حق کی نہیں ہے گوش ہو

ور بگوئی شکل استفسار گو — با شہنشاہان تو مسکین وار گو
گر کہے تو استفادہ کو کہو — بادشہ سے عاجزانہ تو کہو

ابتدای کبر و کین از شہوت است — راسخی شہوت از عادت است
ابتدائے کبر و کین شہوت سے ہو — پختگی شہوت کی بس عادت سے ہو

چون ز عادت گشتہ محکم خوی بد — خشم آید بر کسی کت وا کشد
خوے بد مضبوط ہو عادات سے — آئے غصہ جو کوئی روکے تجھے

چونکہ تو گلخوار گشتی ہر کہ او — وا کشد از گل ترا باشد عدو
خاک کھانے والا جو کہ تو ہوا — جو چھڑائے خاک ہو دشمن ترا

بت پرستان چونکہ خو با بت کنند — مانعان رہ بتان را دشمن اند
بت پرستوں کو جو عادت بت کی — منع جو اسکو کرے دشمن بنے

چونکہ کرد ابلیس خو با سروری — دید آدم را بہ تحقیر از خری
عادت ابلیس سرداری کی تھی — دیکھا آدم کو حقیر از رہ خری

کہ برازمن سروری دیگر بود — تا کہ او مسجود چون من کس شود
کون سرداری میں بہتر مجھ سے ہو — تا کہ میں سجدہ کرون اس شخص کو

سروری زہرست جز آن روح را — کو بود تریاق لانی ز ابتدا
سروری جان کے سوا بس زہر ہے — کہ وہ ہے تریاق اول روز سے

کوہ اگر پرمار شد باکے مدار — کو بود اندر درون تریاق زار
کوہ میں گر سانپ ہوں کیا ڈر ہے — کہ بھرا تریاق اندر اسکے ہے

سروری چون شد دماغت را ندیم — ہر کہ بشکستت شود خصم قدیم
جو کہ سر میں تیرے سرداری بھری — توڑے جو تجکو ہو اس سے دشمنی

چون خلاف خو تو گوید کسی — کینہا خیزد ترا با او بسی
جو خلاف عادت تری کوئی کہے — کینہ پیدا اس سے ہو از بس تجھے

کو مرا از خوی من بر می کند — خویش را بر من چو سرور میکند
کہ چھڑاتا میری عادت سے مجھے — آپ کو سردار کرتا مجھ پہ ہے

چون نباشد خوی بد سر کش درو — کی فروزد از خلاف آتش درو
جو نہ عادت بد ہو اسکے درمیان — کب خلاف اسکے سے آتش ہو عیان

چون نباشد خوی بد محکم شدہ — کی فروزد از خلاف آتشکدہ
آتش بد جو نہیں مضبوط ہو — کب خلاف اسکا کرے تیز آگ کو

سلہ گر کہے الخ ۴ شعر اور کہتا ہے تو استفادے کو کہہ اور بادشاہ سے عاجزوں کے مانند بات کر ابتدا کبر اور کینہ کی شہوت سے ہے اور شہوت کی پختگی عادت سے ہے خوے بد مضبوط ہوتی ہے عادت سے غصہ آئے جو تجھے روکے تو خاک کھانے والا ہووے جو چھڑائے خاک تیرا دشمن ہووے آگے اسکی مثال ہے بت پرستوں کو جو عادت بت کی ہے جو اس کو منع کرے دشمن ہے عادت ابلیس کی سرداری کی ہے از راہ خری کے آدم کو حقیر دیکھا یعنی جو تجھ کو عادتوں سے روکے تو اس کا دشمن بنے اور حقیقت میں وہی دوست ہے کہ عادت بد سے تجھ کو روکے اور راستی پر پختہ کر لائے آگے قول ابلیس کا ہے فافہم ۱۲ ۲ کون الخ ۸ شعر کون مجھ سے سرداری میں بہتر ہے تا کہ میں اسے سجدہ کروں آگے اس کے خالق ہیں روح کے سوا سرداری زہر ہے کہ وہ تریاق اول روز سے ہے کوہ میں اگر سانپ ہووین تو کیا ڈر کیا ہے کہ اسکے اندر تریاق بھرا ہے جو تیرے سر میں سرداری بھری ہے جو کوئی توڑے اس سے تیری دشمنی ہووے اگر کوئی خلاف عادت کہے تجھے اس سے از بس کینہ پیدا ہووے کہ میری عادت سے مجھ کو چھڑاتا ہے اور خود کو سردار مجھ پر کرتا ہے جو عادت بد نہ ہووے اسکے درمیان کب خلاف اسکے سے عیاں ہووے جو عادت بد مضبوط نہ ہووے کب اسکا خلاف تیز آگ کو کرے یعنے جس میں خواہش سرداری کی بھری ہو اگر کوئی اسکے خلاف عادت کرے وہ دشمن بنے پس خیال سرداری بدترین افعال دنیا ہے اس سے خود کو بچانا چاہیے اور جس میں عادت بد قائم نہیں وہ ناصح سے ناخوش نہ ہوگا باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

با مخالف او مدارا می کند	در دل او خویش را جا می کند
زانکہ خوے بد بگشتست استوار	مور شہوت شد ز عادت ہمچو مار
مار شہوت را بکش در ابتدا	ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا
لیک ہر کس مور بیند مار خویش	تو ز صاحبدل کن استفسار خویش
تا نشد زر مس نداند من مسم	تا نشد شہ دل نداند مفلسم
خدمت اکسیر کن مس وار تو	جور می کش اے دل از دلدار تو
کیست دلدار اہل دل نیکو بدان	کہ چو روز و شب جہانست از جہان
عیب کم گو بندۂ اللہ را	متہم کم کن بدزدی شاہ را
ورنہ باشی ہیچ ہیچ از ہیچیان	پس رو ہر دیو باشی متہمان

[1] وہ مخالف سے مداراتیں کرے	جاے اپنی اسکے وہ دل میں کرے
کیونکہ عادت بد تری محکم ہوئی	مور شہوت مار عادت سے بنی
ابتدا میں مار شہوت کو تو مار	مار تیرا اژدہا ہووے نہ یار
جانے ہر کس مور اپنے مار کو	پوچھ اب صاحبدلوں سے خود کو تو
مثل مس تو خدمت اکسیر کر	یار کا اے دل اٹھا جور و ضرر
تا نہ مس زر ہو نجانے مس ہوں میں	تا نہ شہ ہو جانے کب مفلس ہوں میں
یار ہے کون اہل دل کو جان لے	مثل رات اور دن جہانسے جاے ہے
مت برا کہہ بندہ اللہ کو	متہم چوری کا مت کر شاہ کو
ورنہ ہووے بدتروں سے بدتر ایک	دیو کا پیرو تو ہووے مرد نیک

کرامات آں شیخ درویشے کہ بدزدی متہمش کردند

کرامات اس شیخ کی کہ کشتی میں تہمت اسپر چوری کی کی

بود درویشے درون کشتیے	ساختہ از رخت مردم پشتیے
یاوہ شد ہمیان زر او خفتہ بود	جملہ را جستند او را ہم نمود
کین فقیر خفتہ را جوئیم ہم	کرد بیدارش ز غم صاحب درم
کہ درین کشتی چو ہمیان گمشدہ است	جملہ را جستیم نتوانی تو رست
دلق بیروں کن برہنہ شو ز دلق	تا ز تو فارغ شود اوہام خلق
گفت یارب بر غلامت این خسان	تہمتے کردند فرمان در رسان

اندر اک کشتی کے اک درویش تھا	غیر کے بستر کو تھا تکیہ کیا
سوتا تھا وہ زر کی ہمیانی گمی	سب کو ڈھونڈھا اور دیکھا اسکو بھی
اس فقیر خفتہ کو بھی ڈھونڈھیں ہم	اور جگا کر بولا یوں صاحب درم
کہ گمی ہمیانی اس کشتی میں ہے	سب کو ڈھونڈھا ہے نہیں تو بچ سکے
کھول گدڑی اور نکل گدڑی سے تو	تجھ سے تا مخلوق چھوڑے وہم کو
بولا یارب تیرے بندہ پہ یہ سب	کرتے تہمت ہیں تو بھیج اک حکم اب

[1] وہ مخالف سے الخ ۹ شعر دشمن سے وہ مداراتیں کرے اور اپنی جگہ اس کے دل میں کرے کیونکہ تیری عادت بد محکم ہوئی مور شہوت کہ عادت سے مار ہوا ہے ابتدا میں تو مار شہوت کو مار تیرا اژدہا نہ ہووے ہر کوئی اپنے مار کو مور جانے تو خود کو پوچھ صاحب دلوں سے آگے اس کی مثال ہے جب تک مس زر نہ ہووے نہ جانے میں مس ہوں جب تک شاہ نہ ہووے کب جانے میں مفلس ہوں مس کے مانند تو خدمت اکسیر کی کر اور یار کا اے دل جور و ضرر اٹھا یار کون ہے اہل دل کو جان لے کہ مثل رات دن کے جہاں سے بھاگتا ہے مت کہہ برا بندہ اللہ کو اور شاہ کو متہم چوری کا مت کر ورنہ بدتروں سے بدتر تو ایک ہووے اور دیو کا تو پیرو ہو یعنے مرشد کا جو تارک دنیا ہے اس کی خدمت کر اور انکا جور اٹھا کہ مثل مس کے وہ تجھے زر کر دے اور دوستان حق کو برا مت کہہ اور تہمت چوری کی مت لگا کہ وہ بادشاہ ہیں اور ان کے غضب سے تو بدترین خلائق ہوا اور شیطان تیرا مرشد ہوا جیسے ایک درویش تہمت چوری سے کشتی میں متہم ہوکر ہوا اچھا اور منکر اسکے دربلا ہوئے چنانچہ اسکا قصہ آگے ہے فافہم ۱۲ [2] اندر اک کشتی کے الخ ۸ شعر ایک درویش ایک کشتی کے اندر بیٹھا اور دوسرے شخص کے بستر سے تکیہ لگایا اور وہ درویش سوتا تھا کہ ہمیانی زر کی گم ہوگئی سب کو ڈھونڈھا اور اس کو بھی دیکھ کہا کہ ہم اس فقیر کو بھی دیکھیں درم والے نے اس کو جگایا اور کہا کہ ہماری ہمیانی اس کشتی میں گمی ہے ہم نے سب کو ڈھونڈھا ہے تو بھی نہیں بچے گا تو گدڑی کھول اور نکل باہر گدڑی سے تاکہ مخلوق تجھ سے وہم کو چھوڑ دے درویش نے حق سے کہا کہ اے رب یہ سب لوگ تیرے غلام پہ تہمت لگاتے ہیں تو کچھ اب حکم بھیج اے فریاد رس میرے نزدیک کل مصیبتوں کے دا‌ے پناہ دینے والے میرے نزدیک کل خواہشوں کے اے قبول کرنے والے میرے نزدیک کل دعاؤں کے دا‌ے پشت پناہ میرے نزدیک کل محنتوں کے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

یا غیاثی عند کل کربة　یا معاذی عند کل شهوة
یا مجیبی عند کل دعوة　یا ملاذی عند کل محنة

یا غیاثی عند کل کربة　یا معاذی عند کل شهوة
یا مجیبی عند کل دعوة　یا ملاذی عند کل محنة

چون بہ درد آمد دل درویش ازان　سر برون کردند ہر سو در زمان
صد ہزاران ماہی از دریاے ژرف　در دہان ہر یکے در شگرف

درد دل پیدا ہوا درویش کو　سر نکالا ہر طرف سے جلد جو
سیکڑوں بس مچھلیوں نے بحر سے　منھ میں گوہر اپنے لے ہر ایک نے

در چند انداخت در کشتی و جست　در ہوا را ساخت کرسی و نشست
ہر یکے درے خراج ملکتے　کز الٰہ است این ندارد شرکتے

چند گوہر ڈال کشتی میں گیا　کی ہوا کی کرسی بیٹھا اس پر جا
یہ ہر اک گوہر خراج ملک ہے　کہ خدا سے ہے نہ شرکت غیر سے

خوش مربع چون شہان بر تخت خویش　او فراز اوج و کشتی اش بہ پیش
گفت کاین کشتی شما را حق مرا　تا نباشد با شما دزد گدا

تخت پر بیٹھا مربع مثل شاہ　وہ بلند اور کشتی آگے تھی براہ
بولا یہ کشتی تمہاری حق مرا　تا نہ ہو ہمراہ یہ دزد و گدا

تا کرا باشد خسارت زین فراق　من خوشم با جفت حق با خلق طاق
نے مرا او تہمت دزدے نہد　نے چہارم را بہ غمازے دہد

تا برائی کس کو دیوے یہ فراق　میں ہوں خوش با جفت حق با خلق طاق
تہمت چوری نہ وہ مجھ پر رکھے　باگ میری وہ نہ غمازوں کو دے

بانگ کردند اہل کشتی کاے ہمام　از چہ دادندت چنین عالیمقام
گفت از تہمت نہادن بر فقیر　وز حق آزاری پے چیزے حقیر

اہل کشتی نے کہا کہ اے ہمام　تجھکو کیونکر یہ دیا عالی مقام
بولا تہمت رکھنے سے درویش پے　رنج حق دلوانا ادنی چیز سے

حاشا للہ بل ز تعظیم شہان　کہ نبودم بر فقیران بدگمان
آن فقیران لطیف خوش نفس　کز پے تعظیم شان آمد عبس

حاشا للہ شہ کی بل تعظیم سے　بدگمانی نے مجھے فقرا سے ہے
ہیں لطیف و پاک فقرا خوش نفس　شان میں جن کی ہوئی نازل عبس

آن فقیرے بہر پیچان پیچ نیست　بل پے آنکہ بجز حق ہیچ نیست
متہم چون دارم آنہا را کہ حق　کرد امین مخزن ہفتم طبق

نے فقیری مکر و حیلے کے لئے　بل سوا حق کے نہ جانے کوئی شے
متہم کیسے کروں حق نے کیا　اک امین ان کو فلک کے گنج کا

متہم نفس است نے عقل شریف　متہم حس ست نے نور لطیف
نفس سوفسطائی آمد می زنش　کش زدن سازد نہ حجت گفتنش

متہم ہے نفس نے عقل شریف　متہم ہے حس نہ وہ نور لطیف
نفس سوفسطائی آیا مارا سے　مارے تابع وہ ہو نے پند سے

---

۱ درد دل الخ یعنی درویش کو درد دل پیدا ہوا کہ ہر طرف سے جلد سر نکالا سیکڑوں مچھلیوں نے دریا سے ہر ایک کے منھ میں ایک گوہر تھا کہ یہ ہر ایک گوہر خراج ایک ملک کا ہے خدا کی طرف سے ہے غیر کی شرکت سے نہیں ہے چند گوہر کشتی میں ڈال دیے اور ہوا کی کرسی کر کے اس پر وہ جا بیٹھا وہ بلند کشتی اس کے آگے رواں تھی کہا یہ کشتی تمہاری ہے اور یہ حق میرا ہے کہ تا یہ دزد تمہارے ہمراہ نہ ہووے دیکھو یہ فراق برائی کس کو دیوے میں خوش ہوں کہ خدا کے ساتھ رہوں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۲؎ تہمت الخ، شعر چوری کی تہمت وہ خدا مجھ پر نہ دے اور میری باگ غمازوں کو نہ دیوے اہل کشتی نے کہا کہ اے مبارک شخص تجھ کو یہ درجہ عالی کیونکر دیا گیا کہا درویش پر تہمت رکھنے سے اور حق سے رنج دلوانا ادنی چیز سے اور بلکہ شاہ کی تعظیم سے ساتھ فقرا کے مجھے بدگمانی نہیں ہے اور لطیف و پاک فقرا ہیں کہ جن کی شان میں سورہ عبس آئی اور فقرا مکر و حیلے کے واسطے نہیں ہیں بلکہ سوائے حق کے کوئی شے نہیں جانتے متہم کیسے کروں حق نے امین کیا ان کو خزانہ آسمان کا یعنی اولیائے کرام بجز ذات کے کسی شے دنیا کو نہیں جانتے ہیں وہ مالک ہیں دولت یعنی کے آگے حقائق ہیں فافہم ۱۲

۳؎ متہم الخ، شعر نفس متہم ہے اور عقل شریف نہیں ہے نفس متہم اور لطیف نہیں ہے نفس سوفسطائی ہے اس کو مار وہ مارنے سے مطیع ہوگا نہ نصیحت کرنے سے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

عہ اے فریادرس ہر مصیبت کے اور پناہ ہر مطلب کے ۱۲ عہ اے ہر دعا کے قبول کرنے والے اور اے پشت و پناہ کل مخلوق کے ۱۲

معجزہ بینید فروزد آن زمان	بعد ازاں گوید خیالے بود آں	معجزہ[1] دیکھے گداز اس دم ہووے	بعدہ کہوے خیالات اسکو وہ
در حقیقت بودے آن دید عجب	پس مقیم چشم بودے روز و شب	در حقیقت معجزہ ہوتا وہ گر	آنکھ میں وہ رات دن رہتا مگر
کان عجب زین حس دارد عار و ننگ	کے بود طاؤس اندر چاہ تنگ	آنکھ میں پاکوں کی بس رہتا ہے وہ	آنکھ حیواں کی نہ وہ نزدیک ہو
آن مقیم چشم پاکان می بود	نے قرین چشم حیواں می شود	وہ عجب اس حس سے جو رکھتا ہے ننگ	ہووے کب طاؤس اندر چاہ تنگ
تا نہ گوئی مرمرا بسیار گو	من ز صد یک گویم و آنہم چو مو	تا نہ کہوے مجکو تو بسیار گو	راز میں کہتا ہوں سو سے ایک کو

تشنیع زدن صوفیان پیش شیخ بر آن صوفی کہ بسیار میگوید — طعنہ مارنا صوفیوں کا آگے شیخ کے اس صوفی پر کہ بہت کہتا ہے

صوفیان بر صوفیے شنعت زدند	پیش شیخ خانقاہے آمدند	صوفیوں[2] نے طعنہ صوفی پر کیا	آگے شیخ خانقہ کے برملا
شیخ را گفتند داد جان ما	تو ازیں صوفی بجو اے پیشوا	شیخ کو بولے ہماری داد جان	تو دلا دے ہم کو اس صوفی سے یاں
گفت آخر چہ گلہ است اے صوفیاں	گفت اے صوفی سہ خو دارد گراں	بولا آخر کیا گلہ ہے صوفیو	بولے تین عادت بری رکھتا ہے وہ
در سخن بسیار گو ہمچوں جرس	در خورش افزوں خورد از بست کس	بات کرتا ہے بہت مثل جرس	کھاتا ہے اتنا کہ کھائیں بیس کس
در بخسپد ہست چوں اصحاب کہف	صوفیاں کردند پیش شیخ زحف	سوتا ہے تو جوں اصحاب کہف کے	صوفی سب بولے خلاف اس شیخ کے
شیخ رو آورد پیش آن فقیر	کہ ہر احوالے کہ ہست اوساط گیر	شیخ[3] متوجہ ہوا درویش سے	کہ تو جس حالت میں ہے اوسط کو لے
در خبر خیر الامور اوساطہا	نافع آمد ز اعتدال اخلاطہا	ہے خبر خیر الامور اوساطہا	نافع آیا اعتدال اخلاط کا
گر یکے خلطے فزوں شد از غرض	در تن مردم پدید آید مرض	ایک اندازہ سے افزوں ہو گیا	ہو مرض مردم کے ظاہر جسم پہ
بر قرین خویش مفزا در صفت	کان فراق آرد یقین در عاقبت	خود کو ہمسر سے زیادہ مت تو جان	کہ فراق آخر کو لائے وہ عیاں
نطق موسیٰ بود با اندازہ لیک	ہم فزوں آمد ز گفت یار نیک	کہنا موسیٰ کا تھا اندازہ سے لیک	ہو گیا زیادہ بقول یار نیک

[1] معجزہ الخ ۵ شعر معجزہ دیکھے اس دم وہ گداز ہووے اور وہ اسکو وہ خیالات کہوے کہ حقیقت میں اگر وہ معجزہ ہوتا آنکھ میں وہ رات دن رہتا یہ اس کا جواب ہے وہ آنکھ میں پاکوں کی رہتا ہے حیوانوں کی آنکھ کے نزدیک نہیں ہوتا ہے عجب ہے کہ حواس سے وہ ننگ رکھتا ہے پس چاہ تنگ میں طاؤس کب ہووے یعنی دنیا میں کب ہووے یعنی سے پر زیب و زینت ہووے تاکہ مجھ کو بسیار گو نہ کہوے تو سو تو سو میں سے ایک کہتا ہوں بال سا باریک یعنی راز یعنی کو اگر ایک کرشمہ بیان کروں تو مجھے بسیار گو کہو جیسے صوفیوں نے شیخ سے شکایت ایک شخص کی زیادہ گوئی کی کی چنانچہ اسکا ذکر آگے فرماتے ہیں ۱۲ [2] صوفیوں نے الخ ۵ شعر صوفیوں نے ایک صوفی پر طعنہ کیا آگے شیخ خانقاہ کے برملا شیخ سے کہا کہ ہماری داد جان تو اس صوفی سے دلا دے شیخ نے کہا آخر کیا گلہ ہے اے صوفیو کہا کہ وہ تین عادت بد رکھتا ہے کہ باتیں بہت کہتا ہے مثل جرس کے اور کھانا اتنا کھاتا ہے کہ بیس آدمی کھائیں اور سوتا ہے مانند اصحاب کہف کے سب صوفیوں نے خلاف کہا اس شیخ کے یعنے راہ طلب میں صوفی کو کم خوردن و کم خفتن و کم گفتن چاہئے اور یہ صوفی زیادہ کھاتا و سوتا و باتیں کرتا ہے آگے جواب شیخ کا ہے فافہم ۱۲ [3] شیخ متوجہ ہوا الخ، شعر شیخ متوجہ ہوا الخ درویش بتھے کہ تو جس حالت میں ہے اوسط کو لے حدیث ہے کہ بہتر کاموں کا درمیان ہے کہ نافع آیا اعتدال خلطوں کا اندازہ سے اگر ایک خلط زیادہ ہو مردم کے مرض جسم پر ظاہر ہو خود کو ہمسری سے زیادہ مت جان کہ وہ فراق آخر کو لاوے آگے مثال ہے کہنا موسیٰ کا اندازہ سے تھا لیکن زیادہ ہو گیا بقول خضر کے بہت کہنا خضر کو جو شاق آ گیا کہا کہ جا اے زیادہ گو ہذا فراق یعنی اب جدائی ہے اے موسیٰ بسیار گوئی اب تو چھوڑ دے وصل آخر ہوا اب تو جا کب تک گفتگو کریگا یعنی تو اوسط اختیار کر کہ اوسط بہتر ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ عسہ بہتر کاموں کا درمیان ہے۔

آں فرودنے با خضر آمد شقاق / گفت رو تو مکثرے ہذا فراق
موسیا بسیار گوئی دور گرد / چند گوئی رو دو صال آمد بسر
موسیا بسیار گوئی دور شو / ورنہ با من گنگ باش و کور شو
ورنہ رفتی وز ستیزہ شستہ / تو بمعنے رفتہ بگسستہ
روبرو آنہا کہ ہم جفت تواند / عاشقان و تشنہ گفت تواند
چوں حدث کردی تو ناگہ در نماز / گویدت سوئے طہارت رو بتاز
ورنہ رفتی خشک جنبان میشوی / چون نمازت رفت بنشیں عاجزی
پاسبان بر خوابنا کان برفزود / ماہیان را پاسبان حاجت نبود
جامہ پوشان را نظر بر گازر است / جامہ عریاں را تجلی زیور است
یا ز عریاناں بیک سو باز رو / یا چو ایشاں فارغ و بیجامہ شو
ور نمی تانی کہ کل عریاں شوی / جامہ کم کن تا رہ اوسط روی
پس فقیراں شیخ را احوال گفت / عذر را با آں غرامت کرد جفت

خضر کو آیا بہت کہنا جو شاق / بولا اے جا زیادہ گو ہذا فراق
موسیا بسیار گوئی چھوڑ تو / وصل آخر آیا کب تک گفتگو
موسیا[1] بسیار گوئی سے ہو دور / ورنہ میرے ساتھ رہ تو گنگ و کور
گر نہیں جاتا ہے اور لڑتا ہے تو / تو گیا معنی میں پر ٹوٹا ہے تو
پاس ان کے جا جو تیرے یار ہیں / اور تیرے عاشق گفتار ہیں
جو نماز اندر ترا جائے وضو / تجکو کہوے جا وضو کو جلد تو
گر نہ جائے خالی حرکت تو کرے / جب گئی تیری نماز عاجز رہے
غافلوں پر پاسبان بھیجے گئے / مچھلیوں کو پاسبان کب چاہیئے
جامہ پوشوں کی نظر دھوبی پہ ہے / زیب عریان جان تجلی سے رکھے
یا برہنوں سے علیحدہ اب تو ہو / یا تو مانند ان کے بے جامہ رہو
گر برہنہ کل نہیں تو ہو سکے / جامہ کم کر دے کہ تا اوسط رہے
شیخ کو احوال فقرا نے کہا / عذر اس نقصان سے باہم کیا

عذر گفتن فقیر با شیخ خانقاہ

عذر کرنا فقیر کا شیخ خانقاہ سے

ہر سوال شیخ را داد و جواب / چوں جوابات خضر خوب و صواب
آن جوابات سوالات کلیم / کش خضر بنمود از رب علیم
گشت مشکلہاش حل افزون زیاد / از پے ہر مشکلش مفتاح داد
از خضر درویش ہم میراث داشت / در جواب شیخ ہمت بر گماشت
گفت راہ اوسط ارچہ حکمت ست / لیک اوسط نیز ہم بانسبت است

سب[2] سوالوں کے جواب اسنے دیئے / شیخ کو جیسے خضر نے تھے دیئے
وہ جوابات و سوالات کلیم / کہ خضر نے سیکھے یا رب علیم
مشکلیں حل ہو گئیں اسکی وہان / دیں ہر اک مشکل کی اسکو کنجیاں
رکھتا میراث خضر درویش تھا / در جواب شیخ ہمت کو رکھا
بولا حکمت راہ اوسط گرچہ ہے / لیکن اوسط بھی بس اک نسبت کے ہے

[1] موسیا الخ ۵ شعر اے موسیٰ بسیار گوئی سے تو دور ہو ورنہ میرے ساتھ تو رہ اندھا و بہرا ہو کر اگر تو نہیں جاتا ہے اور لڑتا ہے تو معنی میں گیا و لیکن ٹوٹا ہے تو ان کے پاس جا وہ تیرے یار ہیں اور تیرے عاشق گفتار ہیں آگے اس کی مثال ہے اگر نماز میں تیرا وضو جائے تجھ کو کہیں کہ تو جا وضو جلد کرے اگر تو نہ جائے اور خالی حرکت کرے تو نماز تیری گئی تو عاجز رہے آگے اس کے حقائق ہیں فافہم ۱۲ [2] غافلوں پر الخ ۵ شعر پاسبان غافلوں پر بھیجے گئے مچھلوں پر پاسباں کب چاہیے جامہ پوشوں کی نظر دھوبی پر ہے اور عریان کی زیب تجلی سے ہے یا برہنوں سے اب علیحدہ ہو یا تو مانند ان کے بے جامہ ہو اگر تو کل برہنہ نہیں ہو سکتا تو جامہ کم کر دے کہ تا اوسط رہے یعنی اہل دنیا صفائے ظاہری رکھتے ہیں اور اہل معنی تجلی سے زینت باطنی کی کرتے ہیں پس تو درویشوں سے یا تو علیحدہ ہو جا یا مانند انکے تارک دنیا ہو جب شیخ کو فقرا نے احوال کہا اور نقصان سے عذر کر ملایا فافہم ۱۲ [3] سب سوالونکے الخ، شعر اس نے سب سوالوں کے جواب شیخ کو دیے جیسے خضر نے دیے تھے وہ جوابات اور سوالات کلیم کے کہ خضر نے حق سے سیکھے تھے مشکلیں حل ہو گئیں موسیٰ کی وہاں اور ہر ایک مشکل کی خضر کو کنجیاں دیں وہ درویش میراث خضر رکھتا تھا اور شیخ کے جواب دینے میں ہمت رکھتا تھا کہا حکمت راہ میں اگرچہ اوسط ہے و لیکن اوسط بھی ایک نسبت رکھتا ہے کم ہے نہر بہ نسبت اونٹ کے لیکن چوہے کے واسطے وہ دریا ہے آگے جواب زیادہ خوبی کا ہے ۱۲

آب جو نسبت با شتر ہست کم ۔ لیک باشد موش را او بحر یم
ہر کرا باشد وظیفہ چار نان ۔ دو خورد یا سہ خورد ہست اوسط آن
در خورد ہر چار دو گوید اوسط است ۔ او اسیر حرص مانند بط است
ہر کرا او را اشتہا دہ نان بود ۔ شش خورد میدان کہ اوسط آن بود
چون مرا پنجاہ نان ہست اشتہے ۔ مر ترا شش گردہ ہمدستیم نے
تو بدہ رکعت نماز آئی ملول ۔ من بہ پانصد در نیایم در نحول
آن یکے تا کعبہ حافی میرود ۔ وین یکے تا مسجد از خود میشود
آن یکے در پاکبازی جان بداد ۔ واں یکے جان کند تا یک نان بداد
آن وسط در بانہایت میرود ۔ کہ مر آنرا اول و آخر بود
اول و آخر بباید تا در آن ۔ در تصور گنجد اوسط یا میان
بے نہایت چون ندارد دو طرف ۔ کے بود آنرا میان منصرف
اول و آخر نشانش کس نداد ۔ گفت لو کان لہ البحر المداد
ہفت دریا گر شود کلے پدید ۔ نیست مر پایان شدن را ہیچ امید
باغ و بیشہ گر شود یکسر قلم ۔ زین سخن ہرگز نگردد ہیچ کم
آنہمہ حبر و قلم فانی شود ۔ وین حدیث بے عدد باقی شود
حالت من خواب را ماند گہے ۔ خواب پندارد مر او را گمرہے
چشم من خفتہ دلم بیدار دان ۔ شکل بیکار مرا بر کار دان

کم ہو آب نہر نسبت اونٹ کے ۔ پر چوہے کے واسطے وہ بحر ہے
چار روٹی جو کہ کھاتا ہے اخی ۔ کھائے دو یا تین وہ اوسط ہوئی
گر وہ[1] چاروں کھائے اور اوسط کہے ۔ حرص کا بندہ وہ مثل بط کے ہے
جس کو دس روٹی کی ہووے اشتہا ۔ چھ اگر کھائے تو اوسط ہے بجا
اشتہا پنجاہ روٹی کی مجھے ۔ تجھ کو چھ کی ہمسری کب ہو سکے
گر تو دس رکعت پڑھے تو بس تھکے ۔ پانسو میں کچھ نہ ضعف ہووے مجھے
ایک کعبہ تک برہنہ پا چلے ۔ ایک یہ مسجد تلک نے جا سکے
ایک نے تو عشق حق میں جان دی ۔ ایک نے جان مار کر کے نان دی
انتہا اس چیز کی اوسط کی ہو ۔ کہ وہ اول اور آخر رکھتی ہو
اول[2] آخر چاہیئے تا درمیان ۔ اسکے اوسط کا تصور ہو میان
بے نہایت دو طرف جو نہ رکھے ۔ کب مقرر اسکا اوسط ہو سکے
اول و آخر کسی نے دی نہ یاد ۔ قولا[3] لو کان لہ البحر المداد
ساتوں دریا گر سیاہی کل بنیں ۔ انتہا کی تا نہ امیدیں رکھیں
باغ و جنگل گر بنیں بالکل قلم ۔ بات یہ ہرگز نہ ہووے کچھ بھی کم
یہ سیاہی اور قلم سب ہو فنا ۔ یہ سخن باقی رہے بے انتہا
حال میرا[4] خواب سا ہووے کبھی ۔ اسکو گمرہ خواب جانے ہیں ابھی
چشم خفتہ میری دل بیدار جان ۔ شکل بیکاری مری اک کار جان

[1] گروہ چاروں الخ، شعر اگر وہ چاروں روٹیاں کھائے اور اوسط کہے وہ حریص مثل بط کے ہے اور جسکو دس روٹی کی اشتہا ہووے اگرچہ وہ چھ کھائے اوسط ہے مجھے اشتہا پچاس روٹی کی ہے تجھ کو چھ روٹی کی ہمسری کب ہو سکے اگر تو دس رکعت پڑھے تو تھکے اور مجھے پانچ سو رکعت میں کچھ ضعف نہ ہووے ایک شخص کعبہ تک برہنہ پا چلا جائے اور ایک مسجد تک نہ جا سکے ایک نے عشق حق میں جان دی اور ایک نے جان مار کر نان دی انتہا اوسط اس چیز کی ہوئی کہ وہ اول و آخر رکھتی ہووے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

[2] اول و آخر الخ ہ شعر اول و آخر چاہیے تا درمیان اس کے اوسط کا تصور ہو سکے جو دونوں طرف بے نہایت ہو اس کا اوسط کب مقرر ہو سکے اول و آخر کی یاد اس کی کسی نے نہیں دی اور کہا ترجمہ اگر تمام دریا کل سیاہی بنیں تاہم امیدیں انتہا کی نہ رکھیں اور اگر باغ و صحرا بالکل قلم بنیں یہ بات ہرگز کم نہ ہووے یہ سیاہی قلم سب فنا ہو جائے گے اور یہ سخن بے انتہا باقی رہے یعنی غذا اور وحی کے سبب سے میں وہ کھاتا ہوں کہ اوسط اس کا محال ہے مگر بظاہر میری بھوک سوا ہے انتہائی کم کھانا میرا اور کی اشتہا کے برابر ہے پس معترض اوسط میرا کب معلوم کر سکتا ہے آگے اس کے تحقیق کا جواب ہے فافہم ۱۲

[4] حال میرا الخ ہ شعر میرا حال مثل خواب کے کبھی ہو جاتا ہے اس کو یہ گمراہ خوب جانتے ہیں میری چشم خفتہ اور دل بیدار جان ہے اور میری بیکاری کی شکل کو باکار جان لے اور میری بیکاری کی شکل کو باکار جان لے باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲

[3] اگر تمام دریا سیاہی بنیں ۱۲

گفت پیغمبر کہ عینای تنام — لاینام القلب عن رب الانام
بولے[۱] پیغمبر کہ عینای تنام — لاینام القلب عن رب الانام

چشم تو بیدار و دل خفتہ بخواب — چشم من خفتہ دلم در فتح باب
چشم بیدار اور دل خفتہ ترا — چشم خفتہ دل ہے بیدار اب مرا

مر دلم را پنج حس دیگر است — حس ما را ہر دو عالم منظر است
میرے دل کی پانچ حسین اور ہیں — حس مری منظر دو عالم کو رکھیں

تو ز ضعف خود مکن در من نگاہ — بر تو شب بر من ہمان شب چاشتگاہ
ضعف سے اپنے نہ کر مجھ پر نگاہ — تجھ پہ شب مجھ پر وہ شب ہے صبحگاہ

بر تو زندان بر من آن زندان چو باغ — عین مشغولی مرا گشتہ فراغ
تجھ پہ زندان مجھ پہ وہ زندان ہے — عین مشغولی ہوئی مجھ کو فراغ

پای تو در گل مرا گل گشتہ گل — مر ترا ماتم مرا سور و دہل
تو پھنسا گل میں مجھے وہ گل ہے گل — تجھکو ماتم مجھکو ہو سور و دہل

در زمینم با تو ساکن در محل — می دوم بر چرخ ہفتم چون زحل
ساتھ تیرے ہوں زمین پر با محل — دوڑتا ہوں چرخ پر میں جوں زحل

ہمنشینت من نیم سایہ من ست — برتر از اندیشہا پایہ من است
میں نہ ہمراہ تیرے ہے سایہ مرا — برتر اندیشہ سے ہے پایہ مرا

زانکہ من ز اندیشہا بگذشتہ ام — خارج از اندیشہ پویان گشتہ ام
کیونکہ اندیشہ پہ ہوں محکوم نے — جیسے بانی کا بنا پر حکم ہے

حاکم اندیشہ ام محکوم نے — چونکہ بنا حاکم آمد بر بنے
حاکم اندیشہ پہ ہوں محکوم نے — جیسے بانی کا بنا پر حکم ہے

جملہ خلقان سخرہ اندیشہ اند — زان سبب خستہ دل و غم پیشہ اند
سب مطیع مخلوق اندیشہ کی ہے — اس لئے دل خستہ غم پیشہ رکھے

قاصداً خود را باندیشہ دہم — چون بخواہم از میانہ بر جہم
آپ قصداً کرتا اندیشہ میں ہوں — جبکہ چاہوں درمیان میں نہ رہوں

من چو مرغ اوجم اندیشہ مگس — کے بود بر من مگس را دسترس
میں[۲] ہوں مرغ روح اندیشہ مگس — کب مگس کا ہاتھ پہنچے مجھ پہ بس

قاصداً زیر آیم از اوج بلند — تا شکستہ پایگان بر من تنند
نیچے آتا اوج سے قصداً ہوں میں — تاکہ عاجز مجھ پہ گردیدہ رہیں

چون ملالم گیرد از سفلی صفات — بر پرم ہمچون طیور الصافات
مجکو ناخوش جو کرے سفلی صفات — اڑتا ہوں میں جوں طیور صافات

پر من رستہ است ہم از ذات خویش — بر نہ چسبانم دو پر من از سریش
پر اگے ہیں میرے اپنی ذات سے — گوند سے نے پر چپایا ہیں نے ہی

جعفر طیار را پر جاریہ است — جعفر طرار را پر عاریہ است
جعفر طیار کا اصلی ہے پر — جعفر طرار کا نقلی ہے پر

---

۱ بولے پیغمبر الخ ۵ شعر پیغمبر نے فرمایا ہے ترجمہ حدیث آنکھ میری خفتہ ہے اور دل میرا نہیں سوتا ہے ساتھ حق کے چشم تیری بیدار اور دل خفتہ اور میری چشم خفتہ دل بیدار ہے اور پانچ حسین میرے دل کے ہیں دونوں عالم کو دیکھتی ہیں تو اپنے ضعف سے مجھ میں نفرت مت کر تجھ پر شب مجھ پر وہ شب صبح ہے تجھ پر زندان اور وہ زندان مجھ پر باغ ہے اور عین مشغولی مجکو فراغ ہے یعنی میرا خواب بیداری ہے اور یہ بیداری تیری خواب ہے اس کا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ تو پھنسا الخ ۷ شعر تو گل میں پھنسا ہے اور وہ گل تجھکو ماتم اور مجکو آواز دہل ہے تیرے ساتھ میں زمین پر ہوں دیکھنے میں دوڑتا ہوں زحل پر میرا سایہ ہے اور اندیشہ سے سوا میرا پایہ ہے کیونکہ اب اندیشہ کے مقام سے گزر گیا ہوں اور میں اندیشہ سے بھاگا ہوں میں اندیشہ کا محکوم نہیں حاکم ہوں جیسے بانی بنا پر حکم رکھتا ہے سب مخلوق اندیشہ کی مطیع ہے اس لئے دل خستہ اور پیشہ غم کا رکھتی ہے میں اب قصداً اندیشہ میں ہوں کہ میں جاہوں اسکے درمیان میں نہ ہوں یعنے مقام فکر و اندیشہ سے باہر ہوں یعنے عالم خلق سے میں باہر ہوں اور عالم امر میں جگہ رکھتا ہوں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۳ میں ہوں الخ ۵ شعر میں مرغ روح ہوں اور اندیشہ مکھی ہے کب مکھی کا ہاتھ مجھ پر پہنچتا ہے میں اس مقام سے قصداً آتا ہوں کہ عاجز گردیدہ مجھ پر رہیں جبکہ صفات سفلی مجھ کو تنگ کرتی ہیں تو میں طیور صافات کی طرف اڑتا ہوں میرے پر اگے ہیں میری ذات سے گوند سے میں نے پر نہیں چپکائے ہیں یعنی میں حقیقت سے جاتا ہوں ولائل سے نہیں جاتا ہوں آگے مثال ہے جیسے حضرت جعفر طیار کے پر اصلی ہیں اور جعفر طرار کے پر چپکائے ہوئے ہیں یہ دعوے بے ذوق کے نزدیک ہے یعنی اہل ذوق کے نزدیک جو سیر معنی کا دعوی کرتے ہیں مگر ان کو حاصل نہیں ہے اہل باطن اصلیت رکھتے ہیں دعویدار نہیں ہیں آگے حال دعوے کا ہے فافہم ۱۲ ع ۵ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا

نزد آنکه لم یذق دعویست این — نزد سکان افق معنی ست این
لاف دعوی باشد این پیش غراب — دیگ تی و پر یکی پیش ذباب
چونکه در تو میشود لقمه گهر — تن مزن چندانکه بتوانی بخور
شیخ روزے بهر دفع سوء ظن — در لگن قے کرد و پر در شد لگن
گوهر معقول را محسوس کرد — پیر بینا بهر کم عقلے مرد
چونکه در معده شود پاکت پلید — قفل نه بر حلق و پنهان کن کلید

دعوے یہ بے ذوق کے نزدیک ہے — یعنے اہل فوق کے نزدیک ہے
لاف[1] و دعوی آگے یہ کوونکے ہے — دیگ خالی پر مگس جانے اسے
جو کہ تجھ میں کھانا ہوتا ہے گہر — جسقدر چاہے تو اتنا کھایا کر
ایک دن دفع گمان کے واسطے — شیخ نے قے کی تو بس گوہر گرے
گوہر معقول محسوس کیے — پیر نے ان بیوقوفوں کے لئے
پاک ہو جو تیرے معدے میں پلید — خلق پر دے قفل مخفی کر کلید

بیان آنکه دعوی که عین آن دعوی گواه صدق خویشتن است

بیان اس دعوی کا کہ عین دعوی اپنے صدق کا گواہ ہے

هر که در وے لقمه شد نور جلال — هر چه خواهد گو بخور او را حلال
گر تو هستی آشنائے جان من — نیست دعوی گفت معنی لان من
گر بگویم نیم شب پیش توام — هین مترس از شب که من خویش توام
این دو دعوی پیش تو معنی بود — چون شناسی بانگ خویشاوند خود
پیشی و خویشی دو دعوی بود لیک — هر دو معنی بود پیش فهم نیک
قرب آوازش گواهی میدهد — کاین دم نزدیک از یاری جهد
لذت آواز خویشاوند نیز — شد گوا بر صدق آن یار عزیز
باز بے الهام احمق کو ز جهل — می نداند بانگ بیگانه ز اهل
پیش او دعوی بود گفتار او — جهل او شد مایه انکار او
پیش زیرک کاندرونش نورهاست — عین این آواز معنی بود راست

جس[2] کے اندر کھانا ہو نور جلال — کھائے وہ جو کچھ کہ ہے اسکو حلال
آشنا ہے تو مری گر جان سے — نے ہے دعوی قول میری ملک ہے
گر کہوں کہ شب کو ہوں تیرے قریب — مت ڈرے شب سے کہ تیرا ہوں میں خویش
دونوں دعوے معنی ہوں آگے ترے — بانگ خویش اپنے کی جو پہچان لے
تجھے یہ پیشی و خویشی دو دعوے — دونوں معنی تھے کہ جو سمجھے اسے
قرب بانگ اسکی گواہی دیتی ہے — کہ یہ دم آیا ہے جانان پاس سے
لذت آواز اپنے خویش کی — صدق جاناں پر گواہ ہو گئی
پھر[3] بغیر الہام احمق جہل سے — بانگ بیگانہ نہ جانے اہل سے
اسکے آگے دعوی وہ گفتار ہے — جہل اسکا مایۂ انکار ہے
آگے دانا کے کہ اسمیں نور ہے — عین یہ آواز معنی سچ رکھے

[1] لاف الخ ۵ شعر لاف دعوی آگے کوون کے ہے اور دیگ خالی مکھیوں کے نزدیک یہ ہے جو کہ تجھ میں کھانا جاکر گوہر ہوتا ہے پس تو جسقدر چاہے اتنا کھایا کر ایک دن گمان لوگوں کے لیے شیخ نے قے کی تو بس گوہر گرے پس شیخ نے گوہر معقول کو محسوس کر دیا ان بیوقوفوں کے لیے اپنے زور کرامت سے اور جو تیرے معدے میں پاک چیز پلید ہووے حلق پر قفل دے اور کلید پوشیدہ کر دے یعنی یہ میرا دعوی بسیار خوردن و بسیار خفتن کا بے ذوق کے نزدیک محض دعوی ہے اور اہل ذوق کے نزدیک معنی ہیں کس واسطے کہ یہ خوردن و خفتن موجب وصل یار ہے نہ فصل یار پس دعوی دو قسم پر ہے ایک ہے دعوی باطل ایک دعوی واقعی پس اس دعوی واقعی کا بیان آگے ہے فافہم ۱۲ [2] جسکے اندر الخ ۲ شعر جس کے اندر کھانا نور جلالی ہو وہ جو کچھ کھائے اسکو حلال ہے اگر تو میری جان سے آشنا ہے تو یہ دعوی نہیں ہے قول میری ملک ہے یعنی اگر تو باعنی ہے تو اس میرے دعوی کو واقعی جانیگا آگے اس کی مثال ہے اگر میں یہ کہوں کہ شب کو تیرے پیش ہوں تو مت ڈر شب کو میں تیرا خویش ہوں تو یہ دونوں دعوے آگے تیرے معنی ہوں جبکہ اپنے خویش کی تو آواز پہچان لے یہ پیش خویش دو دعوی ہیں ولیکن دونوں معنی تھے کہ اسے سمجھے اسکی بانگ کی قربت گواہی دیتی ہے کہ دم جاناں کے پاس سے آیا ہے اپنی خویش کی آواز کی لذت جاناں کے پاس سے صدق پر گواہی ہو گئی یعنی آواز خویش کی گواہی دیتی ہے کہ یہ دم انسانی جانان کے پاس سے آتا ہے مثالیں اسکی آگے ہیں فافہم ۱۲ [3] پھر الخ ۳ شعر پھر بغیر الہام کے بیگانہ کی آواز اہل سے نہ جانے پس اسکے آگے گفتار دعوے ہے کیونکہ جہل اسکا بنی انکار کی ہے اور آگے اس دانا کے نور ہے وہ آواز عین معنی یعنی معلوم ہووے یعنی وہ آواز خویش کی احمق کے نزدیک معنی ہے کہ اسکو سچا جانتا ہے آگے اسکے دوسری مثال ہے فافہم ۱۲

یا بتازی گفت یک تازی زبان — کہ ہمیدانم زبان تازیان
عین تازی گفتنش معنی بود — گرچہ تازی گفتنش دعوی بود
یا نویسد کاتبے بر کاغذے — کاتب و خط خوانم و من ابجدے
این نوشتہ گرچہ خود دعوی بود — ہم نوشتہ شاہد معنی بود
یا بگوید صوفی دیدی تو دوش — در میان خواب سجادہ بدوش
من بدم آن انچہ گفتم خواب در — با تو اندر خواب در شرح نظر
گوش کن چوں حلقہ اندر گوش کن — این سخن را پیشواے ہوش کن
چوں ترا یاد آید آں خواب این سخن — معجزہ نو باشد در از کہن
گرچہ دعوی می نماید این ولے — جان صاحب واقعہ گوید بلے
پس چو حکمت ضالہ مومن بود — آن ز ہر کہ بشنوی موقن شود
چونکہ خود را پیش او یابد فقط — چوں بود شک چوں کند خود را غلط
تشنہ را چوں بگوئی تو شتاب — در قدح آب ست بستان زود آب
ہیچ گوید تشنہ کاین دعوی ست رو — از برم اے مدعی مہجور شو
یا گواہ و حجتے بنما کہ این — جنس آب ست و ازاں ماء معین
یا بطفل شیر مادر بانگ زد — کہ بیا من مادرم ہاں اے ولد
طفل گوید مادرا حجت بیار — تاکہ با شیرت بگیرم من قرار

یا کہ[1] عربی بولے اک عربی زبان — کہ میں جانوں ہوں زبان عربیان
عین عربی کہنا اسکا معنی ہوا — گرچہ عربی کہنا اُسکا دعوی ہوا
یا کہ اک کاغذ پہ اک کاتب لکھے — لکھنا پڑھنا خط کا آتا ہے مجھے
گرچہ یہ تحقیق لکھنا دعوی ہی — پر لکھا اس کا گواہ معنی ہے
یا[2] کہے صوفی کہ دیکھا تو نے رات — خواب میں اک تھا مصلے تیرے سات
میں ہی تھا وہ خواب میں جو کچھ کہا — اور بیان تجھ سے نظر کا بس کیا
سن تو مثل حلقہ رکھہ تو کان میں — پیشواے ہوش یہ باتیں بنیں
تجھ کو یاد آئے یہ بات اور خواب وہ — معجزہ نو اور پرانا راز ہو
گرچہ یہ دعوی سا ہے پر بیگمان — جان صاحب واقعہ کہتی ہے ہاں
جوکہ یہ حکمت ہے ضالہ مومنین — اس کو جو سنتا ہے کرتا ہے یقین
اسکے آگے پائے تو خود کو فقط — کیسے شک آئے کرے خود کو غلط
جو[3] پیاسے کو کہے تو کر شتاب — آب پیالے میں ہے تو لے اس سے آب
کوئی تشنہ یہ کہے دعوی ہی چل — مدعی ہو پاس سے میرے جدا
یا گواہ اور بھی دلیل اس کی تو دے — کہ یہ اس ماء معین کا آب ہے
یا پکارے دودھ کے بچے کو ماں — کہ اے بچے آ میں تیری ماں ہوں ہاں
بچہ کہوے ماں دلیل اسکی بتا — تا ہو تسکین دودھ سے تیرے بھلا

[1] یا کہ عربی الخ ہہ شعر یا کہ ایک عربی زبان عربی کہے کہ میں عربی جانتا ہوں تو عین عربی کہنا اسکا عربی ہووے اگرچہ عربی کہنا اسکا دعوے ہووے یعنی عربی گو کو عربی دعوے کرنا دعوے واقعی ہے آگے تیسری مثال ہے ایک کاتب کاغذ پر لکھے اور کہے کہ لکھتا ہوں خط کاغذ پر لکھے اگرچہ پر لکھنا تحقیق دعوے ہے لیکن اسکا لکھا ہوا معنی کا گواہ ہے یعنے یہ دعوے واقعی ہے آگے چوتھی مثال اسکی ہے فافہم ۱۲ [2] یا کہے الخ، شعر یا ایک صوفی کہے کہ تو نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک مصلے لئے رات تیرے ساتھ تھا پس وہ میں ہی تھا خواب میں جو کچھ کہا تجھ سے بیان نظر کا کیا تو سن اور مثل حلقے کے کان میں رکھہ تاکہ یہ باتیں پیشواے ہوش سنیں تجھ کو یہ بات اور وہ خواب یاد آئے ہاتھ ملنا معجزہ نیا اور پرانا راز ہوا اگرچہ یہ دعوے معلوم ہے ولیکن بیگمان جان صاحب واقعہ کی کہتی ہے کہ ہاں سچ ہے جوکہ حکمت گمی شئے یا ناموسوں کی ہے جو اس کو سنتا ہے یقین کرتا ہے تو خود کو اس کے آگے پائے پھر کیسے شک آئے اور وہ خود کو غلط کرے آگے اس کے یعنی بظاہر وہ صوفی کا دعوے ہے مگر صاحب واقعہ کے نزدیک دعوے واقعی ہے پانچویں مثال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] جو پیاسے الخ ۵ شعر جو پیاسے کو کہے کہ آب جاری تو اس پیالے سے لے کوئی تشنہ کہے کہ یہ دعوے ہے اے مدعی جلد میرے پاس سے جدا ہو یا گواہ اور دلیل اس کی دے کہ یہ آب اس ماء معین سے ہے چھٹی مثال آگے ہے بچہ شیر خوار کو ماں پکارے کہ اے بچے تو آ میں تیری ماں ہوں بچہ کہے کہ اے ماں اسکی دلیل بتا تا تیرے دودھ سے تسکین ہووے یعنے یہ سب دعوے واقعی ہیں اور یہ خلاف نہیں ہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

در دل ہر امتی کز حق مزہ است — روی وآواز پیمبر معجزہ است
چون پیمبر از برون بانگے زند — جان امت در درون سجدہ کند
زانکہ جنس بانگ او اندر جہان — از کسے نشنیدہ باشد گوش جان
آن غریب از ذوق آواز غریب — از زبان حق شنود انی قریب

امتی[۱] کے دلمیں ہی حق سے مزا — منہ وآواز نبی ہے معجزا
جو نبی باہر سے بس آواز دے — جان امت دل میں اک سجدہ کرے
کہ جہاں میں مثل اس آواز کے — نے کسی سے بھی سنا ہو جان نے
اس نبی نے ذوق سے آواز دے — سن لیا انی قریب اللہ سے

سجدہ کردن یحیی و المسیح در شکم مادر یک دیگر را

سجدہ کرنا یحیی و المسیح کا ماں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو

مادر یحیی چو حامل بود ازو — بود با مریم نشستہ دو بدو
مادر یحیی بہ مریم در نہفت — پیشتر از وضع حمل خویش گفت
کہ یقین دیدم درون تو شہی است — کہ اولو العزم و رسول آگہی ست
چون برابر اوفتادم با تو من — کرد سجدہ حمل من اے ذو الفطن
این جنین مر آن جنین را سجدہ کرد — کز سجودش در تنم افتاد درد
گفت مریم من درون خویش ہم — سجدہ دیدم ز طفلم در شکم

حاملہ[۲] یحیی کی ماں جو اس سے تھی — بس برابر بیٹھی وہ مریم کے تھی
ماں نے یحیی کی یہ مریم سے کہا — پہلے وضع حمل سے اپنے خفا
کہ یقیناً دیکھا تجہ میں شاہ ہی — کہ اولو العزم و رسول اللہ ہے
اتفاقاً میں ترے پاس آگئی — حمل نے سجدہ کیا میرے جبھی
سجدہ اس بچہ نے بچہ کو کیا — درد سجدہ سے مرے تن میں ہوا
بولی مریم میں نے اندر پیٹ کے — دیکھا بچہ بھی مرا سجدہ کرے

اشکال آوردن نادانان برین قصہ و جواب ایشان

تعجب کرنا نادانوں کا اس قصہ پر اور جواب اُن کا

ابلہان گویند این افسانہ را — خط بکش زیرا دروغ ست و خطا
زانکہ مریم وقت وضع حمل خویش — بود از بیگانہ دور و ہم ز خویش
مریم اندر حمل جفت کس نشد — از برون شہر او واپس نشد
از برون شہر آن شیرین فسون — تا نشد فارغ نیامد ہم درون
چون بزائید انگہانش بر کنار — برگرفت و برد تا پیش تبار

کہتے اس قصہ کو احمق ہیں برا[۳] — کس لئے کہ ہے دروغ اور ہے خطا
کیونکہ مریم وقت وضع حمل کے — دور تھی وہ اپنے اور بیگانہ سے
حمل میں مریم کسی سے نے ملی — اور نہ آئی شہر میں باہر رہی
شہر کے باہر سے وہ بس پاک دین — جب تلک فارغ ہوئی آئی نہیں
جب جنی تو اس لڑکی گودی میں لے — لے گئی وہ پاس اپنے اہل کے

[۱] امتی کے الخ یہ شعر امتی کے دل میں حق سے مزا ہے اور منہ وآواز سے معجزہ ہے جو نبی آواز دے امتی کے جان دل میں سجدہ کرے کہ جہان میں مثل اس آواز کے کسی سے جان نے نہیں سنا اس سے نبی نے ذوق میں آواز دی سن لیا کہ تحقیق میں قریب ہوں احد سے یعنی جان آواز حق کو پہچانتی ہے جبکہ آواز حق نبی اللہ سے جان سنتی ہے رجوع اس طرف ہوتی ہے بس جان بچہ کی ماں کے پیٹ میں نبی اللہ کو نبی اللہ جانتی ہے چنانچہ اس کی مثال میں قصہ یحیی علیہ السلام و مسیح کا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] حاملہ الخ یہ شعر اور یحیی علیہ السلام کی اس سے حاملہ تھی اور نبی مریم کے برابر بیٹھی تھی مادر یحیی نے مریم سے کہا پوشیدہ پہلے وضع حمل اپنے سے بالیقین میں نے دیکھا تجہ میں شاہ ہے کہ وہ اولو العزم رسول خدا ہے میں اتفاقاً تیرے پاس آگئی کہ میرے حمل نے سجدہ کیا پس سجدہ اس بچے نے بچہ کو کیا درد میرے تن میں سجدہ سے ہوا بی بی مریم نے کہا کہ میں نے پیٹ میں دیکھا کہ میرے بچہ نے بھی سجدہ کیا حضرت عیسی کو اور حضرت عیسی نے یحیی کو سجدہ کیا کہ ماں کے پیٹ میں چنانچہ اس قصہ کے اوپر نادانوں نے تعجب کیا اسکا بیان آگے ہے فافہم ۱۲ [۳] کہتے ہیں الخ یہ شعر احمق اس قصہ کو برا کہتے ہیں پس اس واسطے دروغ ہے اور خطا ہے کیونکہ بوقت وضع حمل کے مریم دور تھی یگانہ و بیگانہ سے حمل میں مریم کسی سے نہیں ملی شہر میں نہیں آئی اور باہر رہی شہر کے باہر پاک دین نہیں جب تک فارغ نہیں ہوئی جبکہ وضع حمل کیا تو اسے دم گود میں لے کر پاس اپنوں کے گئی پس ماں نے یحیی کی اسے کہا کہ

دیکھا کہ تو یہ قصہ کہتا ہے اس کا جواب ہے فافہم ۱۲

مادر یحییٰ کجا دیدش کہ تا
گویدا و را این سخن در ماجرا

این بداند آنکہ اہل خاطرست
غائب آفاق او را حاضرست

پیش مریم حاضر آمد در نظر
مادر یحییٰ کہ دورست از بصر

دیدہا بستہ ببیند دوست را
چون مشبک کردہ باشد پوست را

در اندیشش نزد برون نزد درون
از حکایت گیر معنی اے زبون

نے چنان افسانہا بشنیدہ
ہمچو شین بر نقش آن چفسیدہ

تا ہمی گفت آن کلیلہ بے زبان
چون سخن نوشد ز دمنہ بے بیان

در ندانستند لحن ہمدگر
فہم آن چون کرد بے نطق بشر

درمیان شیر و گاو آن دمنہ چون
شد رسول و خواند بر ہر دو فسون

چون وزیر شیر شد گاو نبیل
چون ز عکس ماہ ترسان گشت پیل

این کلیلہ دمنہ جملہ افتریست
ورنہ کے با زاغ لکلک را مریست

اے برادر قصہ چون پیمانہ است
معنی اندر وے بسان دانہ است

دانہ معنی بگیرد مرد عقل
ننگرد پیمانہ را گر گشت نقل

ماجرائے بلبل و گل گوش دار
گرچہ گفتی نیست آنجا آشکار

ماں نے یحییٰ کی کہاں دیکھا اسے
جو کہ اہل دل ہیں وہ ہیں جانتے

آگے مریم کے تھی وہ پیش نظر
گرچہ ماں یحییٰ کی تھی دور از بصر

بند کر کے آنکھ دیکھے اپنے یار
پوست اپنا جو کرے سوراخ دار

گر نہ ظاہر باطناً دیکھا اسے
اس حکایت سے تو معنی جان لے

نے بہت اس طور کے قصے سنے
مثل شین چپکا ہے اسکے نقش پے

تا کلیلہ بے زبان نے یوں کہا
اور دمنہ بے بیان نے یوں کہا

گر نہ تھے آواز باہم جانتے
کیونکہ اس کو سمجھا بے گویائی کے

کیسے دمنہ نے میاں گاو و شیر
ایلچی بن کر کیا دونوں کو زیر

گاو کیسے شیر کا نائب ہوا
ہاتھی کیسے عکس مہ سے ڈر گیا

یہ کلیلہ دمنہ سب ہے افترا
ورنہ لکلک زاغ کب ہمسر ہوا

اے برادر قصہ جوں پیمانہ ہے
اور معنی اسمیں مثل دانہ ہے

دانہ معنی کو لے اے مرد عقل
دیکھ مت پیمانہ گر ہو جائے نقل

ماجرائے بلبل و گل سن لے یار
گرچہ کہنے میں نہیں وہ آشکار

سخن گفتن بہ زبان حال و فہم کردن آن
بات کرنا زبان حال سے اور سمجھنا اسکا

ماجرائے شمع با پروانہ تو
بشنو و معنی گزین ز افسانہ تو

گرچہ گفتی نیست سر گفت ہست
ہین بالا پر مپر چون جغد پست

گفت در شطرنج کاین خانہ رخ ست
گفت خانہ اش کجا آمد بدست

خانہ را بخرید یا میراث یافت
فرخ آنکس کو سوئے معنی شتافت

ماجرا ے شمع اور پروانہ تو
سن لے اور لے معنی افسانہ کو

بھید پر گو کہنے کے لائق نہیں
اونچا اڑ مت اڑ جو جغد اسفلین

بولا یہ شطرنج میں رخ کا ہے گھر
بولا اس نے پایا یہ کس جا سے گھر

گھر خریدا یا کہ ترکے میں ملا
مرد وہ بہتر جو معنی کو گیا

ا جو کہ الخ ۸ شعر جو کہ اہل دل ہیں وہ جانتے ہیں اور حال غیب کا ان پر منکشف ہے آگے مریم کے پیش نظر تھی اگرچہ ماں یحییٰ کی نظر سے دور تھی آگے حقائق ہیں اپنے یار کو آنکھ بند کر کے دیکھے جو کوئی اپنے پوست کو سوراخ دار کرے اگر ظاہر باطن میں اس کو نہ دیکھا اس حکایت سے تو معنی جان کہ اس طور کے بہت قصے سنے ہیں شین کے مانند اس کے نقش پر چپکا ہے تا کہ کلیلہ بے زبان نے یوں کہا اور دمنہ بے بیان نے یوں سنا اگر وہ باہم آواز نہیں جانتے تھے کیونکر اسکو سمجھا بے گویائی کے کیسے دمنہ نے درمیان گاو و شیر کے ایلچی بن کر دونوں کو زیر کیا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ سے گاو الخ ۵ شعر کیسے گاو شیر کا نائب بنا ہاتھی کیسے عکس مہ سے ڈر گیا یہ کلیلہ دمنہ سب افترا ہے ورنہ لکلک کب زاغ کے مانند ہے اے بھائی قصہ مانند پیمانہ کے ہے معنی اسمیں مانند دانہ کے تو دانہ معنی کو اے عقلمند لے اگر پیمانہ نقل ہو جائے اسے مت دیکھ ماجرا بلبل و گل کا تو سن اگرچہ وہ کہنے میں ظاہر نہ ہو یعنی اس قصہ میں تو معنی پر نظر کر کہ غرض اس قصہ سے اظہار معنی ہے گو صورت قصہ میں غلطی واقع ہو پس ظاہر قصہ پر تو نظر نہ رکھ جیسے شمع و پروانہ بلحاظ وجود عشق باری کے ظاہر خاموش ہیں مگر معنی میں بے زبانی سے باتیں کرتے ہیں چنانچہ ان باتوں کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ سے ماجرا الخ ۴ شعر شمع و پروانہ کا ماجرا تو سن اور افسانہ کے معنی کو اس سے لے تو اسرار بیان کر گو کہنے کے لائق نہیں ہے تو اونچا نہ اڑ بلکہ مانند جغد اسفلین کے اڑ یعنے اسرار کو رموزات میں بیان کر

آگے اسکی مثال ہے کہتے ہیں یہ شطرنج میں رخ کا گھر ہے دوسرے نے کہا کہ یہ کس جا سے گھر پایا ہے یہ گھر خریدا ہے یا کہ ترکہ میں ملا ہے پس وہ مرد بہتر ہے جو معنی کو پہونچے یعنی ظاہر پر نظر نہ کرے بلکہ اس کے معنی پر جو مقصود ہے اور یہ بات آگے دوسری مثال ہے فافہم ۱۲

گفت نحوی زید عمرو قد ضرب	گفت چونش کرد بےجرمی ادب	بولا[١] نحوی زید مارے عمرو کو	بولا بے جرمی ہے کیونکر مارے وہ
عمرو را جرمش چہ بد کان زید خام	بیگناہ او را بزد ہمچوں غلام	عمرو کا کیا جرم تھا کہ زید نے	مثل خادم بےگنہ مارا اُسے
گفت ایں پیمانۂ معنے بود	گندمش بستاں کہ پیمانہ است راد	بولا یہ پیمانہ اک معنی کا ہے	دے ہی پیمانہ تو گیہوں اس سے لے
عمرو زید از بہر اعراب ست و ساز	گر دروغ ست آن تو با اعراب ساز	عمرو[٢] و زید اعراب کے ہی واسطے	گر ہے جھوٹا اعراب اسکا جان لے
گفت نے من آن ندانم عمرو را	زید چون زد بے گناہ و بےخطا	بولا میں ہوں عمرو کو کب جانتا	زید نے کیوں مارا اس کو بےخطا
گفت از ناچار و لاغے بر گشود	عمرو یک واو فزوں دزدیدہ بود	بولا وہ ناچار و عاجز ہو گیا	عمرو نے زیادہ چرایا واو تھا
زید واقف گشت دزدش را بزد	چونکہ از حد برد حدش می سزد	زید نے آگہ ہو مارا چور کو	حد سے گزرا حد کے بس لائق ہے وہ

پذیرا آمدن سخن باطل در دل باطلان | پسند آنا سخن باطل کا باطلوں کے دل میں

گفت اینک راست پذرفتم بجان	کژ نماید راست در پیش کژاں	بولا[٣] یہ سچ ہے پسند آیا مجھے	ٹیڑھا سیدھا دیکھتا احوال کو ہے
گر بگوئی احولے را مہ یکی ست	گویدت ایں دوست و در وحدت شکے ست	گر کہے احول کو تو اک ماہ ہے	وہ کہے وحدت میں اک شک ہے مجھے
در بر او خندد کسے گوید دو است	راست دارد ایں سزاے بدخو است	گر ہنسی سے کوئی کہدے ہیں دو	جانے سچا ہے سزا بدخو کی وہ
بر دروغان جمع می آید دروغ	للخبیثات الخبیثوں زد فروغ	ہوتا ہے بس جمع جھوٹوں پر دروغ	للخبیثات الخبیثون کو فروغ
ہر کرا جنس دروغ ست اے پسر	راست پیشش او نباشد معتبر	جنس جو وہ جھوٹ کی رکھتا ہے یار	سچ کو آگے اسکے کب ہو اعتبار
دل فراخاں را بود دست فراخ	چشم کوراں را عثار سنگلاخ	دل کشادوں کو کشادہ دست ہے	اور اندھوں کو ہی ٹھوکر سنگ سے
ہر کرا دنداں صدقے رستہ شد	از دروغ و از خیانت رستہ شد	ذوق جس کو صدق سے پیدا ہو	جھوٹ سے وہ اور خیانت سے چھٹا

١ بولا نحوی الخ شعر نحوی کہتا ہے کہ زید عمرو کو مارے دوسرے نے کہا کہ وہ بے جرمی پر کیونکر مارے عمرو کا کیا جرم تھا کہ زید نے مثل خادم بے گناہ کے اسے مارا کہا کہ یہ معنی کا ایک پیمانہ ہے بس پیمانہ کچھ نہیں تو گندم اس سے لے یعنی زید و عمرو بھی ایک امر فرضی ہیں اسواسطے اظہار حرکت لفظ کے معنے اس سے حاصل کرلے آگے اس کا بیان ہے فافہم ۱۲ ٢ عمرو و زید الخ شعر عمرو و زید اعراب کے واسطے ہے اگر جھوٹ ہے اس کا اعراب تو جان لے کہ عمرو کو کب میں جانتا ہوں زید نے اسکو بےخطا کیوں مارا کہا کہ وہ ناچار و عاجز ہو گیا کیونکہ عمرو نے واو کو زیادہ چرایا تھا زید نے آگاہ ہو کر عمرو کو مارا جو حد سے گذرا بس تعزیر کے لائق ہوا یعنی عمرو و زید کا بیان واسطے اظہار اعراب کے ہے کہ لکھنے میں واو عمرو میں زیادہ لکھتے ہیں اور تلفظ میں وہ واو نہیں آتا ہے پس واسطے سمجھانے کے ظاہر میں ہے جرم ظاہری ذمہ عمرو کے تھا اس واسطے زید نے اس کو مارا اس دلیل کو باطل نے پسند کیا ورنہ مزید عمرو امر فرضی ہیں نحو میں واسطے اظہار اعراب کے گمراہ باطل لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں چنانچہ باطلوں کا حال آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ٣ بولا الخ شعر کہا سچ ہے مجھے پسند آیا پس ٹیڑھے کو سیدھا بھی ٹیڑھا دکھائی دیتا ہے آگے مثال ہے اگر تو احول کو کہے کہ ایک ماہ ہے وہ کہے کہ مجھے وحدت میں شک ہے اور اگر کوئی ہنسی سے کہے کہ دو چاند ہیں تو وہ اسے سچا جانے یہ بدخو کی سزا ہے دروغ جھوٹوں پر جمع ہوتا ہے کیونکہ خبیث عورتیں واسطے خبیث مردوں کے ہیں چونکہ تو جنس جھوٹ کی رکھتا سچ کو اس کے آگے کب اعتبار ہوتا ہے کشادہ دلوں کے آگے دست کشادہ ہے اور اندھوں کو ٹھوکر سنگ سے ہے اور جس کو ذوق صدق سے پیدا ہوا جھوٹ اور خیانت سے چھٹا یعنی جھوٹ بات جھوٹے کو پسند آئی ہے جیسے کہ درخت میں پھلی، اک امر خلاف ہے بادشاہ کو پسند آیا اس کی تلاش کو ایک قاصد بھیجا چنانچہ انسکا قصہ نقل ہے آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۴ خبیث عورتیں واسطے خبیث مردوں کے ہیں ۱۲

جستن آن درخت کہ ہر کہ میوہ او خورد ہرگز نمرد

گفت دانائے برائے داستان   کہ درختے ہست در ہندوستان
ہر کسے کز میوۂ او خورد و برد   نے شود او پیر و نے ہرگز بمرد
بادشاہے این شنید از صادقے   بر درخت و میوہ اش شد عاشقے
قاصد دانا ز دیوان ادب   سوئے ہندستان روان کرد از طلب
سالہا میگشت آن قاصد ازو   گرد ہندستان برائے جستجو
شہر شہر از بہر این مطلوب گشت   نے جزیرہ ماند و نے کوہ و نہ دشت
ہر کرا پرسید کردش ریشخند   کاین نجوید جز مگر مجنون بند
بس کسان صفعش زدند اندر مزاح   بس کسان گفتند کائے صاحب فلاح
جستجوئے چون تو زیرک سینہ صاف   کے تہی باشد کجا باشد گزاف
وین مراعاتش یکے صفعے دگر   وین ز صفع آشکارا سخت تر
می ستودندش بتسخر کائے بزرگ   در فلاں جا بد درختے بس سترگ
در فلاں بیشہ درختے ہست سبز   بس بلند و پہن و ہر شاخیش گز
قاصد شہ بستہ در جستن کمر   می شنید از ہر کسے نوع دگر
بس سیاحت کرد آنجا سالہا   می فرستادش شہنشہ مالہا
چون بسے دید اندران غربت تعب   عاجز آمد آخر الامر از طلب
ہیچ از مقصود اثر پیدا نشد   زاں غرض غیر خبر پیدا نشد
رشتۂ امید او بگسستہ شد   جستہ او عاقبت ناجستہ شد

ڈھونڈھنا اس درخت کا کہ جس نے اسکا میوہ کھایا ہرگز نہ مرا

داستان[1] میں اک کہا ہشیار نے   کہ درخت ہندوستان میں ایک ہے
اسکا میوہ جو کوئی کھائے وے   نے کوئی بوڑھا ہو نے ہرگز مرے
بادشہ نے یہ جو صادق سے سنا   اس درخت و میوہ پہ عاشق ہوا
ایک قاصد ہوشیار و با ادب   بھیجا ہندستان کیا اسکو طلب
سالہا قاصد پھرا اس کے لئے   ڈھونڈھتا ہندوستان میں ہر جگہ
شہر شہر اسکے لئے پس وہ پھرا   نے جزیرہ کوئی نے جنگل رہا
جس کسی سے پوچھا وہ اسپر ہنسا   کون ڈھونڈھے اسکو اب مجنون سوا
بس[2] ہنسی میں مارتے تھپڑا سے   اور بہت کہتے کہ اے صاحب تجھے
ڈھونڈھتا ہے تجھ سا زیرک سینہ صاف   کب ہو خالی اور کب ہووے گزاف
یہ رعایت ایک تھپڑا اور تھا   ظاہری تھپڑ سے سختی میں سوا
وصف ہر اک نے تمسخر سے کیا   کہ فلانی جا درخت اک تھا بڑا
اور فلاں جنگل میں نخل اک سبز ہے   بس بلند اور وہ بڑی شاخیں رکھے
قاصد شہ مستعد تلاش کا   ہر کسی سے ہر طرح پہ سنتا تھا
برسوں[3] سیاحی کری اسنے وہاں   بھیجتا تھا شہ اسے مال گراں
جو سفر میں رنج اسے از بس ہوا   اور بس عاجز طلب سے ہو گیا
کچھ نہ مقصد سے اثر پیدا ہوا   نے غرض سے جز خبر پیدا ہوا
اس کی جڑ امید کی جو کٹ گئی   کوشش آخر اسکی بے کوشش ہوئی

[1] داستان میں الخ، شعر ایک ہوشیار نے داستان میں کہا کہ ایک درخت ہندوستان میں ہے جو کوئی اس کا میوہ کھائے نے کبھی بوڑھا ہووے نہ ہرگز مرے ایک بادشاہ نے جو یہ صادق سے سنا اس درخت و میوہ پر عاشق ہوا ایک قاصد ہوشیار با ادب کو ہندوستان کو بھیجا اور اس کو طلب کیا قاصد برسوں پھرا اور اس کے لئے ہندوستان میں ڈھونڈھتا ہر جگہ شہر بشہر اس کے لئے وہ پھرا کوئی جزیرہ اور کوئی جنگل باقی نہ رہا جس سے پوچھتا وہ اس پر ہنستا کون اس کو ڈھونڈھے مجنون کے سوا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] بس ہنسی الخ، شعر بس ہنسی میں تھپڑا سے مارتے اور بہت کہتے کہ اے صاحب تو ڈھونڈھتا ہے تجھ سا ہوشیار و سینہ صاف کب خرافاتی ہو اور جھوٹ ہو یہ رعایت کرنا ایک اور تھپڑ تھا ظاہری تھپڑ سے زیادہ سخت ہے ہر وصف اس کا تمسخر سے کیا کہ فلانی جا ایک درخت بڑا ہے اور فلانے جنگل میں ایک درخت سبز ہے بس بلند اور بڑی شاخیں قاصد مستعد تلاش نے ہر کسی سے ہر قسم پر سنا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] برسوں الخ ۵ شعر برسوں سیاحی اس نے کی اور بادشاہ اس کو مال گراں بھیجتا تھا جو سفر میں اس کو رنج ہوا اور بس عاجز طلب سے ہوا کچھ مقصد سے اثر پیدا نہ ہوا اور نہ غرض سے بجز خبر کے پیدا ہوا اس کی امید کی جڑ جو کٹ گئی اور اسکی کوشش جو بیکار ہو گئی ارادہ پھر بادشاہ کے پاس پھرنے کا کیا آہیں بھرتا اور روتا چلا آگے اس کے حقائق ہیں فافہم ۱۲

کرد عزم بازگشتن پیش شاہ اشک می بارید و می برید راہ

عزم شہ کے پاس پھرنے کا کیا آہیں بھرتا اشک ریزاں وہ چلا

شرح کردن شیخ سرّ آں درخت را با آں طالب مقلد

بیان کرنا شیخ کا اس درخت کے بھید کو ساتھ اس طالب مقلد کے

بود شیخے عالمے قطبے کریم اندر آں منزل کہ آیس شد ندیم
گفت من نومید پیش او روم زآستان او براہ اندر شوم
تا دعاے او بود ہمراہ من چونکہ نومیدم من از دلخواہ من
رفت پیش شیخ با چشم پر آب اشک می بارید مانند سحاب
گفت شیخا وقت رحم و رافت است ناامیدم وقت لطف این ساعت است
گفت واگو کز چہ نومیدیستت چیست مطلوب تو رو با کیستت
گفت شاہنشاہ کردم اختیار از براے جستن یک شاخسار
کہ درختے ہست نادر در جہات میوہ او مایۂ آب حیات
سالہا جستم ندیدم زو نشان جز کہ طنز و تسخر این سرخوشان
شیخ خندید و بگفتش اے سلیم این درخت علم باشد اے علیم
بس بلند و بس شگرف و بس بسیط آب حیوانے ز دریاے محیط
تو بصورت رفتۂ اے بے خبر زاں ز شاخ معنی بے بار و بر
تو بصورت رفتہ گم گشتۂ زاں نمی یابی کہ معنی ہشتۂ
گہ درختش نام شد گاہ آفتاب گاہ بحرش نام شد گاہے سحاب
آں یکے کش صد ہزار آثار خاست کمترین آثار او عمر بقاست
گرچہ فرد است او اثر دارد ہزار آں یکے را نام باشد بے شمار

شیخ اک تھا عالم اور قطب کریم[۱] یاس جس منزل ہوئے اسکے ندیم
بولا میں نومید اس سے جا ملوں اسکی چوکھٹ سے میں شاید راہ لوں
تا دعا اس کی مرے ہمراہ ہو گر نہ پایا میں نے اس مطلوب کو
شیخ کے آگے گیا روتا ہوا مثل ابر آنسو کو برساتا ہوا
بولا وقت اب شیخ یہ ہے رحم کا میں ہوں ناامید لطف اب کر ذرا
بولا سچ کہہ کیوں تو ناامید ہے اور کس مطلوب کی خواہش رکھے
بولا شہ نے مجھکو متعین کیا ڈھونڈھنے کو اک درخت نادرا
کہ درخت اک ہے عجیب اندر جہات[۲] اسکا میوہ مایۂ آب حیات
ڈھونڈھا برسوں اسکا نے پایا پتا طنز مستوں اور تمسخر کے سوا
شیخ نے ہنس کر کہا کہ اے سلیم یہ درخت علم ہے بس اے علیم
بس بلند اور بس عجیب اور بس بسیط آب حیوان ہے ز دریاے محیط
تو گیا صورت لیے ہے اے بخبر کہ نہ رکھے شاخ معنے سے ثمر
تو گیا صورت پے اور بس گم ہوا کب ملے معنی تو اس سے ہے جدا
گہ درخت ہے نام[۳] اور گہہ آفتاب گاہ دریا نام اور گہہ ہے سحاب
ایک وہ آثار اس کے لاکھا کمتر آثار اسکا ہے عمر بقا
گرچہ مفرد ہے اثر رکھے ہزار نام ہوتے ایک کے ہیں بیشمار

۱ شیخ اک تھا الخ ۲ شعر ایک شخص تھا عالم اور قطب کریم جس منزل میں کہ اسکو یاس ہوئی تھی اس نے کہا کہ میں ناامید اس سے جاکر ملوں اسکی دہلیز سے میں شاید راہ پاؤں تاکہ دعا اسکی میرے ہمراہ ہووے کہ میں نے اس مطلوب کو نہیں پایا شیخ کے آگے روتا ہوا گیا اور مثل ابر کے آنسو برساتا ہوا گیا کہا اے شیخ اب یہ وقت رحم کا ہے ناامید ہوں اب لطف کر کہا شیخ نے کہہ کہ تو کیوں ناامید ہے اور کس مطلوب کی خواہش رکھتا ہے کہا شاہ نے مجھکو متعین کیا ایک درخت نادر ڈھونڈھنے کیلیے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ کہ درخت الخ ۹ شعر کہ عجیب درخت ہے جہاں میں اسکا میوہ مایہ آب حیات ہے برسوں ڈھونڈھا اسکا پتا نہ پایا سوائے تمسخر و طنز مستون کے شیخ نے ہنس کر کہا کہ اے سلیم یہ درخت علم ہے اے علیم بس بلند اور بس عجیب اور بس بسیط اور آب حیوان ہے دریائے محیط سے یعنی وہ درخت علم معرفت ہے کہ ایک آبحیات روح اس دریائے محیط ذات سے ہے تو گویا ہے صورت پر اے بخبر کہ شاخ معنی سے ثمر نہیں رکھتا ہے تو گیا طورت پر اور گم ہوا کب معنی ملے کہ تو اس سے جدا ہے یعنی تو صورت درخت کی سمجھا ہے اور وہ معنی سے مراد ہے پس ثابت ہوا کہ علم کل شے کے معنی کا ہے کیونکہ اول ذات نے علم نے ظہور کیا ہے اور اس سے سب علم کا ظہور ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۳ گہ درخت الخ ۳ شعر کبھی درخت اس کا نام ہے اور کبھی آفتاب کبھی دریا اسکا نام ہے اور کبھی سحاب وہ ایک ہے اور آثار اسکے لاکھوں ہیں اور کمتر اسکا آثار عمر سرمدی ہے اگرچہ وہ ایک ہے مگر آثار اسکے ہزاروں ہیں [illegible]

آں یکے شخصے ترا باشد پدر — در حق شخص دگر باشد پسر
در حق دیگیر بود قہر و عدو — در حق آں دیگرے لطف نکو
در حق دیگیر بود او عم و خال — در حق دیگیر کسے وہم و خیال
صد ہزاران نام و آں یک آدمی — صاحب ہر وصفش از وصفے عمی
ہر کہ جوید نام اگر صاحب ثقہ است — ہمچو تو نومید و اندر تفرقہ است
تو چہ بر چسپی بریں نام درخت — تا بمانی تلخ کام و شور بخت
صورت ظاہر چہ جوئی ای جوان — رو معانی را طلب ای پہلوان
صورت و ہیئت بود چوں مغز و پوست — معنی اندرے چو مغز یار دوست
در گذر از نام بنگر در صفات — تا صفاتت رہ نماید سوے ذات
گم شوی در ذات آسانی ز خود — چشم تو یکسا رنگ بیند نیک و بد
اختلاف خلق از نام او فتاد — چوں بمعنی رفت آرام اوفتاد
اندریں معنی مثالے خوش شنو — تا نمانی تو اسامی را گرو

ایک[1] وہ ہی شخص ہو تیرا پدر — دوسرے کے حق میں وہ ہو وے پسر
ایک کے حق میں ہو قہر و عدو — دوسرے کے حق میں ہو لطف نکو
ایک کے حق میں ہو ماموں اور چچا — دوسرے کے حق میں ہو وہم و جفا
سیکڑوں ہیں نام وہ اک آدمی — وصف سے اپنے نہ اسکو آگہی
جو کہ[2] ڈھونڈھے نام گر ہووے بھلا — مثل تیرے ناامید اور ہو جدا
کس لئے ٹھہرا شجر کے نام پے — تلخ کام اور بے نصیب اب تو رہے
صورت ظاہر کو ڈھونڈھے کسلئے — جا طلب معنی کو کر تو جان سے
شکل و صورت مثل چھلکا اور پوست — معنی اسمیں مثل مغز یار دوست
چھوڑ تو نام اور دیکھا کر صفات — تا صفاتیں تجکو دکھلا دیویں ذات
ذات میں تو گم ہوے آرام خود — دیکھے اک رنگ آنکھ تیری نیک و بد
اختلاف خلق ہے بس نام سے — جو کہ معنی کو گیا آرام سے
اک مثال اس معنی کے اندر سنو — تا نہیں تم نام کے پابند ہو

بیان منازعت کردن چہار کس جہت انگور بہمدگر بعلت آنکہ زبان یکدگر را نمی دانستند

بیان تکرار کرنا چار آدمیونکا آپسمیں واسطے انگور کے اسلئے کہ زبان ایک دوسرے کی نہیں جانتے تھے

چار کس را داد مردے یکدرم — ہر یکے از شہرے افتادہ بہم
فارسی و ترک و رومی و عرب — جملہ باہم در نزاع و در غضب
فارسی گفتا ازیں چوں وا رہیم — ہیں بیا کایں را بانگورے دہیم

چار[3] کس کو ایک درم اک نے دیا — تھا ہر اک ہر شہر کا باہم ملا
فارسی و ترکی رومی اور عرب — لڑتے تھے آپسمیں اور تھے پر غضب
فارسی بولا اسے کیوں چھوڑیں ہم — آؤ کہ انگور اس سے لیویں ہم

[1] ایک الخ ۴ شعر ایک وہ ہی شخص پدر ہوتا ہے دوسرے کا وہ پسر ہوتا ہے دوسرے کے حق میں قہر و دشمن ہوتا ہے دوسرے کے حق میں ماموں چچا ہوتا ہے دوسرے کے حق میں وہم و جفا ہوتا ہے وہ ایک آدمی ہے اور سیکڑوں نام اسکے ہیں مگر وہ وصف سے اپنے آگہی نہیں رکھتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] جو کہ ڈھونڈھے الخ ۸ شعر جو کوئی نام ڈھونڈھے اگر ثقہ ہو تیرے مانند ناامید اور جدا ہو تو شجر کے نام پر کیوں ٹھہرا تلخ کام و بے نصیب رہا صورت ظاہر کو کس لئے ڈھونڈھا جا معنی کو طلب کر جان سے آگے حقائق ہیں شکل و صورت مانند چھلکے کے ہے اور معنی اس میں مانند مغز و دوست کے ہے اسماء کو چھوڑ اور صفات کو دیکھ کہ صفات تجکو ذات دکھلادے یعنی مقام معرفت میں مشاہدہ صفات کا کرتے ہیں اور اس مقام عشق میں دیکھا کرتے ہیں پس ذات میں تو گم ہو اور آرام حاصل کر تا آنکھ تیری نیک و بد کو ایک رنگ دیکھے اختلاف خلق کا ہے نام سے اور جو معنی کو گیا آرام سے ہے اس معنی کے اندر ایک مثال ہے تا نام کے تم پابند نہ ہو یعنی جو ظاہر بین و صورت پرست ہے اختلاف میں پڑا ہے اور جو معنی کو دیکھتا ہے وہ نیک و بد و خوب و زشت کو ایک جانتا ہے پس ظاہر میں ایک چیز کو کہ بسبب صورت کے جدا مانتے ہیں اور باہم لڑتے ہیں چنانچہ اس کی مثال میں قصہ چار آدمیوں کا انگور طلب کرنے کی تکرار کا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] چار کس الخ ۳ شعر چار آدمیوں کو ایک شخص نے ایک درم دیا کہ وہ ہر ایک شخص ہر ایک شہر کا باہم ملا تھا فارسی و ترکی و رومی و عرب تھے اور آپس میں تکرار کرتے تھے فارسی نے کہا کہ اس کو ہم کیوں چھوڑیں آؤ کہ اس درم کا انگور لیویں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

آن عرب گفتا معاذ اللہ لا — من عنب خواہم نہ انگور ای دغا
وہ[۱] عرب بولا معاذ اللہ لا — میں عنب چاہوں نہ انگور اے دغا

آن یکے کز ترک بد گفت ای کوزم — من نمی خواہم عنب خواہم اوزم
بولا وہ ترکی کہ اے اہل عرب — چاہتا ہوں میں اوزم اور نے عنب

آنکہ رومی بود گفت این قیل را — ترک کن خواہم من استافیل را
بولا رومی چھوڑ قال اور قیل کو — چاہتا ہوں میں تو استافیل کو

در تنازع مشت بر ہم میزدند — کہ ز سر نامہا غافل بدند
لڑتے[۲] آپس میں تھے گھونسے مار کر — بھید سے ناموں کے وہ تھے بےخبر

مشت بر ہم میزدند از ابلہی — پر بدند از جہل و از دانش تہی
مارتے تھے گھونسے باہم وہ سبھی — جہل سے پر تھے وہ دانش سے تہی

صاحب سرے عزیزے صد زبان — گر بدی آنجا بدادے صلح شان
سو زبان کا رازدان کوئی عزیز — ہوتا واں دیتا انہیں صلح و تمیز

پس بگفتی او کہ من زین یک درم — آرزوے جملہ تان را میخرم
کہتا انکو اس درم سے میں اخی — آرزو تم سب کی لے دوں مول ابھی

چونکہ بسپارید دل را بے دغل — این درم تان میکند چندین عمل
رکھو خاطر جمع جو تم بے دغل — اک درم سے ہونگے یہ چاروں عمل

یک درم تان میشود چار المراد — چار دشمن میشود یک ز اتحاد
چار ہوتا ہے تمہارا اک درم — چار دشمن ایک ہو دیں بیش و کم

گفت ہر یکتان دہد جنگ و فراق — گفت من آرم شمارا اتفاق
بولے ہر اک کا ہو آپس میں فراق — بولا میں کر دوں تمہارا اتفاق

پس شما خاموش باشید انصتوا — تا زبان تان من شوم در گفتگو
انصتوا کہ چپ رہو تم اے جوان — گفتگو میں ہوں تمہارے ہمزبان

گو سخن تان می نماید یک نمط — در اثر مایہ نزاع ست و سخط
گو تمہارے ہیں سخن اک طور پہ — پر اثر میں اسکے اک تکرار ہے

در سخن تان در توافق موثقہ است — در اثر مایہ نزاع و تفرقہ است
گرچہ باتیں سب تمہاری ایک ہیں — پر اثر میں تفرقہ از بس رکھیں

گرمی عاریتی ندہد اثر — گرمی خاصیتے دارد ہنر
عارضی[۳] گرمی نہیں دیتی اثر — مادی گرمی ہے کبس کرتی اثر

سرکہ را گر گرم کردی ز آتش آن — چون خوری سردی فزاید بیگمان
گرم کر کے آگ سے سرکہ اگر — کھائے تو سردی کرے وہ طبع پر

زانکہ آن گرمی او دہلیزیست — طبع اصلش سرد ست و تیز یست
کیونکہ وہ بس عارضی گرمی رکھے — بالطبع وہ تیزی اور سردی کرے

در بود دلبستہ دوشاب اے پسر — چون خوری گرمی فزاید در جگر
عرق غورہ برف میں گر ہو لگا — کھائے تو گرمی جگر میں ہو سوا

پس ریاے شیخ بہ ز اخلاص ما — کز بصیرت باشد آن وین از عمی
مکر شیخ اچھا مرے اخلاص سے — وہ بصیرت سے یہ اندھے پن سے ہے

---

[۱] وہ عرب الخ ۳ شعر اور عرب نے کہا معاذ اللہ میں عنب چاہتا ہوں اور انگور نہیں ترکی نے کہا کہ میں اوزم چاہتا ہوں عنب نہیں رومی کہا کہ چھوڑو اس قیل و قال کو میں تو چاہتا ہوں استافیل کو یعنی انگور و عنب و اوزم و استافیل چاروں نام انگور کے ہیں بزبان مختلف باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ [۲] لڑتے الخ ۱۰ شعر وہ چاروں آپس میں لڑتے تھے گھونسے مار کے اور ناموں کے بھید سے وہ بےخبر تھے وہ سبھی گھونسے باہم مارتے تھے جہل سے پر تھے اور دانش سے تہی تھے کوئی عزیز سو زبان کا رازداں ہوتا انہیں زبان پر صلح و تمیز دیتا اور کہتا انکو اس درم سے میں آرزو تم سب کی مول لے دوں تم خاطر جمع رکھو بغیر مکر کے یہ درم سب کا کام کرتا ہے ایک درم عدد چار ہوتا ہے تمہارا اور چار دشمن ایک ہو دیں کم زیادہ چاروں نے کہا کہ ہر ایک کا آپس میں فراق ہو کہا کہ میں تمہارا اتفاق کردوں انصتوا یعنی چپ رہو تم میں گفتگو میں تمہارا ہم زبان ہوں گو تمہاری باتیں ایک طور پر ہیں لیکن اثر میں اسکے تکرار ہے اگرچہ سب باتیں تمہاری ایک ہیں لیکن اثر میں تفرقہ از بس رکھتی ہیں [۳] عارضی الخ ۵ شعر عارضی گرمی اثر نہیں دیتی ہے اور مادہ کی گرمی بس اثر کرتی ہے اگر سرکہ آتش سے گرم کرکے تو کھائے تو وہ طبیعت پر سردی کرے کیونکہ وہ گرمی عارضی رکھتا ہے لیکن بالطبع وہ تیزی و سردی رکھتا ہے اگر عرق انگور سبز برف میں لگا کر کھائے تو گرمی جگر میں سوا ہو آگے اسکے حقائق ہیں مکر شیخ کا اچھا ہے میرے اخلاص سے کیونکہ وہ بصیرت سے ہے اور یہ اندھے پن سے مکر شیخ کا ہمارے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ شیخ کی باتوں سے جمعیت ملتی ہے اور اہل حسد کا دم تفرقہ کرتا ہے آگے اس کی مثال ہے فافہم ۱۲

از حدیث شیخ جمعیت رسید / تفرقہ آرد دم اہل حسد
چوں سلیماں کان سوئے حضرت بتاخت / او زبان جملہ مرغان را شناخت
در زمان عدلش آہو با پلنگ / انس بگرفت و برون آمد ز جنگ
شد کبوتر ایمن از چنگال باز / گوسفند از گرگ نادر و احتراز
او میانجی شد میان دشمنان / اتحادی شد میان پر زنان
تو چو مورے بہر دانہ میدوی / ہاں سلیماں جو چہ می باشی غوی
دانہ جو را دانہ اش دامے شود / واں سلیمان جوی را ہر دو بود
مرغ جانہا را دریں آخر زمان / نیست شان از ہمدگر یکدم اماں
ہم سلیمان ہست اندر دور ما / کو دہد صلح و نماند جور ما
قول ان من امۃ را یاد گیر / تا بالا خلا فیہا نذیر
گفت خود خالی نبودست امتی / از خلیفہ حق و صاحب ہمتی
مرغ جانہا را چناں یکدل کند / کز صفاشاں بے غش و بے غل کند
مشفقان گردند ہمچوں والدہ / مسلموں را گفت نفس واحدہ
نفس واحد از رسول حق شدند / ورنہ ہر یک دشمن مطلق بدند
اتحاد خالی از شرک و دوئی / باشد از توحید نے ما و توئی

شیخ کی باتوں سے جمعیت ملے / تفرقہ اہل حسد درہم کرے
[1] جوں سلیمان جانب حضرت گیا / وہ زبان مرغوں کی سب جانتا
اسکے عہد عدل میں آہو پلنگ / انسیت رکھتے ہیں نے کرتے ہیں جنگ
امن رکھتا ہے کبوتر باز سے / بھیڑیئے سے بھیڑ کو نے خوف ہے
ایلچی وہ دشمنوں میں ہو گیا / اتحادی وہ پرندوں میں ہوا
مثل چیونٹی دوڑے دانہ کیلئے / کیوں نہیں تو سلیمان ڈھونڈھ لے
دانہ جو کو دانہ اس کا دام ہو / اور سلیماں جو کو دونوں کام ہو
پس نہ اس آخر زمان میں مرغ جان / اپنے ہمجنسوں سے پاتے ہیں امان
[2] ہیں سلیمان بھی ہمارے دور میں / صلح دیں اور ظلم کو نے وہ رکھیں
[3] قول ان من امۃ کو کر پذیر / ما بہ الا خلا فیہا نذیر
بولا نے خالی ہوئی امت کوئی / بے خلیفہ حق و صاحب ہمتی
مرغ جان کو اس طرح اک دل کرے / کہ صفا انکی کو بے غش غل کرے
ہو گئے مشفق مثال والدہ / مسلموں کو بولے نفس واحدہ
نفس واحد وہ پیمبر سے ہوئے / ورنہ باہم دشمن جانی وہ تھے
اتحاد اب خالی شرک و دوئی سے / ہوتا ہے توحید اور اک سوئی سے

برخاستن مخالفت و عداوت از میان انصار

دور ہونا مخالفت و عداوت کا انصاریوں میں سے

[1] چوں سلیماں الخ، شعر چوں سلیمان جانب درگاہ حق گیا وہ زبان مرغوں کی جانتا ہے انکے عہد عدل میں آہو و پلنگ انسیت رکھتے ہیں اور نہیں لڑتے ہیں کبوتر امن رکھتا ہے باز سے اور بھیڑ نہیں ڈرتی ہے بھیڑیے سے وہ دشمنوں میں ایلچی ہو گئے تو مثل چیونٹی کے دوڑتا ہے دانہ کے لئے اور سلیمان سے کیوں یعنی ہے اس کو کیوں نہیں تو ڈھونڈھتا ہے دانہ جو کو اس کا دانہ دام اور سلیمان جو کر دونوں کام حاصل ہیں پس اس زمانہ میں مرغ جان اپنے ہمجنسوں سے امان نہیں پاتے ہیں یعنی اہل دنیا سے اپنے ہمجنسوں کو آرام نہیں ہے اور رہے تو اولیاء کرام سے ہے کہ وہ سلیمان وقت ہیں اور سب کو باہم موافق رکھتے ہیں چنانچہ آگے اس کا بیان ہے فافہم ۱۲ [2] ہیں سلیمان الخ، شعر سلیمان بھی ہمارے زمانہ میں ہیں وہ صلح دیں اور ظلم نہیں رہنے دیتے قبول کر تو قول ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر کو یعنے نہیں کوئی ایک امت امتوں سے مگر آیا ہے اس کو ڈرانے والا کہا کہ خالی نہیں ہوئی کوئی امت بغیر خلیفہ حق صاحب ہمت کے یعنے ہمارے وقت میں بھی اولیاء اللہ ہر ایک قوم میں ہیں جیسے ہر امت میں نبی اللہ ہوتے تھے مرغ جان کو اسی طرح ایک دل کریں اور انکے آب صفا کو بے غل و غش کریں اور مثل والدہ کے شفیق ہو گئے اور مسلمانوں کو کہا نفس واحد ہے وہ پیغمبر سے نفس واحد ہوئے ورنہ باہم وہ دشمن جانی تھے اتحاد خالی شرک و دوئی سے ہوتا ہے بسبب توحید اور ایک سوئی کے یعنے جیسے نبی اللہ سے امت کے لوگ باہم مشفق و موافق ہوئے اسی طرح اب اولیاء کرام سے نفس واحد ہر ایک قوم کے لوگ ہوئے ہیں جیسے انصاری حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے باہم موافق ہوئے چنانچہ ان کا قصہ آگے مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲

[3] نہیں ہے کوئی ایک امت امتوں سے مگر آیا ہے اسکو ڈرانے والا ۱۲

برکت وجود پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام

دو قبیله کاوس و خزرج نام داشت　　یک ز دیگر جان خون آشام داشت

کینهاے کهنه‌شان از مصطفے　　محو شد در نور اسلام صفا

اولاً اخوان شدند آن دشمنان　　همچو اعداد عنب در بوستان

در دم المؤمنون اخوه به بند　　در شکستند و تن واحد شدند

صورت انگورها اخوان بوند　　چون فشردی شیره واحد شدند

غوره و انگور ضدانند لیک　　چونکه غوره پخته شد شد یار نیک

غوره کو سنگ بست و خام ماند　　در ازل حق کافر اصلیش خواند

نے اخی نے نفس واحد باشد او　　در شقاوت نحس و ملحد باشد او

گر بگویم آنچه او دارد نهان　　فتنهٔ افهام خیزد در جهان

چشم کو آں نزد نه بیند کور به　　دود دوزخ از ارم مهجور به

غورهاے نیک کایشاں قابل اند　　از دم اهل دل آخر یک دل اند

سوے انگورے همی رانند تیز　　تا دوئی برخیزد و کین و ستیز

پس در انگورے همی رند پوست　　تا یکے گردند وحدت وصف اوست

دوست دشمن گردد ایرا هم دو بست　　هیچ یک با خویش جنگے در نه بست

آفرین بر عشق کل اوستاد　　صد هزاران ذره را داد اتحاد

همچو خاک مفترق در رهگذر　　یک سبوشان کرد دست کوزه‌گر

کاتحاد جسمهاے ما ز طین　　هست ناقص جان نمی ماند بدین

گر نظائر گویم اینجا در مثال　　فهم را ترسم که آرد اختلال

برکت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے

قوم[1] دو کا اوس و خزرج نام تھا　　ایک تشنہ دوسرے کے خون کا

کینہ ان کا نور میں اسلام کے　　محو احمد سے ہوا تو جان لے

پس وہ دشمن پہلے اخوان ہوگئے　　باغ میں جوں دانہ انگور کے

اور دم المؤمنین اخوۃ سے لے　　بند توڑے اور تن واحد ہوگئے

صورت انگور وہ اخوان تھے　　جو نچوڑا شیرۂ واحد ہوئے

غورہ[2] و انگور ضد باہم ہیں لیک　　جو پکا غورہ ہوا وہ یار نیک

غورہ جو ٹھٹھرا وہ اور کچا رہا　　حق نے اس کو کافر اصلی کہا

نے اخی نے نفس واحد ہووے وہ　　اور شقی ازلی و ملحد ہووے وہ

گر کہوں جو کچھ وہ رکھتا ہے نہاں　　فتنہ اک عالم میں پیدا ہو عیاں

جو نہ دیکھے منہ وہ آنکھ اندھی بھلی　　دور جنت سے ہو دود دوزخی

غورہاے نیک قابل جو کہ ہیں　　اہل دل کے دم سے وہ اک دل ہیں

دوڑیں تیز انگور ہونے کے لئے　　تا دوئی اور کینہ سب جاتا رہے

پھاڑیں جلد انگور ہونے کیلئے　　تا کہ اک ہوں وحدت اوصاف ہے

دوست[3] ہو دشمن کہ جسمیں ہو دوئی　　کوئی اک کرتا ہے خود سے دشمنی

عشق پر ہو آفریں ہے اوستاد　　سیکڑوں ذروں کو دے ہے اتحاد

مثل خاک راہ متفرق کو جو　　کوزہ گر کرتا ہے اس کو ایک سو

اتحاد نقص خاکی جسم سے　　روح کے مانند کب ہرگز وہ ہے

گر نظیریں اور مثالیں میں کہوں　　جائیں عقلیں لوگوں کی ڈرتا ہوں

ف[1] قوم دو کا الخ ۵ شعر دو قوم کا اوس اور خزرج نام تھا ایک تشنہ دوسرے کے خون کا تھا انکا کینہ نور اسلام میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محو ہوا پس وہ دشمن اول اخوان ہوگئے باغ میں مانند دانہ انگور کے یعنی جیسے دانہ انگور کے خوشہ میں باہم جمع ہوتے ہیں المؤمنون اخوۃ سے دم لے کر قیدیں توڑیں اور تن واحد ہوئے آگے اس کی مثال ہے وہ اخوان صورت انگور تھے جو نچوڑا شیرہ واحد ہوئے یعنی وہ انصار پرتو نور محمدی سے مثل شیرہ دانہ انگور کے نفس واحد ہو گئے باقی مثال آگے ہے فافہم ۱۲ ف[2] غورہ الخ ۸ شعر انگور اور غورہ باہم جدا ہیں ولیکن جو غورہ پکا وہ یار نیک ہوا اور جو غورہ ٹھٹھرا اور کچا رہا حق نے اسکو کافر اصلی کہا یعنی جو غورہ کہ نور ایمان رکھتا تھا وہ مثل انگور کے پختہ ہوکر داخل صحابہ ہوا اور جو غورہ ٹھٹھرا اور کچا رہا حق نے اسکو کافر اصلی کہا یعنی جو غورہ کہ نور ایمان رکھتا تھا وہ مثل انگور کے پختہ ہوکر داخل صحابہ ہوا اور جو غورہ کہ نہ ہونے نور ایمان سے ٹھٹھر گیا وہ کافر اصلی ہے اس کا پختہ ہونا محال ہے نے اخی نے نفس واحد وہ ہووے بلکہ شقی ازلی و ملحد ہووے آگے حقائق ہیں اگر جو میں کچھ کہوں وہ کام پوشیدہ رکھتا ہے فتنہ ایک عالم میں پیدا ہووے ظاہر جو منہ یار کا نہ دیکھے وہ آنکھ اندھی بہتر ہے دود دوزخ جنت سے دور ہو غورہ نیک جو قابل ہیں اہل دل کے ہیں دم سے وہ ایک دل ہیں اور دوڑیں تیز انگور ہونے کیلیے دوئی و کینہ سب جاتا رہے پھاڑیں پوست انگور ہونے کے لئے تا کہ ایک ہوں انکا وحدت وصف ہے اسکے حقائق ہیں فافہم ۱۲ ف[3] دوست ہو الخ ۵ شعر وہ دشمن کہ جسمیں دوئی ہے دوست ہو کوئی ایک کرتا ہے خود سے دشمنی عشق پر آفریں ہو کہ استاد ہے اور سیکڑوں ذروں کو اتحاد دیتا ہے مثل خاک راہ متفرق کو کوزہ گر ایک کرتا ہے اتحاد جسم خاکی بسبب ناقص ہونے کے روح کے مانند ہرگز نہیں دکھائی دیتا ہے اگر نظیریں اور مثالیں میں کہوں فہموں کی ابتری

هم سلیمان هست اکنوں لیک ما
دور بینی کور دارد مرد را
میکند از مشرق و مغرب گزر
مولعیم اندر سخنهاے دقیق
تاگره بندیم و بکشائیم ما
همچو مرغے کو کشاید بند و دام
او بود محروم از صحرا و مرج
خود زبوں او نگردد هیچ دام
باگره کم کوش تا بال و پرت
صد هزاراں مرغ پرہاشاں شکست
حال ایشاں از نبی خواں اے حریص
از نزاع ترک و رومی و عرب
تا سلیمان امین معنوی ۔
جمله مرغان منازع باز وار
زاختلاف خویش سوے اتحاد
حیث ما کنتم فولوا وجهکم
کور مرغانیم و بس ناساختیم

از نشاط دور بینی در عما
همچو خفته در سرا کور از سرا
ور رفیق همنشین بے خبر
بر گرہها باز کردن ما عشیق
در شکال و در جواب آئین فزا
گاه بند و تا شود در فن تمام
عمر او اندر گره کاریست خرج
لیک پرش در شکست افتد مدام
نگسلد یک یک ازیں کر و فرت
واں کمینگاه عوارض را ببست
نقبوا فیها ببیں هل من محیص
حل نشد اشکال انگور و عنب
در نیاید بر نخیزد ایں دوئی
بشنوید ایں طبل باز شهریار
هیں ز هر جانب روان گردید شاد
نحوه هذا الذی لم ینهکم
کان سلیمان را همی نشناختیم

۱ بھی سلیمان ہے مگر اندھا ہوا
دور بینی کرتی اندھا مرد کو
مشرق و مغرب سے کرتا ہے گزر
حرص ہے نکتوں کی کہتے ہیں تجھے
تاگره کو باندھیں ہم اور کھولیں ہم
پس مثال اس مرغ کے کہ توڑے دام
جنگل و صحرا سے وہ محروم ہو
خود تھکے اس سے نہ ٹوٹے کوئی دام
۲ مت گره میں ساعی ہو تا تیرے پر
اپنے پر توڑے ہیں صد ہا مرغ نے
انکا حال آیت سے پڑھ تو اے حریص
بحث سے رومی عرب اور ترک کی
نے سلیمان جب تلک معنی کا آئے
۳ جمله اے مرغان جنگی باز وار
اختلاف اپنے سے سوے اتحاد
۵ حیث ما کنتم فولوا وجهکم
مرغ اندھے ہم ہیں نالائق ہیں ہم

ہیں خوشی سے دور بینی کے بھلا
جیسے گھر میں ہو نا اندھا گھر سے بے
اور رفیق ہمنشین سے بے خبر
اور عقدے کھولنے کا عشق ہے
ان سوالوں اور جوابوں میں اتم
اور کبھی باندھے کہ ہو فن میں تمام
عمر گزرے جو گره کو کھولے وہ
لیک پر اسکے شکستہ ہوں مدام
نے شکستہ کردے تیرا کر و فر
عارضوں کی رہ نہ کی بند آپ سے
۴ نقبوا فیها ہے اور ہل من محیص
شکل انگور و عنب کی نے گئی
یہ دوئی باطن سے بس ہرگز نجائے
تم سنو یہ طبل باز شہریار
جاؤ تم از راہ جان ہو کر کے شاد
۶ نحوه هذا الذی لم ینهکم
اس سلیمان کو نہ جانا ایک دم

۱ بھی سلیمان الخ ۸ شعر بھی سلیمان ہے گر میں اندھا ہوا دور بینی کی خوشی سے دور بینی مرد کو اندھا کرتی ہے جیسے کوئی گھر میں سوتا ہے اور گھر سے اندھا ہے مشرق مغرب میں پھرتا ہے اور رفیق ہمنشیں سے بے خبر ہے نکتے بیان کرتے ہیں تجھے حرص ہے اور عقدوں کے کھولنے میں عشق ہے تاگره کو باہم باندھیں اور کھولیں ان سوالوں اور جوابوں میں آگے مثال ہے کہ مانند اس مرغ کے کہ دام کبھی پورے اور کبھی باندھے کہ فن میں کامل ہو جنگل و صحرا سے وہ محروم ہو عمر گزرے جو وہ گره کھولے وہ خود تھکے اور کوئی دام اس سے نہ ٹوٹے لیکن اسکے شکست ہوے پر ہمیشہ باقی حقائق آگے ہیں فافہم ۱۲ ۲ مت گره الخ ۵ شعر تو گره کھولنے میں سعی مت کر کہ تا تیرے پر شکستہ نہ کردے تیرے مانند صد ہا مرغ نے اپنے پر توڑے ہیں اور راہ عارضوں کی خود سے بند نہیں کی ہے کہ اے حریص انکا حال آیت سے پڑھ ترجمہ نقب لگایا انہوں نے شہروں میں کیا ہو گئی انکو خلاصی بحث سے رومی عرب و ترک کے شکل انگور و عنب کی نہیں گئی جب تک سلیمان معنی کا نہیں آئے یہ دوئی باطن سے ہے ہرگز نہیں جانے یعنی باریک بینی و نکتہ دانی علماے ظواہر کی دوئی ہے جبتک مرشد کامل نہیں ہے ہرگز جائے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۳ جملہ الخ ۸ شعر اے جملہ مرغان جنگی باز کے مانند قابل بادشاہی کو تم سنو یعنی اے طالبو وہ راز اصلی سنو اپنی اختلاف سے طرف اتحاد کے تم جاؤ جان سے خوش ہو کر ترجمہ جس جاکہ ہو تم بس پھیر و منہ اپنے کو طرف اللہ کے یہ وہ امر ہے جس سے تم کو نہی نہیں کی ہم مرغ اندھے ہیں اور نالائق ہیں کہ اس سلیمان کو ایکدم نہ جانا یعنی جناب رسول مقبول صلعم کو ہم نے نہیں پہچانا ہم دشمن بازوں کے مثل الو کے ہیں اسلیے ہم عاجز اور ویران ہیں اور جہل سے ہم قصد کرتے ہیں مرد خدا کے رنج دینے کیلیے اور مرغ خدا کے روشن ہوے سلیمان سے بغیر گناہ کے انکے بال و پر کب کٹے یعنی جو شخص مرشد سے رنگین ہوا بغیر جرم کے تو باطن کب دور ہوا بلکہ وہ عاجز ہو کر رواں ہوے بغیر خلاف و کینہ کے وہ خوش ہوتے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۴ نقب کیا انہوں نے شہروں میں کیا ہوئی انکو عذاب سے خلاصی ۱۲ ۵ جس جگہ کہ تم ہو پس پھیر و منہ اپنے کو ۱۲ ۶ جانب اللہ کے یہ وہ امر ہے جس سے تم کو نہی نہیں ہے ۱۲

ہمچو چندان دشمن بازان شدیم — لاجرم وامانده و ویران شدیم
مسکینیم از غایت جہل و عمے — قصد آزار عزیزان خدا
جمع مرغان کز سلیمان روشن اند — پر و بال بے گنہ کے پر کنند
بلکہ سوے عاجزاں چینہ کشند — بے خلاف و کینہ آں مرغان خوش اند
ہدہد ایشان پے تقدیس را — میکشاید راہ صد بلقیس را
زاغ ایشان گر بصورت زاغ بود — باز ہمت آمد و مازاغ بود
لکلک ایشان کہ لکلک میزند — آتش توحید در شک میزند
واں کبوترشان ز بازاں نشکند — باز سر پیش کبوترشان نہد
بلبل ایشان کہ حالت آرد او — در درون خویش گلشن دارد او
طوطی ایشان ز قند آزاد بود — کز درون شان قند او شان رو نمود
پاے طاؤساں ایشان در نظر — بہتر از طاؤس پراں دگر
کبک ایشان خندہ بر شاہین زند — در تعلق راہ علیین زند
منطق الطیران خاقانی صداست — منطق الطیران سلیمانی کجاست
تو چہ دانی بانگ مرغاں را ہمی — چوں ندیدی مر سلیمان را دمی
پر آں مرغے کہ بانگش مطرب ست — از بروں مشرق ست و مغرب ست
ہر یک آہنگش ز کرسی تا ثری ست — و ز ثری تا عرش در کر و فریست
مرغ کو بی ایں سلیمان میپرد — عاشق ظلمت چو خفاشے بود
با سلیماں خو کن اے خفاش رد — تا کہ در ظلمت نمانے تا ابد
یک گزے رہ گر بداں سو میروی — ہمچو گز قطب مساحت میشوی

مثل الّو دشمن بازاں ہیں ہم — اس لیے ہم عاجز اور ویران ہیں ہم
چاہتے ہیں ہم نہایت جہل سے — رنج مردان خدا کے واسطے
مرغ جو روشن سلیمان سے ہوئے — بے گنہ کب بال و پر انکے نچے
بلکہ دانہ عاجزوں کو دیتے ہیں — بے خلاف کینہ وہ خوش رہتے ہیں
ہدہد[1] ان کا واسطے تقدیس کے — کھولتا ہے راہ سو بلقیس سے
زاغ انکا گر بصورت زاغ تھا — باز ہمت کا تھا وہ مازاغ تھا
لکلک انکا جو کہ لکلک کہتا تھا — آگ سے توحید کے شک کھوتا تھا
نے کبوتران کا ڈرتا باز سے — باز سر رکھتا ہے ان کے سامنے
انکا بلبل جو کہ حالت لاتا ہے — اپنے باطن میں وہ گلشن رکھتا ہے
انکی[2] طوطی قید سے آزاد تھی — قند باقی اپنے باطن سے خود ہی
انکے طاؤسوں کے پاؤں دید میں — اور طاؤسوں سے لگتے خوب ہیں
کبک انکی ہنستی ہے شاہین پہ — اور تعلق میں ہے علیین پہ
منطق الطیران خاقانی ہے قال — منطق الطیران سلیمانی ہے حال
بانگ مرغوں کی نہیں تو جانتا — وہ سلیمان جو نہیں تجھ کو ملا
بانگ مطرب کی ہے جن مرغوں کے پر — مشرق و مغرب سے باہر بیشتر
حبست[3] ہر کرسی سے انکی تا ثری — اور ثری سے عرش تک باعز و جاہ
مرغ جو بے اس سلیمان کے اڑے — عاشق ظلمت وہ چمگادڑ سا ہے
لے اے چمگادڑ سلیمان کی تو خو — تا نہ ظلمت میں ہمیشہ رہوے تو
ایک گز رہ گر تو اس جانب چلے — مثل گز قطب مساحت تو بنے

[1] ہدہد الخ ۵ شعر ان کا ہدہد واسطے تقدیس کے راہ سو بلقیس کی کھولتا ہے انکا زاغ اگرچہ ظاہر زاغ تھا باز ہمت کا تھا اور مازاغ تھا ان کا لک لک جو کہ لک لک کہلاتا تھا شک میں توحید کی آگ لگاتا تھا کبوتران کا باز سے نہیں ڈرتا تھا ان کے سامنے باز سر رکھتا تھا انکا بلبل جو کہ حالت لاتا ہے اپنے باطن میں وہ گلشن رکھتا ہے یعنی جو اولیاء اللہ فیضان حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو وے وہ سب کو نفع ہو جائیگا انکا حال پر اپیہ مرغان میں آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] انکی طوطی الخ ۶ شعر انکی طوطی قید سے آزاد تھی قند باقی خود ہی اپنے باطن سے دید میں انکے طاؤسوں کے پاؤں دوسرے طاؤسوں سے بہتر دکھائی دیتے تھے انکی کبک ہنستی ہے شاہین پر اور تعلق میں رہتی ہے علیین پر منطق الطیر خاقانی صدا قال ہے منطق الطیر سلیمانی حال ہے تو بانگ مرغوں کی نہیں جانتا وہ سلیمان جو نہیں تجھکو ملا جن مرغوں کے پر بانگ مطرب ہے وہ مشرق و مغرب سے باہر ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] حبست الخ ۵ شعر ہر ایک حبست انکی کرسی سے ثری تک اور ثری سے عرش تک باعز و جاہ ہے جو مرغ بغیر اس سلیمان کے اڑے عاشق ظلمت مثل چمگادڑ کے ہے لے چمگادڑ سلیمان کی تو خو لے تا نہ ظلمت میں ہمیشہ تو رہے ایک گز راہ اس طرف اگر تو چلے مثل گز قطب مساحت کے تو ز تو اس طرف لولا لنگڑا جاتا ہے پس تو لولے لنگڑے پن سے چھٹتا ہے یعنی اولیاء اللہ کے کلام اور ہیں اور اہل قال کی باتیں اور ہیں جو کوئی بغیر اولیاء اللہ کے راہ سلوک کی چلا مثل چمگادڑ کے ظلمت میں پڑا اور جو اولیاء اللہ کی طرف لولا لنگڑا بن کے گیا وہ ان مخصوں سے چھوٹا اور دریاے تعنی میں گیا جیسے بطے کے

دانکہ لنگ و لوک و آنسو میجہے	از ہمہ لنگے دلو کے میرہی	لولا لنگڑا اس طرف جاتا ہے تو	لولے لنگڑے پن سے بس چھٹتا ہے تو

قصہ بط بچگان کہ مرغ خانگی می پروردشان

تخم بطے گرچہ مرغ خانہ است / کرد زیر پر چو دایہ تربیت
مادر تو بط آن دریا بدست / دایہ ات خاکی بد و خشکی پرست
سیل دریا کہ ترا دل اندر است / آن طبیعت جانت را از مادر است
سیل خشکی مر ترا چون دایہ است / دایہ را بگذار کو بدرایہ است
دایہ را بگذار بر خشک و بران / اندر آ در بحر معنی چون بطان
گر ترا دایہ بترساند ز آب / تو مترس و سوے دریا ران شتاب
تو بطے بر خشک و بر تر زندہ / نے چو مرغ خانہ خانہ کندہ
تو ز کرمنا بنی آدم شہے / ہم بدریا ہم بہ خشکی پا نہی
کہ حملناہم علی البحر بجان / از حملناہم علی البر پیش ران
مر ملائک را سوے بر راہ نیست / جنس حیوان ہم ز بحر آگاہ نیست
تو بہ تن حیوانے بجانے از ملک / تا روے ہم بر زمین ہم بر فلک
تا بظاہر مثلکم باشد بسر / با دل یوحی الی دیدہ ور
قالب خاکی فتادہ بر زمین / روح او گردان بران چرخ برین
ما ہمہ مرغابیانیم اے غلام / بحر میداند زبان ما تمام
پس سلیمان بحر آمد ما چو طیر / در سلیمان تا ابد داریم سیر
با سلیمان پاے در دریا نہ / تا چو داؤد آب سازد صد زرہ

قصہ بط کے بچوں کا کہ مرغ خانگی انکو پالتا تھا

بط کے بیضے مرغ خانہ نے رکھے / گرچہ زیر پر وہ جوں دائی سے
بط ہے تیری ماں وہ کس دریا سے ہے / دائی خشکی سے تری اور خاک سے
دل کو خواہش جو تری دریا کی ہے / وہ طبیعت ماں سے جان کو تیری ہے
خواہش خشکی تجھے جوں دائی کی ہے / چھوڑ دائی کو کہ وہ بدرائی ہے
چھوڑ دائی اور کر خشکی رہا / شکل بط دریاے معنی میں تو آ
گر ڈراے آب سے دائی تجھے / سوے دریا جلد جا اور مت ڈرے
بط ہے تو زندہ ہے خشک و تر پہ تو / نے مثال مرغ خانہ خانہ جو
تو تو کرمنا بنی آدم سے ہے / پاؤں دریا اور خشکی میں رکھے
کہ حملناہم علی البحر بجان / ہو حملناہم علی البر سے رواں
بس ملائک کو نہ بر زمین راہ ہے / اور نہ حیوان بحر سے آگاہ ہے
تن سے تو حیوان ملک ہے جان سے / تا زمین پر بھی چلے بھی چرخ پے
ظاہرا تو مثلکم کے ہے بشر / دل سے ہے یوحی اے دیدہ ور
قالب خاکی زمین پر ہے پڑا / روح اسکی چرخ پر جلوہ نما
ہم ہیں سب مرغابیاں نورے جواں / بحر جانے ہے ہماری کل زبان
پس سلیمان بحر و مرغابی ہیں ہم / تا سلیمان میں کریں ہم سیر ہم
با سلیمان پا رکھ اندر بحر کے / سو زرہ داؤد سے پانی کرے

۱؎ بط کے الخ، شعر بعینہ بط کے مرغ خانے رکھے اگرچہ زیر پر مانند دائی کے ہے تیری ماں بط ہے دریا سے اور تیری دائی خشکی اور خاک سے ہے تیرے دل کو جو خواہش دریا کی ہے جان کو تیری ماں سے ملی ہے خواہش خشکی تجھے مانند دائی کے ہے پس تو دائی کو چھوڑ اور بط کے مانند دریاے معنی میں اگر دائی تجھے ڈرائے جلد انکی طرف جا اور مت ڈر تو بط ہے اور خشک و تر پر تو زندہ ہے نہ مانند مرغ خانہ کے گھر ڈھونڈھتا ہے آگے اسکے حقائق ہیں فافہم ۱۲ ۲؎ تو تو الخ، شعر تو کرمنا بنی آدم سے ہے یعنی بزرگی دی ہم نے اولاد آدم کو اور پاؤں دریا و خشکی میں رکھا ہے ترجمہ اور اٹھایا ہم نے ان کو اوپر دریا کے جان سے اور اٹھایا ہم نے اوپر جنگل کے پس ملائک کو جنگل میں راہ نہیں ہے اور حیوان کو دریا سے آگہی نہیں ہے تو تن سے حیوان اور جان سے فرشتہ ہے تا تو زمین پر بھی اور آسمان پر بھی چلتا اور ظاہر انما انا بشر مثلکم بشر ہے اور دل سے یوحی الی یعنی تن سے تو بشر ہے اور دل سے صاحب وحی ہے یعنی داخل بحق ہے قالب خاکی زمین پر پڑا ہے اور روح اسکی آسمان پر جلوہ نما ہے ہم سب مرغ آبی ہیں اور دریا ہماری کل زبان جانتا ہے یعنی جان بچہ بط مادر تن دایہ مرغ خانگی اور روح بط مادر ہے پس دایہ تن جانتا ہے کہ بط جان دریاے معنی میں اپنی مادر روح کے ساتھ نہ جائے اور صحراے دنیا میں رہے چونکہ تجھ میں اے بشر شیر دریا و جنگل کا مادہ ہے پس تو بحر و بر کی سیر کیوں نہیں کرتا ہے آگے اسکا حال ہے فافہم ۱۲ ۳؎ پس سلیمان الخ، شعر پس سلیمان بحر اور ہم مرغابی ہیں تا سلیمان میں ہم سیر کریں سلیمان کے ساتھ بحر میں پاؤں رکھ تا کہ پانی سو زرہ داؤد کے کرے وہ سلیمان سب کے آگے حاضر ہیں لیکن ہمرے نظر بندی غفلت کی ہے سبب جہل اور غفلت اور فضول کے وہ ہمارے روبرو رہے اور ہم ان سے ملول ہیں یعنی ذات مقدس ہمارے روبرو ہے اور ہم ان سے غافل ہیں آگے اسکی مثال ہے

آں سلیمان پیش جملہ حاضرست　　لیک غفلت چشم بند و ساحرست
تاز جہل و خوابناکی و فضول　　او بہ پیش ما و ما ازوے ملول
تشنہ را درد سر آرد بانگ رعد　　چوں نداند کو کشاید ابر سعد
چشم او ماندہ ست در جوے روان　　بیخبر از ذوق آب آسمان
مرکب ہمت سوے اسباب راند　　از مسبب لاجرم محجوب ماند
آنکہ بیند او مسبب را عیان　　کے نہد دل بر سببہاے جہان
از سبب یابد او در ریگ صباح　　از نجات و از فلاح و از نجاح
آنچہ در صد سال یشتے حیلہ مند　　وہ یکے زاں گنج حاصل تا درند

وہ سلیمان حاضر آگے سب کے ہی　　پر نظر بندی غفلت سحر ہے
باعث جہل اور غفلت اور فضول　　وہ ہمارے آگے ہم اس سے ملول
درد سر تشنہ کو دیوے بانگ رعد　　جو نہ جانے کہ وہ کھولے ابر سعد
آنکھ اس کی قائم آب نہر پہ　　ذوق آب آسمان سے بیخبر
رکھتا ہے اسباب پر ہمت کو جو　　بس مسبب سے رہے محجوب وہ
دیکھتے ہیں جو مسبب کو عیاں　　انکو کب تسکین دے اسباب جہاں
ایک دن میں بس مسبب سے وہ لیں　　کہ فلاحوں اور نجاتوں سے جو ہیں
سو برس میں جو کہ حیلہ ساز کو　　اس خزانہ سے نہ حاصل ایک ہو

حیران شدن حاجیان در کرامات آن زاہد کہ در بادیہ بہ ریگ گرم نشستہ بود

حیران ہونا حاجیوں کا کرامات میں اس زاہد کے کہ صحرا میں گرم ریت پر بیٹھا تھا

زاہدے بد در میان بادیہ　　در عبادت غرق چوں عبادیہ
حاجیاں آنجا رسیدند از بلاد　　دیدہ شاں بر زاہد خشک اوفتاد
جاے زاہد خشک بود او تر مزاج　　از سموم بادیہ بودش علاج
حاجیاں حیران شدند از وحدتش　　واں سلامت در میان آفتش
در نماز استادہ بد بر روے ریگ　　ریگ کز تفش بجوشد آب دیگ
گفتی سرمست بر سبزہ گل است　　یا سوارہ بر براق و دلدل است
یا کہ پایش بر حریر و حلہ ہاست　　یا سموم او را بہ از باد صباست
استادہ تازہ روے اندر نماز　　با خضوع و با خشوع و با نیاز

زاہد اک صحرا کے تھا بس درمیان　　غرق عبادت میں تھا مثل عابداں
حاجی آئے اور شہروں سے وہاں　　زاہد خشک ایک دیکھا کامراں
جاے زاہد خشک تھی وہ تر مزاج　　اور ہواے گرم تھی اس کی علاج
حاجی حیران اسکی تنہائی سے تھے　　کہ سلامت آفتوں میں اسکو ہے
وہ نماز اندر کھڑا تھا ریت پے[۳]　　ریت جلتی تھی جوں آب دیگ کے
تو کہے سرمست سبزہ گل کا ہی　　یا براق اسوار اور دلدل کا ہے
یا حریر و حلہ پر اسکا ہے پا　　یا ہوا گرم اس کو ہے باد صبا
وہ کھڑا تھا تازہ رو اندر نماز　　با خضوع و با خشوع و با نیاز

[۱] درد سر الخ ۳ شعر تشنہ کو درد سر دی بانگ رعد کی جو کہ نہیں جانتا ہے کہ وہ کھولے ابر نیک کیونکہ اس کی آنکھ قائم ہے آب نہر پر اور مذاق آب رسانی سے بیخبر ہے جو کوئی اسباب پر نظر ہمت رکھتا ہے وہ مسبب سے محجوب رہتا ہے اور جو مسبب کو عیاں دیکھتے ہیں انکو کب تسکین اسباب جہاں دیوے ایک دن میں وہ مسبب سے لیں فلاحوں اور نجاتوں سے جو کہ ہیں سو برس میں حیلہ ساز کو اس خزانہ سے ایک ذرہ نہ حاصل ہو یعنی جو کہ مسبب دیکھتے ہیں وہ ایک دن میں راہ طریقت سے وہ فلاح و نجات پاتے ہیں کہ سب دیکھنے والے راہ شریعت سے سو برس میں حاصل نہ کریں جیسے حاجیوں نے ایک دم میں زاہد سے راہ پائی چنانچہ اسکا قصہ آگے مثال میں فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] زاہد الخ ۴ شعر ایک زاہد صحرا کے درمیان تھا مثل عابدوں کے عبادت میں غرق تھا حاجی دوسرے شہروں سے وہاں آئے ایک زاہد خشک دیکھا بامراد جگہ کی خشک وہ تیز مزاج ہوا گرم اس کی علاج تھی حاجی اسکی تنہائی سے حیران تھے کہ آفتوں میں اس کو سلامتی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [۳] وہ نماز الخ ۴ شعر وہ نماز میں کھڑا تھا مانند آب دیگ کے تو کہے کہ وہ سرمست سبزہ گل کا ہے یا سوار براق و دلدل کا ہے یا حریر و حلہ پر اس کا پاؤں ہے یا ہواے گرم اس کو باد صبا ہے وہ تر و تازہ کھڑا تھا نماز میں خضوع و خشوع کے ساتھ دنیا سے وہ یار سے اپنے راز کہتا تھا اور بڑی ایک فکر میں کھڑا تھا وہ گردہ ٹھہرا با نیاز کہ درویش نماز پڑھے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

با حبیب خویشتن میگفت راز | مانده بد استاده با فکر دراز
پس بماندند آن جماعت با نیاز | تا شود درویش فارغ از نماز
چون ز استغراق باز آمد فقیر | زان جماعت زنده روشن ضمیر
دید کابش میچکید از دست و رو | جامه‌اش تر بود ز آثار وضو
پس بپرسیدش که آبت از کجاست | دست را برداشت کز سوی سماست
گفت هر گاهے که خواهی میرسد | یا گہے باشد اجابت گاہ رو
مشکل ما حل کن ای سلطان دین | تا ببخشد حال تو ما را یقین
وانما سرے بما ز اسرار ہا | تا ببریم از میان زنار ہا
چشم را بگشود سوے آسمان | که اجابت کن دعاے حاجیان
رزق جوئی را ز بالا خوگرم | تو ز بالا برگشودستے درم
اے نموده تو مکان از لامکان | فی السماء رزقکم کرده عیان
در میان این مناجات ابر خوش | زود پیدا شد چو پیل آب کش
ہمچو آب از مشک باریدن گرفت | در گو و در غارہا مسکن گرفت
ابر می بارید چون مشک اشکہا | حاجیان جملہ کشاده مشکہا
یک عجائب در بیابان رو نمود | ابر چون مشکے دہن را بر کشود
یک جماعت زان عجائب کارہا | می بریدند از میان زنارہا
قوم دیگر را یقین در ازدیاد | زین عجب واللہ اعلم بالرشاد
قوم دیگر ناپذیرا ترش و خام | ناقصان سرمدی تم الکلام

یار سے اپنے وہ کہتا راز تھا | اور بڑی اک فکر میں تھا وہ کھڑا
وہ گروہ ٹھہر رہا بس با نیاز | تاکہ یہ درویش اب پڑھ لے نماز
جب[1] وہ استغراق سے فارغ ہوا | اس گروہ سے ایک نے جو اہل تھا
دیکھا اسکا ہاتھ منہ بھیگا ہوا | اور جامہ تر وضو کو پایا گیا
پوچھا یہ پانی کہاں سے لایا تو | ہاتھ اٹھا بتلایا اسنے چرخ کو
بولا جب چہتا ہوں تو پاتا ہوں تو | یا کبھی مقبول و رد ہوتا ہے تو
مشکلیں حل کر ہماری شاہ دین | حال تیرا تا کہ ہو ہم کو یقین
ایک[2] سر بتلا ہمیں اسرار سے | تاکہ ہم فارغ ہوں بھی زنار سے
آسماں کی سمت دیکھا اور کہا | کہ قبول اب حاجیوں کی کر دعا
رزق جوئی کا ہوں خوگر چرخ سے | چرخ سے در کھولا تو نے مجھ پہ ہی
لامکاں تو نے مکاں دکھلا دیا | فی السماء رزقکم ظاہر کیا
اس دعا میں تھا کہ ابر اک آ گیا | مثل پیل آب کش کے چھا گیا
مشک[3] کی صورت برسنے وہ لگا | درمیان غار رہنے وہ لگا
ابر مثل مشک برساتا تھا اشک | اور حاجی اس سے بس بھرتے تھے مشک
اک عجائب بات جنگل میں ہوئی | ابر مثل مشک برسے تھا اخی
اک جماعت ان عجائب کار سے | ایک کرتی تھی کمر زنار سے
دوسری قوم اور یقین کرتی زیاد | ہی عجب واللہ اعلم بالرشاد
قوم ناقص دوسری تھی اور خام | نے قبول اسکو کیا تم الکلام

[1] جب وہ الخ ۵ شعر جبکہ وہ استغراق سے فارغ ہوا اس گروہ میں سے ایک نے جو کہ اہل تھا دیکھا اسکا منہ و ہاتھ بھیگا ہوا اور جامہ تر کو وضو کیا پوچھا کہ یہ پانی تو کہاں سے لایا اس نے ہاتھ سے بتلایا چرخ کو کہا کہ جب تو چاہتا ہے پاتا ہے یا کبھی مقبول نہ کبھی رد تو ہوتا ہے ہماری مشکلیں حل کر تا کہ تیرا حال ہم کو یقین دے باقی حال آ گے ہے فافہم ۱۲ [2] ایک سر الخ ۵ شعر ایک بھید ہم کو بتلا بھیدوں سے تاکہ فارغ ہوں اس زنار سے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ حاجیوں کی دعا قبول کر میں خوگر رزق جوئی کا ہوں آسمان سے تو نے لامکان کو مجھے مکان دکھلایا ترجمہ اور رزق تمہارا آسمانوں پر ہے مجھ پر ظاہر کیا وہ اس دعا میں تھا کہ ابر آ گیا اور مانند پیل آب کش کے چھا گیا باقی حال آ گے ہے فافہم ۱۲ [3] مشک الخ ۶ شعر مشک کے مانند وہ برسنے لگا درمیان غاروں کے پانی بھرنے لگا ابر مانند مشک کے اشک برساتا تھا اور حاجی اس سے مشک بھرتے تھے ایک نادر بات جنگل میں ہوئی کہ ابر مثل مشک کے برستا تھا ایک جماعت اس نادر کام سے توڑتی تھی رشتہ زنار کو دوسری قوم اور یقین زیادہ کرتی تھی عجب اللہ خوب جانتا ہے اور قوم ناقص دوسری تھی اور خام کو اس کو قبول نہ کیا تمام ہوا کلام یعنی اس زاہد کی ظہور کرامت سے ان حاجیوں میں سے بعضے ایمان لائے اور بعضوں کا یقین زیادہ ہوا اور بعضے ناقص نے انکار محض کیا یعنے اس کرامت میں جس نے سبب دیکھا فی الفور ایمان لایا جس نے سبب کو دیکھا وہ منکر رہا مشاہدہ کرنا جز داعظم ہے واللہ اعلم بالصواب فہم من فہم ۱۲

تمام ہوا کلام بفضلہ وکرمہ



مثنوی اور اس کی متعدد لاجواب شرحین

لطائف معنوی فارسی

یہ بھی مثنوی کی شرح ہے جو شاہ عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے اور اس میں بھی مثنوی کے اسرار اور معارف پر زبردست توجہ کی گئی ہے جو پڑھنے والوں کے لئے نہایت مفید ہیں۔ قیمت ؏

بوستان معرفت اردو

یہ شرح چھ دفتروں کی چھ دفتروں مین علیحدہ کردی گئی ہے دوسری شرحوں میں جو کمی اور سقم تھے ان پر بھی اکثر جگہ نکتہ چینی کی گئی ہے اردو نہایت سلیس ہے مطالب اور معانی نہایت صحیح اور دلچسپ ہیں دوسرے شارحین کی طرح ہر شعر کو تصوف کا جامہ پہنانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ قیمت مجموعی ہر دفتر علیحدہ بھی فروخت ہوتا ہے

مکاشفات رضوی فارسی

مثنوی کی مختصر جامع مانع شرح ہے اور ضروری اشعار پر گہری نظر ڈالکر ان کو حل کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ اپنے رنگ کی نہایت ہی بہترین شرح ہے۔

از ملا محمد رضا

قیمت صرف ؏

شجرۂ معرفت اردو

مصنف نے مثنوی کی مشہور حکایات لیکر انھیں کو اردو نظم کا جامہ پہنایا ہے اور لطف یہ کہ اس دلچسپی کو جو مثنوی کی حکایات میں ہے قائم رکھا ہے عام فہم ہے۔

قیمت [illegible]

شرح مثنوی کابل فارسی

یہ شرح دو جلدوں میں ہے جو مولوی ولی محمد اکبرآبادی مرحوم نے نہایت صاف سلیس فارسی زبان میں لکھی ہے دوسری شرحوں میں جو کمی تھی۔ ان کی وضاحت کردی گئی ہے یہ مع متن ہے قیمت مجموعی۔ ؏

شرح [illegible] فارسی

یہ کتاب نہایت صحیح نہایت جامع اور علم تصوف کے نہایت نازک اور دقیق مسئلوں کا بیش بہا خزانہ ہے اور تصوف کے متعلق تو شاید کوئی ایسی بات نہوگی جو اسمین چھوڑدی گئی ہو۔ قیمت ؏

جواہر الاسرار فارسی

یہ مولانا حسین ابن حسن سبزواری کی لکھی ہوئی شرح ہے جس میں شرح کرتے ہوئے تصوف کے سیکڑوں پیچیدہ مسائل کو حل کردیا گیا ہے یہ ایک مبسوط شرح ہے مگر افسوس کہ صرف تین دفتروں کی شرح ملسکی۔

قیمت ؏

لطائف اللغات

مثنوی میں جو لغات آئے ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو عام فہم نہیں ہیں لہذا غیر مشہور لغات کے معنی اور بعض دشوار اشعار کا مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ نہایت نایاب کتاب ہے۔

قیمت - ۱۱ ر

پتہ: منیجر نول کشور پریس صیغہ بکڈپو۔ لکھنؤ